اسلام کا نظام معیشت

شیئرز اور کمپنی

ترتیب

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

IFA PUBLICATIONS

ایفا پبلیکیشنز

Marfat.com

اسلام کا نظام معیشت

شیئرز اور کمپنی

ترتیب

قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

ایفا پبلیکشنز، نئی دهلی

Marfat.com

111854

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	شیئرز اور کمپنی
ترتیب	:	قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ
صفحات	:	۲۸۸
اشاعت (اول)	:	جنوری ۲۰۰۰ء
اشاعت (دوم)	:	جون ۲۰۱۰ء
قیمت	:	۲۰۰ روپے
پروف ریڈنگ	:	مولانا صفدر زبیر ندوی
کمپوزنگ	:	محمد خالد اعظمی

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

فون: 011-26983728, 26981327

ای میل: ifapublications@gmail.com

Marfat.com

مجلس ادارت

۱- مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

فہرست مضامین

ابتدائیہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹
مقدمہ	حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	۱۳

پہلا حصہ : شیئرز

اکیڈمی کا فیصلہ		۲۷
سوالنامہ		۳۰
تلخیص مقالات		۳۵
عرض مسئلہ		
۱-مولانا عبدالقیوم پالنپوری	سوال نمبر ۱-۳	۵۵
۲-مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی	سوال نمبر ۴-۶	۶۴
۳-مولانا اختر امام عادل	سوال نمبر ۷-۱۱	۶۹
۴-مولانا عتیق احمد بستوی	سوال نمبر ۱۲-۱۷	۸۶

تمہیدی مقالات

شیئرز، کمپنی اور سرمایہ کاری: بنیادیں۔شکلیں	ڈاکٹر علی محی الدین قرہ داغی	۹۹
شیئرز، شیئر مارکیٹ اور کمپنی۔ایک مختصر جائزہ وتعارف	مولانا ارشاد باقوی	۱۴۷
اسٹاک ایکسچینج کے کاروبار کا بیان	ڈاکٹر کے، جی، منشیؒ	۱۵۸

مقالات

۱-شیئرز کی خرید وفروخت	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۸۷
۲-شیئرز کی شرعی حیثیت	مفتی محمد عبید اللہ اسعدی	۱۹۴
۳-حصص کے مختلف مسائل کا حکم	مولانا محمد حنیف	۱۹۹
۴-کمپنی اور شیئرز سے متعلق نئے مسائل اور حل	مولانا ابوبکر قاسمی	۲۰۱
۵-شیئرز یا حصص	مفتی عزیز الرحمٰن مدنی	۲۲۳
۶-شیئرز۔فقہ اسلامی کی روشنی میں	مولانا زبیر احمد قاسمی	۲۲۶

Marfat.com

۷-حصص کی شرعی حیثیت	مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی	۲۳۶
۸-فقہ اسلامی میں شیئرز کی شرعی حیثیت	مولانا عتیق احمد بستوی	۲۴۱
۹-شیئرز کے چند حل طلب مسائل	مفتی نظام الدینؒ	۲۴۶
۱۰-شیئرز کے چند مسائل اوران کا حکم	مولانا شمس پیرزادہؒ	۲۵۳
۱۱-حصص کی خرید وفروخت اوراس کے احکام	مفتی جنید عالم ندوی قاسمی	۲۶۰
۱۲-شیئرز	علامہ شیخ ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی	۲۷۲
۱۳-شیئرز کے شرعی احکام	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی	۳۰۵
۱۴-حصص کمپنی کے شرعی احکام	مفتی محمد زید مظاہری ندوی	۳۰۹
۱۵-شیئرز کی خرید وفروخت اوراس کے شرعی احکام	مفتی احمد دیولوی	۳۱۶
۱۶-شیئرز سے متعلق مسائل	مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری	۳۲۳
۱۷-شیئرز۔شریعت کی نظر میں	مولانا ابوالحسن علی	۳۲۶
۱۸-مسائل حصص پر ایک نظر	مولانا خلیل احمد قاسمی	۳۳۴
۱۹-حصص	مولانا عبداللطیف پالنپوری	۳۳۶
۲۰-شیئرز کی خرید وفروخت۔ایک عملی جائزہ	مولانا بدر احمد مجیبی ندوی	۳۴۰
۲۱-حصص فقہ کی روشنی میں	ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی	۳۴۸
۲۲-حصص کے مختلف مسائل کا حکم	مفتی عبدالرحیم قاسمی	۳۵۱
۲۳-حصص کے شرعی احکام	مولانا عبدالقیوم پالنپوری	۳۵۴
۲۴-شیئرز کی خرید وفروخت۔شرعی حکم	مفتی نسیم احمد قاسمیؒ	۳۵۸
۲۵-شیئرز فقہی تناظر میں	مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی	۳۶۶
۲۶-شرعی اعتبار سے شیئرز کی حیثیت	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۳۷۱
۲۷-شیئرز۔مقاصد شریعت کے دائرہ میں	مولانا ابوسفیان مفتاحی	۳۷۶
۲۸-کمپنی کے شیئرز اوران کا شرعی حکم	مفتی انور علی اعظمی	۳۷۹
۲۹-شیئرز کے احکام	مفتی شبیر احمد قاسمی	۳۸۵
۳۰-شیئرز کا شرعی حکم	مولانا محمد رضوان القاسمیؒ	۳۹۱
۳۱-حصص سے متعلق شرعی نقطۂ نظر	مفتی شکیل احمد سیتاپوری	۳۹۵
۳۲-شیئرز کے چند مسائل	مفتی محبوب علی وجیہی	۳۹۹
۳۳-کمپنی میں سرمایہ کاری اور شیئرز۔احکام ومسائل	مولانا اختر امام عادل	۴۰۲

Marfat.com

مناقشہ ۴۲۱

دوسرا حصہ : کمپنی و حصص کمپنی

سوالنامہ ۴۶۹

کمپنی کے حصص میں سرمایہ کاری - تعارف، طریقۂ کار احسان الحق ۴۷۲

کمپنی کے حصص سے متعلق جوابات

۱- مفتی نظام الدینؒ ۴۹۴

۲- مولانا شمس پیرزادہؒ ۴۹۹

۳- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ۵۰۰

۴- مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی ۵۰۱

۵- مفتی محمد عبیداللہ اسعدی ۵۰۳

۶- مفتی جمیل احمد نذیری ۵۰۴

۷- مفتی اسماعیل بھدکودروی صاحب ۵۱۰

کمپنی سے متعلق جوابات کی تلخیص مفتی محمد فہیم اختر ندوی ۵۱۵

کمپنی کے کاروبار سے متعلق چند مزید سوالات

کمپنی کے کاروبار سے متعلق جوابات ۵۲۵

۱- مولانا محمد شیر خاں رضوی ۵۲۵

۲- ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی ۵۲۶

۳- مولانا شمس پیرزادہؒ ۵۲۷

۴- مولانا محمد شعیب اللہ مفتاحی ۵۳۰

۵- مفتی محبوب علی وجیہی ۵۳۷

مناقشہ ۵۴۳

تجاویز: ۶۵۳

اسلامی مالیاتی ادارہ اور کمپنیز کے شیئرز

تیسرا حصہ : مرابحہ سے متعلق ایک سوال

۱- مفتی نظام الدینؒ ۶۵۸

۲- مولانا شمس پیرزادہؒ ۶۵۸

۳- مولانا محفوظ الرحمٰن ۶۵۸

۴- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ۶۵۸

Marfat.com

۵-مفتی جمیل احمد نذیری ۶۵۹

چند فقہی معاشی اصطلاحات ترتیب: مفتی احمد نادر القاسمی ۶۶۱

انگریزی اصطلاحات شیئرز و کمپنی جمع و ترتیب: مولانا صفدر زبیر ندوی ۶۷۵

☆☆☆

Marfat.com

ابتدائیہ

اس وقت عالمی اور ملکی سطح پر جو مالیاتی ادارے نظام معیشت کو کنٹرول کر رہے ہیں، ان میں تین اداروں کی بڑی اہمیت ہے: بنک، انشورنس کمپنی اور اسٹاک ایکسچینج —— ان میں سے بنک اور انشورنس کی جو شکلیں مروج ہیں، وہ بنیادی طور پر سود اور قمار پر مبنی ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ ان دونوں اداروں کی جائز خدمات کو فراہم کرنے اور مفاسد سے بچنے کی غرض سے ان کا متبادل پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اسلامی بنک اور اسلامی تکافل کے تجربات پوری دنیا میں کئے جارہے ہیں اور بحمد اللہ اس کے نتائج حوصلہ افزا ہیں، اسٹاک ایکسچینج ایک ایسا ادارہ ہے جہاں شیئرز کے واسطہ سے مالی اثاثہ کی خرید وفروخت ہوتی ہے اور اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

یہ ادارہ بنیادی طور پر ربا اور قمار پر مشتمل نہیں ہے؛ لیکن دو باتیں اس میں محل نظر ہیں: اول یہ کہ بہت سی کمپنیوں کا بنیادی کاروبار ہی حلال نہیں ہوتا، جیسے فلمی کمپنیاں یا شراب بنانے والی کمپنی وغیرہ، دوسرے بعض کمپنیاں بنک سے سودی قرض حاصل کرتی ہیں یا اپنے فاضل سرمایہ کو نفع آور بنانے کی غرض سے کچھ مدت کے لئے بنک کے پاس ڈپازٹ کرتی ہیں اور جو نفع انہیں حاصل ہوتا ہے، ان میں ایک حصہ سود پر مبنی نفع کا بھی ہوتا ہے، ان اسباب کی بنیاد پر شیئرز کی خرید وفروخت کا مسئلہ اس عہد کے فقہاء کی بحث کا موضوع بن گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایک صورت حال یہ بھی پیش آگئی ہے کہ بعض دفعہ شیئرز خرید کئے جاتے ہیں مگر ان کا مقصد شیئرز کا خریدنا اور بیچنا نہیں ہوتا؛ بلکہ چند گھنٹے کا رسک مول لے کر نفع ونقصان کو برابر کرنا مقصود ہوتا ہے، اس طرح خرید و فروخت کو سٹہ بازی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

Marfat.com

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ موجودہ حالات میں شیئرز مارکٹ ایک ایسا ادارہ ہے، جو اسلام کے قانون شرکت اور قانون مضاربت سے قریب تر ہے، اور اگر بعض مفاسد دور کردیئے جائیں تو یہ مکمل طور پر اسلامی پیکر میں ڈھل سکتا ہے؛ اسی لئے موجودہ دور کے فقہاء نے اصولی طور پر شیئرز کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے، ان کے نزدیک شیئرز کو خریدنا روپئے کے بدلہ روپئے خریدنا نہیں ہے! بلکہ یہ اس اثاثہ کو خریدنا ہے جس کی شیئرز سرٹیفکٹ نمائندگی کرتی ہے؛ لہٰذا اس پر بیع صرف یعنی زر کی زر سے خرید وفروخت کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ جہاں آپ خود کسی نظام کو وجود بخشنے کے موقف میں ہوں اور جہاں آپ اس موقف میں نہ ہوں؛ بلکہ پہلے سے مرتب نظام کے دائرہ میں رہتے ہوئے کام کرنا اور اس کے مواقع سے فائدہ اٹھانا ہو، دونوں کے احکام میں فرق کرنا ایک مجبوری ہے، اور شریعت اسلامی چونکہ انسانی ضرورتوں سے ہم آہنگ شریعت ہے؛ اس لئے اس میں اس کا قدم قدم پر لحاظ رکھا گیا ہے، شیئرز کی خرید وفروخت کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے اور اس کے معیارات کی تعیین میں اس پہلو کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اس مجموعہ کو اسی پس منظر میں مطالعہ کرنا چاہئے۔

اس مجموعہ کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا مناسب ہوگا کہ یہ مقالات اکیڈمی کے نویں فقہی سمینار منعقدہ جے پور راجستھان بتاریخ ۱۱-۱۴/اکتوبر ۱۹۹۶ء میں پیش کئے گئے تھے، اب جبکہ یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، شیئرز کے قوانین میں بہت کچھ تبدیلیاں آچکی ہیں؛ اس لئے اگر فنی معلومات اور ان پر مبنی جوابات کو موجودہ مروجہ طریقوں سے کچھ مختلف محسوس کیا جائے یا بعض فقہی پہلو جواب اٹھائے گئے ہیں، زیر بحث نہیں آئے ہوں تو اس کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔

Marfat.com

یہ مجموعہ پہلی بار بانی اکیڈمی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی حیات ہی میں شائع ہو چکا تھا، اب اس کا دوسرا ایڈیشن طبع ہونے جارہا ہے، اس مجموعہ میں سمینار میں پیش کئے گئے بیش قیمت علمی وفقہی سرمایہ کے علاوہ خود بانی اکیڈمی کا چشم کشا مقدمہ بھی شامل ہے، جو ہم لوگوں کے لئے اب علمی تبرک کا درجہ رکھتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور جو لوگ اس میدان میں کام کررہے ہیں، ان کے لئے نشانِ راہ ثابت ہو۔ واللہ ہو الموفق۔

خالد سیف اللہ رحمانی

۲۹/اپریل ۲۰۱۰ء

۱۴/جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو اقتصادی جدوجہد، تجارتی وصنعتی ترقی، خرید و فروخت کے معیارات اور طریقے متوازن وعادلانہ معاشی نظام اور مستحکم اصولوں کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔

اسلام سرمایہ، سرمایہ کاری، اخراجات، پیسہ کی بچت، مالیاتی لین دین، مال بیچنے اور بھیجنے، سرمایہ محفوظ کرنے اور خرچ کرنے، منافع کم لینے یا زیادہ لینے، قیمت کے اتار چڑھاؤ، صنعت وحرفت نیز مہارت وحقوق کی فروخت، اجرت ومحنت جیسے تمام امور کی ضابطہ بندی کرتے ہوئے انسانوں کی واضح رہنمائی پیش کرتا ہے۔

آج کی دنیا صنعتی انقلاب کے بعد فنی اور تکنیکی اعتبار سے بہت آگے بڑھ گئی ہے، چنانچہ خرید وفروخت، تجارت اور سرمایہ کاری کی اتنی متنوع شکلیں پیدا ہو چکی ہیں جن کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں ملتی، مثلاً بینکاری کا نظام، کرنسی کا نظام، مارکٹنگ کا نظام، قبضہ سے پہلے فروخت اور نفع کے حصول کا سریع الحرکت نظام، حصص کے خرید وفروخت کا نظام، بین الاقوامی تجارتی نظام، کرنسی کے مساوی کارڈ کا نظام، اوران ساری سرگرمیوں کو چلانے اور کنٹرول کرنے کے لئے مختلف النوع اداروں اور کمپنیوں کا نظام یہ سب اپنی جگہ آج کے عہد میں ایسی ضرورت بن چکے ہیں جن سے بے شمار مسائل وسوالات جڑے ہوئے ہیں۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ موجودہ رائج معاشی نظام اصلاً سود پر مبنی ہے جس

Marfat.com

میں زیادہ تر سرمایہ داروں کا معاشی ومفاداتی تحفظ ہوتا ہے، اور غریبوں کا لہو، ان کی شب وروز کی محنت اور سستی اجرت سے نچوڑا جاتا ہے۔

اسلام دراصل اقتصادی محاذ پر ظلم واستحصال کا خاتمہ، معاشی عدل کا قیام اور سود کے شائبہ سے پاک نظام کا نفاذ واحیاء اور بقا چاہتا ہے، اسی لئے اسلامی شریعت اپنے جامع وپائدار اصولوں کے ذریعہ انسانی سماج کو ہر عہد، ہر دور اور ہر خطہ میں فلاحی ودنیوی ترقی اور معاشی خوشحالی سے ہمکنار کرنا چاہتی ہے۔

ہندوستان میں قائم معاشی نظام کی اساس سود پر مبنی ہے، اس لئے کروڑوں ہندوستانی مسلمانوں کی قرآنی حکم اور اسلامی شریعت پر عمل کرنے کے لئے غیر سودی معاشی نظام، غیر سودی بنکاری اور اسلامی مالیاتی ادارے قائم کرنے اور دستوری و آئینی طور پر موجود گنجائشوں اور امکانات وحدود میں رہتے ہوئے مثبت وتعمیری کوششیں کرنے کی فکر بجا اور لائق تحسین ہے، واضح رہے کہ ہندوستان میں تجارت کے جو مختلف اصولؑ جاری وساری ہیں، جن کے ذریعہ سرمایہ کاری بھی ہوتی ہے اور بینک میں پیسے جمع کرنے والوں کو جائز منافع بھی تقسیم کیا جاتا ہے، ان پر اکیڈمی نے بہت پہلے کام شروع کیا، اور خوشی کی بات یہ ہے کہ بینکنگ اور موجودہ قانون کے بڑے ماہرین، جو اسلامی شریعت کی ہدایات کی پابندی کرتے ہوئے اپنے فن کے بارے میں بہتر رائے دینے کی پوزیشن میں ہیں، کا تعاون بھی اکیڈمی کو حاصل رہا۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

اس سلسلہ میں اقتصادی ماہرین پر مشتمل تشکیل شدہ کمیٹی کی کئی نشستیں ہوئیں، جن میں علماء بھی شریک رہے، ماہرین میں پروفیسر کے جی منشی صاحب جو معاشیات بالخصوص اسلامی معاشیات پر اچھا خاصا کام کرچکے ہیں، ہمارے عزیز دوست جناب کمال فاروقی صاحب جو Chartered Accountant ہیں، جناب رحمٰن خاں صاحب جو الامین اسلامک بینک کے مؤسس وبانی ہیں، جو سرمایہ کاری بھی کرتا ہے، فائنانس بھی کرتا ہے، اور جس کو شریعت کے مطابق چلانے کا عزم انہوں نے کر رکھا ہے، ایک کامیاب ادارے کی حیثیت سے وہ کام بھی کر

Marfat.com

رہا ہے، اور بھی بعض بہت ہی مفید کام اللہ ان سے لے رہا ہے۔ جناب سید امین الحسن رضوی صاحب جو ماشاء اللہ شریعت پر بھی نظر رکھتے ہیں اور جدید قانون پر بھی، بہت محنت اور بڑی جانفشانی سے مطالعہ کرتے رہتے ہیں، ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی صاحب جو اسلامی معاشیات کے معروف ونمایاں اسکالر ہیں، جناب احسان الحق صاحب جو مالیاتی اداروں اور بینکوں کے انتظامی امور سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور اسلامی اقتصادیات سے بھی بخوبی واقف ہیں، عبدالوہاب دیلوی صاحب جو بینکنگ کا خاص تجربہ رکھتے ہیں، اور سب سے منفرد صلاحیت اور تجربات کے حامل ڈاکٹر عبدالحسیب صاحب اس کمیٹی میں روز اول سے ہی شریک رہے ہے، ان سب کے علاوہ اور بھی متعدد ماہرین کمیٹی کے ساتھ علمی تعاون کرتے رہے، مولانا شمس پیرزادہ صاحب جن کو اقتصادی موضوعات سے خصوصی دلچسپی بھی ہے، اور شرعی معاملات میں کوئی مصالحت بھی کرنے کا مزاج ان کا نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ سب لوگ ان نشستوں میں شریک رہے، چونکہ بات بہت پرانی ہوگئی ہے اس لئے تھوڑی سی کہانی بھی سنا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلا فیصلہ تمام قانونی تجزیہ کے بعد یہ ہوا کہ اصطلاح میں جس کو بینک کہا جاتا ہے اور جو International Banking Law یا Indian Banking Law کے تحت Govern ہوتا ہے، ایسے کسی بینک کو ہندوستان میں چلانا ہمارے لئے شریعت کی روشنی میں ممکن نہیں ہے، علماء اور ماہرین کی کمیٹی قطعی طور پر اس نتیجہ تک پہنچ چکی ہے، بنیادی بات یہ ہے کہ شریعت کا اصول کتاب اللہ نے واضح کردیا ہے: "أحلّ الله البيع وحرّم الربا" اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا، لیکن Banking کے رائج قوانین کی شکل "أحلّوا الربا و حرّموا البيع" ابھرتی ہے یعنی کوئی بھی بینک براہ راست Commercial Activities نہیں کرسکتا ہے، کوئی تجارتی نشاط اس کے اندر نہیں ہوسکتا، البتہ وہ سود پر قرض دیتا ہے، اور لینے والے اس سے تجارت کرتے ہیں، گویا بالواسطہ تجارت میں شرکت ہے، اس طرح کہ بینک کا سرمایہ ہر طرح محفوظ اور Secure رہتا ہے اور اس کا منافع بھی Secure اور محفوظ

Marfat.com

رہتا ہے، وہ کوئی Risk نہیں لیتا، یہ ایک بنیادی فرق ہے کہ بینک اپنی جدید اصطلاح کے اعتبار سے ایک ایسا سودی کاروبار ہے جس کے ساتھ وہ اپنے سرمایہ کو کبھی بھی Risk میں نہیں ڈالتا، منافع ضرور حاصل کرتا ہے، ظاہر ہے کہ جب شریعت آئے گی تو وہ پہلے کہے گی کہ بیع اور تجارت حلال ہے، Commercial Activities حلال ہیں اور جملہ ربوی معاملات حرام ہیں۔

اگر ایسا کوئی قانون کبھی بن جائے تو ہمارے لئے سہولت یہ ہو سکتی ہے کہ ہم جو بینک قائم کریں وہ اپنا سرمایہ ممکن حد تک قابل اعتماد طریقہ پر تجارت میں لگا کر منافع حاصل کرے، اور بینک کے یہ منافع جہاں اس کے اخراجات کو Maintain کرے گا، Depositers کو بھی جائز منافع دینے کی پوزیشن میں ہوگا۔

فی الحال بعض نئے رجحانات ضرور پیدا ہوئے ہیں جیسے Mutual Fund وغیرہ کی بعض صورتیں رائج کی گئی ہیں، ان کے بارے میں ایک بات یہ ہے کہ Mutual Fund میں تجارت کرنے کے مواقع ہیں اور قانوناً اس کی اجازت ملتی ہے، کیسی تجارت ہو، کیا ہو، یہ بعد کا مسئلہ ہے، لیکن یہ بینکنگ کی بنیادی روح سے الگ ہے۔

یہ بات بھی سامنے آئی کہ بینکنگ کے اغراض ومقاصد میں دو ایک چیزیں بنیادی ہیں، ایک تو اعتماد اور بھروسہ اور ساکھ کی خصوصیت ہے، اور غالباً انگریزی زبان کے اس لفظ کے مفہوم میں بھی اس بات کی رعایت موجود ہے، (Banking Upon) یعنی ہم کسی پر بھروسہ کرتے ہیں، یہ بھروسہ والی کیفیت کہ جب میں سرمایہ لگاؤں یا بینک کے حوالہ کروں تو مجھے اطمینان ہو کہ یہ سرمایہ مجھے لوٹے گا اور منافع بھی مجھے ملے گا، اعتماد کی یہ خصوصیت بینکنگ میں ہوتی ہے، بینکنگ کے ادارے کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ سرمایہ بجائے جامد ہونے کے متحرک رہے، کسی ایک جگہ دولت کے منجمد ہو جانے کو شریعت اسلامی کبھی پسند نہیں کرتی، اسی لئے "اکتناز ذهب وفضة" اور "كي لايكون دولة بين الأغنياء"، اور خود شریعت کے دیگر احکام کی روح سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ کو حرکت میں رہنا چاہئے، اور حرکت پذیر سرمایہ کا مقصد پیسے

Marfat.com

سے پیسہ کمانا نہیں ہونا چاہئے، پیسہ وسیلہ ہے، اس کے ذریعہ Production ہو، پیداوار ہو، کسی ملک کی یا سوسائٹی کی صنعتی ترقی ہو، جس سے انسانوں کو راحت ملے، اور جو سرمایہ کاری کرتے ہیں ان کو بھی اس کا واجب نفع ملے، سرمایہ کو سوسائٹی کی فلاح کے لئے استعمال کرنا چاہئے، بجائے اس کے کہ اس کو جام کر دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہ ہر انسان میں تجارت کی صلاحیت نہیں ہوتی، نہ تجارت کا ہنر ہوتا ہے، اور ہر ہنر مند کے پاس ضروری نہیں کہ سرمایہ بھی ہو، کسی شخص کے اندر تجارت کی اور صنعت کی صلاحیتیں موجود ہیں، اس میں Skill بھی ہے، ہنر بھی ہے، وقت بھی ہے، افراد بھی ہیں، Human Resources انسان کی دماغی صلاحیتیں بھی اس کے پاس موجود ہیں، لیکن سرمایہ نہیں ہے، اور جن کے پاس سرمایہ ہے وہ ان چیزوں سے محروم ہیں، اسی لئے شریعت نے اصول مضاربت کو تجارت کے ضروری اصولوں میں سے تسلیم کیا ہے، اور مضاربت کے ذریعہ ایک طرف ماہرین کی فنی مہارت، افراد کی وہ قوت جس سے تجارت کر سکیں صنعت قائم کر سکیں اور چلا سکیں، اور دوسری طرف جس کے پاس سرمایہ ہے اور یہ صلاحیتیں نہیں ہیں ان سب کو جوڑ کر شریعت نے سوسائٹی کو بھی فائدہ پہونچانے کی کوشش کی ہے اور سرمایہ کو بھی صحیح رخ پر لگا کر صاحب سرمایہ کو بھی فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ شریعت کے ان اعمال کی روح ہے جو تجارت کے اصولوں میں ہیں، اسی طرح شرکت ہے کہ دو شریکوں میں سے دونوں کا سرمایہ ہے، لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک ان میں سے شریک عامل بھی ہو، شریک عامل ہونا بھی ضروری نہیں ہے، جس طرح آج کی اصطلاح میں Silent Partner اور Working Partner ہوتے ہیں۔ اس طرح شریعت نے بھی اس کی گنجائش دی ہے کہ دو شرکاء میں سے ایک کام کی ذمہ داری سنبھال رہا ہے، اور ایک Silent ہے، وہ عملی طور پر حصہ نہیں لے پاتا ہے، ان تمام چیزوں کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ کا انجماد غلط ہے، اور سرمایہ جب جمتا ہے تو پھر غلط قسم کی راہوں میں بھی لگتا ہے اور سوسائٹی کے لئے اس کی افادیت بھی مجروح اور متاثر ہوتی ہے، اور

Marfat.com

دوسری طرف پیسے سے پیسہ کمانا اور پیسے کو Production کے ذریعہ، Development کے ذریعہ، ترقیات کے ذریعہ سماج کے منافع کے لئے استعمال نہ کرنا بھی شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے، اس وقت ہندوستان میں ہی نہیں، بلکہ دنیا کے جن ملکوں میں آپ جائیں گے چاہے وہ اپنے کو اسلامی ملک کہتے ہوں یہ دشواری موجود ہے، حالانکہ ان اسلامی ممالک کے پاس مواقع ہیں، وہ قوانین میں تبدیلیاں لا سکتے ہیں، اور اپنے پورے مالیاتی نظام کو اسلام کی اساس پر قائم کر سکتے ہیں، لیکن یا تو شاید اسلام کے اوپر اعتماد کی کمی ہوگئی ہے، یا یہ احساس پیدا ہوگیا ہے کہ موجودہ دور میں اسلامی نظام ایک طرح کا العیاذ باللہ فرسودہ نظام ہے، اور حقیقتاً میرے خیال میں اس کے پیچھے ذہنی مرعوبیت ہے، کہ جو یورپ اور امریکہ سے آتا ہے وہی خیر ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ چلنے والا نہیں ہے، اور:

جانتا ہوں ثواب طاعت وزہد • پر طبیعت ادھر نہیں آتی

والا مضمون پیدا ہوتا ہے، چنانچہ نتیجہ یہ ہے کہ سعودی عرب ہو، چاہے عرب امارات ہو، چاہے دنیا کا کوئی بھی ملک ہو ان میں یہی مغربی نظام معاشیات جاری ہے، البتہ حالیہ دنوں میں کچھ تبدیلیاں آئی ہیں، اور ایران اور سوڈان میں اسلامی نظام معاشیات کو عملی طور پر نافذ کرنے کے لئے بلا شبہ کچھ مثبت فیصلے کئے گئے ہیں، بہر حال یہ تو ان ممالک کے مسائل ہیں، وہ زیادہ مکلف ہیں، استطاعت کے باوجود اگر نہیں کرتے تو وہ اللہ تعالی کے یہاں جوابدہ ہوں گے۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنی استطاعت نہیں ہے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ فکر مندی ضرور ہے، اور یہ بڑی مبارک ہے، اگر اللہ کی شریعت کے مطابق معاشیات کو درست کرنے کی اپنے مشکل اور نازک حالات میں بھی فکر مندی موجود ہے تو یہ بڑی مبارک اور بڑی مسعود ہے، اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ کوئی دوسرے راستے نکالے، اس لئے کہ ہمارا اس پر یقین ہے کہ جس حد تک ہم کسی کام کے کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، اگر ہم نے موجودہ استطاعت کے مطابق شریعت کے نفاذ کی کوشش کی، تو اللہ تعالی وہ دن لا سکتا ہے کہ جب ہم

Marfat.com

پورے دین کی تنفیذ و تطبیق کے اہل ہو جائیں، لیکن اگر ہم نے اپنی موجودہ استطاعت کے مطابق کوئی اقدام نہیں کرنا چاہا کہ کل نہیں مل سکتا اس لئے جزو بھی نہ لو، "مالا یدرک کله لا یدرک جزءہ" والی صورت ہم نے اختیار کی اور جمود کا شکار رہے اور کچھ کرنا نہیں چاہا، کاہلی کے ساتھ بیٹھے رہے اور جو ہو رہا ہے اس پر راضی ہو گئے تو ظاہر ہے کہ یہ بات ہمیں نہ صرف یہ کہ آگے کی استطاعت سے محروم رکھے گی بلکہ جو آج استطاعت ہے وہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

بد قسمتی سے یہ صورتحال Central Asia میں پیدا ہوئی، روسی واشترا کی اقتدار کے بعد ایک جانب ان کا آپسی انتشار بڑھا، دوسری جانب مذہب کا رشتہ زندگی سے منقطع کر دیا گیا۔ سب سے پہلا مرحلہ کسی امت کے مٹنے کا یہ ہوتا ہے کہ مذہب کا رشتہ زندگی سے منقطع ہو جائے، یہاں بھی یہی ہوا، مذہب زندگی سے کٹا اور مسجدوں میں گیا، خانقاہوں میں گیا، اور آہستہ آہستہ یہ صورت حال ہوگئی کہ ابھی ایک سفر میں تھوڑا بہت کہیں کہیں قرآن شریف پڑھنے والے بچے ملے تو وہاں یہی بہت بڑی معراج مجھے محسوس ہوئی، میں نے پوچھا کہ تم نے قرآن کہاں سے محفوظ رکھا، تو انہوں نے کہا "فی الحجرة والسرداب" یعنی مکانات کے تہہ خانوں کے ذریعہ دین کا اتنا چھوٹا سا سرمایہ محفوظ رہ سکا ورنہ وہ بھی شاید محفوظ نہ رہتا، پس مذہب زندگی کے میدانوں سے ہٹا، تجارت کے مرکزوں سے ہٹا، اور ایوان حکومت واقتدار سے ہٹا، اور عدالتوں سے ہٹا، اور زندگی کے روزمرہ معاملات یہاں تک کہ شادی بیاہ اور احوال شخصیہ سے ہٹا، مسجدوں میں آیا، خانقاہوں میں آیا، زاویوں میں آیا، اور وہاں سے گھس کر اب زمین کے تہہ خانوں میں چھپ کر اسلام ستر برس تک وہاں رہا، کیا ہم بھی اس پوزیشن کو اختیار کرنے کو تیار ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ ہمارے لوگ اس پر انشاء اللہ کبھی صلح نہیں کریں گے، مشکلات سے گزریں گے، لیکن اللہ کی شریعت کا رشتہ زندگی سے نہیں کٹنے دیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے تمام ماہرین وعلماء اس نتیجہ پر پہنچے کہ یقیناً بینکنگ موجودہ

Marfat.com

اصطلاح میں، ہندوستان میں اسلامی اساس پر قائم کرنے کے امکانات قانونی دشواریوں کی وجہ سے نہیں ہیں، اس کے متبادل کی تلاش میں یہ حضرات اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم اسلامی مالیاتی کمپنی قائم کر سکتے ہیں، بینک اپنی موجودہ Terminology میں ہم قائم نہیں کر سکتے، لیکن اسلامی مالیاتی کمپنی ہم لوگ قائم کر سکتے ہیں، ہندستان کے کمپنی لاء (Indian Companies Act) میں گنجائش ہے کہ ہم اپنے سرمایہ کو تجارت میں مشغول کر سکتے ہیں، اس لئے بنیادی طور پر اس کا امکان پیدا ہوتا ہے کہ بینکنگ کا ایک متبادل اسلامی مالیاتی کمپنی کی راہ سے قائم کیا جا سکے، علماء کرام کے سامنے حیدرآباد کے فقہی سمینار میں ایک پروجیکٹ تیار کیا گیا، بیرون ہند سے تشریف لانے والے علماء، اور ماہرین اقتصادیات ڈاکٹر انس زرقاء، اور ڈاکٹر علی جمعہ وغیرہ، سبھی لوگوں نے اس پروجیکٹ کو بہت زیادہ غیر معمولی نظر استحسان سے دیکھا اور اس کی تعریف کی، لیکن اس پروجیکٹ کی حیثیت ایک خاکہ کی ہے، جب اس میں رنگ بھرنے کا وقت آتا ہے تو دشواریاں بہت بڑھ جاتی ہیں، چنانچہ اب اس پروجیکٹ کو ایک عملی پروجیکٹ بنانے کی کوشش میں پچھلے دنوں بہت سے سوالات پیدا ہوئے، بار بار ماہرین کی نشستیں ہوئیں، اس میں کئی دشوارکن سوالات ہیں جن کا حل علماء کو پیش کرنا ہے، شریعت کی روشنی میں علماء کرام اثبات یا نفی میں جواب دیں گے، اگر وہ ہاں کہتے ہیں تو ٹھیک ہے، اگر نا کہتے ہیں تو پھر یہ ماہرین اس کا کوئی متبادل تلاش کرنے کی بھی کوشش کریں گے کہ شریعت نے جس کو حرام کیا اگر اسی کو ہم حلال کر لیں تو فائدہ کیا ہوگا، اس لئے جو سوالات ہیں ان میں دراصل ان ماہرین کو رہنمائی علماء کرام دیں گے کہ اس کی روشنی میں کس طرح کام کو آگے بڑھایا جائے؟

بینکس میں ایک تو سیدھا سیدھا سودی کاروبار ہوتا ہے، Money Lending کا، یعنی روپیہ قرض پر لگا کر اس پر سود کمانے کا کاروبار ہوتا ہے، جو کبھی پرانا مہاجن

Marfat.com

کرتا تھا، آج فنی تنظیم کے ساتھ وہ بینک کرتے ہیں، کچھ ایسے کام ہیں جن کو Non Banking Services کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ بینک جہاں سود پر قرض دینے والا مالی ادارہ ہوتا ہے وہیں ساتھ ہی کچھ دوسرے قسم کے کام میں وہ بحیثیت اجیر ہوتا ہے، پہلی صورت میں مقرض اور مستقرض کا رشتہ پیدا ہوتا ہے، اور دوسری صورت میں اجارہ کا رشتہ قائم ہوتا ہے، آج کے بینکس بہت سارے ایسے کام کر رہے ہیں جن کا تعلق Money Lending اور اقراض سے نہیں ہے، بلکہ ان کا تعلق مختلف قسم کی Services سے ہے، جو لوگ اقراض کا کام کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ کچھ Services بھی کرتے ہیں، مثلاً مجھے کچھ پیسہ یہاں سے دہلی بھیجنا ہے، میں بینک جاتا ہوں، ان کو دس ہزار روپئے دیتا ہوں کہ مجھے اپنے دوست کو دہلی میں یہ دس ہزار روپئے پہنچانے ہیں، وہ ایک ڈرافٹ ایشو کر دیتا ہے، اور ہم وہ بینک ڈرافٹ اپنے دوست کے پاس دہلی بھیج دیتے ہیں، وہ وہاں جا کر بینک سے لے لیتا ہے، بنک نے قابل اعتماد طریقہ پر روپئے پہنچانے کی خدمت انجام دی، اس کے لئے وہ کچھ اجرت لیتے ہیں، جس کو کمیشن یا فیس یا کچھ اور نام دیا جاسکتا ہے، یہ ایک خدمت ہے، قرض لینے اور قرض دینے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، اسی طرح مال کی بلٹی چھوڑوانا ہے، اس میں بنک ضامن بن کر اعتماد پیدا کرتا ہے، اسی طرح بینک کچھ ٹیکنکل خدمتیں بھی انجام دیتا ہے، مثلاً ایک تجارتی ادارہ قائم کرنا ہے، بینک کے پاس ایسی فنی صلاحیتیں موجود ہیں کہ وہ اس قائم کئے جانے والے ادارہ کا ایک عملی خاکہ، پروجیکٹ اور اسکیم بنا کر دے سکتا ہے، اسکیم بنانے میں اس کا وقت لگتا ہے یا محنت لگتی ہے، اس کی بنیاد پر وہ اجرت لیتے ہیں، اس طرح کے دسیوں ایسے کام ہیں جو آج کے بینکس علاوہ قرض دینے کے انجام دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ہمارا اسلامی مالیاتی ادارہ اجارہ کے اصول پر ایسی خدمات پیش کر سکتا ہے اور اجرت پر خدمت حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں شاید کسی کو کوئی اشکال نہ ہو کہ بینک

Marfat.com

خدمات کے عوض اجرت لے سکتا ہے، لیکن تفصیلات میں جا کر کچھ اہم سوالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ کیا ہر خدمت وہ انجام دے سکتا ہے، یا کچھ ایسی خدمتیں ہیں جن کا انجام دینا اس کے لئے مناسب نہیں۔ مثلاً کوئی بھی ادارہ یا کمپنی یا کارخانہ کسی شخص کو بنانا ہے، وہ کسی فنی ماہر سے اس کی اسکیم بنوانا چاہتا ہے، اب اسکیم میں پہلا سوال یہ ہوگا کہ سرمایہ کہاں سے آئے گا، دوسرا سوال یہ ہوگا کہ یہ سرمایہ کہاں اور کیسے کیسے خرچ ہوگا، سرمایہ کے ذرائع یہ ہیں کہ کمپنی کے دس ہزار شیئرز بنا لئے جائیں، شیئر ہولڈرس پیسہ دیں گے، اور کمپنی کے منافع ان پر تقسیم کر دئے جائیں گے، یہاں تک بھی کوئی مسئلہ نہیں، لیکن پھر بھی دشواریاں ہیں، سارا ہی سرمایہ شیئر ہولڈرس سے نہیں مل پاتا ہے یا نہیں مل پائے گا، اس لئے کمپنی کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سرمایہ میں اضافہ کرنے کے لئے قرض بھی لے، اس نے قرض لیا، اس حد تک بھی کوئی حرج کی بات نہیں، لیکن قرض پر اس کو سود دینا پڑتا ہے، یہاں یہ مشکل پیدا ہوتی ہے جو ماہر فن کمپنی کی اسکیم بنائے گا وہ یہ لکھے گا کہ کمپنی کو اتنا روپیہ قرض سے حاصل کرنا پڑے گا، اور اس قرض پر بینک کو اتنا انٹریسٹ بھی ادا کرنا پڑے گا، اس لئے اس کے آمد وخرچ اور اس کے حساب کو دیکھ کر منافع، اس کی نافعیت، افادیت وغیرہ طے کی جائے گی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی فنی خدمت جس میں اس اسکیم و پروجیکٹ میں سود کا بھی ذکر ہو، آیا اسلامی مالیاتی ادارے کے لئے ایسی سروس (خدمت) انجام دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

دوسری شکل یہ ہے کہ اسلامی مالیاتی ادارہ کو اپنا سرمایہ جائز نفع بخش اسکیموں میں لگانا ہے، بلکہ ایک اور لفظ بڑھا دیجئے، قابل اعتماد اسکیموں میں سرمایہ لگانا ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہاں لگائیں، ایں خانہ ہمہ آفتاب است، کسی کمپنی کا شیئر ہم خریدتے ہیں، اور آج کل سرمایہ کاری کا سب سے زیادہ قابل اعتماد طریقہ یہ ہے کہ شیئرز لے لئے جائیں، اور کمپنی کے شیئرز سے حاصل ہونے والے نفع کو Depositors میں تقسیم کریں، یا خرچ چلائیں، تو ہم کسی کمپنی کا شیئر

111856

Marfat.com

لیتے ہیں، اب کمپنیاں تین قسم کی ہیں: ایک کمپنی وہ ہے جو خالص غیر سودی کاروبار کرتی ہے، دوسری کمپنی وہ ہے جو خالص سودی کاروبار کرتی ہے، مثلاً بینکس ہیں، بینکس کے بھی شیئرز فروخت ہوتے ہیں۔ لیکن بینکس کی بنیادی اساس انٹرسٹ یعنی سود پر ہے، تو کیا اسلامی مالیاتی کمپنی کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ بینکس یا اس طرح کی وہ کمپنیاں جو سو فیصد خالصتاً سود پر مبنی تجارت کرتی ہیں ان کے حصص خریدے، بظاہر یہ ہے کہ اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کمپنی خالص غیر سودی کاروبار کرتی ہے، ظاہر ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، مگر اشکال یہاں پیدا ہوتا ہے کہ اس کمپنی کا بنیادی مقصد تو غیر سودی ہے، بنیادی طور پر اس کمپنی کا کام، اس کی Activities، اس کے مقاصد، Objects قطعاً غیر سودی ہیں، لیکن موجودہ قانون وحالات میں اس کو کئی ایسے مبادلات کرنے پڑتے ہیں جن کا تعلق سود سے ہے، تو جس کمپنی کا بنیادی مقصد جائز وحلال ہو لیکن فی الجملہ سودی معاملات میں اس کو ملوث ہونا پڑتا ہے، اور اس طرح ضمنی تلوث سودی کاروبار میں پیدا ہوتا ہے، کیا ایسی کمپنیز کے شیئرز ہماری اسلامی مالیاتی کمپنی حاصل کرسکتی ہے یا نہیں؟ یہ ہے وہ اصل اور ٹیڑھا سوال جو جواب کا متقاضی ہے، اور مجمع الفقہ الاسلامی جدہ میں بھی یہ سوال آچکا ہے، لیکن ابھی وہاں بھی کوئی فیصلہ اس پر نہیں ہوسکا ہے، بار بار تحقیق ہو رہی ہے، اس طرح کی اور بھی کئی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں۔

بہرحال اس رخ پر جاری کوششیں انشاء اللہ مسلسل جاری رہیں گی اور علماء اور ماہرین اقتصادیات کے گرانقدر علمی وعملی تعاون سے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے لئے عصر حاضر کے نئے اقتصادی مسائل کا فقہ اسلامی کی روشنی میں واضح حل پیش کیا جانا ممکن ہوسکے گا۔

زیر نظر کتاب کا ابتدائی حصہ شیئرز کے موضوع پر ہے، یہ موضوع اکیڈمی کے نویں فقہی سمینار منعقدہ جے پور (راجستھان) میں زیر بحث آیا اور اس بابت تفصیلی فیصلے طے پائے، کتاب کا دوسرا حصہ کمپنی وحصص کمپنی کے موضوع سے تعلق رکھتا ہے، اکیڈمی نے اپنے چھٹے فقہی سمینار

Marfat.com

منعقدہ عمرآباد (تمل ناڈو) میں حصص کمپنی اور بینکنگ کے موضوعات سے تعلق رکھنے والے متعدد سوالات پر غور وخوض کیا جن میں سے بعض پر فیصلے بھی طے پائے، مرابحہ سے متعلق ایک مخصوص سوال کے جوابات بھی اس کے آخر میں شامل ہیں، موضوع کی یکسانیت کی وجہ سے یہ تمام مسائل یکجا کردیئے گئے ہیں۔

دعا ہے کہ یہ علمی وفقہی مباحث امت کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع ومفید ثابت ہوں۔

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

۱۷ر جنوری ۲۰۰۰ء

۹ر شوال المکرم ۱۴۲۰ھ

Marfat.com

پہلا حصہ:

شیئرز

Marfat.com

Marfat.com

اکیڈمی کا فیصلہ:

شیئرز کی شرعی حیثیت

[تمام مقالات کے بعض شقوں میں نقطہائے نظر مختلف تھے چنانچہ شرکائے سمینار کے درمیان بحث ومباحثہ کے بعد جو متفقہ طور پر فیصلے کئے گئے وہ درج ذیل ہیں]۔

۱- کسی کمپنی کا خریدکردہ ایکویٹی شیئر (Equity Share) کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، وہ محض اس بات کی دستاویز نہیں ہے کہ اس نے کمپنی کو اتنی رقم دی ہے۔

۲- ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی ابتدائی خریداری جو ابھی سرمایہ اکٹھا کرنے کے مرحلے سے گذر رہی ہیں، شرعاً خریداری نہیں بلکہ اس کمپنی میں شرکت ہے۔

۳- عام طور پر کمپنیوں کی دوسری املاک نقد سرمایہ سے زیادہ ہوتی ہیں، اس لئے کمپنیز کے شیئرز کی خریداری درست ہے، لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ ادا کردہ نقد اس مقدار نقد کے برابر یا اس سے کم ہے جس کی شیئر نمائندگی کرتا ہے تو ایسی صورت میں شیئرز کی خریداری اس کی مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر درست نہ ہوگی۔

۴- جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہے، مثلاً شراب وخنزیر کے گوشت کی تجارت یا سودی قرضے دینا وغیرہ، ان کے شیئرز کی خریدوفروخت ناجائز ہے۔

Marfat.com

۵- شرکاء سمینار کا احساس ہے کہ ہندوستان میں ایسی کمپنیز کا قیام قابل عمل ہے جو خالص اسلامی اصول تجارت کے اعتبار سے کاروبار کریں، سمینار مسلم تجار اور ماہرین معاشیات کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ وہ اپنی دینی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ایسی کمپنیز کے قیام کی جدوجہد کریں جو کامل طور پر اسلامی احکام پر کاربند ہوں۔

لیکن چونکہ فی الحال ایسی کمپنیاں ہندوستان میں موجود نہیں ہیں یا بہت کم ہیں جو خالص اسلامی بنیادوں پر کاروبار کرتی ہوں، اس لئے جن مسلمانوں کے پاس نقد سرمایہ ہو اور اپنے مخصوص حالات کی بنا پر ان کے لئے جائز تجارت میں اس سرمایہ کو لگانا قابل عمل نہ ہو، ان کے لئے ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنے کی گنجائش ہے جن کا بنیادی کاروبار حلال ہو (مثلاً: انجینئرنگ کے سامان یا عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا) اگرچہ انہیں بعض قانونی مجبوریوں کی وجہ سے سودی معاملات میں ملوث ہونا پڑتا ہو۔

۶- جن مسلمانوں نے ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدے ہیں جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن وہ کمپنیز ضمنی طور پر بعض ناجائز تصرفات میں بھی ملوث ہوتی ہیں، ان مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ شیئر ہولڈرس کی سالانہ میٹنگ میں کمپنی کو آئندہ ایسے ناجائز تصرفات سے روکنے کی کوشش کریں اور دوسرے شیئر ہولڈرس کو افہام وتفہیم کے ذریعہ اس بات پر آمادہ کرنے کی سعی کریں کہ وہ بھی ان کے نقطۂ نظر سے اتفاق کرتے ہوئے میٹنگ میں ان کی تائید کریں۔

۷- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور اس کی مقدار معلوم ہو تو شیئر ہولڈر کے لئے منافع میں سے اس کے بقدر بلا نیت ثواب صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

۸- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اسی تناسب سے ملنے والے منافع سے نکال کر بلا نیت ثواب اپنی ملک سے نکال دینا ضروری ہے۔

Marfat.com

(نوٹ: دفعہ ۷ اور ۸ میں مولانا رئیس الاحرار ندوی کے نزدیک سود کی رقم غیر مسلم ہی کو دی جائے)۔

۹- کمپنی کی اپنی قانونی شخصیت ہے جو شیئر ہولڈرس کی اجتماعی حیثیت کی نمائندگی کرتی ہے، بورڈ آف ڈائرکٹرس کمپنی کے منتخب کردہ افراد کا مجموعہ ہے کمپنی کی طرف سے تصرفات کرتا ہے اور اس طرح شیئر ہولڈر کے مجموعہ کا وکیل ہے، لہذا بورڈ آف ڈائرکٹرس کے تصرفات جو کمپنی کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی حدود میں ہوں، کی بالواسطہ ذمہ داری بھی شیئر ہولڈرس پر آتی ہے۔

۱۰- حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی تجارت کرنا درست ہے۔

۱۱- فیوچر سیل (Future Sale) جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، اسلامی شریعت کی نگاہ میں ناجائز ہے کیونکہ یہ کھلا ہوا جوا ہے۔

۱۲- غائب سودا (Forward Sale) جس میں بیع تو ہو جاتی ہے لیکن اس کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، بیع نہیں وعدۂ بیع ہے، مقررہ تاریخ آنے پر ایجاب و قبول ہونے کے بعد ہی بیع وجود میں آئے گی۔

۱۳- حاضر سودے (Cash Sale - Spot Sale) میں شیئر سرٹیفیکٹ پر قبضہ سے پہلے خرید کردہ شیئرز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۱۴- شیئر سرٹیفیکٹ (Share Certificate) حاصل ہونے کے بعد خریدار کا اس پر قبضہ متحقق ہو جاتا ہے، اگرچہ بعض انتظامی دشواریوں کی وجہ سے کمپنی میں اس کے نام کا اندراج نہ ہو سکا ہے، لہذا اس شیئر کو خریدار فروخت کر سکتا ہے۔

۱۵- جن شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے ان کی خرید وفروخت میں بروکر (Broker) کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے، ناجائز اور حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت میں بحیثیت بروکر کام کرنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

سوالنامہ:

شیئرز کی شرعی حیثیت

۱۔ کیا کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا یہ محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے۔

بعض حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ شیئرز سرٹیفیکٹ محض کمپنی کو دیئے ہوئے پیسے کی دستاویز ہے، کمپنی کے اثاثوں اور اس کی املاک میں حسب تناسب حصہ دار ہونے کی دلیل نہیں ہے، احکام شرع کی تفصیل میں شیئرز کی حیثیت کے تعین کو بڑا دخل ہے، اگر شیئرز کو اثاثوں اور املاک کا ایک حصہ تسلیم کرلیا جائے تو شیئرز کی حقیقت یہ قرار پاتی ہے کہ وہ نقد اور اثاثوں کا مجموعہ ہے، اس لئے کہ کسی بھی کمپنی میں اس کی جامد املاک، اراضی اور تعمیرات کے علاوہ مشینیں، تیار شدہ مال، خام مال، جمع رقوم، دوسروں پر اس کی واجب الادا رقمیں وغیرہ بھی شامل ہوتی ہیں، اس طرح یہ تمام چیزیں شیئرز کے ذیل میں آجاتی ہیں، اب شیئرز کی خرید وفروخت نقد کی نقد کے ساتھ خرید و فروخت نہیں بلکہ نقود واملاک کے مجموعہ کو نقود کے ذریعہ فروخت کرنا ہے۔

اور اگر شیئرز کو محض اس کمپنی میں لگائی گئی نقد رقم کی دستاویز تسلیم کیا جائے تو اس کی بیع و شراء نقد کی نقد کے ساتھ بیع وشراء ہوگی، ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس پر بیع صرف کے احکام وارد ہوں گے، جو لوگ اسے محض قرض کی دستاویز مانتے ہیں وہ اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں جب موجودہ قانون کے مطابق اس کی املاک ضبط کر کے اس کے قرضے ادا کئے جاتے ہیں اس وقت اس کے حصہ کے تناسب سے کمپنی کے اثاثے قرق نہیں کئے جاسکتے۔

Marfat.com

دوسرا نقطۂ نظر رکھنے والے اپنے موقف کی تائید میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ اگر کمپنی باہمی قرارداد سے تحلیل ہو جائے تو ہر شیئر ہولڈر کو اس کے شیئرز کے تناسب سے اس کے اثاثوں میں حصہ ملتا ہے، اور نفع ہو تو اس کے لگائے ہوئے سرمایہ سے زائد رقم ملتی ہے اور اگر خسارہ ہو تو اسے نقصان بھی برداشت کرنا ہوتا ہے، برخلاف بانڈ وغیرہ قرض کی دستاویزوں کے کہ صرف لگی ہوئی رقم مع سود ملتی ہے، اثاثوں میں کوئی حصہ نہیں ملتا ہے، بہرحال یہ ضروری ہے کہ کمپنی کے اندر شیئرز کی حیثیت کا تعین کر کے احکام شرعی اس پر مرتب کئے جائیں۔

۲- بعض اوقات کمپنی قائم کرتے وقت شیئرز کا اعلان کیا جاتا ہے، اور اس وقت اس کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتی ہیں، اس وقت اگر کمپنی کے خرید کردہ شیئر کی بیع کی جائے تو اس صورت میں نقد نقد کے مقابل ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳- کمپنی کے جود میں آجانے کے بعد اس کا اثاثہ مخلوط ہوتا ہے (یعنی نقد اور املاک کا مجموعہ) اس صورت میں جبکہ مجموعہ مال ربوی وغیر ربوی دونوں پر مشتمل ہے، شیئرز کی نقد کے ساتھ خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے، جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت اور ایکسپورٹ، یا بینکس اور سودی اسکیموں میں روپیہ لگانا، ایسی کمپنیز کے شیئرز کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

۵- ایسی کمپنیز جن کا کاروبار حلال ہے، مثلاً انجینئرنگ کے سامان تیار کرنا، عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا وغیرہ، پھر ان کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہونے کے باوجود انہیں بعض اوقات انکم ٹیکس وغیرہ کی زد سے بچنے کے لئے بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے، کیا ایسی کمپنیز کا شیئر خریدنا جائز ہے؟

۶- اسی طرح حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو بھی قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے، یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہیں، جن

Marfat.com

کی وجہ سے انہیں سود بھی ملتا ہے، کیا ایسی کمپنیز کا شیئرز خریدنا ناجائز ہوگا؟

۷- سودی قرضہ لینے کی صورت میں اس قرض سے حاصل ہونے والے منافع کی شرعی حیثیت کیا ہوگی، آیا وہ قرض مفید ملک ہے یا نہیں، اور اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی حلال شمار کی جائے گی یا نہیں؟

۸- کیا کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے اور اس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا؟

۹- بورڈ آف ڈائرکٹرس میں کوئی فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے، کیا اس کمیٹی میں کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اور اپنے اختلاف کا اعلان کر دینا وکیل کے عمل کی ذمہ داری سے اسے بری الذمہ کر دے گا؟

۱۰- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو، اور اس کی مقدار معلوم ہو تو کیا شیئر ہولڈر کے لئے منافع سے اس کے بقدر نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

۱۱- اور اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اتنا فیصد ملنے والے منافع سے نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

۱۲- شیئرز کی تجارت کرنا کیسا ہے، یعنی کوئی شخص کچھ شیئرز خریدے کہ قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کر دوں گا، خلاصہ یہ کہ شیئرز کی بیع وشراء کو ایک تجارت کی طرح کرنے کا حکم کیا ہوگا، جبکہ اس میں ایک طرح کی قیاس آرائی کو دخل ہوتا ہے کہ بازار کی ص حال کو دیکھ کر زیادہ منافع دینے والے شیئرز خرید لئے جاتے ہیں، اور کیا ہر تخمین وقیاس آرائی ممنوع ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

۱۳- شیئر مارکیٹ میں ایک سودا جسے فیوچر سیل (بیاعات مستقبلیات) کہتے ہیں مروج

Marfat.com

ہے، اس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان کو برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، مثلاً زید نے سو شیئرز کا سودا بہ حساب سو روپئے فی شیئر کیا، اور ادائیگی اور وصولی کی تاریخ ۳۰ / مارچ مقرر کی، اب جب ۳۰ / مارچ آئی تو اس شیئر کی قیمت ڈیڑھ سو روپئے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپئے منافع کے طور پر لے لیگا، اور اگر ۳۰ مارچ کو اس شیئر کی قیمت گھٹ کر پچاس روپئے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپئے ادا کرے گا، اصل سودا محض کاغذی کارروائی ہے، نہ مشتری ثمن دیتا ہے، نہ بائع مال دیتا ہے، البتہ مقررہ تاریخ پر بڑھتے ہوئے دام کی صورت میں منافع یا گھٹتے ہوئے دام کی صورت میں خسارہ ادا کیا جاتا ہے، شریعت میں مذکورہ فیوچر سیل کا کیا حکم ہے؟

۱۴- غائب سودا جس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، جائز ہوگی یا نہیں؟

۱۵- شیئرز کے نقد سودے میں بھی بعض انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے سرٹیفکیٹ پر قبضہ ایک سے تین ہفتوں تک تاخیر سے ہوتا ہے، اس ذیل میں اصل سوال یہ ہے کہ شیئر پر قبضہ کا مطلب کیا ہوگا، اگر بوقت بیع وشراء ہی کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں شیئر ہولڈر کی ملکیت آجاتی ہے، اور وہ اس کی ضمان میں آجاتا ہے، اور حقوق و ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں، اگرچہ ابھی شیئرز سرٹیفکیٹ نہ ملا ہو تو اس کو شیئر پر قبضہ معنوی حاصل ہوگا یا نہیں، کیا شرع میں ہر شئ پر اس کی خاص نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت مختلف ہوگی جس کی بناء عرف و عادت پر ہوگی، یا ہر صورت میں قبضہ حسی ہی ضروری ہوگا؟

۱۶- اس طرح خرید کردہ شیئر کو (جس کی موجودہ قیمت خریدار نے ادا کر دی ہے) اگر خریدار سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے قبل اگلے دن یا دو چار دن میں کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اور اس طرح دوسرے کے خریدنے کے بعد تیسرے و چوتھے کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہوگا؟ بالخصوص جبکہ شیئر کا ضمان و منافع خریدنے کا معاملہ کرنے کے ساتھ ہی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہو۔

Marfat.com

۱۷- اسٹاک ایکسچینج بازار میں خرید وفروخت کے لئے واسطہ بننے والے کو" بروکر" کہتے ہیں(جوموجودہ وقت میں شیئرز کی خرید وفروخت اور قیمتوں سے واقفیت رکھتا ہے، اور خرید و فروخت کی کاروائی کا اندراج کرتا ہے)یعنی اس کی حیثیت ایجنٹ کی ہے،اس کا کیا حکم ہوگا؟ یعنی کیا بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے؟

Marfat.com

تلخیص مقالات :

۱- شیئرز کی شرعی حیثیت:

سبھی مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، اسی وجہ سے اگر کمپنی باہمی قرارداد سے تحلیل ہو جائے تو ہر شیئر ہولڈر کو اس کے شیئرز کے تناسب سے اس کے اثاثوں میں حصہ ملتا ہے، اور نفع ہو تو اس کے لگائے ہوئے سرمایہ سے زائد رقم ملتی ہے اور اگر خسارہ ہو تو نقصان بھی برداشت کرنا ہوتا ہے، برخلاف بانڈز وغیرہ قرض کی دستاویزوں کے کہ صرف لگی ہوئی رقم مع سود ملتی ہے، اثاثوں میں کوئی حصہ نہیں ملتا ہے۔ ان حضرات نے مخالفین کی اس دلیل کو "کہ قانونی طور پر کمپنی کے اثاثوں کو قرق نہیں کیا جاتا ہے" بالکل رد کر دیا ہے۔

۲- شیئرز کی خرید وفروخت:

شیئرز کی خرید وفروخت جب کہ کمپنی کے پاس کچھ بھی اثاثہ نہ ہو۔

اس مسئلہ میں مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف ہیں جو درج ذیل ہیں:

الف۔ یہ سوال ہی صحیح نہیں، کیونکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کمپنی کا وجود ہو اور کچھ بھی اثاثہ نہ ہو، کیونکہ کمپنی کا رجسٹریشن ہوتا ہے، اور رجسٹریشن کے لئے کچھ نہ کچھ اثاثے کا ہونا ضروری ہے، تب کمپنی رجسٹرڈ ہوتی ہے، لہذا یہ سوال درست نہیں۔

مولانا شمس پیرزادہ، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، حکیم ظل الرحمن۔

ب۔ شیئرز کو نوٹوں کے بدلے خریدنا بیع صرف نہیں، بلکہ یہ عقد بیع ہی نہیں عقد شرکت ہے (مفتی شکیل احمد)۔

Marfat.com

ج۔ اس میں غیر مملوک کی بیع لازم آتی ہے اور یہ ناجائز ہے، کیونکہ شیئرز کی بیع دراصل اثاثوں اور املاک کی بیع ہوتی ہے اور ابھی کمپنی کی ملکیت میں اثاثے ہی نہیں لہذا ناجائز ہے (مفتی محمد جعفرملی رحمانی، مولانا ابوبکر قاسمی)۔ ۔

نوٹ: مولانا ابوبکر صاحب نے آگے چل کر اس کو بیع صرف کہا ہے۔

د۔ یہ بیع جائز ہے باوجودیکہ تقابض طرفین سے نہیں ہے، قیاسا علی جواز **بیع الحظوظ و بیع الحقوق الموجود ة قبل القبض دون المعدومة**، اس میں معدوم یا غیر مملوک کی بیع لازم نہیں آتی۔

موصوف نے برابری کی بھی کوئی شرط نہیں لگائی، البتہ اتنا کہا ہے کہ اس میں نقد نقد کے مقابل ہوتا ہے (مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی محمد زید)۔

ھ۔ اس پر عقد صرف صادق نہیں آتا، کیونکہ یہ عقد صرف اثمان خلقیہ میں ہی ہوگا، اور شیئرز ثمن خلقی نہیں بلکہ من وجہ ثمن خلقی سے مشابہ ہیں اور من وجہ فلوس نافقہ کے مشابہ ہیں، لہذا ثمن خلقی کی مشابہت کی وجہ سے تفاضل جائز نہ ہوگا۔

اور فلوس نافقہ کی مشابہت کی وجہ سے عقد میں بدلین پر قبضہ کی شرط نہ ہوگی۔ حیث جاء فی رد المحتار للشامی: **باع فضة بفلوس فإنه يشترط قبض أحد البدلين قبل الافتراق لا قبضهما كما في البحر عن الذخيرة** (ردالمحتار ۴/ ۲۶۲)۔

مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری۔

و۔ یہ بیع النقد بالنقد ہے، لہذا تفاضل تو جائز نہ ہوگا البتہ برابر رقم کے ساتھ درست ہے۔

مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا شمشاد احمد نادر القاسمی، مولانا زبیر

Marfat.com

احمد سیتا مڑھی، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا ظفر الاسلام صاحب، مولانا قمر عالم سبیلی، مفتی عبد الرحمٰن پالنپوری، مولانا عبد اللطیف گجرات، مولانا ابراہیم صاحب، مولانا سید محمد ایوب سبیلی، مولانا محمد ابرار خان ندوی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا ابوبکر شکر پور انہوں نے اس معاملہ کو غیر مملوک کی بیع بھی کہا ہے۔

ز۔ یہ بیع صرَف ہے، اگر برابر رقم کے بدلے میں تبادلہ ہو تو جائز ہے۔

ان حضرات نے تقابض یا یدًا بید کی شرط نظر انداز کر دی ہے۔

مولانا ابو الحسن علی گجرات، مفتی عبید اللہ الاسعدی، مولانا مجاہد الاسلام حیدر آباد، مولانا محمد قمر الزماں، مولانا محمد نور القاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا نعیم رشیدی، مفتی عبد الرحیم، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا نعیم اختر قاسمی۔

ح۔ یہ معاملہ بالکل درست نہیں ہے، چاہے برابر رقم کے ساتھ تبادلہ ہو، کیونکہ یہ بیع صرَف ہے اور بیع صرَف میں تقابض وتساوی دونوں ضروری ہیں، تفاضل اور ادھار جائز نہ ہوگا۔

اس صورت میں دوسری شرط مفقود ہے کہ طرفین سے نقد ادائیگی نہیں پائی جاتی، ایک طرف روپیہ ہے اور دوسری طرف روپیوں کی دستاویز نہ کہ روپئے، لہذا یہ عقد درست نہ ہوگا۔

مولانا محمد رضوان قاسمی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا طاہر مظاہری، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا محمد شاہد قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا نسیم احمد قاسمی۔

بعض حضرات نے اس مسئلہ کا کوئی جواب نہیں دیا۔

(مولانا احمد دیولوی، مفتی نظام الدین صاحب دار العلوم دیو بند، جناب حفظ الرب صاحب الہ آباد)

۳- نقد واملاک کے مجموعہ کا حکم:

اس مسئلہ میں بھی بہت سی آراء ہیں جن کو ذکر کیا جاتا ہے:

۱- زیادہ تر مقالہ نگار حضرات نے یہ رائے دی ہے کہ اس کا حکم چاندی یا سونا چڑھی ہوئی

Marfat.com

تلوار کا سا ہے، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہوگی بشرطیکہ شیئرَ کی قیمت اثاثے میں لگے ہوئے نقد کے مقابلہ میں زائد ہو، ورنہ (یعنی اگر شیئرَ کی قیمت اثاثہ میں لگے ہوئے نقد سے کم یا برابر ہے تو) درست نہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا سید محمد ایوب سبیلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا محمد حنیف صاحب، مولانا عبداللطیف گجرات، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا ابوبکر آواپوری، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا نسیم الدین صاحب قاسمی، مولانا طاہر مظاہری، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا نعیم رشیدی، مولانا عبید اللہ الاسعدی، مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا ابراہیم، مولانا ابرار خاں، مولانا مجاہد الاسلام حیدرآباد، مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا نورالقاسمی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مفتی عبدالرحیم صاحب، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا محمد شاہد القاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا انور علی الاعظمی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا محمد قمرالزماں، مولانا ظفر الاسلام، مولانا عبدالجلیل القاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا ابوالحسن علی بھروچ، مولانا سمیع اللہ قاسمی۔

مگر مولانا محمد قمرالزماں نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں سامان کا جائزہ لینا ضروری نہیں ہے اور مولانا سمیع الحق صاحب و مفتی زید صاحب نے مزید ایک شرط کا اضافہ کیا ہے کہ یدًا بید ہو، ادھار نہ ہو۔ اور اخلاق احمد القاسمی صاحب نے مزید دو شرطوں کا اضافہ کیا ہے: ۱۔ سودی کاروبار کے خلاف آواز اٹھاتا رہے۔ ۲۔ ربوی مال کا صدقہ کرے۔

موخر الذکر حضرات (ابوالحسن علی، ظفر الاسلام، زبیر احمد قاسمی) نے ایک دوسری عبارت سے استدلال کیا ہے:

"ولو قال أعطني نصف درهم فلوسا و نصفا إلا حبة جاز لأنه قابل الدرهم بما يباع من الفلوس بنصف درهم و بنصف درهم إلا حبة بمثله وما

Marfat.com

وراءه بإزاء الفلوس (ہدایہ کتاب الصرف ۳/۱۱۱)۔

۲۔ یہ معاملہ درست ہے درج ذیل شرائط کے ساتھ:

الف۔ سودی کاروبار کے خلاف آواز اٹھائی جاتی رہے۔

ب۔ مال ربوی کا صدقہ کرے۔(مولانا منظور احمد قاسمی)

۳۔ اگر کمپنی کے اثاثے نقد کے مقابلہ میں نمایاں طور پر غالب ہیں تو شیئر خریدنا درست ہے، چنانچہ فقہ میں مشہور مقولہ ہے: "للأکثر حکم الکل" (مفتی محبوب علی وجیہی صاحب)۔

۴۔ جائز ہے کیونکہ سودی عنصر پورے کاروبار میں ضمنی حیثیت رکھتا ہے۔(مولانا شمس پیرزادہ)

۵۔ مطلقاً جائز ہے۔(مفتی محمد جعفر، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا احمد دیولوی)۔

مزید مولانا تنویر احمد اور احمد دیولوی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اختلاط الحلال بالحرام میں ہم حلال کو ترجیح دیں گے، مگر مولانا احمد دیولوی نے کہا ہے کہ چونکہ اس میں سود کی آمیزش ہے اس لئے مناسب نہیں۔

۶۔ مطلقاً جواز ہونا چاہئے (یہاں تک مولانا سلطان احمد اصلاحی اور مولانا عبد العظیم اصلاحی متفق ہیں) مگر دونوں حضرات نے مختلف وجوہ کی بنا پر جواز کا مطالبہ کیا ہے۔

مولانا عبد العظیم اصلاحی صاحب کا موقف ہے کہ چونکہ کمپنی کے مخلوط اثاثہ میں نقد کی مقدار ہمیشہ بدلتی رہتی ہے ایک ہی نہیں رہتی، اس لئے اس کی تعیین پُر مشقت ہی نہیں، عام شرکاء کے لئے تقریباً ناممکن ہے، اس لئے اس مخلوط اثاثہ کے مجموعہ کو جس کی نمائندگی کمپنی کرتی ہے نقد سے مختلف چیز سمجھا جائے، اور اس اجتہادی مسئلہ میں کمپنی کے سرٹیفکیٹ (شیئر) کا نقد سے تبادلہ مطلقاً جائز ہونا چاہئے۔

جبکہ مولانا سلطان احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان دار الحرب ہے، اگر اس کو من کل الوجوہ دار الحرب نہ مانا جائے تو کم از کم معاملات ربویہ میں تو اس کا لحاظ ضرور کرنا چاہئے۔

Marfat.com

لیکن موصوف نے دوسرے سوال کے جواب میں کہا ہے کہ نقد کا معاملہ نقد کے ساتھ کی صورت میں برابری کے ساتھ ہی درست ہوگا، کمی زیادتی کے ساتھ درست نہ ہوگا، کیونکہ یہ بیع صرَف ہے۔

۷- شیئر کی تجارت جو کہ نقد و اعراض کا مجموعہ ہے اس کو بطور جزء مشاع کے بدلے خریدنا درست ہے۔ (مفتی نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند)۔

۸- یہ کاروبار ٹھیک نہیں ہے اور اس سے حتی المقدور بچا جائے (مفتی عزیز الرحمٰن صاحب)۔

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے:

اس مسئلہ میں جملہ مقالہ نگار حضرات عدم جواز پر متفق ہیں بجز مولانا احمد دیولوی صاحب کے، کہ ان کی رائے جواز کی ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مناسب نہیں، ان کا کہنا ہے کہ عقود عاقد کی طرف لوٹتے ہیں اور یہاں پر عاقد کمپنی ہے جو کہ وکیل کی حیثیت رکھتی ہے، لہذا یہ معاملہ کمپنی کی طرف ہی راجع ہوگا نہ کہ موکل (خریداران شیئرز) کی جانب، اس لئے جائز ہے، لیکن سود کی آمیزش کی وجہ سے مناسب نہیں۔ جبکہ مولانا احمد دیولوی کے علاوہ جملہ مقالہ نگار ایسی کمپنی کے بارے میں جو حرام کاروبار کرتی ہو اس کے عدم جواز پر متفق ہیں۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

درج ذیل حضرات اس مسئلہ میں عدم جواز کے قائل ہیں:

مولانا محمد حنیف، مولانا سید محمد ایوب، مولانا شمس پیرزادہ، جناب حفظ الرب، مولانا محمد طاہر، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی محمد زید، مولانا عبید اللہ الاسعدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا اختر امام عادل، مولانا ظفر الاسلام، مولانا عبد العظیم اصلاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا مفتی نظام الدین صاحب دار العلوم دیوبند، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مولانا ابوالحسن گجراتی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا محمد رضوان قاسمی، مولانا اعجاز احمد قاسمی،

Marfat.com

مولانا شمشاد احمد نادر قاسمی، مولانا شکیل احمد سیتا پوری، مولوی مجاہد الاسلام، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا نور القاسمی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا ابراہیم محمد صاحب، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا قمر عالم سبیلی، مفتی نسیم احمد قاسمی، مفتی عبد الرحیم بھوپال، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا عبد الرحمٰن پالنپوری، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا محبوب علی، مولانا ابوبکر شکر پور در بھنگہ۔

۵- ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنا جس کا کاروبار حلال ہو مگر اس کو سودی قرض لینے پڑتے ہوں:

اس مسئلہ میں جملہ مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی کمپنی کی آمدنی حلال و جائز ہوگی۔ مگر اس کے شیئرز خریدنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ اکثر حضرات کی رائے ہے کہ یہ معاملہ بامر مجبوری جائز ہے، پھر بعض حضرات نے اس کو ایک شرط کے ساتھ مقید کیا ہے کہ سودی کاروبار کے خلاف آواز اٹھاتا رہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا عبد الرحیم، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا محمد حنیف، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا عبد العظیم اصلاحی، مولانا محمد جعفر، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا شکیل احمد سیتا پوری، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا عبد اللطیف گجرات، مفتی نظام الدین صاحب، مولانا مفتی عبد الرحمٰن پالنپوری، مولانا عبد القیوم پالنپوری۔

مفتی نظام الدین صاحب کا کہنا ہے کہ کمپنی سے تحریری یا زبانی طور پر معاہدہ کیا جائے کہ ہمارے پیسے سے سود نہ دیا جائے، اور بعض حضرات نے کوئی شرط ذکر کئے بغیر بامر مجبوری جائز قرار دیا ہے، ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

Marfat.com

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد زید، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا احمد نادر القاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا سید محمد ایوب، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا احمد دیولوی، مولانا نسیم احمد قاسمی، جناب حفظ الرب، مولانا ظفر الاسلام، مولانا تنویر احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا بدر احمد، مولانا محمد رضوان قاسمی، مولانا محمد شاہد قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی۔

۲۔ دوسرا قول عدم جواز کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنے کا مطلب کمپنی کو سودی کاروبار کرنے کا وکیل بنانا ہے جو حرام ہے چاہے ضمنی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ (مولانا ابوبکر شکرپور، مفتی عزیز الرحمٰن)

بعض حضرات نے کوئی جواب نہیں دیا، مثلاً منظور احمد قاسمی۔

محمد نور القاسمی صاحب نے دونوں قول (جواز و عدم جواز) ذکر کیے ہیں مگر اپنی کوئی رائے نہیں لکھی۔

۶- حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو ریزرو بینک میں کچھ سرمایہ رکھنا پڑتا ہے یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہیں پھر اس سے سود ملتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

اس مسئلہ میں سبھی حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ حاصل شدہ سود سے نفع اٹھائے بغیر ایسی کمپنیز کے شیئرز بامر مجبوری خریدنا جائز ہے اور سود والی رقم صدقہ کردی جائے۔ ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا شکیل احمد، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا جعفر ملی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا مفتی نظام الدین دار العلوم دیوبند، مولانا عبید اللہ الاسعدی، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا عبد الرحیم بھوپال، مولانا محمد ارشد قاسمی، مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا

Marfat.com

عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا محمد شاہد قاسمی، مولانا ابرار خاں، مولانا ابراہیم محمد، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا ابوبکر شکرپور، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا محمد حنیف، مولانا اقبال احمد قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا سید طاہر مظاہری، مولانا اختر امام عادل، مولانا مفتی محمد زید، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا احمد دیولوی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا عبدالقیوم پالنپوری۔

لیکن ان حضرات میں سے بعض کا کہنا ہے کہ یہ تصدق واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا اعجاز احمد قاسمی۔

نوٹ: (الف) مفتی نظام الدین صاحب کہتے ہیں کہ کمپنی سے اس بات کا معاہدہ کیا جائے خواہ تحریری ہو یا زبانی، کہ ہمارے حصے میں سود کا پیسہ نہ ملایا جائے۔

(ب) حکیم ظل الرحمٰن کا کہنا ہے کہ یہ سوال بھی غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ کسی بھی کمپنی کو اپنے سرمایہ کا کوئی حصہ کسی بینک میں جمع نہیں کرنا ہوتا بلکہ منافع کی غیر تقسیم شدہ رقم کو کسی سرکاری سیکورٹی میں جمع رکھنا ہوتا ہے۔

(ج) بعض نے اس کا کوئی جواب تحریر نہیں کیا ہے۔ (مولانا منظور احمد قاسمی، جناب حفظ الرب)

۷- سودی قرض اور اس کے منافع کی حیثیت:

اس مسئلہ میں چند آراء ہیں جو درج ذیل ہیں:

مقالہ نگار حضرات میں اکثریت کی رائے ہے کہ:

۱۔ ایسا سودی قرضہ جو بضرورت لیا گیا ہو مفید ملک ہوگا، کیونکہ سودی قرض لینے میں حرمت لغیرہ ہے لذاتہ نہیں۔

مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا سید محمد ایوب،

Marfat.com

مولانا عبداللطیف گجرات، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد حنیف، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا ابوبکر شکر پور، مفتی محمد جعفر ملی، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا شاہد قاسمی، مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی نسیم احمد قاسمی، مولانا عبدالرحیم، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اختر امام عادل، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا نورالقاسمی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا مفتی محمد زید۔

۲۔ مفید ملک ہوگا مگر ذمہ داران کمپنی کے حق میں حلال نہ ہوگا، عام آدمی کے حق میں درست ہے۔ (اقبال احمد قاسمی)

۳۔ اگر ساری رقم سودی قرض کی ہے تو اس سے حاصل شدہ منافع بھی سود ہوں گے اور یہ سودی قرض مفید ملک نہ ہوگا۔ (مولانا ظفر الاسلام، مفتی محبوب علی وجیہی)

۴۔ اس کی آمدنی کا اندازہ کر کے رفاہ کے کاموں میں لگا دیا جائے۔ (ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی)

۸ - کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے؟

اس مسئلہ کے بارے میں جملہ مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل متصور ہوگا۔

اس میں بھی سبھی حضرات متفق ہیں کہ بورڈ کا عمل شیئر ہولڈر کا عمل شمار کیا جائے گا بجز مولانا ابوبکر شکر پوری کے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ بورڈ کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل شمار کیا جائے۔

پھر اکثر حضرات نے اس معاملہ کو شرکت عنان کہا ہے جب کہ بعض حضرات نے اس کو عقد مضاربت سے تعبیر کیا ہے جن میں مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا تنویر احمد قاسمی، اور مفتی عبیداللہ صاحب ہیں۔

Marfat.com

بعض حضرات نے اس سوال کا جواب دینے کی زحمت نہیں فرمائی جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا ظفر الاسلام، مفتی عزیز الرحمٰن۔

۹- بورڈ آف ڈائریکٹرس کے سودی قرض لینے کے فیصلے سے اختلاف اور پھر اس اختلاف کے اعلان سے وہ بری الذمہ ہو جائے گا؟

اس مسئلہ کے بارے میں مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- بورڈ آف ڈائریکٹرس کے سودی قرض لینے کے فیصلے سے اختلاف کرنا اور پھر اس اختلاف کا اعلان کر دینا، یہ اس کی براءت کے لئے کافی ہے۔ یہ قول درج ذیل حضرات کا ہے:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبد اللطیف گجرات، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اختر امام عادل، مفتی نظام الدین دار العلوم دیوبند، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا ابراہیم، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا عبد العظیم اصلاحی، مفتی محمد زید، مفتی انور علی اعظمی، مولانا محمد طاہر مظاہری، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا ابوبکر شکر پور، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا عبد الرحیم، مولانا محمد جعفر ملی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا محمد حنیف، مولانا ابرار احمد قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا عبد الرحمٰن پالنپوری۔

۲- اختلاف کرنا اور اس کا اعلان کرنا براءت کے لئے کافی نہ ہوگا، ہاں معذور کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ یہ جانتے ہوئے کہ میری بات مسترد کر دی جائے گی ایسی کمپنی میں شرکت کرنا ضمناً رضامندی ہے۔ شرکت امر اختیاری ہے، اگر اس کی بات نہیں سنی جاتی تو وہ کمپنی سے علیحدہ ہو جائے، الا یہ کہ اس کے حالات ایسے ہوں کہ وہ پیسہ دوسری جگہ نہیں لگا سکتا، تو پھر بدرجہ مجبوری ایسے شخص کو اجازت ہوگی۔ اس قول کے قائل درج ذیل حضرات ہیں:

Marfat.com

مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا احمد القاسمی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مفتی عبید اللہ الاسعدی، مولانا مجاہد الاسلام حیدرآباد، مولانا شاہد القاسمی، مولانا ابوالحسن علی گجراتی، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی۔

۳-مولانا شمس پیرزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ شیئر ہولڈر کے لئے براءت کا اظہار کرنا ضروری نہیں کیونکہ وہ ناقابل عمل ہے، عبث ہے۔

۴-مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ بینک سے جب سودی قرض لینے کی نوعیت ہی محل نظر ہے تو پھر اس سے اختلاف کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

۵-بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے، لہذا اس سوال کے جواب کی ضرورت ہی نہیں (حفظ الرب)۔

بعض حضرات نے جواب ہی تحریر نہیں فرمایا۔(نعیم اختر قاسمی، مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی شکیل احمد، مولانا احمد دیولوی)

۱۰- اگر کمپنی کے منافع میں سود کی مقدار معلوم ہو تو اس کے بقدر صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

سبھی مقالہ نگار اس مسئلہ میں اس باپ پر متفق ہیں کہ سودی رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے، اور سودی منافع کے بقدر صدقہ کر دینا کافی ہوگا، بجز مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کے کہ ان کے نزدیک صدقہ کرنا ضروری نہیں۔

مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ظفر الاسلام، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا اختر امام عادل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مفتی محمد زید، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا عبداللطیف گجرات، مولانا ابراہیم محمد، مولانا محمد شاہد القاسمی، مولانا نعیم رشیدی، مولانا محمد رضوان القاسمی،

Marfat.com

مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا ابوبکر شکر پور، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا احمد نادر القاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد حنیف، مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا عبدالرحیم بھوپال، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا محمد ایوب سبیلی، مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا قمر عالم سبیلی۔

ان حضرات کا جواب واضح طور پر مذکور نہیں ہے۔

مفتی شکیل احمد سیتا پوری، مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا احمد دیولوی، مفتی نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند۔

صدقہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ اس کی جائز آمدنی ہے اسے وہ بے کھٹک زیر استعمال لاسکتا ہے (مولانا سلطان احمد اصلاحی)۔

۱۱-سودی آمدنی کے منافع کا حکم:

اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر اس سے نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے کیا اتنا فیصد صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

اس مسئلہ میں تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ اگر سود کی مقدار معلوم ہو یا ہو سکتی ہو تو اس کا تصدق واجب ہے ورنہ واجب نہیں، کیونکہ مخلوط الحلال بالحرام کا حکم حلت کا ہے۔

بعض حضرات نے اس کا کوئی جواب تحریر نہیں کیا۔

مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا احمد دیولوی، مولانا شکیل احمد، مولانا محمد رضوان القاسمی، مفتی نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند۔

Marfat.com

۱۲- شیئرز کی تجارت:

۱۔شیئرز کی تجارت جائز ہے، بشرطیکہ اصل کاروبار حلال ہو اور کچھ اثاثے وجود میں آچکے ہوں، تخمین مطلقاً ناجائز نہیں بلکہ ایسی تخمین ممنوع ہے جس میں خطر وغرر ہو، ورنہ کچھ نہ کچھ تخمین تو ہر تجارت میں ہوتی ہے۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا شمس پیرزادہ، مفتی عبد الرحمٰن پالنپوری، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا انور علی، مولانا ابوبکر شکرپور، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا محمد حنیف، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا طاہر مظاہری، مولانا نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد شاہد القاسمی، مولانا رضوان القاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا ابراہیم محمد، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا عبداللطیف گجرات، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا مفتی محمد زید، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا سید محمد ایوب سبیلی، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا احمد دیولوی، مفتی محمد جعفر، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا عبدالرحیم، مولانا تنویر احمد، مولانا اخلاق الرحمٰن، مفتی محبوب علی، مولانا اختر امام عادل، مولانا عتیق احمد، مولانا نسیم احمد قاسمی۔

۲۔ناجائز ہے، یہ جوئے کی ایک قانونی شکل ہے، ہاں اگر شیئرز کا اندراج کرا کے پھر فروخت کرے تو جائز ہوگا، ورنہ بالا بالا کی فروخت بغیر اندراج ملکیت کی کوئی حیثیت نہیں (مفتی شکیل احمد)۔

۳۔شیئر کی تجارت کی نہ تو گنجائش ہے اور نہ ضرورت ۔عوام کو اس سے دور رہنے کا حکم دیا جائے اس سے وسائل ثروت سمٹ کر سرمایہ داروں کے ہاتھ میں پہنچ جاتے ہیں (حفظ الرب)۔

Marfat.com

۴۔شیئر نہ ثمن ہیں اور نہ مبیع ،لہذا ان کی تجارت درست نہیں کیونکہ راس المال یا ثمن وہ زر مبادلہ ہے جو شیئر ہولڈر ادا کرتا ہے،اور مبیع وہ سامان ہے جو فیکٹری میں تیار ہو گا۔شیئر دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔(مفتی شکیل احمد سیتا پوری)

۱۳- فیوچر سیل(Future Sale):

جملہ مقالہ نگار حضرات اس مسئلہ کے بارے میں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ معاملہ نا جائز ہے کیونکہ یہ دونوں طرف سے ادھار ہے اور پھر اس میں قمار بھی ہے،اور قمار کی حرمت پر بہت سی نصوص موجود ہیں۔

مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا مفتی محمد زید، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابو بکر شکر پور، مولانا ابوالحسن علی، مولانا عبد اللطیف گجرات، مولانا اختر امام عادل، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد حنیف، مولانا ابراہیم محمد، مفتی عبد القیوم پالنپوری، مولانا مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محمد ایوب سبیلی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مفتی عبد الرحیم، مولانا احمد القاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا قمر عالم سبیلی، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا عبد الرحمٰن پالنپوری، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا احمد دیولوی، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا عبد العظیم اصلاحی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی شکیل احمد سیتا پوری، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا محمد شاہد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا محمد جعفر ملی، مولانا اعجاز احمد قاسمی۔

بعض حضرات نے جواب نہیں لکھا۔

مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی نظام الدین دار العلوم دیوبند، جناب حفظ الرب، مولانا تنویر احمد قاسمی۔

Marfat.com

۱۴- غائب سودا جس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے:

اس مسئلہ کے بارے میں مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف ہیں، دراصل یہ اختلاف آراء سوال کے واضح نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، چنانچہ ہر شخص نے جیسا سمجھا اسی کے مطابق جواب تحریر کیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے لکھا بھی ہے کہ ''سوال واضح نہیں ہے''۔ جن حضرات نے جواب دیئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ زیادہ تر مقالہ نگار حضرات کی رائے میں یہ غائب سودا جس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے ناجائز ہے، اس کی حیثیت محض ایک وعدہ کی ہے۔

مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا عبد الرحمٰن پالنپوری، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا انور علی اعظمی، مفتی محمد جعفر، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا محمد زید، مولانا ابو سفیان مفتاحی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا عبد الرحیم، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا اختر امام عادل، مولانا نسیم الدین قاسمی، مفتی نسیم احمد قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا احمد نادر القاسمی، مولانا محمد شاہد قاسمی، مولانا سید محمد ایوب سبیلی، مولانا محمد رضوان قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا عبد اللطیف گجرات، مولانا محمد طاہر مظاہری۔

۲۔ درست ہے، بشرطیکہ خریدار دیکھنے کے بعد اس کا آخری فیصلہ کرے۔ یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے:

مولانا ابراہیم، مولانا محمد ظفر الاسلام، مولانا سمیع اللہ قاسمی۔

۳۔ یہ بیع سلم ہے، بیع سلم کے احکام جاری ہوں گے۔

مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی اور مفتی محبوب علی وجیہی۔

۴۔ یہ بیع الآجل بالآجل ہے۔ نهى رسول الله ﷺ عن بيع الكالي

Marfat.com

بالکالی (مولانا محمد حنیف)۔

۵۔بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ سوال واضح نہیں ہے۔وضاحت کے بعد جواب دیا جائے گا۔

مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا عبید اللہ الاسعدی، مولانا احمد دیولوی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا عبدالجلیل صاحب۔

نوٹ: بعض حضرات نے اس کا جواب ہی نہیں لکھا۔

مفتی نظام الدین صاحب دیوبند، مولانا منظور احمد قاسمی، مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا شکیل احمد سیتاپوری، جناب حفظ الرب۔

۱۵- شیئرز کی خرید وفروخت کے ساتھ ہی سرٹیفکیٹ ملنے سے قبل شیئرز پر قبضہ تسلیم کیا جائے گا یا نہیں؟

اس مسئلہ کے بارے میں بھی مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف ہیں جو درج ذیل ہیں:

ا۔محض شیئرز کی بیع وشراء سے ہی کمپنی کے اثاثے واملاک شیئرز ہولڈر کی ملکیت میں آجاتے ہیں: لأن التخلیة قبض حکما (درمختار ۴/ ۴۷) سرٹیفکیٹ محض اس کا ایک تحریری ثبوت ہے۔

یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے:

مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا محمد ایوب سبیلی، مفتی عبد الرحیم، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا جعفر ملی رحمانی، مولانا ابراہیم، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا احمد دیولوی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا طاہر مظاہری، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا محمد شاہد، مولانا محمد حنیف، مولانا زبیر احمد قاسمی۔

Marfat.com

۲۔معنوی قبضہ تو شیئرز خریدتے ہی ہوجائے گا مگر بہتر ہے کہ سرٹیفیکٹ کے حصول کے بعد ہی شیئرز فروخت کئے جائیں۔

مولانا عبداللطیف، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا ارشد قاسمی، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا اختر امام عادل۔

۳۔سرٹیفیکٹ ملنے سے قبل شیئرز فروخت کرنا درست نہیں، اس لئے کہ عرف میں سرٹیفیکٹ کے بغیر قبضہ تصور نہیں کیا جاتا جیسا کہ ارشاد باری ہے: وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا نور احمد قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا بدر احمد مجیبی۔

۴۔ضمان و قبضہ دونوں علیحدہ علیحدہ شئی ہیں، محض کسی چیز کے ضمان میں آجانے سے قبضہ کا تحقق نہیں ہوتا جب تک کہ قبضہ حقیقی یا معنوی نہ ہو۔ یہاں پر قبضہ معنوی سرٹیفیکٹ کے حصول تک مکمل نہیں ہوتا (مفتی محمد زید ہتھورا باندہ)۔

۵۔کمپنی کے حصص پر ملکیت اور قبضہ سرٹیفیکٹ پر نئے خریدار کے نام کے اندراج کے بعد ہی مانا جاتا ہے۔لیکن ۹۸ فیصد خریداری ایسی ہی سرٹیفیکٹ پر اندراج نام کے بغیر ہو رہی ہے، اس اعتبار سے اسے معنوی قبضہ تسلیم کرلینا ہی مناسب ہے (حکیم ظل الرحمٰن)۔

اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

مفتی نظام الدین دار العلوم دیوبند، مولانا شکیل احمد سیتاپوری، مولانا عزیز الرحمٰن، جناب حفظ الرب۔

۱۶- شیئرز سرٹیفیکٹ ملنے سے قبل شیئرز کی خرید و فروخت:

اس مسئلہ کے بارے میں مقالہ نگار حضرات کی تین آراء ہیں:

Marfat.com

۱۔خریدار سرٹیفیکٹ کے حصول کے بغیر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتا، چونکہ عرف میں قبضہ سرٹیفیکٹ کے حصول کے بعد ہی مانا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: وأمُرْ بالعُرْفِ۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا ظفر الاسلام، مفتی محمد زید، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا ابوبکر قاسمی۔

۲۔سرٹیفیکٹ کے حصول تک قبضہ مشتبہ ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت احتیاط کے خلاف ہے، مزید یہ کہ اس سے سٹہ بازی کی حوصلہ افزائی بھی ہوسکتی ہے۔

مولانا عبداللطیف، مولانا عبدالقیوم، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا محمد ارشد قاسمی۔

۳۔خریدار سرٹیفیکٹ کے بغیر بھی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے چونکہ حکماً اس کا قبضہ ہو گیا ہے، سرٹیفیکٹ محض ایک شہادت ہے لأن التخلية قبض حكما (درمختار ۴؍۴۷)۔

مولانا عبیداللہ الاسعدی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا نور القاسمی، مولانا عبدالرحیم، مفتی محمد جعفر ملی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا ابراہیم محمد، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا احمد دیولوی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا سید محمد ایوب، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا حنیف، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا نعیم رشیدی، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا احمد نادر القاسمی، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد ابرار خاں، مولانا شاہد القاسمی۔

بعض حضرات نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

Marfat.com

مفتی نظام الدین دارالعلوم دیوبند، مولانا شکیل احمد سیتاپوری، مولانا عزیز الرحمٰن۔

۱۷- بروکری کا حکم:

اس مسئلہ میں جملہ مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ اس کا حکم دلالی کا ہے، اور دلالی باتفاق جائز ہے، لہذا جن شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے ان کی خرید وفروخت میں بروکر اور ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا بھی درست ہے (درمختار ۵/۲۹-۳۹، شامی ۵/۴۴)۔

بعض حضرات نے جواب نہیں دیا۔

مفتی نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند، مولانا عزیز الرحمٰن، مفتی انور علی اعظمی۔

☆☆☆

Marfat.com

عرض مسئلہ:

شیئرز کی شرعی حیثیت

سوال نمبر ۱، ۲، ۳

مولانا عبدالقیوم پالنپوری ☆

۱- کیا کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا یہ محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے؟

بندہ کو شیئرز کے مسائل سے متعلق کل اکتالیس (۴۱) مقالات اور جوابات موصول ہوئے تھے اور سب ہی مقالہ نگار اور جواب دینے والے حضرات علماء کرام اس بات سے متفق ہیں کہ جس کمپنی کے کچھ اثاثے وجود میں آ چکے ہیں، اس کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، محض اس بات کی دستاویز نہیں ہے کہ اس نے کمپنی کو اتنی رقم دی ہے، اکثر حضرات نے سوالنامہ میں اس موقف کی دلیل موجود ہونے کی وجہ سے مختصر جواب پر اکتفا کیا ہے۔

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب، مولانا اختر امام عادل صاحب، مولانا عبد الجلیل قاسمی صاحب اور مولانا شمس پیرزادہ صاحب نے لکھا ہے کہ شیئر ہولڈر کا کمپنی کے نفع ونقصان میں شریک رہنا اور کمپنی کے تحلیل ہو جانے کی صورت میں شیئر ہولڈر کو اس کے شیئرز کے تناسب سے

☆ جامعہ نذیریہ، کاکوسی، شمالی گجرات۔

Marfat.com

کمپنی کے اثاثوں میں حصہ ملنا یہ واضح ثبوت اور دلیل ہے کہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔

اب رہا یہ قانون کہ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں موجودہ قانون کے مطابق جب اس کی املاک ضبط کر کے اس کے قرضے ادا کئے جاتے ہیں، اس وقت اس کے حصے (شیئرز) کے تناسب سے کمپنی کے اثاثے قرق نہیں کئے جاسکتے، تو اس قانون سے شیئرز کی حقیقت پر کچھ اثر نہیں پڑے گا اور اس کے باوجود شیئر ہولڈر کی کمپنی میں ملکیت وشرکت باقی رہے گی۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے لکھا ہے کہ شیئر سرٹیفیکٹ پر جو رقم کا ذکر ہوتا ہے، وہ محض اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ اثاثہ اپنی ابتدائی صورت میں اسی قدر و قیمت وقوت خرید کا حامل تھا، اور قانونی طور پر کمپنی کے اثاثوں کو قرق نہ کیا جانا شرعی اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ شیئر قانون کی نگاہ میں اثاثہ کا درجہ نہ رکھتا ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ شیئرز پر مبنی اثاثہ میں اشتراک وشیوع کی وجہ سے اس طرح کا قانون بنایا گیا ہو، مولانا عبدالجلیل قاسمی صاحب پٹنہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مفلس ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک اس کی غیر منقولہ اشیاء اراضی وغیرہ بھی فروخت کر کے اس کے قرضہ کی ادائیگی کی جائے گی، لیکن اس کا رہائشی مکان فروخت کر کے قرضہ ادا نہیں کیا جائے گا، اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ مفلس مکان کا مالک نہیں ہے، اسی طرح اگر حکومت نے کسی مصلحت سے یہ قانون بنایا ہے کہ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں اس کے حصہ تناسب سے کمپنی کے اثاثے قرق نہ کئے جائیں گے، تو یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ اثاثوں کا مالک نہیں ہے۔ حکیم ظل الرحمٰن اور ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ قرق نہ کئے جانے کے قانون کے باوجود یہ ممکن ہے کہ اس شیئر ہولڈر کے پاس پائے جانے والے شیئرز پر قبضہ کر کے قرض خواہ کے نام منتقل کر دئے جائیں، جس سے کمپنی میں اس کے بجائے قرض خواہ کی ملکیت وشرکت ہو جائے گی اور کمپنی کے اثاثے کے قرق کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔

Marfat.com

حاصل کلام یہ ہے کہ سب ہی مقالہ نگار اور جواب دینے والے حضرات اس بات کو درست مانتے ہیں کہ جس کمپنی کا کچھ اثاثہ وجود میں آچکا ہو اس کے خرید کردہ ایکویٹی شیئرز شیئر ہولڈر کی کمپنی میں ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں، کمپنی کو قرض دینے کی دستاویز نہیں ہے۔ ان مقالہ نگاروں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا مفتی نظام الدین دیوبند، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مولانا ابوالحسن علی، مولانا مفتی احمد دیولوی بھروچ، مولانا عبدالجلیل قاسمی پٹنہ، مولانا جعفر ملی رحمانی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا ابراہیم بڑودوی، مولانا مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا عبداللطیف مظاہری پالنپوری، مولانا سمیع اللہ قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مفتی شکیل احمد سیتاپوری، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا عبدالرحیم بھوپال، مولانا ظفر الاسلام مئو، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی انور علی، عبدالقیوم پالنپوری، مولانا نعیم رشیدی، مولانا شمشاد احمد نادر قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا شاہد قاسمی، مولانا ارشد قاسمی، مولانا طاہر مظاہری، مولانا سید ایوب سبیلی، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا محمد نور القاسمی۔

۲- بعض اوقات کمپنی قائم کرتے وقت شیئرز کا اعلان کیا جاتا ہے، اور اس وقت اس کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتی ہیں، اس وقت اگر کمپنی کے خرید کردہ شیئر کی بیع کی جائے تو ایسی صورت میں نقد نقد کے مقابل ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

اس کا جواب ۳۷ حضرات علماء کرام نے دیا ہے، اس سوال کے متعلق مولانا شمس پیرزادہ صاحب نے لکھا ہے کہ ہر کمپنی کو ابتداءً قانون حکومت کی بنا پر کچھ سرمایہ اشیاء منقولہ وغیر منقولہ میں لگانا پڑتا ہے، جس کے بعد ہی اسے شیئرز کا اعلان کرنے کی اجازت مل سکتی ہے، اس

Marfat.com

لئے یہ خیال صحیح نہیں کہ کمپنی کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتی اور وہ شیئرز کا اعلان کر دیتی ہے، لہذا شیئرز کی بیع اس صورت میں بھی جائز ہوگی جبکہ کمپنی پوری طرح قائم نہ ہوئی ہو۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر اس قانون کے مطابق کمپنیوں کا عمل بھی ہے تو اس سوال کی ضرورت نہیں، لیکن ہندوستان جیسے ممالک میں یہ ممکن ہے کہ کمپنی اپنے اثاثے وجود میں لانے سے پہلے ہی خلاف قانون متعلقہ افسران سے رشوت وغیرہ کے ذریعہ اجازت حاصل کر کے شیئرز کا اجراء کر دے، لہذا اس سوال کی ضرورت باقی رہے گی۔

اور ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ کمپنی کے وجود میں آنے سے پہلے اس کا پروجیکٹ اور خاکہ تیار کیا جاتا ہے اور اس پر کافی وقت اور روپیہ صرف ہوتا ہے، لہذا یہ پروجیکٹ بھی کسی مصنف کے مسودے کی طرح اہم اور قیمتی ہے، اور چونکہ نقد کا مقابلہ نقد سے نہیں، لہذا شیئرز کی خرید وفروخت درست ہے۔

اس بارے میں عرض ہے کہ اگر پروجیکٹ یا پلان مال تسلیم کر لئے جائیں تب تو یہ بات درست ہے، لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی مال نہیں ہے۔

اور مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب نے اس صورت کو حوالہ کا معاملہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں کمی وبیشی درست نہیں ہے، لیکن اس کو حوالہ کا معاملہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ حوالہ میں دَین محیل سے محتال علیہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اور محتال علیہ سے محتال لہ دَین وصول کرتا ہے، اور سوال کی صورت میں کمپنی محتال علیہ ہوگی اور اس سے شیئر واپس کر کے دَین وصول کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے، لہذا یہ بیع کا معاملہ ہے نہ کہ حوالہ کا۔

باقی حضرات کے مقالات وجوابات سے دو نقطۂ نظر سامنے آئے ہیں: ایک یہ کہ اس صورت میں شیئرز کی خرید وفروخت نہ کمی وبیشی سے اور نہ اس کی قیمت اسمیہ (متعینہ) سے جائز ہے، اس لئے کہ یہ نقد کی بیع نقد سے ہے جو بیع صرف ہے، اور بیع صرف میں تقابض علی البدلین اور تساوی دونوں ضروری ہیں، اور اس صورت میں کمی وبیشی سے بیع کرنے میں دونوں نہیں پائے

Marfat.com

جاتے ہیں، اور شیئرز کے برابر قیمت سے بیع میں تقابض علی البدلین نہیں پایا جارہا ہے، لہذا اس صورت میں نہ کمی بیشی کے ساتھ اور نہ برابر قیمت کے ساتھ شیئرز کی خرید وفروخت درست ہے، یہ رائے حسب ذیل حضرات علماء کرام کی ہے:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا شاہد قاسمی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا طاہر مظاہری، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا ارشد قاسمی، مولانا سید ایوب سنبھلی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی۔

مولانا جعفر ملی رحمانی صاحب نے عدم جواز کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ابھی کمپنی کے پاس اثاثہ نہیں ہے لہذا یہ غیر مملوک (یعنی بعد میں وجود میں آنے والے اثاثے) کی بیع ہے جو شرعاً درست نہیں ہے۔

لیکن اسے بیع غیر مملوک قرار دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ دونوں جانب نقد موجود ہے تو نقد کی بیع نقد سے ہی قرار دی جائے گی۔ اسی طرح اس صورت کو بیع صرف قرار دینا بھی درست نہیں معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ بیع صرف میں عوضین کا خلقی ثمن ہونا ضروری ہے جیسا کہ بیع صرف کی تعریف میں ہے:

وهو.... شرعاً بيع الثمن بالثمن أى ما خلق للثمنية.... جنساً بجنس أو بغير جنسٍ كذهب بفضة (الدر المختار مع الشامی ۴/۳۲۵)۔

اور موجودہ نقد یعنی نوٹ ثمن خلقی نہیں بلکہ ثمن عرفی یا اصطلاحی ہے، لہذا یہ بیع صرف نہیں ہے، لیکن ایک ہی ملک کی کرنسی کا باہم تبادلہ یا خرید وفروخت ہو تو جنس ایک ہونے کی وجہ سے تقابض علی البدلین ضروری ہے، یا تقابض علی احد العوضین صحت بیع کے لئے کافی ہے، تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور اس صورت میں یہی مسئلہ ہے، اور اکثر حضرات کی رائے میں ان علماء کی بات درست معلوم ہوتی ہے جو احد البدلین پر قبضہ شرط مانتے ہیں۔

جو حضرات سوال دوم کی صورت میں شیئر کی مطلقاً خرید وفروخت کے عدم جواز کے قائل ہیں، ان کی یہ رائے اس بات کی متقاضی ہے کہ سوال سوم میں مذکور صورت میں، کہ جس میں

Marfat.com

نقد کا مقابلہ نقد و مال سے ہے، جتنے حصہ میں نقد کا تقابل نقد سے ہے بیع ناجائز ہو، حالانکہ ان میں سے اکثر حضرات تیسرے سوال میں مذکور صورت میں شیئرز کی خرید و فروخت جائز قرار دیتے ہیں۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس صورت میں خرید کردہ شیئر کی بیع اس کی قیمت اسمیہ سے کم وبیش کے ساتھ سود ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اور شیئر پر لکھی ہوئی قیمت کے برابر سے بیچنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ بیع صرف نہیں ہے، اور موجودہ نقد و نوٹ چونکہ فلوس کے مانند ہے، لہذا جس طرح فلوس کی بیع فلوس کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں امام محمدؒ کے قول کے مطابق، اسی طرح روپیہ کی بیع روپئے سے کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں، سدًّ الباب الربوا۔ اور امام کرخیؒ کے قول کے مطابق فلوس کی بیع فلوس سے ہو تو تقابض علی احد البدلین شرط ہے۔ اسی طرح روپیہ کی بیع میں ان کے قول کو اختیار کرتے ہوئے دو عوضوں میں سے ایک پر قبضہ شرط رہے گا نہ کہ دونوں پر۔ اور زیر بحث صورت میں بھی نقد کا تقابل نقد سے ہے لہذا کمی بیشی جائز نہ ہوگی، اور برابر قیمت کے ساتھ شیئر بیچا جائے تو درست ہوگا، اس لئے کہ احد البدلین پر مجلس عقد میں قبضہ ہو جاتا ہے۔ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

تبايعا فلسا بعينه بفلس بعينه فالفلسان لا يتعينان وإن عيّنا، إلا أن القبض في المجلس شرط، حتى يبطل بترک التقابض في المجلس، لكونه افتراقا عن دين بدين، ولو قبض أحد البدلين في المجلس فافترقا قبل قبض الآخر، ذكر الكرخي: أنه لا يبطل العقد، لأن اشتراط القبض من الجانبين من خصائص الصرف، وهذا ليس بصرف، فيكتفى فيه بالقبض من أحد الجانبين لأن به يخرج عن كونه افتراقا عن دين بدين، و ذكر في بعض شروح مختصر الطحاوي أنه يبطل لا لكونه صرفا بل لتمكن ربا النَّساء فيه لوجود أحد وصفي علة ربا الفضل وهو الجنس (بدائع ۵/۲۳۷ـ نقلاً عن احسن الفتاوی ۷/۸۷)۔

اور بحر العلوم مولانا فتح محمد صاحب تائبؒ تحریر فرماتے ہیں: نوٹ، نوٹ یا روپئے سے

Marfat.com

جب بدلا جاوے تو مساوات...شرط ہے اور تقابض لازم نہیں.....پس جائز ہے نقد بیچیں یا قرض (عطر الہدایہ رص ۲۷)۔

اور حضرت مولانا تقی صاحب عثمانی تحریر فرماتے ہیں: تمام معاملات میں کرنسی نوٹوں کا حکم بعینہ سکوں کی طرح ہے، جس طرح سکوں کا آپس میں تبادلہ برابر سرابر کر کے جائز ہے، اسی طرح ایک ہی ملک کی کرنسی نوٹوں کا تبادلہ برابر سرابر کر کے بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ مجلس عقد میں فریقین میں سے کوئی ایک بدلین میں سے ایک پر قبضہ کر لے (فقہی مقالات جلد اول رص ۳۱)۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اس صورت میں درحقیقت نوٹ کی بیع کرنسی نوٹ سے ہے اور یہ حوالہ یا بیع غیر مملوک یا بیع صرف نہیں ہے، لہذا ایسے شیئر کی خرید وفروخت کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں ہے اور اس کی برابر قیمت کے ساتھ جائز ہے، اور مجلس عقد میں احدالبدلین پر قبضہ صحت بیع کے لئے کافی ہے۔ یہ رائے حسب ذیل حضرات کی ہے:

مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا ظفر الاسلام مئو، مولانا ابوالحسن علی، مولانا عبدالرحیم بھوپال، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی انور علی، مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا عبداللطیف پالنپوری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا اختر امام عادل، مولانا ابراہیم بڑودوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا تنویر احمد قاسمی، عبدالقیوم پالنپوری، مولانا شمشاد احمد نادر قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا نعیم رشیدی، مولانا قمر عالم سبیلی۔

۴- کمپنی کے وجود میں آجانے کے بعد اس کا اثاثہ مخلوط ہوتا ہے (یعنی نقد اور املاک کا مجموعہ) اس صورت میں جبکہ مجموعہ مال ربوی وغیر ربوی دونوں پر مشتمل ہے شیئرز کی نقد کے ساتھ خرید و فروخت کا کیا حکم ہوگا؟

اس کا جواب ۳۸ حضرات علماء کرام نے دیا ہے، لیکن ان میں سے سات حضرات

Marfat.com

مولانا احمد دیولوی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا تنویر احمد قاسمی، حکیم ظل الرحمٰن، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا مفتی محبوب علی وجیہی، اور مولانا منظور احمد قاسمی سے سوال سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے، انہوں نے سوال کا یہ معنی سمجھا ہے کہ جب شیئرز میں مجموعہ مخلوط ہے حلال مال اور سود سے، تو ایسے شیئرز کی بیع نقد سے جائز ہے یا نہیں؟ اور انہوں نے اس اخذ کردہ مفہوم کے مطابق اپنے الفاظ میں جواب دیئے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ جب مجموعہ میں غلبہ حلال مال کا ہے اور سودی لین دین قانونی ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا غالب کا اعتبار کرتے ہوئے ایسے شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے۔

اور مولانا اقبال احمد قاسمی نے لکھا ہے کہ یہ صورت بیع صرف کی ہے، اور مجلس عقد میں تقابض علی البدلین ضروری ہے، لہذا بغیر حیلہ کے ان شیئرز کی خرید وفروخت درست نہیں ہے، لیکن ان کا اس کو بیع صرف کہنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں نقد ثمن خلقی نہیں ہے، اور اس میں کچھ نقد کا تقابل نقد سے ہے اور اس کی صحت کے لئے احد البدلین پر قبضہ شرط ہے جو اس صورت میں پایا جاتا ہے، لہذا بیع جائز ہے۔

اور باقی تیں حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مال ربوی یعنی نقد و دیون اور مال غیر ربوی یعنی اثاثہ کی بیع نقد کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ نقد مجموعہ میں مخلوط نقد سے زائد ہو، تاکہ نقد نقد کے مقابل ہو جائے اور زائد نقد اثاثہ کے مقابلہ میں ہوگا، مثلاً دس روپئے کے شیئر میں آٹھ روپئے اگر نقد و دیون کے مقابل ہیں اور دو روپئے جامد اثاثوں کے مقابل تو شیئر کی بیع آٹھ روپئے یا اس سے کم میں جائز نہ ہوگی، البتہ نو روپئے یا اس سے زائد میں جائز ہوگی۔ عالمگیریہ میں ہے:

لو اشترى سيفا محلّى بالفضة أو لجاما مفضضا بالفضة الخالصة، و وزنها أكثر جاز، وإن كان وزنها أقل من الحلية أو مثلها أو لا يدرى لا يجوز (ہندیہ ۳؍۱۸۷)۔

Marfat.com

یہ رائے حسب ذیل مقالہ نگاروں کی ہے:

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مفتی انور علی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا ابوالحسن علی، مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا عبداللطیف پالنپوری، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا ابراہیم بڑودوی، مولانا ظفر الاسلام مئو، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا جعفر ملی رحمانی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا طاہر مظاہری، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا ایوب سبیلی، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا نعیم رشیدی، مولانا احمد نادر القاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا نور قاسمی، مولانا ارشد قاسمی، مولانا شاہد قاسمی، مولانا محمد رضوان القاسمی۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اس صورت میں شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے، بشرطیکہ نقد اثاثہ میں مخلوط نقد سے زائد ہو۔

☆☆☆

Marfat.com

عرض مسئلہ:

سوال نمبر ۴، ۵، ۶

مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی☆

حضرات علماء کرام!

مجھے شیئرز کے بارے میں سوال نمبر ۴، ۵، اور ۶ سے متعلق عرض مسئلہ کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں اکیڈمی کی طرف سے اکتالیس (۴۱) مقالات موصول ہوئے۔ ایک مقالہ پھلواری شریف میں ملا۔

مقالہ نگار حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دیوبند، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، جناب شمس پیرزادہ، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا احمد دیولوی، مولانا ابراہیم بڑودوی، مولانا ابوالحسن علی، مفتی عبدالرحیم بھوپال، مولانا اختر امام عادل، مولانا ظفر الاسلام مئو، مولانا شکیل احمد سیتاپوری، مولانا اخلاق الرحمٰن، مولانا مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا عبداللطیف، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا ارشد قاسمی، مولانا محمد شاہد قاسمی، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا تنویر احمد قاسمی،

☆ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

Marfat.com

مولانا سمیع اللہ قاسمی، مفتی نسیم احمد قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا مجاہدالاسلام حیدرآباد، مولانا ابرارخاں ندوی، مولانا قمرالزماں ندوی، مفتی احمد نادرالقاسمی، مولانا سید محمد ایوب سبیلی، راقم الحروف عبدالجلیل قاسمی، حکیم ظل الرحمٰن۔

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت اور اکسپورٹ، یا بینک اور سودی اسکیموں میں روپئے لگانا، ایسی کمپنیز کے شیئرز کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

اس کے جواب میں تمام مقالہ نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ جس کمپنی کا بنیادی کاروبار حرام ہو اس میں شرکت جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنا تعاون علی الاثم ہے جو بنص قرآنی حرام ہے: "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (الآیۃ)۔

نیز حرام اشیاء مسلمان کی مملوک نہیں ہوتیں اور غیر مملوک کی بیع جائز نہیں، اس لئے حرام اشیاء کی خرید وفروخت مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور جس کام کا کرنا جائز نہ ہو اس کے کرنے کا امر کرنا اور اس کے کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنانا بھی جائز نہ ہوگا...... ما حرم فعله حرم طلبه

ولأن ما ثبت للوكيل ينتقل إلى مؤكل فصار كأنه باشره بنفسه ولو باشر بنفسه لم يجز فكذا التوكيل به......... (عنایۃ مع فتح القدیر ۶/۴۴۰)۔

۵- ایسی کمپنیز جن کا کاروبار حلال ہے مثلاً انجینئرنگ کے سامان تیار کرنا، عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا وغیرہ، پھر ان کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہونے کے باوجود انہیں بعض اوقات انکم ٹیکس وغیرہ کی زد سے بچنے کے لئے بینکس سے سودی قرض لینا پڑتا ہے، تو کیا ایسی کمپنیز کے شیئرز کا خریدنا جائز ہے؟

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے سوال نمبر ۵ اور ۶ پر بحث کرتے ہوئے اس وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے کہ اس میں سود لینا دینا پڑتا ہے اور یہ دونوں حرام ہیں، اور

Marfat.com

مسلمان اس کا مکلف ہے کہ وہ منہی عنہ کو مٹائے، اس سے صرف اظہار بیزاری یا اظہار ناپسندیدگی کافی نہیں ہے۔

مولانا عبدالعظیم اصلاحی صاحب نے بکراہت جائز لکھا ہے۔

باقی دوسرے مقالہ نگار حضرات نے اس صورت میں شیئرز کی خریداری کو جائز قرار دیا ہے۔ سودی قرض لینے کی صورت میں چونکہ سود دینا ہوتا ہے اس لئے مال اور اس سے حاصل ہونے والے منافع میں کوئی خبث موجود نہیں ہے، اس لئے اس کے منافع کے حلال ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔

البتہ چونکہ سود دینا ہوتا ہے اور وہ بھی حرام ہے۔ اس کا حل بعض حضرات نے یہ پیش کیا ہے کہ شیئر ہولڈر کمپنی کی میٹنگ میں سودی قرض کے حاصل کرنے پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر کردے یا خط ہی کے ذریعہ اظہار بیزاری کردے، اس کے بعد کمپنی کے عملہ کے کام کی ذمہ داری شیئر ہولڈر پر نہیں ہوگی۔

جبکہ دوسرے حضرات نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ یہ قرض سرکار کے انکم ٹیکس کے ظالمانہ قانون کی زد سے بچنے کے لئے لیا جاتا ہے اس لئے یہ قرض لینا مجبوری کی وجہ سے ہے، اور مجبوری میں سودی قرض لینے کی اجازت ہے۔ فقہ کا مشہور جزئیہ ہے: **يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔**

مولانا ابوالحسن علی گجرات نے سوال نمبر ۵ اور ۶ پر بحث کرنے کے بعد آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ اس سے بچنا افضل ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جن محظورات کی اجازت مجبوری کی حالت میں دی جاتی ہے عام حالات میں اس کی اجازت نہیں رہتی ہے۔ جو لوگ کسی کمپنی کے مالک ہیں یا جن کے پاس آمدنی کے دوسرے ذرائع موجود نہیں ہیں اور وہ ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنے پر مجبور ہیں، ان کو تو اجازت دی جائے گی، مگر جن لوگوں کے پاس دوسرے وسائل اور آمدنی کے اسباب وذرائع موجود ہیں،

Marfat.com

ان کو محض اپنے مال میں اضافہ کے لئے ایسی کمپنی کے شیئرز نہیں خریدنا چاہئے۔ میں نے بھی اپنے مقالہ میں بیچنے کو ہی افضل لکھا ہے۔

٦- ایسی حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو بھی قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے، یا سیکورٹی بانڈس خریدنے پڑتے ہیں، جن کی وجہ سے انہیں سود بھی ملتا ہے۔ کیا ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنا جائز ہوگا؟

حضرت مولانا زبیر احمد قاسمی نے سوال نمبر ۵ اور ٦ کا جواب ایک ساتھ ہی لکھا ہے، اور انہوں نے مجبوری میں سودی قرض لینے کی اجازت دی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ اگر کمپنی سود لیتی ہے تو ناجائز ہے۔

ہمارے اکابر نے عرصہ قبل مال کی حفاظت کی خاطر روپیہ بینک میں رکھنے کی اجازت دی ہے، اور اس روپئے پر ملنے والے سود کو بلانیت ثواب فقراء و مساکین پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔

جب اپنی رضامندی سے حفاظت کی خاطر بینک میں روپئے رکھنے کی اجازت دی گئی ہے تو حکومت کے قانون کے جبر کی وجہ سے بینک میں روپئے رکھنے کو مولانا ناجائز فرمادیں گے مجھے امید نہیں ہے۔

اس لئے مجھ کو محسوس ہوتا ہے کہ عام حالات میں جبر کے بغیر اگر کمپنی نے آمدنی میں اضافہ کی غرض سے سود حاصل کرلیا ہے تو اس کو مولانا ناجائز فرمارہے ہیں۔ اور ظاہر ہے اس کے حرام ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی دوسرا مقصود ہے تو مولانا خود ہی اس کی وضاحت فرمادیں گے۔

مولانا محمد ارشد قاسمی نے لکھا ہے کہ اگر معلوم ہو کہ منافع میں سود بھی ہے تو شیئرز خریدنا ناجائز ہوگا ورنہ جائز ہوگا۔ حالانکہ اس کا علم تو اس وقت ہوگا جب کمپنی حساب دے گی کہ منافع میں سود کی آمیزش ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی مقدار کیا ہے۔

Marfat.com

باقی دوسرے مقالہ نگار حضرات نے اس صورت میں بھی شیئرز کی خریداری کو جائز قرار دیا ہے، مگر اس صورت میں چونکہ سود لینا ہے، اس لئے سود لینے کے عمل کے ساتھ مال میں سود کی آمیزش بھی ہے، اس طرح مال میں خبث بھی ہے۔ اس کا حل انہوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ کمپنی کی میٹنگ میں سودی کاروبار کے خلاف آواز اٹھائے یا خط کے ذریعہ اظہار بیزاری کردے، اور سود کی جتنی مقدار اس کے منافع میں شامل ہے اس کو بلا نیت ثواب صدقہ کردے۔

میں نے اپنے مقالہ میں ایک تجویز پیش کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات کے سامنے بھی پیش کردوں۔

سوال نمبر ۵ اور ٦ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف سرکاری قانون کے جبر کی وجہ سے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے یا بانڈس خریدنے پڑتے ہیں، اور اس پر بینک کی طرف سے سود ملتا ہے۔ دوسری طرف انکم ٹیکس کے ظالمانہ قانون کی زد سے بچنے کے لئے اپنے کو مقروض دکھانا پڑتا ہے، اور اس کے لئے بینک سے قرض کی شکل میں رقم لینی پڑتی ہے، اور اس پر سود دینا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں میری رائے ہے کہ اگر کمپنی مسلمانوں کی ہو یا اس پر مسلمانوں کا اثر ہو تو یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ روپے ریزرو بینک میں جمع کرنے کی صورت میں جس قدر سود ملتا ہے اتنا روپیہ بطور سود لوٹانے کے لئے جتنا روپیہ بینک سے قرض لینا ہو لیا جائے۔

اس صورت میں جتنی رقم سود کے نام پر لی گئی ہے وہ پوری کی پوری سود ہی کے نام پر بینک کو لوٹا دی جائے گی، اور درحقیقت نہ سود کا لینا ہوگا اور نہ سود کا دینا ہوگا۔ اور ان حضرات کو بھی شیئرز کی خریداری کی اجازت دینے میں کوئی اختلاف نہیں رہ جائے گا جو سود کے لین دین کی وجہ سے شیئرز کی خریداری کی اجازت نہیں دیتے۔

☆☆☆

Marfat.com

عرض مسئلہ :

سوال نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱

مولانا اختر امام عادل☆

شیئرز کے سوال نمبر ۷ تا ۱۱ کا عرض مسئلہ مجھ سے متعلق ہے۔سوال نمبر ۷ سے ۱۱ تک یوں تو پانچ سوالات ہیں مگر ان کو سمیٹا جائے تو بنیادی طور پر صرف تین باتیں ہمارے لئے موضوع بحث بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱-سودی قرض مفید ملک ہے یا نہیں؟ اور اس سے حاصل ہونے والے منافع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲-کیا کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے؟ اور اس کا عمل شیئرز ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا؟ اگر کوئی شیئرز ہولڈر بورڈ کے کسی عمل سے اپنے اختلاف کا اظہار کر دے تو اس عمل کی ذمہ داری سے وہ بری ہوگا یا نہیں؟

۳-اگر کمپنی کے منافع میں سودی آمدنی بھی شامل ہو جس کی مقدار معلوم ہو تو کیا شیئر ہولڈر کے لئے منافع سے اس کے بقدر نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

شیئرز کے موضوع پر اکیڈمی کو کل ۴۰ مقالات موصول ہوئے، جن میں ۳۷ مقالہ نگاروں نے مذکورہ تین باتوں پر صراحتہً یا دلالۃً اپنی رائے ظاہر کی ہے، جبکہ تین حضرات نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

☆ ناظم وبانی، جامعہ رحمانی، سمستی پور۔

Marfat.com

ان ۳۷ حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا ابوالحسن علی، شمس پیرزادہ، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا جعفر ملی رحمانی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مفتی عبدالرحیم بھوپال، مفتی انورعلی، مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ابراہیم محمد بڑودوی، مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا عبداللطیف، مولانا محمد رضوان القاسمی، مفتی نظام الدین صاحب دیوبند، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا محمد مجاہد الاسلام حیدرآباد، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا محمد قمر عالم سبیلی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا ایوب سبیلی، مولانا احمد نادر القاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا شاہد القاسمی، حکیم ظل الرحمٰن، اور خود راقم الحروف۔

۷-سودی قرض اور اس سے حاصل شدہ منافع کا مسئلہ:

مذکورہ مسائل میں سب سے پہلا مسئلہ (جو سوالنامہ کی ترتیب سے ساتویں نمبر پر ہے) سودی قرض کے مفید ملک ہونے یا نہ ہونے اور اس سے حاصل شدہ منافع کی شرعی حیثیت کا ہے۔ تمام مقالات کے پڑھنے سے اس پر بنیادی طور پر تین رائیں سامنے آئی ہیں:

۱۔ایک رائے جس کو صرف تین حضرات مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی اور مولانا ظفر الاسلام نے اختیار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سودی قرض خواہ بضرورت ہو یا بلا ضرورت مفید ملک نہیں ہے، اور نہ اس سے حاصل ہونے والے منافع حلال ہیں۔ اس نقطۂ نظر کی بنیاد یہ ہے کہ کمپنی بینکوں سے جو سودی قرضہ لیتی ہے وہ مجبوری میں لیتی ہے خوشی سے نہیں، اس لئے اس حد تک اس کو اجازت دی جاسکتی ہے۔ رہا اس قرض سے انتفاع کا معاملہ تو یہ اگلا مرحلہ ہے جو جبری نہیں اختیاری ہے، اور اختیاری صورت میں مال حرام سے استفادہ کی اجازت نہیں دی

Marfat.com

جاسکتی،مگر یہ استدلال انتہائی کمزور ہے۔

(الف)اس لئے کہ اگر قرض سے انتفاع درست نہ ہوتو پھر قرض لینے کی ضرورت کیا ہوگی؟ اور سودی قرضہ لینے کی اجازت کیوں دی جائے گی؟ فقہاء نے بلا قید یہ قاعدہ بیان کیا ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح (الاشباہ والنظائر)۔

ضرورت مند کے لئے سودی قرض لینا جائز ہے۔

اس میں کوئی پابندی نہیں لگائی گئی کہ قرض تو لے لومگر اس سے انتفاع نہ کرنا،اس لئے کہ پھر تو اجازت کا یہ قاعدہ ہی بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔

(ب)دوسری بات جس کی طرف ان حضرات کی نگاہ نہیں گئی،وہ یہ ہے کہ مسلمہ فقہی اصول ہے:

حرمة العقد لا یستلزم حرمة المال۔

معاملہ کی حرمت سے مال کی حرمت لازم نہیں آتی۔

سودی قرض لینا اگر بدرجہ مجبوری نہ بھی ہوتو زیادہ سے زیادہ اس عمل کو غیر درست قرار دیا جائے گا،مگر اس عمل کے نتیجہ میں جو مال آیا ہے اس میں خباثت نہیں آئے گی،اس لئے کہ اس میں سود کی رقم شامل نہیں ہے،سود دیا گیا ہے لیا نہیں گیا ہے۔حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاوی (۱۷۰/۳)میں اسی طرز استدلال سے سودی قرض اور اس سے حاصل شدہ منافع کی حلت کا فتوی دیا ہے۔

۲۔دوسری رائے جس کو تنہا مولانا شاہد القاسمی نے پیش کیا ہے،وہ یہ ہے کہ اگر سودی قرض بضرورت لیا گیا ہوتو وہ اور اس کے منافع حلال وطیب ہیں،اور اگر بلا ضرورت لیا گیا ہوتو وہ اور اس سے حاصل شدہ منافع دونوں حلال نہیں،دونوں قابل تصدق ہیں۔

انہوں نے اس مسئلہ کو بیع فاسد پر قیاس کیا ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز بیع فاسد کے طور

Marfat.com

پر خریدی تو اس عقد کو توڑنا ضروری ہے، لیکن اگر مشتری اس کو توڑنے کے بجائے کسی تیسرے کے ہاتھ وہ چیز فروخت کردے تو اس سے مشتری اول کو جو منافع حاصل ہوں گے ان کا صدقہ کرنا ضروری ہے (ردالمحتار)۔

مگر اس استدلال میں کئی نقائص ہیں:

(الف) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں استقراض کے مسئلہ کو بیع کے مسئلہ پر قیاس کیا گیا ہے جب کہ دونوں معاملات کی جنس اور احکام جداگانہ ہیں، اس لئے ایک کے کسی جزئیہ کو دوسرے کے لئے نظیر نہیں بنایا جاسکتا۔

(ب) دوسری بات یہ ہے کہ قیاس پوری طرح قرض والے مسئلہ پر منطبق بھی نہیں ہے، اس لئے کہ قرض والے مسئلہ میں مولانا موصوف نے ضرورت اور عدم ضرورت کی تفصیل کی ہے، جب کہ بیع فاسد کے مذکورہ جزئیہ میں اس طرح کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

(ج) اور اصل بات یہ ہے کہ بیع فاسد کے مسئلہ کی بنیاد اس پر ہے کہ خبث کہاں مؤثر ہوتا ہے، مال متعین میں یا غیر متعین میں؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر خبث فساد ملک کی بنا پر آیا ہو تو صرف مال متعین میں اثر انداز ہوگا غیر متعین میں نہیں، اور اگر عدم ملک کی بنیاد پر آیا ہو تو دونوں صورتوں میں اثر انداز ہوگا۔

بیع فاسد میں ملکیت حاصل ہوتی ہے مگر فساد کے ساتھ، اس بنا پر اگر مال مبیع متعین مثلاً باندی یا جانور وغیرہ ہو تو اس کے فروخت سے جو منافع ہوں گے وہ خبث سے خالی نہیں ہوں گے، اس بنا پر قابل تصدق ہوں گے۔ مگر وہیں اس کی صراحت بھی فقہاء کے یہاں ملتی ہے کہ بائع اول اس شی کے ثمن (درہم و دینار یا کرنسی) سے جو منافع حاصل کرے گا وہ اس کے لئے طیب ہوں گے اس لئے کہ رقوم اور نقد متعین نہیں ہوتے (ہدایہ ۳/ ۶۶، ردالمحتار ۴/ ۱۴۵)۔

کتب فقہ میں اس طرح کی کئی نظیریں ملتی ہیں کہ غیر متعین چیزوں پر فساد عقد یا فساد ملک کا اثر نہیں پڑتا، سودی قرض کا معاملہ بھی وہی ہے، سود دیکر قرض کے طور پر جو رقم حاصل ہوتی

Marfat.com

ہے، وہ بھی غیر متعین ہوتی ہے، اس لئے فساد عقد کا اثر بھی بیع فاسد کے اسی مذکورہ جزئیہ کی روشنی میں سودی رقم اور اس سے ہونے والی آمدنی پر نہیں پڑے گا، اس طرح یہ جزئیہ ان کی موافقت میں نہیں بلکہ ان کے خلاف میں جاتا ہے۔

۳-تیسری رائے جس کو باقی تمام مقالہ نگاروں نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سودی قرضہ لینے کا عمل درست نہیں، صرف ضرورت کے وقت اس کی اجازت ہے۔ لیکن دونوں ہی صورتوں میں اگر سود پر قرض لیا گیا تو یہ قرض مفید ملک ہوگا اور اس سے حاصل شدہ منافع شرعی طور پر حلال ہوں گے، البتہ ضرورت نہ ہونے کی صورت میں وہ اپنے عمل کی بنا پر گناہگار ہوگا، مگر اس کے عمل کی حرمت مال پر اثر انداز نہ ہوگی، یہی نقطۂ نظر زیادہ قوی اور راجح معلوم ہوتا ہے، اور اس کی کئی وجوہ واسباب ہیں:

(الف) فقہاء نے خود سود کے بارے میں لکھا ہے کہ قبضہ کے بعد اس پر ملکیت حاصل ہوجاتی ہے۔

و ظاهر ما في جمع العلوم و غيره ان المشتري يملك الدرهم الزائد إذا قبضه في ما إذا اشترى درهمين بدرهم فإنهم جعلوه من قبيل الفاسد وهكذا صرح به الأصوليون في بحث النهي (البحر الرائق ۶/۱۲۵)۔

اگر کوئی شخص دو درہم کو ایک درہم کے بدلہ خریدے تو قبضہ کے بعد وہ زائد درہم کا (جو اس نے بطور سود کے لیا ہے) مالک ہوجائے گا۔ فقہاء نے اس کو عقد فاسد کے قبیل سے شمار کیا ہے۔

تو جب خود سود قبضہ کے بعد ملکیت میں آجاتا ہے تو اس کی بنا پر جو قرض حاصل ہوگا وہ بدرجۂ اولی ملکیت میں داخل ہوگا۔ جامع الرموز میں بھی اس کی صراحت ملتی ہے:

الثاني كل عقد فيه فضل والقبض فيه مفيد للملك (جامع الرموز ۳/۳۲۷)۔

Marfat.com

یعنی ہر وہ معاملہ جس میں سود ہو قبضہ کے بعد مفید ملک بنتا ہے۔

(ب) مشہور فقہی اصول ہے:

ویجوز للمحتاج الاستقراض بالربح (الاشباہ والنظائر) کہ ضرورت مند کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت ہے۔

اس سے بھی سودی قرض کے مفید ملک اور اس کی آمدنی کے حلال ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

(ج) سودی قرض لینے کا عمل فی نفسہ کتنا ہی غیر درست سہی، مگر اس عقد کے نتیجہ میں جو مال آئے گا وہ خبث سے پاک ہوگا، اس لئے کہ سود کا عنصر اس میں شامل نہیں۔ اور مشہور مسلمہ اصول ہے:

حرمة العقد لا يستلزم حرمة المال (الاشباہ والنظائر) عقد کی حرمت مال کی حرمت کو مستلزم نہیں۔

خصوصاً جب ضرورت کے وقت سودی قرض لیا جائے تو عمل بھی جائز ہو جاتا ہے۔

(د) اور اگر ہم مخصوص ہندوستانی کمپنیوں کے تناظر میں دیکھیں تو یہاں یہ سارے معاملات براہ راست شیئر ہولڈرس نہیں کرتے بلکہ کمپنیاں کرتی ہیں اور وہی سودی قرض لے کر نفع حاصل کرتی ہیں، اور پھر ان کے توسط سے شیئرز ہولڈرس کو منافع میں حصہ ملتا ہے۔ اس صورت میں یہاں امام ابوحنیفہؒ کا وہ مشہور فقہی قاعدہ بھی جاری ہو سکتا ہے کہ بیع وشراء میں حقوق وکیل کی طرف لوٹتے ہیں موکل کی طرف نہیں، اسی طرح دوسرا ضابطہ کہ تبدل ملک سے فساد رفع ہو جاتا ہے۔

وفی صورة إرباء الوكيل كان البيع فاسدا لايضرنا فإن الوكيل بالبيع كالعاقد لنفسه وفساد البيع فی حق الذمی لا يستلزم حرمة الربح على المسلم فإن تبدل الملك يدفع خبث الفساد وأما على قول من جوز الربوا بين

Marfat.com

المسلم والكافر فی دار الحرب فالأمر أوسع (امداد الفتاوی ۳/۴۹۷، وکذا فی نظام الفتاوی ۱/۲۰۰)۔

اس لحاظ سے مسلم حاملین حصص پر سودی قرض کے عمل کی ذمہ داری نہیں آئے گی، اور منافع تبدل ملک کی وجہ سے حلال قرار پائیں گے۔

ان دلائل کی روشنی میں اکثر مقالہ نگاروں نے جو موقف اختیار کیا ہے وہی مضبوط معلوم ہوتا ہے۔

۸،۹- کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس اور شیئرز ہولڈرس کا باہمی رشتہ:

دوسرا مسئلہ (جو سوالنامہ میں آٹھواں اور نواں سوال ہے) یہ ہے کہ کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس اور شیئرز ہولڈرس کے مابین تعلق کی نوعیت کیا ہے۔(۱) یعنی کیا بورڈ آف ڈائرکٹرس تمام شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے؟ اگر ہے تو کیا بورڈ کے ہر عمل کی نسبت شیئرز ہولڈرس کی طرف بھی کی جائے گی؟ (۲) اگر کوئی شیئرز ہولڈر بورڈ کے کسی فیصلہ سے اختلاف کرے، یہ اختلاف خواہ بورڈ کے اکثریتی فیصلہ پر اثر انداز ہو یا نہ ہو، لیکن کیا فی نفسہ اس شیئرز ہولڈر کو بورڈ کے اس عمل کی ذمہ داری سے بری کردے گا۔

اس سوال میں مسئلہ کے دو پہلو میں سے ایک پہلو پر تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے اور بورڈ کا عمل شیئرز ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا، اس لئے کہ شیئرز کی خرید کو اگر شرکت عنان سے قریب تر قرار دیا جائے جیسا کہ حضرت تھانویؒ اور بہت سے علماء کا خیال ہے تو فقہاء کی تصریح کے مطابق شرکت عنان کی بنیاد وکالت پر ہوتی ہے۔

وأما شركة العنان فتنعقد على الوكالة دون الكفالة (ہدایہ مع فتح القدیر ۶/۱۷۶)۔

اور اگر اس کو مضاربت مانا جائے جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے، تو مضاربت کو بھی فقہاء نے توکیل ہی قرار دیا ہے۔

Marfat.com

المضاربة توكيل بالعمل لتصرّفه بأمره (درمختار ۴/ ۴۸۴)۔

اور اگر اسے شرکت کی ایک نئی قسم قرار دی جائے تو بھی چونکہ تمام شیئرز ہولڈرس نے بورڈ کو انتظامی امور کے لئے اپنا وکیل اور نمائندہ منتخب کیا ہے، اس لئے بورڈ بہر حال تمام شیئرز ہولڈرس کا وکیل رہے گا، اور اس کا عمل شیئرز ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا، البتہ مولانا ابوالحسن علی کے یہاں اس کی کچھ تفصیل ملتی ہے۔ وہ یہ کہ جو چیز حصہ خریدنے کے بعد خریدی جائے گی اس میں تو وہ کارکنان حصہ دار کے وکیل ہوں گے، اور جو پہلے سے موجود ہے اس میں وہ کارکنان خود بائع اور حصہ دار مشتری ہوگا، اور یہ بیع تعاطی ہے جس میں بائع ثمن پر بلا واسطہ قابض ہو گیا اور مشتری مبیع پر بواسطہ بائع کے کہ وہ اس کا وکیل بھی ہے، قابض ہو گیا (بحوالہ امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۰)۔

البتہ مسئلہ کا دوسرا پہلو اختلافی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شیئرز ہولڈر بورڈ کے کسی فیصلہ سے اختلاف ظاہر کرنے تو کیا اس فیصلہ کی ذمہ داری سے وہ بری قرار پائے گا؟ اس مسئلہ میں بنیادی طور پر دو طرح کے خیالات ملتے ہیں: ایک خیال یہ ہے کہ اختلاف رائے ظاہر کر دینے سے شیئرز ہولڈر بری ہو جائے گا۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ بری نہیں ہوگا۔ یہی دو مرکزی خیال ہیں۔ ان کے علاوہ ذیلی طور پر دو رائیں اور بھی ملتی ہیں:

(الف) جناب شمس پیرزادہ صاحب کا خیال یہ ہے کہ چونکہ شیئرز ہولڈر کا اختلاف اکثریت کے فیصلہ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اس لئے اختلاف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، مجبوری میں بورڈ کے فیصلہ کو مان لینے کی اجازت ہے۔

(ب) دوسرا خیال مولانا سلطان احمد اصلاحی نے پیش کیا ہے، وہ یہ کہ اگر کمپنی بینک سے سودی رقم حاصل کرتی ہے تو اس سے اختلاف کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اس لئے کہ بینک کا سود در حقیقت سود نہیں ہے بلکہ وہ نفع اور انٹرسٹ ہے جو جائز ہے۔

مگر یہ دونوں خیالات ہماری بحث سے خارج ہیں، اس لئے کہ گذشتہ سیمناروں میں یہ

Marfat.com

طے ہو چکا ہے کہ بینک کا سود حرام ہے، خواہ اسے نفع، انٹرسٹ یا کوئی بھی نام دے دیا جائے۔

اسی طرح پیرزادہ صاحب کا یہ خیال کہ چونکہ اختلاف مؤثر نہیں، اس لئے اختلاف کرنے کی ضرورت نہیں، یہ بھی خارج از بحث ہے، اس لئے کہ بحث اس سے نہیں کہ اس کا اختلاف اکثریت کے فیصلہ پر اثر انداز ہوگا یا نہیں؟ بلکہ بحث اس سے ہے کہ کیا اس اختلاف سے شیئرز ہولڈر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش قرار پائے گا یا نہیں؟

۳۵ مقالہ نگاروں نے اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ جن میں پانچ حضرات کا خیال یہ ہے کہ اختلاف کرنے کے بعد شیئرز ہولڈر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوگا، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا شاہد القاسمی۔

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ جب کمپنی ایک نظام کے تحت چل رہی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ وہ کوئی ناجائز عمل کر رہی ہے یا کسی سودی معاملہ میں ملوث ہے اس کے باوجود اس کے شیئرز خریدنا اور اس کی وکالت قائم رکھتے ہوئے اختلاف کا اظہار کرنا ایک بے معنی سی بات ہے۔ امداد الفتاوی میں حضرت تھانویؒ کا ایک فتوی بھی اسی مضمون کا موجود ہے (دیکھئے: ۱۳۰/۳)۔

مگر یہ استدلال محل نظر ہے، کیوں کہ اس میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وکیل کبھی مؤکل کی مرضی کے خلاف کر ہی نہیں سکتا، حالانکہ یہ صحیح نہیں، جب کوئی فرد یا ادارہ کسی شخص کی طرف سے کسی پھیلے ہوئے کام کا وکیل بنتا ہے تو اس میں بعض ایسی جزئیات کا آ جانا بعید از امکان نہیں جو مؤکل کی مرضی کے مطابق نہ ہوں، ایسے موقعہ پر طریق کار یہ نہیں اختیار کیا جاتا کہ وکیل کی وکالت ختم کر دی جائے بلکہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ خلاف مرضی چیزوں کی ذمہ داری (جب کہ وکیل کو خلاف مرضی ہونا معلوم ہو) مؤکل پر نہیں آتی، اور وہ اس حد تک خود ذمہ دار ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت

Marfat.com

مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے اپنے مقالہ میں اس کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ فقہ کی کتاب الوکالۃ میں اس کی تصریح ہے کہ جب مؤکل کسی کام کے کرنے سے منع کردے تو وکیل کا معاملہ مؤکل کی جانب منسوب نہیں ہوگا محض وکیل تک محدود رہے گا۔

مثلاً: **الأصل أن الموكل إذا قيد على وكيله فإن كان مقيدا اعتبر مطلقا وإلا لا**۔ (الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ہکذا فی قواعد الفقہ ص ۱۷۱، ناقلاعن السرخسی وہکذا المستفاد من الہندیۃ ایضا ۳/۵۶۷ کتاب الوکالۃ)۔

اور رہا حضرت تھانویؒ کا فتوی تو خود امداد الفتاوی میں اس کے خلاف بھی ایک فتوی موجود ہے جس میں حضرتؒ نے تجویز پیش کی ہے کہ شیئر ہولڈر اپنی براءت کا اعلان کردے تو کافی ہے، اور غالب گمان یہ ہے کہ یہ دوسرا فتوی بعد کا ہے جو حضرت کا راجح نقطۂ نظر تھا۔

مذکورہ چھ اصحاب قلم کے علاوہ بقیہ تمام مقالہ نگاروں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ بورڈ کے سودی عمل سے شیئرز ہولڈر اپنی براءت کا اعلان کردے تو وہ اس عمل کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔ اس موقف کے کچھ دلائل ماقبل میں گذر چکے ہیں اور کچھ نئے دلائل جن سے اس موقف کی ترجیح وتقویت ہوتی ہے یہ ہیں:

(الف) شیئرز ہولڈر نے کمپنی کو تجارت کے باب میں وکیل بنایا ہے نہ کہ سودی قرض لینے کے معاملہ میں، اور اگر اس معاملہ میں وکالت ہو بھی تو یہ دلالۃً ہوگی، لیکن جب صراحت کے ساتھ وہ اختلاف کردے تو صراحت دلالت پر مقدم ہوگی۔

(ب) فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وکیل کی وکالت انہی امور تک محدود رہے گی جو مؤکل کی مرضی کے مطابق ہوں، بقیہ چیزوں میں خود وکیل ذمہ دار ہوگا مؤکل اس سے بری الذمہ ہوگا، اور ان اختلافی امور کی حد تک وکیل معزول سمجھا جائے گا، جیسا کہ درمختار کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے:

فلو اشتراه بغير النقود أو بخلاف ماسمى المؤكل له من الثمن وقع

Marfat.com

الشراء للوكيل لمخالفته أمره وينعزل في ضمن المخالفة (درمختار علی رد المحتار ۴/۴۵۰)۔

(ج) خصوصاً جب وکیل غیر مسلم ہو اور معاملہ شرکت یا مضاربت کا ہو تو فقہاء کی تصریح کے مطابق خلاف شرع امور کی ذمہ داری (جو مؤکل کی مرضی کے خلاف ہوں) خود وکیل پر آتی ہے، اس لئے کہ بیع وشراء میں حقوق عقد عاقد کی طرف لوٹتے ہیں اور تبدل ملک سے خبث دور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ عالمگیری کے اس جزئیہ سے سمجھ میں آتا ہے جو امداد الفتاوی میں نقل کیا گیا ہے:

إذا دفع المسلم إلى النصراني مالا مضاربة بالنصف فهو جائز إلا أنه مكروه فإن اتجر في ا لخمر والخنزير فربح جاز على المضاربة في قول أبي حنيفة وينبغي للمسلم أن يتصدق بحصته من الربح (عالمگیری بحوالہ امداد الفتاوی ۳/۴۹۷)۔

ان دلائل کی بنیاد پر اکثر مقالہ نگاروں نے جو خیال پیش کیا ہے وہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

۱۰،۱۱- سود اور اس سے حاصل شدہ منافع کے تصدق کا مسئلہ:

یہاں دو مسئلے زیر بحث ہیں:

(۱) ایک یہ کہ اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور اس کی مقدار معلوم ہو تو کیا شیئر زہولڈرس کے لئے منافع سے اس کے بقدر نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا؟

(۲) دوسرا مسئلہ سود سے حاصل شدہ آمدنی کا ہے کہ اگر کمپنی سود کی رقم کو کاروبار میں لگا کر اس سے نفع اٹھاتی ہے تو اس نفع کا کیا حکم ہے؟ کیا منافع میں سے سود اور اس سے حاصل شدہ نفع دونوں صدقہ کرنا ہوگا یا صرف سود کے بقدر نکال کر صدقہ کرنا کافی ہوگا؟

پہلے مسئلہ میں مولانا سلطان احمد اصلاحی کے علاوہ (جن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ بینک کا

Marfat.com

سود جائز ہے اس لئے اس کے تصدق کا مسئلہ نہیں آتا) باقی تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ منافع میں سے سود کے بقدر نکال دینا کافی ہوگا۔

اس لئے کہ کئی فقہی نظائر سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مال حلال کے ساتھ مال حرام مل جائے اس طور پر کہ دونوں کے درمیان امتیاز مشکل ہو اور مال حلال کی مقدار غالب ہو تو غیر معین طور پر اس میں سے کچھ نکال دینا پورے مال کی تطہیر کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ گیہوں گاہتے وقت اگر جانور اس پر پیشاب کر دے اور یہ معلوم نہ ہو کہ ناپاک گیہوں کون سا ہے، تو اگر مشترک ہو تو تقسیم کر دینے سے اور غیر مشترک ہو تو لاعلی التعیین اس میں سے کچھ نکال دینے سے پورا گیہوں پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح وکیل اگر کئی لوگوں کے مال سے تجارت کرے اور اس میں ایک دوسرے کے دراہم کو خلط ملط کر دے یا سودی رقم اس میں شامل کر دے تو تقسیم کے بعد ہر ایک کا حصہ پاک قرار پاتا ہے (امداد الفتاوی ۳؍۴۹۷)۔

ہدیہ کے بارے میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے جس کے پاس حلال وحرام دونوں طرح کے مال ہوں، بشرطیکہ مال حلال غالب ہو (فتاوی خانیہ علی الہندیہ ۳؍۴۰۰)۔

علامہ ابن قیمؒ کی درج ذیل عبارت سے یہی حکم بہ صراحت ثابت ہوتا ہے:

إذا خالطه درهم حرام أو أكثر أخرج مقدار الحرام وحل له الباقي بلا كراهة سواء كان المخرج عين الحرام أو نظيره لأن التحريم لم يتعلق بذات الدرهم و جوهر، وأما تعلق بجهة الكسب فيه فإذا خرج نظيره من كل وجه لم يبق لتحريم ماعداه معنى (بدائع الفوائد لابن قیم ۲؍۱۵۷)۔

اس عبارت کا حاصل یہی ہے کہ رقوم چونکہ متعین نہیں ہوتیں اس لئے اگر ان میں حرام مقدار تھوڑی سی شامل ہو جائے تو اسی کے بقدر رقم نکال دی جائے، اس سے بقیہ پوری رقم حلال ہو جائے گی، خواہ بعینہ حرام والی رقم نکالی گئی ہو یا اس جیسی کوئی اور، اس لئے کہ فی نفسہ کسی معین درہم میں حرمت نہیں ہے، حرمت عمل وکسب کی جہت سے آئی ہے۔

Marfat.com

ماقبل میں نصرانی کومضاربت یاشرکت کے لئے وکیل بنانے کا جز ئیہ مذکور ہوا ہے، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی وکیل (خصوصاً غیر مسلم ہوتو کیا کہنا) منافع میں سود لیتا ہے اور جائز رقم میں اس کوخلط کر دیتا ہےتو تقسیم کے بعد جو حصہ رب المال کو ملے گا وہ پاک قرار دیا جائیگا، اگر چہ مسلمان کے لئے احتیاط یہ ہے کہ اتنے منافع سے سود کے بقدر صدقہ کر دے (عالمگیری) اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے مطابق خلط دلیل استہلاک ہے، اور تقسیم یا اس میں سے کچھ اخراج مطہر ہے (امداد الفتاوی ۳؍ ۴۹۷)۔

اس طرح کی متعدد نظیریں کتب فقہ میں ملتی ہیں۔ یہ تمام نظائر ہمارے یہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں کہ کمپنی نے منافع میں سود کی رقم جو شامل کر دی ہے اس سے ہمارا پورا نفع ناپاک نہیں ہوتا، بلکہ ایک تو تقسیم کے بعد ہمیں اپنا جو حصہ ملے گا یہ تطہیر کے لئے خود کافی ہے، اس پر بھی اگر سود کے بقدر صدقہ کر دیا جائے تو اس کی طہارت میں کیا شبہ باقی رہ جائے گا۔

رہا یہ کہ یہ صدقہ کرنا لازم ہے یا غیر لازم؟ تو اس کی وضاحت عام طور پر لوگوں نے نہیں کی ہے، زیادہ تر مقالہ نگاروں نے صرف اس قدر پر اکتفا کیا ہے کہ صدقہ کرنا کافی ہوگا، البتہ مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا ابوالحسن علی، اور مولانا احمد دیولوی نے اس کی وضاحت کی ہے کہ صدقہ کرنا لازم نہیں ہے ، یہ صرف احتیاط اور تقوی کا تقاضا ہے۔ جبکہ دوسری طرف مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا تنویر احمد قاسمی اور مولانا قمر عالم سبیلی نے اس کو لازم قرار دیا ہے۔

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ احتیاط وتقوی والی بات ہی زیادہ درست ہے۔

اس لئے کہ ابھی جن دلائل ونظائر کا تذکرہ کیا گیا ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غیر معینہ اموال میں حرام مغلوب کا حلال غالب کے ساتھ ایسا اختلاط جس میں امتیاز باقی نہ رہے، باعث استہلاک ہوتا ہے، اور مال مشترک ہونے کی صورت میں اس کی تقسیم اور غیر مشترک ہونے کی صورت میں حرام کے بقدر نکال دینا باعث تطہیر ہو جاتا ہے۔ یہاں کمپنی کی صورت حال

Marfat.com

بھی یہی ہے کہ کمپنی کا سرمایہ اور منافع مشترک ہیں، اس لئے تقسیم کے بعد حصہ دار کو جو منافع ملے گا وہ طیب وطاہر ہوگا، اس لئے صدقہ کرنا اب لازم نہیں رہا، صرف احتیاط یہ ہے کہ سود کی مقدار اگر معلوم ہو تو صدقہ کر دیا جائے۔

اسی طرح مضاربت کے سلسلہ میں غیر مسلم وکیل کی بحث میں گذر چکا ہے کہ سودی معاملات میں اس کا فعل مؤکل کی طرف منسوب نہ ہوگا، اور جب تک کہ خالص حرام تجارت مثلاً شراب وخنزیر کی نہ کرے اس وقت تک اس پر اپنے ملے ہوئے حصہ سے صدقہ کرنا لازم نہیں ہو گا جیسا کہ حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی نے عالمگیری کا مذکورہ جزئیہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ ''تصدق کا حکم ورع وتقوی پر محمول ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے، اور اگر وجوب پر محمول کیا جاوے تو یہ اس وقت ہے جب کہ شراب اور خنزیر کی بیع ہو اور اس کے علاوہ کی نہ ہو (یعنی صرف حرام ہی حرام ہو اختلاط حلال وحرام نہ ہو) (امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۷)۔

جناب شمس پیرزادہ صاحب اور حکیم ظل الرحمن صاحب کا کہنا یہ ہے کہ کمپنیوں کو بینک سے جتنا سود ملتا ہے اس سے کہیں زیادہ دینا پڑتا ہے۔ اس لئے جتنا سود ملے اس کو دینے میں محسوب کر دینا چاہئے، سود حصہ داروں میں تقسیم کرنے اور اس سے منافع حاصل کرنے کی بات محض فرضی ہے جس کا واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔

۱۱- دوسرا مسئلہ سود سے حاصل شدہ منافع کا ہے، ان منافع کی حلت وحرمت اور ان کے قابل تصدق ہونے کے متعلق بنیادی طور پر مقالات میں دو طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں:

ا۔ ایک خیال جس کو مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی عبد الرحمن پالنپوری، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا تنویر احمد قاسمی اور مولانا قمر عالم سبیلی نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ سود اور اس سے حاصل شدہ تمام منافع حرام ہیں ان کا صدقہ کرنا لازم ہے، ان حضرات نے درج ذیل جزئیات سے استدلال کیا ہے:

(الف) شامی میں ہے: **الحرمة تتعدى** (۵/ ۹۸) اس کا تقاضہ ہے کہ حرام سے

Marfat.com

جومنافع حاصل ہوں گے وہ بھی حرام ہوں گے۔

(ب) خبث کے متعدی ہونے کا ثبوت شامی کی ایک اور عبارت سے ملتا ہے:

الخبث لفساد الملک إنما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین وأما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیهما کما بسطه خسرو وابن کمال

(شامی ۵/۹۷)۔

(فساد ملک کی بنا پر جو خبث ہوتا ہے وہ متعین میں اثر کرتا ہے غیر متعین میں نہیں، اور جو خبث عدم ملک کی بنا پر پیدا ہوتا ہے وہ متعین وغیر متعین دونوں قسم کے اموال میں اثر انداز ہوتا ہے) اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خبث اپنی حد تک محدود نہیں رہتا وہ متعدی ہوتا ہے۔

(ج) ایک استدلال غصب کے اس مسئلہ سے بھی کیا جاتا ہے جو ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک ہزار روپۓ غصب کر کے اس سے ایک باندی خریدی اور پھر اس کو فروخت کر کے ایک ہزار کا نفع حاصل کیا، پھر دو ہزار میں دوسری باندی خریدی اور اس کو تین ہزار میں بیچا تو یہ نفع جو اس نے حاصل کیا ہے اس کے لئے حلال ہوگا یا نہیں؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حلال نہیں ہوگا، اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہوگا۔ صاحب ہدایہؒ نے طرفینؒ کے قول کو مختار قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے مشائخ کے نزدیک کسی بھی حال میں یہ نفع حلال نہیں ہے (ہدایہ ۳/۴۵۶)۔

مگر ان دلائل میں سے کوئی دلیل کمپنی کے مسئلہ پر منطبق نہیں آتی۔

اس لئے کہ مذکورہ تمام صورتوں میں خبث یا حرمت کے متعدی ہونے کی بات جو کہی گئی ہے وہ اموال متعینہ میں ہے غیر متعینہ میں نہیں، جبکہ کمپنی سے حاصل شدہ منافع رقم کی شکل میں ملتے ہیں یا جس سود سے منافع حاصل کئے جاتے ہیں وہ بھی رقم کی شکل میں ہوتا ہے، اور فقہاء کے مطابق رقوم اور دراہم ودنانیر متعین نہیں ہوتے۔

البتہ عدم ملک کی بنا پر جو خبث پیدا ہوگا وہ غیر متعینہ میں بھی متعدی ہوگا، مگر فقہاء کی

Marfat.com

صراحت کے مطابق سودی عقد، عقد فاسد ہے، اور عقد فاسد مفید ملک ہوتا ہے (البحر الرائق ۱۲۵/۶)۔زیادہ سے زیادہ اس میں فساد ملک ہوتا ہے اور فساد ملک کی بنا پر جو خبث آتا ہے وہ صرف اموال متعینہ میں اثر انداز ہوتا ہے غیر معینہ میں نہیں، جب کہ کمپنی کے لئے اموال غیر متعین ہوتے ہیں اس لئے ان میں اثر انداز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔دوسرا نقطۂ نظر جس کو بقیہ تمام علماء نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ سود سے حاصل شدہ منافع کا تصدق لازم نہیں، مگر احتیاط یہی ہے کہ سود کے ساتھ ان کو بھی صدقہ کر دیا جائے، اس لئے کہ:

(الف) اولاً خود سود پر بھی قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہے تو اس سے جو منافع حاصل ہوگا ان پر بدرجہ اولی ملکیت ثابت ہوگی، اور خبث ان تک اس لئے متعدی نہیں ہوگا کہ یہ غیر متعین ہیں اور فساد ملک کی بنا پر جو خبث آتا ہے وہ غیر متعین میں اثر انداز نہیں ہوتا۔

(ب) علامہ شامی کی درج ذیل عبارت بھی اس سلسلہ میں کافی چشم کشا ہے:

رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتری فهذا علی خمسة أوجه: إما ان دفع تلک الدراهم إلی البائع أولا ثم اشتری منه بها أو اشتری قبل الدفع بها و دفعها أو اشتری قبل الدفع بها و دفع غیرها أو اشتری مطلقا و دفع تلک الدراهم أو اشتری بدراهم أخر و دفع تلک الدراهم.قال الکرخیؒ فی الوجه الأول والثانی:لایطیب وفی الثلاث الأخیرة یطیب، وقال أبو بکرؒ: لا یطیب فی الکل، لکن الفتوی علی قول الکرخیؒ دفعا للحرج عن الناس (رد المحتار ۲۴۴/۴)۔

یعنی کسی شخص نے مال حرام کمایا پھر اس نے خرید کیا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں:

(۱) یا تو پہلے بائع کو دراہم دیئے پھر اس سے اس کے بدلے کچھ خرید کیا (۲) یا انہیں دراہم کے بدلہ پہلے خرید کیا پھر دراہم دیئے (۳) یا انہیں دراہم سے خرید کیا اور بعد کو اس کے

Marfat.com

بجائے دوسرا درہم دے دیا (۴) یا مطلقاً کسی خاص درہم کی تعیین کے بغیر خرید کیا اور عوض میں وہی دراہم ادا کر دیئے (۵) یا دوسرے دراہم متعین کئے اور ان کے بجائے یہ درہم دیے دیئے۔ امام کرخی نے کہا کہ پہلی اور دوسری صورت میں خرید کی ہوئی چیز اس کے لئے طیب نہیں، باقی تینوں صورتوں میں طیب ہیں، اور علامہ ابوبکرؒ نے کہا کہ کسی صورت میں طیب نہیں، لیکن لوگوں سے حرج دور کرنے کے لئے امام کرخی کے قول پر فتوی ہے۔

اس عبارت میں مذکورہ پانچ قسموں میں سے پہلی دو قسموں میں دراہم قبضہ اور بعینہ ادائیگی کی بنا پر چونکہ متعین ہیں اس لئے خبث کو متعدی مانا گیا اور نفع کو طیب نہیں کہا گیا، لیکن بقیہ تین صورتوں میں تعیین نہیں ہے، اس لئے مفتی بہ قول کے مطابق نفع کو طیب قرار دیا گیا اگر چہ احتیاط اپنی جگہ درست ہے۔

(ج) اسی طرح ماقبل میں گذر چکا ہے کہ خلط دلیل استہلاک ہے اور تقسیم مطہر ہے، اس لحاظ سے کمپنی سودی آمدنی کو کاروبار میں شامل کر کے جو نفع اٹھاتی ہے تقسیم کے بعد شیئرز ہولڈرس کو اس میں جو حصہ ملے گا طاہر قرار پائے گا۔ احتیاطاً صدقہ کرنا الگ سی بات ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

وإن كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما والأحسن ديانة التنزه عنه (ردالمحتار ۵/ ۲۳۵)۔

(اگر حلال وحرام مل جائے اور حرام کے مالک کا پتہ نہ ہو تو حکماً اس کے لئے پورا مال حلال رہے گا (بشرطیکہ حلال غالب رہا ہو) اگر چہ ایسے مال سے بچنے ہی میں احتیاط ہے)۔

ان وجوہات کی بنا پر عامۃ العلماء اور اکثر مقالہ نگاروں نے جو نقطۂ نظر اختیار کیا ہے وہی زیادہ مضبوط اور راجح معلوم ہوتا۔

☆☆☆

Marfat.com

عرض مسئلہ :

سوال نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷

مولانا عتیق احمد بستوی☆

شیئرز کے سوال نمبر ۱۲ تا ۱۷ کے جوابات کا عرض مسئلہ مجھ سے متعلق کیا گیا ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی کی طرف سے شیئرز کے موضوع پر جو مقالات اور جوابات میرے پاس بھیجے گئے ان کی تعداد ۴۲ ہے، گیارہ مقالات ہمارے ان نوجوان اور ہونہار فضلاء مدارس کے ہیں جو دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد یا دار العلوم حیدرآباد کے شعبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء میں زیر تربیت ہیں۔ ۲۹ مقالات وجوابات معزز علماء اور اصحاب افتاء کے ہیں، ایک جواب نامہ جناب حکیم ظل الرحمٰن صاحب کا ہے۔

اصحاب مقالات وجوابات علماء واصحاب افتاء کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دیوبند، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا ابوالحسن علی گجرات، مولانا احمد دیولوی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مفتی شکیل احمد سیتاپوری، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا مفتی انور علی اعظمی، مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا عبداللطیف، مولانا عبدالرحیم، مولانا ابراہیم بڑودوی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا محمد جعفر ملی،

☆ استاذ فقہ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنو۔

Marfat.com

مولانا تنویر احمد قاسمی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا عتیق احمد قاسمی۔

دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد اور دار العلوم حیدرآباد میں زیر تربیت جن ہونہار فضلاء مدارس نے سوالنامہ بابت شیئرز کے جوابات لکھے ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

مولانا نعیم احمد رشیدی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا احمد نادر القاسمی، مولانا سید محمد ایوب سبیلی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مولانا محمد شاہد قاسمی، مولانا محمد عالم سبیلی۔

۱۲-شیئرز کی تجارت کرنا کیسا ہے؟ یعنی کوئی شخص کچھ شیئرز خریدے کہ قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کردوں گا، خلاصہ یہ کہ شیئرز کی بیع وشراء کو ایک تجارت کی طرح کرنے کا کیا حکم ہوگا جب کہ اس میں ایک طرح کی قیاس آرائی کو دخل ہوتا ہے کہ بازار کی صورت حال کو دیکھ کر زیادہ منافع دینے والے شیئرز خرید لئے جاتے ہیں، اور کیا ہر تخمین وقیاس آرائی ممنوع ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دار العلوم دیوبند اور جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری کے جواب ناموں میں سوال نمبر ۱۲ تا ۱۷ کے جوابات تحریر نہیں ہیں۔ جناب مفتی شکیل احمد سیتاپوری صاحب کے علاوہ باقی تمام حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ شیئرز کی تجارت کرنا جائز ہے، کیونکہ جب یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ شیئرز قابل بیع وشراء ہیں، شیئرز کی بیع دراصل کمپنی کے اثاثوں میں متناسب حصے کی بیع ہے تو خرید وفروخت جائز ہوگی خواہ کسی بھی نیت سے ہو، کسی چیز کو قابل بیع وشراء ماننے کے بعد محض نیت کی بنیاد پر جواز وعدم جواز کی تفریق درست نہیں خصوصاً جب کہ نیت بھی کسی ناجائز چیز کی نہ ہو، تجارت کی نیت ایک جائز امر کی نیت ہے، تخمین وقیاس آرائی بذات خود حرام نہیں ہے، تجارت میں تو تخمین وقیاس آرائی ایک مضبوط عامل ہے، تجارت کے اکثر مراحل میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے، لہذا تخمین وقیاس آرائی کا عنصر شامل ہونے کی وجہ سے شیئرز کی تجارت کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

Marfat.com

تنہا مولانا مفتی شکیل احمد صاحب نے شیئرز کی تجارت کو نادرست لکھا ہے، موصوف تحریر فرماتے ہیں: شیئرز جب نہ ثمن ہیں اور نہ مبیع، تو ان کی تجارت کیسے درست ہوسکتی ہے، راس المال یا ثمن وہ زر مبادلہ ہے جو شیئر ہولڈر ادا کرتا ہے، اور مبیع وہ سامان ہے جو فیکٹری میں تیار ہوگا، شیئر ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے لہذا اس کی بیع وشراء درست نہیں ہے، نیز جب شیئر کا معاملہ عقد شرکت ہے تو شریک کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ اپنا حصہ دوسرے کو فروخت کردے۔

جناب مفتی شکیل احمد صاحب کی رائے اور استدلال پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے مضمون کی تمہید میں یہ بات واضح کردی ہے کہ کمپنی اور شیئرز کی حقیقت ان پر پورے طور پر منکشف نہیں ہوسکی ہے، انہوں نے شیئرز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے مزید مواد کی ضرورت محسوس کی ہے، لکھتے ہیں:

''شیئرز کی ماہیت اور اس کی تعریف کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اگر کسی معتبر کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کا شائع کردہ مواد ترجمہ کرکے سوالنامہ کے ساتھ منسلک کیا جاتا تو شیئرز کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوتی، غالباً یہ بھی ایک طرح کا نظام ہے جس طرح بینکنگ ایک نظام ہے، اس لئے نظام چلانے والے ادارے اپنے نظام کے تعارف کیلئے جو مواد شائع کرتے ہیں اسی سے اس کی ماہیت سمجھ میں آتی ہے، ماہیت سمجھنے کے بعد ہی کوئی حکم لگانے کا مرحلہ آتا ہے''۔

ماہیت سمجھنے سے پہلے حکم لگانے میں غلطی ہونا تعجب نہیں بلکہ غلطی نہ ہو تو تعجب ہے، اگر مفتی صاحب کی یہ بات درست ہو کہ ''عقد شرکت میں شریک کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ اپنا حصہ دوسرے کو فروخت کردے'' تو شیئرز کی خرید وفروخت کا قضیہ ہی ختم ہوجائے، لیکن تمام مسالک کے فقہاء کی تصریحات اس کے خلاف ہیں، تمام فقہاء شرکت عنان کے شرکاء کے لئے اپنے حصہ کی فروختگی درست قرار دیتے ہیں۔

۱۳- شیئر مارکیٹ میں ایک سودا جسے فیوچر سیل (بیاعات مستقبلیات) کہتے ہیں مروج ہے، اس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان کو برابر کرلینا مقصود ہوتا

Marfat.com

ہے، مثلاً زید نے سوشیئرز کا سودا بہ حساب سو روپے فی شیئر کیا، اور ادائیگی اور وصولی کی تاریخ ۳۰ مارچ مقرر کی، اب جب ۳۰ مارچ آئی تو اس شیئر کی قیمت ڈیڑھ سو روپے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپے منافع کے طور پر لے گا، اور اگر ۳۰ مارچ کو اس شیئر کی قیمت گھٹ کر پچاس روپے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپے ادا کرے گا، اصل سودا محض کاغذی کارروائی ہے، نہ مشتری ثمن دیتا ہے، نہ بائع مال دیتا ہے، البتہ مقرر تاریخ پر بڑھتے ہوئے دام کی صورت میں منافع یا گھٹتے ہوئے دام کی صورت میں خسارہ ادا کیا جاتا ہے، شریعت میں مذکورہ فیوچر سیل کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام حضرات متفق ہیں کہ فیوچر سیل ناجائز ہے، کیونکہ یہ قمار (جوئے) کی واضح شکل ہے۔

۱۴- غائب سودا جن میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے جائز ہوگی یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ چونکہ اس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے اس لئے یہ بیع منعقد اور لازم نہیں ہوئی، اسے بیع نہیں صرف وعدۂ بیع کہا جا سکتا ہے۔

متعدد حضرات نے اس سوال کو مبہم اور غیر واضح قرار دے کر جواب دینے سے گریز کیا ہے یا مختلف شقیں قائم کر کے جواب دیا ہے اور سوال کی مزید وضاحت چاہی ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا احمد دیولوی، مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا عبد العظیم اصلاحی، مولانا ابو الحسن علی، مفتی محبوب علی وجیہی رامپور اور مولانا تنویر احمد قاسمی سیتامڑھی نے صورت مسئولہ کو بیع سلم پر محمول کرتے ہوئے بیع سلم کی شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، مولانا ابراہیم بڑودوی نے لکھا ہے کہ جائز اور درست ہے بشرطیکہ خریدار دیکھنے کے بعد اس کا آخری فیصلہ کرے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ سوال نمبر ۱۴ میں کافی اجمال ہے، اسی لئے صورت مسئلہ بہت سے

Marfat.com

حضرات پر واضح نہ ہوسکی اور بعض حضرات نے اسے بیع سلم پر محمول کیا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیئرز کے غائب سودے کی تھوڑی وضاحت کردی جائے۔

مولانا محمد تقی عثمانی شیئرز کے حاضر اور غائب سودے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شیئرز کے سودے دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک کو حاضر سودا (Spot Sale) کہتے ہیں اور دوسرے کو غائب سودا (Forward Sale) کہتے ہیں۔

حاضر سودے میں شیئرز کی بیع ابھی ہو جاتی ہے اور حقوق کی منتقلی بھی ابھی ہو جاتی ہے، خریدار ابھی سے شیئرز لینے کا حقدار ہوتا ہے مگر بعض انتظامی مجبوریوں کی بنا پر شیئرز کے سرٹیفیکٹ کی ادائیگی (ڈیلیوری) میں تاخیر ہوتی ہے.........غائب سودے میں بیع تو ابھی ہو جاتی ہے مگر مستقبل کی طرف مضاف ہوتی ہے، جیسے ابھی شیئرز کی بیع ہو چکی، مگر قبضے وغیرہ کے حقوق فلاں تاریخ سے متعلق ہوں گے.........(اسلام اور جدید معیشت وتجارت ر ۷۳، ۷۴)۔

غائب سودے میں صورت حال یہ نہیں ہوتی ہے کہ ایجاب وقبول کے لئے مستقبل کا صیغہ استعمال کیا جائے، یعنی بیچنے والا یہ کہے کہ میں فلاں تاریخ کو تمہارے ہاتھ اتنے شیئرز اس قیمت میں بیچوں گا اور خریدار کہے کہ میں فلاں تاریخ میں اتنے شیئرز اس قیمت میں خریدوں گا بلکہ صیغہ ماضی ہی کا استعمال ہوتا ہے، لیکن مبیع اور ثمن کی حوالگی کے لئے آئندہ کی کوئی تاریخ طے ہوتی ہے، اس تاریخ سے پہلے حقوق ایک دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتے، نہ اس تاریخ سے قبل شیئرز بیچنے والا خریدار سے قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے نہ خریدار بائع سے شیئرز پر قبضہ دینے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

اس صورت معاملہ کو بیع سلم کے زمرہ میں اس لئے شامل نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بیع سلم میں ثمن کی حوالگی نقد ضروری ہے اور شیئرز کے غائب سودے میں ثمن کی حوالگی بھی متعین تاریخ پر موقوف رہتی ہے، دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ کیا کمپنی کے شیئرز کو ان اموال میں شمار کیا جاسکتا ہے جن میں بیع سلم درست ہے۔

Marfat.com

سوال نمبر ۱۵ اور ۱۶ گہرے طور پر باہم مربوط ہیں اس لئے دونوں کا عرض بھی ایک ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۵- شیئرز کے نقد سودے میں بھی بعض انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے سرٹیفیکٹ پر قبضہ ایک سے تین ہفتوں تک تاخیر سے ہوتا ہے، اس ذیل میں اصل سوال یہ ہے کہ شیئر پر قبضہ کا مطلب کیا ہوگا، اگر بوقت بیع وشراء ہی کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں شیئر ہولڈر کی ملکیت آجاتی ہے، اور وہ اس کی ضمان میں آجاتا ہے، اور حقوق وذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں اگرچہ ابھی شیئرز سرٹیفیکٹ نہ ملا ہو، تو اس کو شیئر پر قبضہ معنوی حاصل ہوگا یا نہیں، کیا شرع میں ہر شئی پر اس کی خاص نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت مختلف ہوگی جس کی بناء عرف وعادت پر ہوگی، یا ہر صورت میں قبضہ حسی ہی ضروری ہوگا؟

۱۶- اس طرح خرید کردہ شیئر کو (جس کی موجودہ قیمت خریدار نے ادا کر دی ہے) اگر خریدار سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے قبل اگلے دن یا دو چار دن میں کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اور اس طرح دوسرے کے خریدنے کے بعد تیسرے وچوتھے کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہوگا، بالخصوص جبکہ شیئر کا ضمان ومنافع خریدنے کا معاملہ کرنے کے ساتھ ہی خریدار کی طرف منتقل ہوجاتا ہو؟

سوال نمبر ۱۵ کے ذیل میں اٹھائے گئے اس اصولی سوال "کیا شرع میں ہر شئے پر اس کی خاص نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت مختلف ہوگی جس کی بنا عرف وعادت پر ہوگی، یا ہر صورت میں قبضہ حسی ہی ضروری ہوگا؟" کے جواب میں جن حضرات نے بھی اظہار رائے کیا ہے انہوں نے اثبات ہی میں جواب دیا ہے، اور اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ ہر صورت میں قبضہ حسی ہی ضروری نہیں بلکہ قبضہ کا مدار بڑی حد تک عرف وعادت پر ہے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس سوال کا جواب ہم نے بیع قبل القبض کے سوالنامہ کے جواب میں دیا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اس سوال پر تفصیلی گفتگو کا مناسب موضوع "بیع قبل القبض" ہے۔

Marfat.com

سوال نمبر ۱۵ میں شیئرز کے حاضر سودے کے تعلق سے قبضہ کی جو بحث اٹھائی گئی ہے اس کا منشا یہ نہیں ہے کہ حاضر سودے کی بیع کی صحت قبضہ پر موقوف ہے یا نہیں؟ کمپنی اگر نقد رقوم اور دیون کے علاوہ جامد اثاثوں اور دوسری املاک پر بھی مشتمل ہے اور حاضر سودا طے کرنے کے بعد قیمت کی ادائیگی کر دی گئی تو شیئر پر اس مجلس میں قبضہ نہ کرنے سے بیع کی صحت متاثر نہیں ہوتی، ہاں اگر کمپنی نقود اور دیون سے عبارت ہو تو شیئرز پر قبضہ مجلس عقد ہی میں ضروری قرار پائے گا اور قبضہ کا مسئلہ بیع کی صحت سے بھی جڑ جائے گا۔

سوال نمبر ۱۵ اور ۱۶ میں بنیادی مسئلہ یہ اٹھایا گیا ہے کہ حاضر سودے میں جب بیع و شراء مکمل ہوتے ہی کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں خریدار کی ملکیت آ جاتی ہے اور فروخت شدہ شیئرز خریدار کے ضمان میں آ جاتے ہیں، حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں تو کیا حاضر سودے میں نفس خریداری کو شیئرز پر قبضہ تصور کیا جائے گا اور خریدار کے لئے شیئرز سرٹیفکیٹ ملنے سے پہلے ان شیئرز کی دوسروں کے ہاتھ بیع درست ہوگی، یا شیئرز سرٹیفکیٹ ملنے کے بعد ہی شیئرز پر قبضہ تصور کیا جائے گا اور اس سے پہلے خریدار کے لئے ان شیئرز کا کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہ ہوگا؟ اس مرکزی سوال کے بارے میں علمائے کرام اور اصحاب افتاء کی تین آراء ہمارے سامنے ہیں۔

اکثر حضرات نے سوال میں ذکر کردہ صورت مسئلہ کو بنیاد بنا کر شیئرز کے حاضر سودے میں نفس بیع وشراء کو معنوی قبضہ تصور کر لیا ہے، کیونکہ حاضر سودے میں بیع وشراء کا معاملہ طے ہوتے ہی شیئرز کی ملکیت خریدار کی طرف منتقل ہو گئی، شیئرز اس کے ضمان اور اختیار میں چلے گئے، شیئرز سرٹیفکیٹ ملنے اور کمپنی کے کاغذات میں بحیثیت شیئر ہولڈر اندراج پر قبضہ موقوف نہیں، اور جب نفس خرید وفروخت کو قبضہ مان لیا گیا تو شیئرز سرٹیفکیٹ ملنے سے پہلے ان شیئرز کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت بھی کیا جا سکتا ہے، اسی طرح دوسرا خریدار خریدنے کے فوراً بعد تیسرے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے، یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے:

Marfat.com

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محبوب علی وجیہی، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا جعفر ملی، مولانا ابراہیم بڑودوی، مفتی احمد دیولوی، مولانا عبدالرحیم، مولانا اقبال احمد قاسمی۔

دوسری رائے یہ ہے کہ محض بیع وشراء ہوجانا قبضہ تصور نہیں کیا جائے گا بلکہ شیئرز سرٹیفکیٹ حاصل ہونا قبضہ مانا جائے گا، لہذا حاضر سودے میں جو شیئرز خریدے گئے ہیں ان کی فروختگی شیئرز سرٹیفکیٹ ملنے سے پہلے جائز نہیں کیونکہ یہ بیع قبل القبض ہے، اس نقطۂ نظر کا اظہار درج ذیل حضرات نے کیا ہے:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا عبد العظیم اصلاحی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا تنویر عالم قاسمی۔

اس نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سوال نمبر ۱۵ اور ۱۶ کے جواب میں لکھتے ہیں: اصل میں یہ مسئلہ انتقال حصص کے قانون سرکاری اور شیئر مارکیٹ کے عرف پر موقوف ہے، لیکن بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیئر سرٹیفکیٹ شیئر کا علامتی وجود ہے یا حقیقی شیئر کی کلید کے درجہ میں ہے، لہذا جیسے فقہاء نے مکان کی بیع میں کنجی حوالہ کردینے کو قبضہ قرار دیا ہے، اسی طرح شیئر سرٹیفکیٹ پر نام کی منتقلی کو قبضہ تصور کیا جانا چاہئے، ورنہ اگر صرف ایجاب وقبول ہی کو قبضہ مان لیا جائے تو قبضہ کا حکم بے معنی ہوجائے گا، اس لئے سرٹیفکیٹ حاصل ہونے سے پہلے خرید وفروخت درست نظر نہیں آتی۔

جناب شمس پیرزادہ صاحب لکھتے ہیں: شیئرز فروخت کرنے کے بعد کمپنی کو نام کی تبدیلی کے لئے بھیجے جاتے ہیں، اگر بائع کے دستخط صحیح نہ ہوئے تو کمپنی شیئرز بائع کو واپس بھیج دیتی ہے، ایسی صورت میں نام کی تبدیلی کا کام التواء میں پڑجاتا ہے، اس لئے شیئرز پر حقیقی قبضہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ شیئر سرٹیفکیٹ تبدیلی شدہ نام کے ساتھ مل جائیں، اس سے پہلے

Marfat.com

اگر مشتری شیئرز کسی تیسرے شخص کو فروخت کرتا ہے تو یہ فروخت حقیقی قبضہ سے پہلے ہوگی اور اس میں نزاعات کا بھی اندیشہ ہے اس لئے اس کی اجازت دینا صحیح نہ ہوگا۔

تیسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سوالنامہ میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق چونکہ شیئرز کے حاضر سودے میں فروختگی مکمل ہوتے ہی شیئرز خریدار کے ضمان میں آجاتے ہیں، شیئرز کا نفع نقصان خریدار کی طرف لوٹتا ہے خواہ شیئرز سرٹیفکیٹ پر ابھی اس کا نام نہ چڑھا ہو، اس لئے حاضر سودے میں خرید وفروخت طے ہوتے ہی شیئرز پر قبضہ تصور کرلیا جائے گا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ شیئر سرٹیفکیٹ پر قبضہ سے پہلے ہی اس کی بیع کسی دوسرے کے ہاتھ جائز ہو لیکن مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہر چیز کے قبضہ کا طریقہ عرف سے متعین ہوتا ہے اور عرف میں شیئرز پر قبضہ اسی وقت سمجھا جاتا ہے جب سرٹیفکیٹ ہاتھ میں آجائے تو پھر عدم جواز کا حکم ہونا چاہئے، بالخصوص جب کہ اس طرح سٹے کے کاروبار کی حوصلہ افزائی بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا ان متعارض جہات کی موجودگی میں احتیاط یہی ہے کہ سرٹیفکیٹ پر قبضہ کئے بغیر آگے بیع نہ کی جائے۔

اس نقطۂ نظر کے حاملین یہ ہیں:

مفتی انور علی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا اختر امام عادل، مولانا عبداللطیف گجرات۔

میرے خیال میں سوال نمبر ۱۵ اور ۱۶ کے جواب میں جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے اس کی زیادہ تر بنیاد صورتحال کی تحقیق میں اختلاف پر ہے، سوالنامہ میں جو صورت درج کی گئی ہے وہ بھی ''اگر'' کی شرط کے ساتھ تحریر ہے جس سے عدم تعین جھلکتا ہے، اس سلسلے میں آخری رائے قائم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کمپنیز اور اسٹاک ایکسچینج (بازار حصص) کے ماہرین سے چند امور کی وضاحت کرالی جائے تاکہ بربنائے بصیرت ایک متفقہ رائے تک ہماری رسائی ہوسکے۔

(۱) شیئرز کے حاضر سودے میں قانونی صورت حال کیا ہے، کیا واقعی سودا ہوجانے

Marfat.com

کے فوراً بعد شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ سے پہلے فروخت شدہ شیئرز کا ضمان، رسک (Risk) خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، شیئرز کا حاضر سودا ہو جانے کے بعد کمپنی کے کاغذات میں خریدار کا نام چڑھنے سے پہلے اگر کمپنی تباہ ہو جائے تو قانون کی نگاہ میں نقصان شیئرز بیچنے والے کا ہوا یا شیئرز خریدنے والے کا، کیا اس صورت میں خریدار بیچنے والے سے قانوناً وہ قیمت وصول کر سکتا ہے جو اس نے بیچنے والے کو دی تھی، خریداری کے بعد شیئر سرٹیفکیٹ پر خریدار کا نام چڑھنے سے پہلے اگر کمپنی شیئرز کے منافع تقسیم کرتی ہے تو یہ منافع کس کو دیئے جاتے ہیں، شیئرز بیچنے والے کو یا شیئر خریدنے والے کو، کمپنی نے اگر منافع شیئرز بیچنے والے کو دے دیئے تو کیا خریدار یہ منافع کمپنیز اور اسٹاک ایکسچینج کے قوانین کے اعتبار سے بیچنے والے سے واپس لے سکتا ہے۔

(۲) شیئر مارکیٹ اور بازار حصص کے عرف میں شیئرز کے حاضر سودے کی صورت میں شیئرز پر قبضہ کب تصور کیا جاتا ہے، سودا ہونے کے فوراً بعد یا شیئر سرٹیفکیٹ پر خریدار کا نام چڑھنے کے بعد۔

اگر اوپر درج سوالات کے جواب میں ماہرین متفق الرائے ہوں تو شاید علماء اور اصحاب افتاء کی رائے بھی متفق ہو سکے۔

۱۷- اسٹاک ایکسچینج بازار میں خرید و فروخت کے لئے واسطہ بننے والے کو ''بروکر'' کہتے ہیں (جو موجودہ وقت میں شیئرز کی خرید و فروخت اور قیمتوں سے واقفیت رکھتا ہے، اور خرید و فروخت کی کارروائی کا اندراج کرتا ہے) یعنی اس کی حیثیت ایجنٹ کی ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟ یعنی کیا بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے؟

اس سوال کا جواب بعض حضرات کی تحریر میں متعین طور پر نہیں دیا گیا ہے، باقی تمام لوگوں نے لکھا ہے کہ جن شیئرز کی خرید و فروخت جائز ہے ان کی خرید و فروخت میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے۔ ناجائز اور حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت میں بحیثیت ''بروکر'' کام کرنا جائز نہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

تمہیدی مقالات

۱-ڈاکٹر علی محی الدین قرہ داغی، قطر

۲-جناب ارشاد باقوی صاحب، بنگلور

۳-ڈاکٹر کے جی منشی، احمد آباد

Marfat.com

Marfat.com

شیئرز، کمپنی اور سرمایہ کاری

بنیادیں - شکلیں

ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی☆

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی المبعوث رحمة للعالمین وعلی آله وصحبه ومن تبع بداه إلی یوم الدین ۔

یہ حقیقت ہے کہ دور حاضر کی اقتصادیات میں جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں (Joint stock companies) کا اہم رول ہے، اسی طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ ان کمپنیوں کے اہم اثاثے اور ذرائع شیئرز ہیں، یہ شیئرز ہی ہیں جن کے ذریعہ امکانی حد تک مال کی ایک بڑی مقدار کو جمع کرنے کا عمل انجام پاتا ہے، کیونکہ اصل سرمایہ کو چھوٹے چھوٹے حصص میں تقسیم کر دینے کی وجہ سے تمام لوگوں کو اس میں شراکت کا موقعہ حاصل ہوتا ہے، اور اس مجموعی شراکت کے نتیجہ میں اصل سرمایہ کی ایک بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے، اور اس کے ذریعہ کمپنیاں بڑے بڑے پروجیکٹس شروع کر سکتی ہے۔

آج کے دور میں شیئرز کا کاروبار صرف کمپنی کے بانی شراکت داروں پر منحصر نہیں ہے، بلکہ آج کے دور میں شیئرز کی حیثیت ان سیکورٹیز کی ہوگئی ہے جو وسیع پیمانہ پر لوگوں میں اور خصوصاً انٹرنیشنل اسٹاک ایکسچینج میں متداول ہیں۔

اس موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمومی طور پر شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت کیا

☆ قطر یونیورسٹی، قطر۔

Marfat.com

ہے؟ اسی طرح شیئرز کی سرمایہ کاری، خصوصاً ان شیئرز کی سرمایہ کاری کی شرعی حیثیت کیا ہے جو عالمی کمپنیوں یا عالم اسلام کے اندرون کی مقامی کمپنیوں کی زیر ملکیت ہیں اور جن کے معاملات ربا کے شائبہ سے خالی نہیں۔

سب سے سنگین چیز جس سے ہمارا سماج دوچار ہے، غیر اسلامی (سرمایہ دارانہ یا اشتراکی) نظام کی موجودگی ہے جس کے زیر سایہ ہی عالم اسلام میں کمپنیوں کی تشکیل عمل میں آئی ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کمپنیاں صحیح اسلامی طریقہ کی پابندی نہیں کرتیں، چنانچہ بینکوں سے سودی قرض کے لین دین کا معاملہ کرتی ہیں۔

آج کے بیشتر مسلمان تذبذب اور گومگو کی کیفیت سے دوچار ہیں کہ کیا وہ ان کمپنیوں کو ترک کردیں، ان کا بائیکاٹ کردیں اور ان میں شراکت اختیار نہ کریں، دوسرے الفاظ میں فساق اور ضعیف الایمان لوگوں کو ان کمپنیوں کا نظم ونسق سنبھالنے کے لئے چھوڑ دیں جو اقتصادی زندگی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں، ایسا اس لئے کہ یہ کمپنیاں قائم ہیں اور مخلص وغیرت مند افراد کے بائیکاٹ سے ان کمپنیوں کی رفتار کار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، یا یہ کہ وہ اصلاح اور تبدیلی کے مقصد سے ان میں شراکت اختیار کریں؟

عام مسلمانوں کے اس تذبذب کے بالمقابل معاصرین کے درمیان اختلافات بھی پائے جاتے ہیں، بعض معاصرین نے مقاصد شریعت، کمپنیوں کے بائیکاٹ اور ان میں عدم مشارکت سے مرتب ہونے والے مفاسد پر غور کر کے چند شروط وضوابط کے ساتھ ان میں شراکت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، جب کہ دوسرے بعض معاصرین اس معاملہ میں حرام کے شائبہ کے پیش نظر اسے مطلقا رد کرتے ہیں۔

اس تحریر میں ہم نے پوری امانت داری اور اخلاص کے ساتھ اس مسئلہ کا جائزہ لیا ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمارے قدموں کو صحیح رخ عطا کرے گا، درست بات ہمارے دل میں ڈالے گا اور عقیدہ اور قول وعمل کی غلطی سے ہماری حفاظت فرمائے گا۔

Marfat.com

استثمار (Investment) کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

لغت میں استثمار کا معنی:

لغۃً لفظ استثمار، استثمر ،یستثمر کا مصدر ہے جس کا مفہوم ہے: طلب ثمر یعنی پھل طلب کرنا، اس کا مادہ ثمر ہے جس کے متعدد مفاہیم ہیں، اس کا ایک مفہوم درخت کا پھل اور اس کی پیداوار ہے، اس کا ایک معنی اولاد بھی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: الولد ثمرة القلب، اس کا ایک مفہوم مال کی انواع واقسام بھی ہے۔

ثمر کی میم کے فتحہ کے ساتھ کہتے ہیں :ثمر الشجر ثمورا یعنی درخت کا پھل ظاہر ہوا، اسی طرح کہا جاتا ہے: ثمر ماله یعنی اس کا مال زیادہ ہوگیا، اور أثمر الشئ کا مفہوم ہے: اس چیز کا نتیجہ ظاہر ہوگیا، اور أثمر ماله۔ لام کے ضمہ کے ساتھ۔ کا مفہوم ہے: اس کے مال کی کثرت ہوگئی۔

اسی طرح کہا جاتا ہے: استثمر المال وثمّرہ (میم کی تشدید کے ساتھ) اس کا مطلب ہوا: اس نے مال کو پیداواری عمل میں لگایا، رہ گیا لفظ ثمرہ تو وہ ثمر کا واحد ہے، جب اس کی اضافت شجر (درخت) کی طرف کردی جاتی ہے تو اس کا مفہوم ہوتا ہے: درخت کا پھل، اور جب اس کی اضافت کسی شئے کی طرف کردی جاتی ہے تو اس کا مفہوم ہوتا ہے اس شئے کا فائدہ، اور قلب کی طرف اس کی اضافت ہو تو اس کا مفہوم ہوتا ہے قلب کی محبت، ثمرة کی جمع ثمَر ، ثمار اور أثمار بھی آتی ہے(۱)۔

استثمار کا اصطلاحی مفہوم:

لفظ " تشمیر "فقہاء کے عرف میں اس مقام پر ذکر کیا گیا ہے جہاں انہوں نے سفیہ اور رشید کے سلسلے میں گفتگو کی ہے، چنانچہ فقہاء کہتے ہیں کہ رشید وہ ہے جو اپنے مال کی تثمیر اور اصلاح پر قادر ہو، اور سفیہ جو ایسا نہ ہو، امام مالک فرماتے ہیں:

"الرشد تثمير المال و إصلاحه فقط" یعنی رشد (Maturity) مال کی صرف

Marfat.com

تثمیر اور اس کی اصلاح ہے(۲)۔

فقہاء نے تثمیر سے وہی مراد لیا ہے جو آج ہم استثمار سے مراد لیتے ہیں (۳)۔

جہاں تک لفظ استثمار کا تعلق ہے تو وہ آج کے اقتصادی مفہوم میں مذکور نہیں ہے، اسی لئے معجم الوسیط میں ہے :"الاستثمار: استخدام الأموال فی الإنتاج، إما مباشرة بشراء الآلات والمواد الأولية، و إما بطريق غير مباشر كشراء الأسهم والسندات'' یعنی استثمار کا مفہوم ہے: سرمایے کو پیداوری عمل میں لگانا، خواہ وہ براہ راست ہو جیسے مشینوں اور خام مال کی خرید کے ذریعہ، یا بالواسطہ ہو جیسے شیئرز اور بانڈز کی خرید۔ المعجم الوسیط میں اس تعریف کے بعد ''مج'' کا رمز دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مفہوم ''مجمع اللغۃ'' کا وضع کردہ ہے(۴)۔

استثمار (سرمایہ کاری) کا حکم:

شرعی نصوص اور شریعت کے عمومی مقاصد سے واضح ہوتا ہے کہ سرمایہ کاری مجموعی طور پر واجب ہے، یعنی امت کے لئے جائز نہیں کہ سرمایہ کاری کو ترک کرے۔

کیونکہ فرد اور امت کی زندگی میں مال کی اہمیت نصوص سے ثابت ہے، بیشتر آیات میں مال کو نفس پر مقدم رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مال کا بطور امتنان ذکر فرمایا ہے، اور مجاہدین اور حصول رزق کے لئے کوشاں لوگوں کو برابر قرار دیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ مزمل کے آخر میں ہے، اور بیشتر احادیث میں کام کرنے والے اور تاجر کو مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا گیا ہے۔ ان تمام باتوں سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ مال پر توجہ دینا، اس کی سرمایہ کاری اور اس کو مستحکم کرنے کی کوشش کرنا واجب ہے، تاکہ امت جہاد، تعمیر، علم، ترقی، سعادت وخوشحالی، بیداری اور تمدن پر قادر ہو سکے، کیوں کہ یہ سارے امور مال ہی سے تکمیل کو پہونچ سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التي جعل الله لكم قياماً وارزقوهم فيها''(۵)۔

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال کو اسلامی معاشرہ کا ستون (سہارا) قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاشرہ مال ہی کے ذریعہ قائم اور حرکت پذیر ہے اور اسی کے ذریعہ اسے فروغ حاصل ہوسکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "وارزقوھم فیھا" میں ہے، یہاں '' منہا'' کے بجائے '' فیھا'' کہا گیا ہے، اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ استثمار (سرمایہ کاری) واجب ہے، تا کہ استثمار سے حاصل ہونے والے منافع سے مجورین (under guardianship) (یعنی بچے اور ذہنی طور پر معذور افراد) کے اخراجات پورے کئے جائیں، نہ کہ اصل سرمایہ سے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

...... یہاں "فیھا" کہا گیا ہے "منہا" نہیں کہا گیا ہے، تا کہ یہ اس بات کا حکم نہ ہو کہ لوگ اپنے مال کے کچھ حصے کو اپنے لئے ذریعۂ رزق بنالیں، بلکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے مال کو ذریعۂ رزق اس طرح بنائیں کہ اس میں تجارت کریں اور سرمایہ کاری کریں اور منافع سے اپنے رزق کا کام لیں نہ کہ اصل سرمایہ سے..........(۶)۔

اور یہ مسلم ہے کہ مال میں زکاۃ کے وجوب کی وجہ سے لوگ تجارت پر آمادہ ہوں گے، کیونکہ اگر وہ اس میں تجارت نہیں کریں گے تو صدقہ اور اخراجات سے وہ ختم ہو جائیں گے، موجودہ اقتصادی نقطۂ نظر بھی اس کی تائید کرتا ہے، چنانچہ وہ مال والوں پر مختلف قسم کے ٹیکس عائد کرتا ہے، تا کہ وہ اسے جمع نہ کرسکیں، بلکہ چند احادیث جو مجموعی حیثیت سے صحیح یا حسن کے درجہ کی ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صغار (یتیم وغیرہ) اور مجورین (کم عقل، مجنون اور ناقص اہلیت والے) کے مال میں تجارت واجب ہے، چنانچہ امام شافعی نے یوسف بن ماھک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' یتیم کے مال میں (یا یتامی کے اموال میں) ذریعہ آمدنی تلاش کرو۔ تا کہ اسے صدقہ ختم یا صرف نہ کر ڈالے''، امام نووی اور بیہقی فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، لیکن مرسل ہے، جس کی تائید دوسرے نصوص اور یتیم کے مال میں زکاۃ

Marfat.com

کے وجوب سے متعلق صحابہ سے مروی صحیح روایات سے ہوتی ہے(۷)۔

شیخ قرضاوی فرماتے ہیں: احادیث وآثار اوصیاء (guardians) کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ یتیموں کے مال کی سرمایہ کاری کرنا واجب ہے، تاکہ زکاۃ اسے ہضم نہ کر لے.... لہذا یتیموں کے سرپرستوں پر ان کے اموال کو بڑھانا اسی طرح واجب ہے جس طرح ان کے ذمہ یتیموں کے مال کی زکاۃ نکالنا واجب ہے، ہاں ان دونوں حدیثوں (عمرو بن شعیب کی مرفوع حدیث اور یوسف بن ماہک کی حدیث) میں سند یا اتصال کے اعتبار سے ضعف ہے، لیکن چند امور سے وہ دونوں قوی کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں، شیخ نے ان میں سے ایک کا ذکر اس طرح فرمایا ہے: ''یہ روایت اسلام کے عمومی اقتصادی نظام کے مطابق ہے جو سرمایہ کاری کے وجوب اور دولت کے ارتکاز کی حرمت پر مبنی ہے'' (۸)۔

دولت کی سرمایہ کاری کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے: '' کی لایکون دولة بین الأغنیاء منکم'' (۹) کیوں کہ مال کے متداول ہونے کی صورت یہی ہے کہ صدقات تقسیم کئے جائیں، اور ایسی سرمایہ کاری کی جائے جس کے نتیجہ میں مزدور، کاریگر، تاجر اور اسی طرح دوسرے تمام لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''و أعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' (۱۰) اور بلاشبہ قوت میں مال کی قوت بھی شامل ہے، بلکہ بیشتر آیات میں اسے نفس پر مقدم کیا گیا ہے، لہذا اگر جسم اور ہتھیار کی قوت مطلوب ہے تو مال کی قوت اشد اور وجوبی طور پر مطلوب ہے۔

پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ شریعت اسلامی کا ایک مقصد مال کی حفاظت ہے، اور یہ مقصد مال کی سرمایہ کاری کر کے اور اسے فروغ دے کر ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح شریعت کا ایک مقصد خدائی نظام کی روشنی میں کائنات کی تعمیر بھی ہے: '' هو أنشأكم من الأرض واستعمركم فيها'' (۱۱) اس آیت کے ذیل میں مفسرین فرماتے ہیں: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے (اللہ تعالیٰ نے) تمہیں روئے زمین پر اپنی ضروریات زندگی کی تعمیر کا حکم دیا جیسے مکانات

Marfat.com

کی تعمیر اور شجر کاری (۱۲) اسی طرح شریعت کا ایک مقصد استخلاف (جانشیں وخلیفہ بنانا) بھی ہے، جس کا تقاضا ہے کہ زمین کے امور انجام دیئے جائیں، اس کا نظم ونسق سنبھالا جائے، اس سے خلق کو فائدہ پہنچایا جائے اور اسے آباد کیا جائے، یہ تمام مقاصد مکمل طور پر سرمایہ کاری کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ:

یہ کہ عمومی طور پر سرمایہ کاری واجب کفایہ ہے، لہٰذا امت پر واجب ہے کہ سرمایہ کاری کے امور انجام دے تاکہ مال میں وسعت ہو، افراد برسر روزگار ہوں اور اگرچہ مالداری کی حد تک نہیں لیکن بقدر کفایت تمام لوگوں کو (مال) ملے، اور اس سلسلے میں فقہی قاعدہ ہے کہ جس چیز پر واجب کے تحقق کا دارومدار ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس زائد از ضرورت مال ہو تو کیا اس پر سرمایہ کاری واجب ہے؟ تو منہج اسلامی اس کے تعلق سے کہ بلاشبہ مال اللہ کا مال ہے اور اس پر انسان کی ملکیت مطلق نہیں مقید ہے، جس کا تقاضہ کرتا ہے وہ یہ کہ اس پر شرعی طریقوں سے مال کی سرمایہ کاری واجب ہے، خواہ یہ سرمایہ کاری وہ خود سے کرے یا شرکت ومضاربت جیسے طریقوں سے یہ سرمایہ کاری کی جائے، اور اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے سرمایہ کاری کے قابل مال کو یونہی چھوڑ دے، اور سرکولیشن کے میدان میں اپنا رول ادا کرنے اور اس کے اقتصادی دائرے میں اضافہ کو جو سوسائٹی کے لئے منفعت عامہ کا باعث ہے معطل کر دے۔

اسی طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ سماج اور امت کی قوت کا دارومدار سماج اور امت کے افراد پر ہے خصوصاً اسلام کے اقتصادی نظام کی روشنی میں جو کہ انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس بات کا قائل ہے کہ حکومت کی ملکیت محدود ہوتی ہے، چنانچہ امت کے افراد پر ایک بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سرمایہ کاری کے ذریعہ مال کی زیادتی اور اس کی ترقی وتقویت کے لئے جدوجہد کریں۔

Marfat.com

شیخ محمد شلتوت فرماتے ہیں: "جب عقل و دین کا تقاضا ہے کہ جس چیز کے ذریعہ واجب کا تحقق ہوتا ہو وہ بھی واجب ہے، اور اسلامی جماعت کا غلبہ اہل اسلام کی اولین ذمہ داری ہے، اور اس کا دارومدار تین ستونوں پر ہے یعنی زراعت، صنعت اور تجارت، تو یہ تینوں ستون واجب قرار پائے اور ان کی ایسی باہمی ترتیب و تنسیق کہ جس سے امت خیر و فلاح سے ہمکنار ہو واجب ٹھہری....." (۱۳)۔

سرمایہ کاری سے متعلق اسلامی نظام کے بنیادی خطوط:

اس مقالہ میں اس موضوع کی تفصیلات کا احاطہ مشکل ہے، لہذا ہم مختصراً اس موضوع کے اہم خطوط کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔ یہ خطوط مندرجہ ذیل ہیں:

اول: اسلام میں جو سرمایہ کاری کا منہج ہے اس سے اسلامی فکر و عقیدہ الگ نہیں ہے، جس طرح سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دارانہ نظریہ ہی سرمایہ کاری کے امور انجام دیتا ہے ، اور جس طرح کمیونسٹ نظریہ سابقہ سوویت یونین اور دوسرے اشتراکی ممالک میں اپنے مخصوص وسائل کے ذریعہ اپنے فلسفیانہ حدود اور اپنے مقاصد کے تحت ہی سرمایہ کاری کا عمل انجام دیتا ہے۔ اسی طرح اسلامی عقیدہ بھی اسلام کے اقتصادی نظریہ، سرمایہ کاری کے طریق کار، ذرائع، اسباب اور وسائل میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے، چنانچہ ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ مال اللہ کی ملکیت ہے اور وہ اس سلسلہ میں قائم مقام اور جانشین کی حیثیت رکھتا ہے، اسی بنا پر اس کے لئے لازم ہے کہ وہ سرمایہ کاری وغیرہ کے معاملہ میں منہج الٰہی کے تحت ہی کام کرے، اور خدائی شریعت کو پس پشت نہ ڈال دے، اسی طرح اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ کائنات کو عدل اور حق سے معمور کرے اور دوسروں پر شاہد بنے۔

اس عقیدہ کی بنیاد پر مومن کے اعمال کافر سے مختلف ہوتے ہیں، چونکہ ایک مسلمان کمانے، خرچ کرنے اور سرمایہ کاری میں رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے جب کہ ایک کافر سب سے پہلے تمام قدروں پر اپنے شخصی مفادات کو فوقیت دیتا ہے پھر اپنی قوم کے مفادات کو، بلکہ

Marfat.com

حقیقت تو یہ ہے کہ ان دونوں کے علاوہ دوسری قدریں اس کے پیش نظر نہیں ہوتیں، مومنین کی صفت بیان کرتے ہوئے قرآن یہ کہتا ہے: ”ویطعمون الطعام علی حبه مسکیناً ویتیماً وأسیراً إنما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزاءً ولا شکوراً“ (۱۴) جبکہ کافر کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ اسے یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں اس کو اپنا کوئی دنیوی مفاد نظر نہیں آتا، اگر وہ کسی کو کھلاتا بھی ہے تو اس سے اس کا مفاد وابستہ ہوتا ہے، جیسے جاہ ومنصب کے حامل افراد (کہ ان کو کھانا کھلانے کا مقصد حصول مفاد ہے) چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ” أرأیت الذی یکذب بالدین، فذلک الذی یدعّ الیتیم ولا یحضّ علی طعام المسکین“ (۱۵) اسی عقیدہ کی بنا پر مسلمان یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ سود مالوں کو مٹانے اور اس کو کم کرنے کا باعث ہے، اور صدقات وخیرات کرنے سے اس میں اضافہ ہوتا ہے، یقیناً یہ تصور کافر کے تصور کے بالکل برعکس ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یمحق الله الربا ویربی الصدقات“ (۱۶)۔

اسی عقیدہ کی بنا پر وہ محرمات سے پرہیز کرتا ہے اور طاعات کی طرف لپکتا ہے، وہ سرمایہ کاری، تجارت اور محنت کر کے یہ سمجھتا ہے کہ اس نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور اس عمل پر وہ اپنے کو اجر وثواب کا مستحق سمجھتا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ وہ انجام کار کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نقصان کی صورت میں وہ رنجیدہ اور غمزدہ نہیں ہوتا، نہ آسودگی، خوشحالی اور نفع کی صورت میں اتراتا اور سرکشی کرتا ہے: ” لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم“ (۱۷)۔ چنانچہ وہ ہمیشہ دو میں سے ایک یا دونوں مقامات میں ہوتا ہے: یعنی حمد وشکر کے مقام میں، اور صبر ورضا کے مقام میں۔

اسی طرح اس عقیدہ کے نتیجہ میں اللہ تعالی کے اوامر اور نواہی کی تعمیل میں تیزی آ جاتی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ایمان کے ذکر کو اپنے اوامر ونواہی پر مقدم فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن

Marfat.com

تکون تجارة عن تراض منکم" (۱۸)۔اسی طرح ارشاد باری ہے:"یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا مابقی من الربا إن کنتم مؤمنین" (۱۹)۔

دوسری طرف اگر مسلمان سرگرم عمل ہوتا ہے اور سرمایہ کاری کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اس عقیدہ کے پیش نظر ہوتا ہے کہ الٰہی نظام کے مطابق کائنات کی تعمیر کرنا اور سارے جہاں میں خیر ورحمت کو عام کرنا اس کا فرض ہے۔

دوم: سرمایہ کاری کے سلسلہ میں اسلامی نظام کی بنیاد اور اہم صفت یہ ہے کہ وہ اقدار، اخلاق اور اصولوں کا نگہبان ہوتا ہے، اسی لئے اسلام نے حیلے، فریب، استحصال اور فراڈ (Fraud) کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ صحیح احادیث میں ہے کہ " من غشّنا فلیس منا"(جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں) (۲۰) اسی طرح تدلیس کی حرمت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، خواہ وہ قول کے ذریعہ سے ہو جیسے نجش (۲۱) کی صورت میں، یا فعل کے ذریعہ ہو جیسے تصریۃ (۲۲) وغیرہ کی شکل میں۔اس کے بالمقابل اسلام نے لازم قرار دیا ہے کہ سرمایہ کاری عدل کی بنیاد پر اور بیع وشراء اور تقاضے میں رواداری کی بنیاد پر کی جائے، اور مبیع میں جیسے کچھ بھی عیوب ونقائص ہوں ان کو بغیر جھوٹ، قسم اور جعلسازی کے صاف صاف بیان کردیا جائے (۲۳)۔

سوم: اسلامی نظام سرمایہ کاری کا ایک بنیادی امتیاز یہ ہے کہ وہ شریفانہ اور صالح مارکیٹ کمپیٹیشن کی نگرانی کرتا ہے اور حکومت کی کسی قسم کی مداخلت کے بغیر تمام لوگوں کو مواقع فراہم کرتا ہے، حکومت صرف اسی صورت میں مداخلت کرسکتی ہے جب شرعی ضوابط اور کمزوروں کے حقوق کا تحفظ مقصود ہو، اسی وجہ سے مارکیٹ کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری پبلک اتھارٹی پر ہوتی ہے جو شخصی وقومی تحفظ اور احتسابی نظام کی شکل میں سامنے آتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے کمزور عقل والے کو حق خیار عطا فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ خرید وفروخت میں وہ دھوکہ کھا جاتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "إذا بایعت فقل: لاخلابة "۔امام احمد

Marfat.com

اور اصحاب سنن نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خرید وفروخت کرتا تھا، اس کی عقل کچھ کمزور تھی، اس کے گھر والے آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول: فلاں پر پابندی عائد کردیجئے، وہ خرید وفروخت کرتا ہے جب کہ وہ کمزور عقل والا ہے، تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور منع فرمایا، تو اس نے کہا کہ میں تو بیع سے صبر نہیں کرسکتا، تب آپ ﷺ نے فرمایا: "**إن كنت غير تارك للبيع فقل هاء وها، ولا خلابة**" (۲۴)۔ یہ حدیث اس امر کی رہنمائی کے لئے اچھی بنیاد ہے کہ کمزور عقل والوں کو اور دوسروں کے زیر سایہ رہنے والے ان لوگوں کو جنہیں کاروبار اور معاملات کا تجربہ نہ ہو اس کا زیادہ موقع دیا جانا چاہئے کہ وہ اپنے لئے خیار کی شرط لگائیں، بلکہ یہ حق انھیں اس وقت تک دیا جانا چاہئے جب تک ان کے غبن میں پڑنے کا اندیشہ برقرار رہے اگرچہ وہ خیار کی شرط نہ لگائیں (۲۵)۔

چہارم: (اسلامی نظام سرمایہ کاری کے اہم اوصاف میں سے ایک) ظلم وربا، لوگوں کے مال ناجائز طور سے کھانے اور قمار بازی کو حرام قرار دینا ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے وہ افعال بھی جن کو اسلام نے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔

شیئرز

اسہم جمع ہے سہم کی۔ لغت میں اس کے متعدد معنی ہیں: اس کا ایک معنی حصہ ہے جس کی جمع ہے "سھمان" سین کے ضمہ کے ساتھ۔ اس کا ایک مفہوم وہ لکڑی ہے جس کے ایک سرے پر کمان سے پھینکا جانے والا پھل ہوتا ہے اسکی جمع سہام ہے۔ اس کا ایک معنی وہ تیر ہے جس سے قرعہ اندازی کی جاتی ہے یا جس سے جوا کھیلا جاتا ہے، اسی سے کہتے ہیں: **أسهم بينهم** یعنی اس نے اس کے درمیان قرعہ اندازی کی، اسی طرح کہتے ہیں: **ساهمه** یعنی اس نے کھیل میں مقابلہ

Marfat.com

کیا اور دوسرے پر غالب آیا، اور کہتے ہیں: ساھمه یعنی اس نے اس کے ساتھ شراکت اختیار کی اور ایک حصہ حاصل کیا، المعجم الوسیط میں ہے: ومنه شركة المساهمة(۲۶) (اسی سے جوائنٹ اسٹاک کمپنی ہے)، قرآن کریم میں ہے: "فساهم فكان من المدحضين" (سورہ الصافات / ۱۴۱) أي قارع بالسهم فكان من المغلوبين(۲۷)۔ ماہرین معاشیات "سہم" کا اطلاق کبھی دستاویز پر کرتے ہیں اور کبھی حصص پر، دونوں کا مفہوم ایک ہے، پہلے مفہوم کے اعتبار سے ان کا خیال ہے کہ سہم سے مراد وہ دستاویز ہے جو کمپنی کے اصل سرمایہ کے ایک حصہ کی نمائندگی کرتی ہے، یہ حصہ کمپنی کے سرکولیشن کے حساب سے گھٹتا بڑھتا ہے۔

دوسرے مفہوم کے اعتبار سے ماہرین معاشیات کا خیال ہے کہ سہم سے مراد کسی سرمایہ دار کمپنی میں شیئرز ہولڈر کا حصہ ہے، یا وہ حصہ ہے جس کی قیمت کے مطابق کمپنی کا وہ مجموعی سرمایہ منقسم ہوتا ہے جو قدر عرفی والے دستاویز میں مذکور ہوتا ہے، کیونکہ شیئرز مجموعی طور پر کمپنی کے اصل سرمایہ کی نمائندگی کرتے اور یکساں قیمت کے حامل ہوتے ہیں (۲۸)۔

شیئرز کا خاصہ یہ ہے کہ وہ یکساں قیمت کے حامل ہوتے ہیں، ایک شیئر منقسم نہیں ہوتا، خواہ وہ عام ہو یا خاص، اصولی طور پر حقوق والتزام میں یکسانیت اور مساوات پر مبنی ہوتا ہے اور متداول ہوتا ہے، لیکن بعض قوانین نے (جیسے سعودی نظام نے) بانیوں کے زیر ملکیت حصص کو اس سے مستثنی قرار دیا ہے، چونکہ عام قاعدہ کے مطابق دو مکمل مالی سال کے بعد اور میزانیہ (بجٹ) کے عام ہونے سے پہلے اس کا اجراء درست ہوگا۔ اسی طرح انتظامیہ کی سیکورٹی کے لئے انتظامی کونسل کے ممبر کی طرف سے پیش کئے گئے سیکورٹی شیئرز کا اجراء دوران ممبری درست نہیں ہے، اور اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک کہ جواب دہی کے دعوی کی سماعت کے لئے مقررہ مدت ختم نہ ہو جائے (۲۹)۔

کمپنی کے اصل سرمایہ کی تقسیم کا حکم:

قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اصل سرمایہ کی مختلف حصص واجزاء میں تقسیم اور سابقہ شرائط کا

Marfat.com

عائد کیا جانا اسلامی شریعت کے عام اصولوں اور کمپنی سے متعلق عام فقہی قواعد سے متعارض نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں کمپنی کے معاملہ کے تقاضے سے متصادم ہونے والی کوئی چیز نہیں، بلکہ اس میں تنظیم، تیسیر (آسانی پیدا کرنا) اور رفع حرج ہے جو اس شریعت کا ایک نمایاں وصف ہے اور ایفائے عقود کے ضمن میں داخل ہے" **يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود.....**" (المائدہ/۱)، اور رسول اللہ ﷺ کا قول ہے: "**المسلمون عند شروطهم**" (۳۰) اور ایک روایت میں ہے: "**.......والمسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما**" (۳۱)، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے (۳۲)۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر قسم کی مصالحت اور شرط جائز ہے، سوائے اس شرط اور مصالحت کے جس کی حرمت پر دلیل قائم ہو جائے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلح و شرط میں اصل اباحت ہے، اور ممانعت ایک خاص دلیل کی بنا پر ثابت ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "کتاب و سنت اسی مفہوم کی شہادت دیتے ہیں....." (۳۳) مزید فرماتے ہیں: "شروط میں اصل صحت اور لزوم ہے سوائے ان کے جن کے خلاف دلیل قائم ہو جائے.....کیونکہ کتاب و سنت عقود و عہود کے ایفاء پر دلالت کرتے ہیں اور غدر و بدعہدی کی مذمت کرتے ہیں.....اور یہاں مقصود اصول و نصوص کا یہ مقتضی ہے کہ شرط کو لازم قرار دیا جائے مگر یہ کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو......" (۳۴)۔

یہ امر مخفی نہیں کہ سابقہ قواعد کے نتیجہ میں فقہ اسلامی ہر ایسے عقد، یا تصرف یا مالی یا انتظامی تنظیم کو قبول کرتی ہے جب تک کہ وہ کتاب و سنت کے نصوص سے متعارض نہ ہو اور اس کے عمومی قواعد سے متصادم نہ ہو، اور یہ کہ شریعت غراء ہر نفع بخش حکمت کو مومن کی متاع گم شدہ قرار دیتی ہے بلا لحاظ اس کے کہ اس کا سرچشمہ اور نام کیا ہے، اصل و اساس تو اس کا مفہوم، اس کے مشمولات، اس کے وسائل و مقاصد اور اس سے پیدا شدہ مصالح و منافع یا مضرتیں اور مفاسد ہیں۔

Marfat.com

شیئرز کی خصوصیات اور حقوق:

شیئرز کی چند خصوصیات ہیں جن میں سے کچھ اہم یہ ہیں:

قانون کے طے کردہ ضابطہ کے مطابق شیئر کی قیمت میں برابری، اور اس کے حقوق میں برابری ہوتی ہے، اور ہر شیئر ہولڈر کی ذمہ داری اس کے حصص کی قیمت، اس کے تداول کی صلاحیت، اور شیئرز کی تجزی کی عدم صلاحیت کے مطابق ہوتی ہے۔ شیئرز کے حقوق کا جہاں تک تعلق ہے تو اس سے مراد ہے کمپنی میں شیئر ہولڈر کا حق بقاء، عمومی اجلاس میں رائے دہندگی کا حق، حق سرپرستی، منتظمین کے خلاف دعوی مسئولیت دائر کرنے کا حق، منافع میں حصہ کا حق، احتیاطات (Reserves) اور شیئرز سے دست کش ہونے اور اس میں تصرف کا حق، اندراج میں ترجیح کا حق، اور کمپنی کے تحلیل ہونے کے وقت کمپنی کے اثاثہ جات کی تقسیم کا حق (۳۵)۔

اجراء اور دائرۂ کار کی حیثیت سے شیئرز کا حکم:

ہم نے ذکر کیا ہے کہ کمپنی کے اصل سرمایہ کی مساوی حصص میں تقسیم جنہیں شیئرز کہتے ہیں، درست ہے، اس میں اسلام کے اصول و مبادی سے کسی قسم کا تعارض نہیں پایا جاتا۔ یہاں پر ہم عمومی شکل میں ان شیئرز کے متداول ہونے اور خرید و فروخت وغیرہ کے ذریعہ ان میں عام طور پر تصرف کرنے کا حکم بیان کریں گے، پھر ہم ہر قسم کے شیئر کو بیان کرتے وقت اللہ کی توفیق سے اس کا خاص حکم بھی بیان کریں گے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ بعض محققین نے شیئرز سے متعلق معاصر علماء کے اختلاف کو مطلقاً نقل کیا ہے بغیر کسی تفصیل کے کہ اس سلسلہ میں ان کی طرف سے کوئی صراحت موجود ہے یا نہیں بلکہ عمومی طور پر کمپنیوں کے بارے میں ظاہر کردہ ان کی آراء سے سمجھے گئے مفاہیم پر اعتماد کر لیا گیا ہے (۳۶)۔

اس اطلاق پر اعتماد نہیں کیا جانا چاہئے، کیونکہ طے شدہ اصول ہے: "**لازم المذهب ليس بمذهب**"۔ اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ ان علماء کے تمام مباحث ان کمپنیوں کے سلسلے میں

Marfat.com

ہیں جو مسلم ممالک میں قائم کی گئی ہیں، اوران مباحثوں کا ان کمپنیوں سے کوئی تعلق نہیں جنہوں نے متعینہ طور پر اپنادائرہ کار خنزیر اور شراب جیسے محرمات کو بنایا ہے......(۳۷)۔

اسی وجہ سے ہم شیئرز کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں:

ایک قسم وہ ہے جو واضح طور پر حرام ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس میں بحث، تفصیل اور اختلاف کی گنجائش ہے۔

پہلی قسم وہ شیئرز ہیں جن کا دائرہ کار خنزیر، شراب، نشہ آور اشیاء، جوا اور دیگر محرمات ہیں، اسی طرح وہ کمپنیاں بھی اس میں شامل ہیں جن کا کاروبار سود پر منحصر ہو، جیسے سودی بینک۔

اس قسم کے تمام شیئرز کا اجراء اور اس میں شراکت اختیار کرنا درست نہیں اور نہ خرید و فروخت کے ذریعہ یا ان جیسے دوسرے امور کے ذریعہ ان میں تصرف جائز ہے۔ ابن القیم بعض اشیاء کی بیع کی حرمت سے متعلق احادیث کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ جامع کلمات تین اجناس کی تحریم پر مشتمل ہیں: عقل کو خراب کرنے والے مشروبات جیسے خمر، ایسے کھانے جو طبیعت کو مکدر بنانے والے اور ناپاک غذا دینے والے ہوں جیسے مردار کا گوشت اور خنزیر، اور اعیان جیسے بت جو ادیان کو خراب کرنے اور فتنہ اور شرک کا باعث بنتے ہیں، اس طرح شارع نے پہلی قسم کو حرام قرار دے کر عقول کو زائل کرنے اور خراب کرنے والے اسباب سے ان کی حفاظت فرمائی، دوسری قسم کو حرام قرار دے کر قلوب کو مفسدات یعنی غذاء خبیث کو ان تک پہونچنے سے بچایا......اور تیسری قسم کو حرام قرار دیکر ادیان کو ان امور سے محفوظ فرمادیا جو ان کے بگاڑ کے لئے وضع کئے گئے ہیں (۳۸)۔

یہی وہ اصول ہے جس سے تجاوز کرنا درست نہیں اور نہ اس میں توقف کیا جانا مناسب ہے، حرام شیئرز کی اس قسم کے علاوہ بھی دو قسمیں ہیں:

قسم اول:

ان کمپنیوں کے شیئرز جو اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق قائم ہیں، اور جن کا راس المال

Marfat.com

حلال ہے، وہ حلال کاروبار بھی کرتی ہیں، اوران کا بنیادی معاہدہ اس بات کی صراحت بھی کرتا ہے کہ وہ حلال کے حدود میں کاروبار کرتی ہیں، اور سودی قرض کالین دین نہیں کرتیں، نہ ہی بعض کے مقابلہ میں بعض کے لئے مخصوص رعایت یامالی ضمانت کی ذمہ داری لیتی ہیں۔ کمپنیوں کے اس قسم کے شیئرز خواہ وہ کمپنیاں تجارتی ہوں، صنعتی ہوں یا زرعی، ان کے حلال ہونے اوران میں ہر قسم کے شرعی تصرفات کے درست ہونے کے بارے میں فقہاء کا قول طے شدہ ہے، کیونکہ مالی معاملات وتصرفات میں اصل اباحت ہے، اوران شیئرز میں کوئی حرام شئی شامل نہیں ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ان شیئرز کی وجہ سے کمپنی کے سرمائے کو جدید اقتصادی اصولوں کے تقاضے کے مطابق اور کسی اسلامی اصول سے تصادم کے بغیر منظم کیا گیا ہے۔

اسی کے ساتھ اس کے متعلق دوامور سامنے آئے:

امراول: جسے ایک مؤلف نے اٹھایا وہ یہ کہ یہ شیئرز اس سرمایہ دارانہ نظام کا ایک جزو ہیں جو اجمالاً یا تفصیلاً کسی بھی طرح اسلام ؑ سے ہم آہنگ نہیں ہے، بلکہ جدید کمپنیاں اور خصوصا فائنانس کمپنیاں حرام اور شرعاً ناجائز ہیں، کیونکہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے نقطۂ نظر کی نمائندگی کرتی ہیں، لہذا نہ ان کا اختیار کرنا درست ہے اور نہ انہیں فقہ اسلامی میں موجود کمپنیوں کے اصول وضوابط کے تابع کرنا درست ہے(۳۹)۔

یہ عام حکم قابل التفات نہیں اور نہ اسے قبول کیا جائے گا، کیونکہ اسلام کسی چیز کو صرف اس وجہ سے رد نہیں کرتا کہ وہ فلاں نظام سے ماخوذ ہے، یا اس میں موجود ہے، اسلام میں حکم موضوعی اور اس بنیاد پر مبنی ہوتا ہے کہ وہ قواعد شرعیہ سے کس حد تک ہم آہنگ یا متصادم ہے، کیونکہ "الحكمة ضالة المؤمن فهو أحق بها أنیّ وجدها" (حکمت تو مومن کا گم شدہ سرمایہ ہے، اسے جہاں کہیں پالے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے) اور چونکہ حلال پر مبنی شیئرز کسی مانع شرعی پر مشتمل نہیں ہیں اس لئے جیسا کہ ذکر کیا جاچکا، ان کو حرام قرار دینا درست نہیں۔

اسی طرح یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ شیئرز کمپنی کے اثاثے کی قیمت سے متعلق

Marfat.com

دستاویزات کے مقابلہ میں ہیں، یہ کمپنی کے تخمینہ کے وقت کمپنی کے ثمن کی نمائندگی کرتے ہیں، یہ کمپنی کے غیر منفک اجزاء نہیں ہیں، اور نہ کمپنی کے قیام کے وقت اس کے راس المال کی نمائندگی کرتے ہیں (۴۰) یہ الگ بات ہے کہ شیئرز کا یہ حکم اور تصور حقیقت سے بعید ہے، معاصر کمپنیاں جس حقیقت پر مبنی ہیں وہ یہ ہے کہ شیئرز دستاویزات نہیں ہیں، یہ تو کمپنی کے حصص ہیں، اور ہر شیئر کمپنی کے ڈھانچہ کے ایک غیر منفک جز کے بالمقابل ہے، اور شیئرز کا مجموعہ ہی کمپنی کا اصل سرمایہ ہے (۴۱)۔

جیسا کہ انہوں نے شیئرز کو کرنسی نوٹوں پر قیاس کیا ہے جن کی قیمت بدلتی اور تبدیل ہوتی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کمپنی کے آغاز کے بعد شیئر کی راس المال والی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ ان سیکورٹیز کی صورت اختیار کر لیتا ہے جن کی ایک متعین قیمت ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیئرز کی یہ فقہی تطبیق دقت نظر پر مبنی نہیں ہے اور انہیں کرنسی نوٹوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ شیئرز دراصل کمپنی کے وہ حصص اور اجزاء ہیں جو کمپنی کے راس المال اور اس کے اثاثے کے مقابلے میں ہوتے ہیں، یہ اگرچہ تحریری دستاویزات ہوتے ہیں لیکن ان سے مقصود وہی ہوتا ہے جو ان کے مقابلے میں ہے۔

جہاں تک اتار چڑھاؤ کا مسئلہ ہے تو اس کے اسباب شیئرز میں مختلف ہوتے ہیں اور نقود میں مختلف ہوتے ہیں، چنانچہ شیئرز کی قیمت میں تغیر خود کمپنی کی فعالیت کا نتیجہ ہوتا ہے، لہذا جب اس کے منافع بڑھ جاتے ہیں، یا اس کے ساتھ اس کے اثاثوں کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اس پر لوگوں کا اعتماد بڑھ جاتا ہے تو ان کی قیمت بڑھ جاتی ہے، اور خسارہ کی صورت میں ان کی قیمت گھٹ جاتی ہے، اس کی مثال اس شخص یا شرکاء کی ہے جن کے پاس متعین سامان ہوں اور انہوں نے ان کو اچھے منافع پر فروخت کیا ہو، تو اس صورت میں نفع کے بقدر ان میں سے ہر ایک کے مال کا تناسب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح ان میں سے بعض کے مفقود ہو جانے یا ہلاک ہو جانے، یا سامان کو خسارہ کے ساتھ فروخت کیے جانے کی صورت میں ان میں سے ہر ایک کے مال کا

Marfat.com

تناسب گھٹ جاتا ہے۔پس یہ کمپنیوں کے شیئرز کا ایک مختصر سا نمونہ ہے۔

جہاں تک کرنسی نوٹوں کا تعلق ہے تو ان کے گھٹنے کا سبب افراط زر اور اس سے متعلق بین الاقوامی نظام اور مزید کرنسی نوٹ جاری کرنے کی ملکی پالیسی ہوتی ہے، جس کا حقیقی بدل نہیں پایا جاتا، ان کے علاوہ اور دوسرے اقتصادی عوامل اس کا سبب بنتے ہیں، جبکہ کمپنی کا جز بننے والے رقم کی نمائندگی کرنے والا شیئر کمپنی کے سرمائے اور اثاثے میں نمائندگی کرتا ہے۔

امر دوم: جو اس قسم کے شیئرز کے متعلق زیر بحث لایا گیا ہے اس کا تعلق ان کی خرید و فروخت سے ہے، اور اس سلسلہ میں تین باتیں (ملاحظات) قابل غور ہیں جنہیں ہم جواب کے ساتھ بیان کرتے ہیں (۴۲):

اول: جہالت، کیونکہ مشتری کو شیئرز کی معنویت کا تفصیلی علم نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے: کہ جہالت صحت عقد کے لئے اس صورت میں مانع ہوتی ہے جب نزاع کا سبب ہو یا فقہاء کی اصطلاح میں جب ''جہالت فاحشہ ہو'' (۴۳)۔

امام قرافی فرماتے ہیں:

غرر اور جہالت کی تین اقسام ہیں: کثیر جو بالاجماع ممنوع ہے، جیسے ہوا میں پرندوں کی بیع۔ قلیل جو بالاجماع جائز ہے، جیسے گھر کی بنیاد......اور متوسط جو مختلف فیہ ہے (۴۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مغیبات جیسے گاجر، شلجم اور اردی کی بیع کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

پہلا یعنی ان کی بیع کی صحت کا قول جو امام مالک کا مسلک اور امام احمد کا ایک قول ہے، زیادہ صحیح ہے....اس لئے کہ تجربہ کار افراد جب ان سے ظاہر ہونے والے پتے وغیرہ کو دیکھتے ہیں تو بقیہ چیزوں کو بھی اسی پر قیاس کرتے ہیں، دوسری بات یہ کہ لوگوں کو ان بیاعات کی ضرورت ہے، اور کسی ایک نوع کے غرر کی وجہ سے شارع نے ایسے بیوع کو حرام نہیں کیا ہے جن کی لوگوں کو ضرورت پیش آتی ہو، بلکہ شارع تو ایسی چیزوں کو جائز قرار دیتا ہے جن کی اس سلسلے میں ضرورت پڑتی ہے، جیسا کہ شارع نے بدو صلاح سے پہلے پھل کی بیع کو جائز قرار دیا

Marfat.com

ہے........اگر چہ مبیع کا کچھ حصہ ابھی تک پیدا نہ ہوا ہو.....،اور بیع عرایا کو اندازہ سے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ ضرورت کے وقت تخمین بالخرص کو تخمین بالکیل کے قائم مقام قرار دیا ہے باوجود یکہ یہ اس ربا کے ذیل میں آتا ہے جو بیع غرر سے بھی زیادہ شدید ہے،اور یہ ایک شرعی قاعدہ ہے کہ دو مصلحتوں میں سے ادنیٰ کو چھوڑ کر بڑی (اعلیٰ) مصلحت کو روبہ عمل لایا جائے گا،اور دو فسادوں میں سے ادنیٰ کو اپنا کر (بروئے کار لاکر) بڑے فساد کو رفع کیا جائے گا(۴۵)۔

استاد صدیق الضریر فرماتے ہیں: غرر جو صحت عقد میں مؤثر ہوتا ہے وہ ہے جو مبیع میں اصالتاً پایا جائے، جہاں تک تابع میں غرر کا تعلق ہے.....تو وہ عقد میں مؤثر نہیں ہوتا(۴۶)۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بجٹ کی اشاعت، کمپنی کی فعالیت اور اس طرح کے دوسرے امور کے توسط سے خریدار شیئر کی قیمت اور شیئرز کے بالمقابل اثاثوں سے متعلق اجمالی اور مناسب معلومات حاصل کر لیتا ہے،اور یہ علم صحت بیع کے لئے کافی ہے،اسی کے ساتھ یہ واضح رہے کہ ہر چیز کا علم اسی کے بقدر ہوتا ہے۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ مشترک حصص کی بیع بالاتفاق درست ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: مشترک شئی کی بیع باتفاق مسلمین جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے....(۴۷)۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شریک اپنے شریک کا حصہ خرید لے تو درست ہے، کیونکہ وہ اپنے علاوہ کی ملکیت خرید رہا ہے، یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا جب اسے کسی اجنبی سے فروخت کردے۔ یہی حکم ان کے علاوہ دوسرے علماء کے نزدیک بھی ہے(۴۸)۔

دوم: شیئرز کی بیع کا مطلب سرمائے اور نقود کے ایک حصہ کی بیع ہے،اس مفہوم کا تقاضا ہے کہ اس میں بیع صرف کا قاعدہ یعنی جنس واحد کے درمیان مثل بالمثل اور مجلس میں ہی قبضہ، اور اختلاف جنس کے وقت صرف مجلس میں قبضہ کو ملحوظ رکھا جائے، کیونکہ شیئر عام طور پر کمپنی کے اثاثے کو اس کے نقود سے برابر کرتا ہے۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ شیئرز میں نقود کا پایا جانا تبعاً اور غیر مقصود ہے، کیونکہ ان میں اصل واساس جامد اثاثے ہیں، اسی بنا پر ہمارا کہنا ہے کہ کمپنی کے کاروبار کے آغاز سے پہلے اور عمارتوں وغیرہ کی خریداری سے قبل شیئرز کی بیع اسی صورت میں درست ہوگی جب بیع صرف کے قواعد ملحوظ رکھے جائیں۔

شیئر سے مراد کمپنی کا یہ عام جزو ہوتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس کی تفصیلات کیا ہیں، لہذا جب تک کمپنی کے اثاثے میں سے شیئرز کا کوئی مقابل موجود رہے گا اس وقت تک اس کے ساتھ نقد کا معاملہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اثاثے کا ایک حصہ نقد ہے، اور فقہی اصول کا تقاضا ہے کہ تابع میں اس چیز کی ضرورت پڑ جاتی ہے جس کی غیر تابع میں نہیں پڑتی، اور یہ کہ ضمناً کسی چیز میں ایسی ضرورت پیش آ جاتی ہے جو قصداً اس میں پیش نہیں آتی۔ امام سیوطی لکھتے ہیں: "بیع کی فروع میں سے ہے..... کہ ہری کھیتی کی بیع کٹائی کی شرط کے ساتھ ہی درست ہے، تو اگر اس نے زمین کے ساتھ اس کو بھی فروخت کر دیا تو تبعاً جائز ہے".... (۴۹) بلکہ اس مسئلہ کی اصل تو حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے غلام کو خریدنے کی اجازت دی ہے جس کے ساتھ مال ہو، خواہ وہ نقد ہی کیوں نہ ہو، لہذا مشتری کے شرط لگا دینے کی صورت میں اس غلام کا مال تبعاً مشتری کا ہو جائے گا قطع نظر اس کے کہ بیع صرف کے اصول وضوابط کیا ہیں، چنانچہ بخاری، مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے: "**ومن ابتاع عبداً وله مال فماله للذی باعه إلا أن یشترط المبتاع**" (جس نے کوئی ایسا غلام خریدا جس کے لئے مال ہے، تو اس کا مال بائع کے لئے ہے الا یہ کہ مشتری اس کی شرط لگا دے) (۵۰)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"اس کے مفہوم سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جس نے کسی ایسے غلام کو بیچا جس کے پاس مال ہو اور مشتری اس کی شرط لگا دے تو بیع صحیح ہے"۔ اس کے بعد انہوں نے اموال ربویہ

Marfat.com

کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے کہ امام مالک کا خیال ہے کہ ایسا عقد درست ہے اگر چہ وہ مال جو اس غلام کے ساتھ ہے ربوی ہو، کیونکہ حدیث مطلق ہے، اور اس لئے بھی کہ عقد تو بالخصوص غلام پر واقع ہوا ہے اور جو مال اس کے ساتھ ہے اس کا عقد میں کوئی دخل نہیں ہے(۵۱)، امام مالک فرماتے ہیں: ''ہمارے یہاں اس پر اتفاق ہے کہ اگر مشتری نے غلام کے مال کی شرط لگا دی تو وہ اسی کا ہوگا، خواہ وہ مال نقد ہو، دَین ہو یا سامان ہو، معلوم ہو یا مجہول ہو''(۵۲)۔

سوم: شیئر کا جز کمپنی میں دَین کی نمائندگی کرتا ہے، لہذا ثمن مؤجل کے عوض اس کی بیع درست نہیں ہوگی، کیونکہ اس صورت میں دَین کی بیع دَین سے ہوگی، جو کہ ممنوع ہے، چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے بیع الکالی بالکالی (یعنی دَین کی دَین سے بیع) سے منع فرمایا ہے(۵۳)۔

اس کے متعدد جواب دیئے جا سکتے ہیں:

۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں موسی بن عبیدہ نامی راوی ہیں جو ضعیف ہیں(۵۴)، لہذا یہ قابل استدلال نہیں ہے، نیز اس حدیث کی متعدد تشریحات کی گئی ہیں، جن میں بیشتر سے ہمارے موضوع کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ اس بیع پر بیع الدَین بالدَین کا انطباق نہیں ہوتا ہے، کیونکہ کمپنی کے قرضہ جات کا یہ حصہ شیئرز میں تبعاً شامل ہے، ایسی صورت میں دوسرے ملاحظہ کے ذیل میں دیا گیا جواب اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ اس اشکال کا بھی جواب ہو جائے گا۔

۳۔ سابق حکم یعنی شیئر کے جز کا دَین ہونا یہ عام نہیں ہے، چونکہ جب کمپنی میں قرضے نہیں ہوتے تو اس وقت وہ نقد معاملہ کرتی ہے، اور اگر کمپنی کے دیون کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ کمپنی کے اثاثے کے ایک قلیل تناسب کی نمائندگی کرتے ہیں، جبکہ فقہی قاعدہ کا تقاضا ہے کہ اعتبار اکثر کا کیا جائے(۵۵)۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ جو شیئرز حلال پر مبنی ہیں اور جن کا تعلق ایسی کمپنیوں سے ہے جو کسی حرام کاروبار کرنے سے احتراز کرتی ہیں، اور جن کاروبار میں کمپنی کے اصول منطبق ہوتے ہوں یعنی ذمہ داریوں اور نقصانات کے برداشت کرنے میں شرکت پائی جاتی ہو، اور یہ شیئرز دوسرے کے مقابلہ میں کسی مالی خصوصیت کے حامل نہ ہوں تو یہ ان وجوہ کی بنا پر جن کا ذکر ہم ماسبق میں کر آئے ہیں حلال ہیں، ان کا اجراء اور ان میں تصرف کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ صورت بھی ان جائز تصرفات کے حدود میں داخل ہے جن کی اجازت شارع نے مالک کو اپنی زیر ملکیت چیز کے سلسلے میں دے رکھی ہے اللہ تعالی کے اس قول کی تعمیل میں: "..... وأحل الله البيع....." (اور اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا) (سورہ بقرہ/۲۷۵) اور ان دوسرے دلائل کی بنا پر جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔

قسم دوم: ایسے شیئرز جن میں سابقہ شرائط کا تحقق نہ ہو:

اس سے مراد وہ شیئرز ہیں جن کا تعلق (پہلے نوع کی طرح) حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں سے نہ ہو، اور نہ ان کمپنیوں سے جو حلال پر مبنی ہوں قسم اول کی طرح، بلکہ ان سے مراد ان کمپنیوں کے شیئرز ہیں جو بعض اوقات بینکوں میں سود پر اپنے پیسے جمع کرتی ہیں، یا بینکوں سے سود پر قرضے لیتی ہیں، یا ان کے معاملات کا ایک مختصر تناسب عقود فاسدہ کے ذریعہ انجام پاتا ہے جیسے کہ مسلم ممالک کی بیشتر کمپنیاں یا غیر مسلم ممالک میں وہ کمپنیاں جن کا دائرۂ کار مباح ہوتا ہے جیسے زراعت، صنعت اور تجارت (یعنی نوع اول میں ذکر کئے گئے سابقہ محرمات کے علاوہ)۔

اس قسم کے شیئرز کا حکم بیان کرنے سے پہلے میں اس سلسلے میں شرعی اصولوں کی بالاجمال وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

اول: مسلمانوں سے اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ حلال وطیب مال جس میں کوئی شبہ نہ ہو، فراہم کریں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: "يا أيها الناس كلوا مما في الأرض حلالا طيبا" (سورہ بقرہ/۱۶۸)۔

Marfat.com

ترجمہ: (اے لوگوں زمین میں جو کچھ ہے ان میں سے حلال اور طیب رزق کھاؤ)۔

اور ایک مقام پر ارشاد ہے: "**فکلوا مما رزقکم الله حلالا طیبا واشکروا نعمة الله**" (سورۃ النحل / ۱۱۴) (جو کچھ اللہ نے تم کو عطا کیا ہے ان میں سے حلال وطیب کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت پر شکر ادا کرو)۔ اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "**الحلال بیّن والحرام بیّن وبینهما مشتبهات لا یعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه و عرضه...**" (حلال صریح ہے اور حرام بھی صریح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں جن کو بیشتر لوگ نہیں جانتے، تو جس نے شبہات سے احتراز کیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیا) (۵۶)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: شبہات کے حکم میں اختلاف ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد تحریم ہے، لیکن یہ بات قابل رد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کراہت ہے، ایک قول توقف کا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مباح ہے، اور اس قول کے قائل کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اسے ہر وجہ کے دونوں پہلوؤں کے مساوی ہونے پر محمول کرے، البتہ وہ اسے خلاف اولی کی قسم پر محمول کرسکتا ہے..... ابن منیر نے اپنے شیخ قباری کے مناقب میں ان سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

مکروہ، بندے اور حرام کے درمیان ایک رکاوٹ ہے، تو جو مکروہ کا زیادہ ارتکاب کرنے لگے وہ حرام تک جا پہونچے گا.... یہ ایک اچھا مقصد ہے (۵۷)۔

دوم: شریعت اسلامی کی بنیاد رفع حرج، دفع مشقت اور امت کے لئے مصالح وسہولت فراہم کرنے پر ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وماجعل علیکم فی الدین من حرج**" (سورہ حج / ۷۸) (اور اس نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی)، اور ارشاد باری ہے: "**یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر**" (سورۃ البقرہ / ۱۸۵) (اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے وہ تمہارے ساتھ تنگی نہیں چاہتا)، یہ اصول اتنا واضح ہے کہ دلیل کی ضرورت

Marfat.com

نہیں، بلکہ یہ تو مقاصد شرع میں سے ایک ہے۔

اسی اصل کی بنا پر ضرورت کے وقت ممنوعات جائز قرار دی گئی ہیں، "فمن اضطرّ غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیه" (پس جو کوئی مجبور کر دیا جائے، چاہنے والا نہ ہو، حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں)۔

اور جس طرح ضرورت قابل رفع ہے اسی طرح حاجت بھی ضرورت کے قائم مقام ہے، امام سیوطی، ابن نجیم اور دوسرے علماء فرماتے ہیں: "حاجت ضرورت کے درجہ میں ہے خواہ وہ عام ہو یا خاص"۔ اسی بنا پر اجارہ، حوالہ وغیرہ جائز قرار دیئے گئے ہیں (۵۸)۔

شیخ احمد الزرقاء فرماتے ہیں: حاجت سے مراد وہ حالت ہے جو حصول مقصود کے لئے تیسیر و تسہیل کی متقاضی ہو، اس اعتبار سے یہ ضرورت سے کم درجہ کی چیز ہے، اگرچہ حاجت کی وجہ سے ثابت شدہ حکم مستقل ہوگا اور ضرورت کی وجہ سے ثابت شدہ حکم وقتی ہوگا (۵۹)۔

اس قاعدہ کی فقہی مثال وہ ہے جسے فقہائے حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے جیسے بیع الوفاء، باوجودیکہ اسکا مقتضی عدم جواز ہے، کیونکہ یا تو وہ ربا کے قبیل سے ہے، چونکہ یہ دین کے عوض عین سے انتفاع ہے، یا کسی معاملہ میں مشروط کوئی معاملہ ہے، گویا اس نے یہ کہا: میں نے اسے تم سے اس شرط کے ساتھ بیچا کہ جب میں تمہارے پاس قیمت لے آؤں تم اس کو مجھ سے بیچ دو، اور یہ دونوں ناجائز ہیں، لیکن جب بخارا میں وہاں کے باشندوں پر دیون کی کثرت کے باعث اس کی سخت ضرورت پیش آئی تو اسے اس تاویل کی بنا پر جائز قرار دیا گیا کہ وہ رہن ہے جس کے منافع اور ثمرات سے فائدہ اٹھانا جائز ہے جیسے بکری کا دودھ، اور رہن اس کیفیت کے ساتھ جائز ہے (۶۰)۔

اور اسی طرح کا ایک اجتہاد وہ ہے جسے ابن عابدین نے ذکر کیا ہے کہ مشائخ بلخ اور امام نسفی نے غلہ کو منتقل کرنے کو اسی غلہ کے ایک حصہ کے بدلے اور کپڑے کی بنائی کو اسی کپڑے کے ایک حصہ کے بدلے میں جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ وہاں کے باشندوں میں یہ طریقہ عام

Marfat.com

تھا اور ضرورت کے پیش نظر ایسا کیا گیا، باوجودیکہ وہ خلاف قیاس ہے، اور متقدمین حنفیہ نے اس کے عدم جواز کی صراحت کی ہے(۶۱)۔ابن عابدین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب بعض متقدمین حنفیہ سے سوال کیا گیا کہ اس فیصد (Percentage) کا کیا حکم ہے جسے ایجنٹ لیا کرتے ہیں مثلاً ۱۰%، تو انہوں نے جواب دیا: یہ ان پر حرام ہے، صرف ان کے لئے اجر مثل واجب ہے، جبکہ دوسرے بعض لوگوں نے اس کی اجازت دی ہے جیسے محمد بن سلمہ، چنانچہ جب ان سے ایجنٹ کی اجرت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میرا خیال ہے اس میں کوئی حرج نہیں، کثرت تعامل کی بنا پر۔ اگرچہ اصلاً فاسد ہے۔ اور اس طرح کے بہت سے امور ناجائز ہیں، لیکن فقہاء نے ان کو لوگوں کی ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیا ہے....''(۶۲)۔

اس فقہی اصول کے عملی دلائل حدیث شریف میں موجود ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بیع عرایا کو جائز قرار دیا(۶۳) اس کے باوجود کہ اس کی اصل ربا میں شامل ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے تازہ کھجوروں کے عوض خشک کھجوروں کی بیع کو جائز نہیں قرار دیا ہے(۶۴) کی اور حقیقی مماثلت کے نہ پائے جانے کی بنا پر، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:'' اور آپ ﷺ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر بیع عرایا کو جائز قرار دیا ہے باوجودیکہ یہ ربا میں داخل ہے''۔ مزید فرماتے ہیں:'' شریعت کی تمام تر بنیاد اس بات پر ہے کہ مفسدہ جو تحریم کا متقاضی ہے اگر کوئی ترجیحی حاجت اس کے مقابل آجائے تو اس شئی حرام کو مباح قرار دیا جائے گا''۔ اور پھر لکھتے ہیں: کسی ایک نوع کے غرر کی وجہ سے شارع ان چیزوں کو حرام نہیں کرتا جن کی لوگوں کو بیع میں ضرورت پیش آتی ہے، بلکہ اس سلسلے میں جو بھی ضرورت پیش آتی ہے شارع اسے جائز قرار دیتا ہے(۶۵)۔

سوم: عرف کے رول اور فقہ اسلامی میں اس کے اثر کا جب تک کہ وہ نصوص شریعت سے متصادم نہ ہو، انکار نہیں کیا جا سکتا، ابن نجیم کہتے ہیں:'' جان لو کہ فقہ میں بہت سے مسائل میں

Marfat.com

عرف وعادت کے اعتبار کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ فقہاء نے اس کو ایک قاعدہ بنا دیا ہے......"۔مزید لکھتے ہیں:" خلاصہ کلام یہ کہ عام مذہب تو عرف خاص کے عدم اعتبار کا ہے لیکن بہت سے مشائخ نے اس کے معتبر ہونے کا فتوی دیا ہے، اس کو معتبر مانتے ہوئے میرا کہنا یہ ہے کہ یہ فتوی دیا جانا چاہئے کہ جو قاہرہ کے بعض بازاروں میں ہوتا ہے یعنی دوکانوں کی پگڑی لینا، وہ لازم ہے، اور دوکان کی پگڑی اس کا حق ہوگا، لہذا دوکان کے مالک کو اسے وہاں سے نکالنے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ اسے دوسرے کو اجارتاً دینا درست ہوگا اگر چہ وہ دوکانیں وقف ہی کیوں نہ ہو، غوریہ میں جملون کی دوکانوں میں ایسا ہوا ہے کہ شاہ غوری نے جب اس کی تعمیر کی تو اسے پگڑی پر تاجروں کو رہنے کے لئے دیا اور ہر دوکان پر ایک رقم متعین کر دی جو ان سے لیا جاتا اور اسے وقف نامہ میں لکھا جاتا، اسی طرح میں بھی عرف خاص کے معتبر ہونے کا قائل ہوں"۔

ابن نجیم مزید یہ بھی لکھتے ہیں کہ:" متعدد مسائل میں علماء نے قاہرہ کے عرف کا اعتبار کیا ہے، ان میں سے ایک مسئلہ وہ ہے جو فتح القدیر میں ہے کہ صرف قاہرہ میں نہ کہ دوسرے مقامات پر، فروخت کئے گئے گھر میں سلّم (سیڑھی) بھی داخل سمجھا جائے گا، کیونکہ اہل قاہرہ کے مکانات کئی منزلہ ہوتے ہیں جن سے انتفاع سیڑھی (سلّم) کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے" (٦٦)۔

علمائے محققین نے تو اسی عالم کے لئے فتوی دینے کو جائز کہا ہے جو لوگوں کے احوال اور ان کے عرف سے واقف ہو، اور یہ کہ ہر ملک کا عرف بھی پیش نظر رہے، اس سلسلے میں ابن القیم لکھتے ہیں:" .....تو جب کبھی کوئی نیا عرف وجود میں آئے اس کا اعتبار کرو، اور جو عرف ساقط ہو جائے اسے ترک کر دو، پوری عمر منقولات (کتابوں میں نقل کی گئی باتوں) پر جمے نہ رہو، بلکہ اگر تمہارے پاس کسی اور ملک سے کوئی آجائے اور تم سے فتوی چاہے تو تم اسے اپنے ملک کے عرف کے مطابق مت چلاؤ بلکہ اس سے اس کے ملک کا عرف معلوم کر کے اس کے مطابق اس کی رہنمائی کرو....." (٦٧)۔

چہارم : آج ہم مسلمان ایسے زمانہ میں نہیں جی رہے ہیں جس میں اسلامی نظام

Marfat.com

پورے طور پر نافذ العمل ہو، اور اس پر اسلام کے سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور تربیتی نظام کا غلبہ ہو، بلکہ ہم ایسے دور میں جی رہے ہیں جس میں سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا دور دورہ ہے، ایسی صورت میں یہ ممکن نہیں کہ ہم جو چاہیں یک بیک حاصل کرلیں، یعنی یہ کہ رخصت سے صرف نظر کر کے عزیمت کی بنیاد پر، مختلف فیہ کو چھوڑ کر متفق علیہ مسائل کے مطابق، اور شبہات کے وجود سے قطع نظر خالص، طیب اور حلال کو بنیاد بنا کر تمام معاملات مسلمانوں کے درمیان جاری وساری ہوجائیں۔ لہٰذا ہمارا دور اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ نافع حل تلاش کئے جائیں اگرچہ وہ کسی ایک ہی فقیہ کی رائے کے مطابق ہوں جب تک اس فقیہ کی اس رائے سے مسلمانوں کے مصالح پورے ہوتے رہیں، بلکہ اب یہ شرط بھی نہ ہونی چاہئے کہ ہمیں کوئی سابق رائے ملے، ہمارے لئے ضروری صرف یہ ہے کہ ہم شریعت کے ان عام اصولوں اور مبادی کے دائرے میں غور وفکر کریں جن سے امت کا بھلا ہو اور جو کسی ثابت شدہ نص شرعی سے متصادم نہ ہوں۔

ہماری ذمہ داری ہے کہ اقتصادی نظام کو بروئے کار لانے کی کوشش کریں، ہمارا فرض ہے کہ مسلمانوں کے مال کو بچانے اور اغیار کے قبضہ کے بغیر مسلمانوں کی معاشیات کو ان کے ہاتھوں میں باقی رکھنے کے لئے سنجیدہ کوشش کریں۔ ہمیں شیخ الاسلام عزبن عبدالسلام کے اس وسیع افق کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

"اگر روئے زمین پر حرام عام ہوجائے، اس طور پر کہ اس میں کوئی حلال چیز نہ پائی جائے تو جائز ہے کہ اس چیز کو حلال قرار دیا جائے جس کی حاجت متقاضی ہو، اس کو حلال قرار دینا ضرورت پر موقوف نہ ہوگا، اس لئے کہ اگر یہ ضرورت پر موقوف رہی تو اس کا نتیجہ بندوں کی کمزوری اور اہل کفر وعناد کا ممالک اسلامیہ پر غلبہ کی شکل میں ظاہر ہوگا، اور لوگوں کا تعلق ان پیشوں، صنعتوں، ہنر اور ذرائع سے منقطع ہوجائے گا جو خلق کے مصالح کی تکمیل کرتے ہیں (۶۸)۔

Marfat.com

اس قسم کے شیئرز کا حکم:

ان اصولوں کو ذکر نے کے بعد ہم اس قسم کے شیئرز کے حکم، معاصرین کے اختلاف رائے اور ان کے ترجیحی دلائل کو بیان کرتے ہیں۔ معاصرین نے اس سلسلے میں دو رائیں اختیار کی ہیں:

پہلی رائے: یہ ہے کہ اس قسم کے شیئرز میں تصرف حرام ہے جب تک کہ حلال خالص پر ان کی بنیاد نہ ہو، بعض نے ایسے شیئرز کے لئے ایک شرعی نگراں بورڈ کے قیام کو ترجیح دی ہے(۶۹)۔

دوسری رائے: (ذکر کردہ) شیئرز اور ان میں تصرف کی اباحت کی ہے۔

یہ ایک پہلو ہے، دوسری طرف بہت سارے حضرات اس تفصیل میں گئے بغیر جس کا میں نے ذکر کیا ہے مسلم ممالک میں مطلقاً شیئرز کی اباحت کے قائل ہیں، ان میں مندرجہ ذیل شیوخ ہیں: علی الخفیف، ابو زہرہ، عبد الوہاب خلاف، عبد الرحمٰن حسن، عبد العزیز الخیاط، وہبہ الزحیلی، قاضی عبداللہ سلیمان بن منیع وغیرہ، ان تفصیلات وفروعات کی بنیاد پر جن پر ان میں سے بعض حضرات کے نزدیک نظر ثانی کی ضرورت ہے(۷۰)۔

پہلی رائے کے حاملین نے اپنی رائے کی بنیاد اس بات پر رکھی ہے کہ ان شیئرز میں جب تک حرام کا وجود ہو یا ان کی کمپنیاں بعض حرام کاروبار کرتی ہوں مثلاً اپنے کچھ سرمائے سودی بینکوں میں ڈپوزٹ کرتی ہوں تو ان شیئرز کا خریدنا حرام ہوگا، اس کی بناء ان نصوص پر ہے جو حرام اور شبہات سے احتراز کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، اسی طرح یہ اصول بھی اس کی بنیاد ہے کہ: جب حلال وحرام کا اجتماع ہو جائے تو حرام غالب ہوگا۔

جو جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ شیئرز فی نفسہ مخالف شریعت نہیں ہیں، جہاں تک ان بعض شوائب، شبہات اور محرمات کا تعلق ہے جن کی ان میں آمیزش ہوتی ہے تو وہ حلال کی بہ نسبت کم ہیں، لہذا جب تک رأس المال کا بیشتر حصہ اور بیشتر تصرفات حلال رہیں گے

Marfat.com

قلیل نادر کو کثیر شائع کے حکم میں مانا جائے گا، اور خصوصا محرمات کے اس تناسب کا ازالہ اور اس کے بعد اس سے چھٹکارا اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب مفصل بجٹ کے ذریعہ یا کمپنی کے متعلق دریافت کے ذریعہ ان سے واقفیت حاصل کی جائے (۷۱)۔

اور شریعت کے عموم اور اس کے یسر اور رفع حرج سے متعلق اصولوں پر مبنی فقہاء کے نصوص اور فقہی قواعد کی روشنی میں مندرجہ ذیل طریقے سے اس کی اصل تلاش کی جاسکتی ہے:

اول: بیشتر لوگوں کے نزدیک ایک حرام جز کے اختلاط سے مجموعی مال حرام نہیں ہوتا، چنانچہ انہوں نے ایسے حلال مال میں جس میں حرام کی ایک قلیل مقدار ملی ہوئی ہو شرعی تصرفات یعنی ان کو زیر ملکیت رکھنے، کھانے، ان کی خرید وفروخت کرنے اور اس طرح کے دوسرے امور کو جائز قرار دیا ہے، البتہ فقہاء نے حرام لذاتہ اور حرام لغیرہ میں فرق کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: حرام کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ جو اپنی ذات میں حرام ہو، جیسے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت، چنانچہ اگر یہ پانی، سیال چیز اور طعام جیسی چیزوں سے مخلوط ہو جائے اور اس کا مزہ یا رنگ یا اس کی بو بدل جائے تو وہ چیز حرام ہو جائے گی، اور اگر اس نے اسے تبدیل نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں اختلاف ہے.....

۲۔ جو کسب کے نتیجہ میں حرام ہو، جیسے غاصبانہ طور پر یا عقد فاسد کے ذریعہ حاصل کی گئی چیز، تو یہ چیز اگر حلال سے مخلوط ہو جائے تو اسے حرام نہیں کرے گی، لہذا اگر ایک شخص نے چند دراہم، یا دینار، یا آٹا، یا گیہوں یا روٹی غصب کر لیا اور اسے اپنے مال سے مخلوط کر دیا تو پورا مال حرام نہیں ہوگا، نہ یہ سامان اور نہ وہ سامان، بلکہ اگر وہ دونوں مماثل ہوں تو اسے تقسیم کر دیں، یہ اپنے حصہ کے بقدر لے لے گا اور وہ اپنے حصہ کے بقدر لے لے گا.......

یہ ایک مفید بنیاد ہے، کیونکہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ حرام دراہم جب حلال دراہم سے مخلوط ہو جائیں تو تمام مال حرام ہو جاتا ہے، یہ ایک غلط خیال ہے، حالانکہ ان لوگوں نے حلال دراہم کم ہونے کی صورت میں ورع سے کام لیا ہے، اور رہ گئی بات کثرت کی صورت میں تو میں نہیں جانتا کہ اس میں کوئی اختلاف ہے (۷۲)۔

Marfat.com

اس تفصیل کی روشنی میں ہمارا مذکورہ مسئلہ دوسری قسم کے ذیل میں آتا ہے، کیونکہ ہماری گفتگو ان شیئرز کے بارے میں ہے جن میں بعض حرام تصرفات کا شائبہ ہو، مثلاً یہ کہ شیئرز کی بعض رقوم سودی بینکوں میں ڈپوزٹ کرنا۔ اس صورت کی مزید وضاحت کے لئے ہم اس مسئلہ میں فقہاء کی تصریحات کا ذکر کرتے ہیں:

ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں: ''اگر ہدیہ کرنے والے کا بیشتر مال حلال ہو تو اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کا مال کھانے میں کوئی حرج نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ حرام ہے، اور اگر اس کے مال کا بیشتر حصہ حرام ہو تو وہ اسے قبول نہ کرے گا اور نہ اسے کھائے گا الا یہ کہ وہ کہے کہ: یہ مال حلال ہے جو اسے وراثتاً حاصل ہوا ہے یا اس نے بطور قرض لیا ہے''۔ ابن نجیم پھر ذکر کرتے ہیں کہ اگر بازار والوں کی بیشتر بیع فساد اور حرام سے خالی نہ رہنے لگے تو مسلمان اس کے خریدنے سے گریز کرے گا، لیکن اگر اس کے باوجود وہ اسے خرید لیتا ہے تو وہ اس کے لئے پاک ہے۔ نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''اگر شہر میں حلال و حرام مخلوط ہو جائیں تو اس وقت تک خرید و فروخت جائز ہے جب تک اس بات کی دلیل نہ مل جائے کہ یہ حرام ہے، اصل میں بھی اسی طرح ہے''۔

اس کے بعد دوسری صورتیں ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''انہیں میں سے وہ بیع ہے جب کسی ایک معاملہ میں حرام و حلال جمع ہو جائے، چنانچہ اگر شئی حرام مال نہ ہو جیسے ذبح شدہ اور مردار جانور کا یکجا ہو جانا، تو اس صورت میں حرام کے بطلان کی قوت کی بنا پر حلال میں بھی بطلان سرایت کر جائے گا، اور اگر حرام ضعیف ہو مثلاً وہ مجموعی حیثیت سے مال ہو جیسے مدبر اور عام غلام کا اجتماع...تو ایسی صورت میں (قن) کے ضعف کی بنا پر اس میں فساد منتقل نہیں ہوگا...'' (۷۳)۔

کاسانی فرماتے ہیں: ''ہر وہ شئی جسے حرام نے فاسد کر دیا ہو، اور اس میں حلال غالب ہو تو اس کی بیع میں کوئی قباحت نہیں ہے'' (۷۴)۔

Marfat.com

فقیہ ابن رشد نے اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ہم ان میں سے کچھ کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں: وہ تحریر فرماتے ہیں: ''جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے: یعنی اس کے مال میں غالب حصہ حلال ہو تو اپنی ذات کے سلسلے میں اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالی سے استغفار کر لے، اور جو کچھ اس میں حرام مخلوط ہو گیا ہے اسے لوٹا کر توبہ کر لے..... یا اگر ان کو نہ جانتا ہو تو ان کی طرف سے صدقہ کر دے.....اور اگر سود ہو تو اپنے دیئے ہوئے مال سے جتنا زیادہ اس نے لیا ہو اسے صدقہ کر دے......''۔

پھر لکھتے ہیں: ''اور اگر اس پورے معاملہ میں اپنے بائع کو جانتا ہے تو اسے وہ زائد حصہ لوٹا دے گا جس میں اس نے اس کے ساتھ معاملہ کیا ہے، جب یہ کر لے گا تو باتفاق علماء اس کی حرمت رفع ہو جائے گی، اس کی عدالت درست ہو گی، وہ گناہ سے بری ہو جائے گا، اس کے مال کا باقی حصہ اس کے لئے حلال ہو گا، اس میں اس کا بیع وشراء کرنا، اس کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کا کھانا کھانا جائز ہو گا۔ اور اگر ایسا نہ کرے تو اس سے معاملہ کرنے، اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کا کھانا کھانے کے جواز میں اختلاف ہے، ابن القاسم نے اس کے معاملہ کو جائز قرار دیا ہے، ابن وہب نے اس کا انکار کیا ہے اور اصبغ نے اسے حرام قرار دیا ہے.....''۔

جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے: یعنی یہ کہ اس کے مال میں غالب حصہ حرام ہو تو اس کا حکم اس معاملہ میں جو اس کے لئے اپنی ذات کے سلسلے میں واجب ہے ماقبل ہی جیسا ہے۔

اور جہاں تک اس سے معاملہ کرنے اور اس کا ہدیہ قبول کرنے کا تعلق ہے تو ہمارے علماء نے اس سے روکا ہے، کہا گیا ہے کہ ایسا کراہتاً ہے۔ یہ قول ابن القاسم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایسا تحریماً ہے الا یہ کہ وہ حلال سامان خریدے تو ایسی صورت میں اس سے خریدنے اور اس سے ہدیہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے......(۷۵)۔

عز بن عبد السلام کہتے ہیں: ''اگر حلال غالب ہو اس طور پر کہ ایک حرام درہم ایک ہزار حلال درہم سے مخلوط ہو جائے تو معاملہ درست ہے.....'' (۷۶)۔ زرکشی نے بھی اسی طرح کی

Marfat.com

بات کہی ہے(۷۷)۔لیکن سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ امام غزالی کو چھوڑ کر فقہاء شافعیہ کا اصح قول یہ ہے کہ انہوں نے اس شخص کے معاملہ کو حرام نہیں قرار دیا ہے جس کا بیشتر مال حرام ہو،لیکن یہ اس صورت میں جب کہ وہ متعین نہ ہو،فقہاء شافعیہ کے نزدیک ایسا مال صرف مکروہ ہے، یہی حکم سلطان کے عطایا کو قبول کرنے کا ہوگا جب اس کے مملوکہ مال میں حرام غالب ہو،جیسا کہ مہذب میں ہے: اس سلسلے میں مشہور قول کراہت کا ہے تحریم کا نہیں برخلاف غزالی کے....انہوں نے ''الاحیاء'' میں فرمایا ہے:''اگر شہر میں کوئی ایسی حرام چیز جس کا احاطہ نہ کیا جا سکے، خلط ملط ہو جائے تو اس میں سے خریدنا حرام نہیں بلکہ اس میں سے لینا درست ہے، الا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو اس کے حرام ہونے کو بتائے''۔مزید کہتے ہیں: اسی قاعدہ میں'' تفریق صفقہ'' بھی داخل ہے، وہ یہ کہ دو عقدوں یعنی حرام اور حلال کا اجتماع ہو جائے ، یہ قاعدہ چند ابواب میں جاری ہوتا ہے، عموماً اس سلسلے میں دو قول یا صورتیں ہیں، ان میں اصح قول عقد حلال میں صحت کا ہے، دوسرا قول دونوں میں بطلان کا ہے....بیع میں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص سرکہ اور شراب فروخت کرے.....(۷۸)ابن المنذر کا کہنا ہے کہ: جس کے مال میں حرام کا اختلاط ہو اس کی بیع وشراء ، اس کا ہدیہ اور بخشش قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، حسن، مکحول، زہری اور شافعی کے نزدیک اس میں رخصت ہے، شافعی فرماتے ہیں:''میں اسے پسند نہیں کرتا، اور اسے ایک جماعت نے مکروہ قرار دیا ہے.....''(۷۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس مسئلہ کی تفصیل اس وقت بتائی جب ان سے ایک سوال کیا گیا جسے موجودہ دور میں بھی ہم سنتے رہتے ہیں، سوال یہ ہے: ایک شخص نے فقہاء سلف میں سے کسی سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں: حلال کھانا دشوار ہے، اس دور میں اس کا وجود ناممکن ہے، ان سے کہا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ منصورہ کی جنگ میں غنائم کی تقسیم نہیں ہوئی ، اور اموال معاملات کے ساتھ خلط ملط ہو گئے، تو ان سے کہا گیا کہ: ایک شخص حلال کاموں میں سے کسی کام کو بطور اجیر کر سکتا ہے اور اپنی حلال اجرت لے سکتا ہے، تو انہوں نے بتایا کہ درہم

Marfat.com

بذات خود حرام ہے۔

ابن تیمیہؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ: یہ قائل خاطی ہے اور غلط کہتا ہے.....اس قسم کی باتیں بعض اہل بدعت، فقہ فاسد کے بعض حاملین اور بعض بے جا شک کرنے والے کہا کرتے تھے، ائمہ کرام نے اس بات کو ناپسند کیا یہاں تک کہ امام احمد اپنے معروف ورع کے باوجود اس قسم کی باتوں کو ناپسند کرتے تھے........انہوں نے فرمایا: اس خبیث کو دیکھو، مسلمانوں کے اموال کو حرام قرار دے رہا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے اس فاسد خیال کے سنگین اثرات کا ذکر کیا ہے، اس کا ایک برا اثر یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ جب تک روئے زمین پر حرام کا غلبہ رہے گا اس وقت تک حلال کی تحقیق و تلاش کیوں کی جائے؟ لہذا انہوں نے حلال اس کو سمجھا جو ان کے قبضہ میں تھا اور حرام اس کو جس سے وہ محروم تھے، اور بعض نے ورع کو حجت بنا کر جھوٹی حکایتیں گھڑ لیں۔

اس کے بعد انہوں نے اس بات کا رد کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کے اموال میں غالب حلال ہے، پھر چند اصولوں کا ذکر کیا ہے:

''ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کو کوئی متعین فقیہ حرام سمجھے وہ حرام نہیں ہے، حرام تو وہ ہے جو کتاب یا سنت، یا اجماع یا اس بات کو راجح کرنے والے قیاس سے ثابت ہو، اور جس چیز میں علماء کا اختلاف ہو اس کو ان اصولوں کی طرف لوٹایا جائے گا''۔ پھر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو کسی متعین مسلک پر آمادہ کرنا غلط ہے۔ پھر ایک دوسری اصل کا ذکر کرتے ہیں اور وہ یہ کہ حرام کا حلال سے مخلوط ہو جانا تمام مال کو حرام نہیں کرتا، جیسا کہ ماسبق میں گزرا۔

اسی طرح انہوں نے ایک اور ضابطہ بتایا ہے، وہ یہ کہ شریعت میں مجہول معدوم اور معجوز عنہ کی طرح ہے، اسی وجہ سے اگر لقطہ کا مالک معلوم نہ ہو تو اس کو اٹھانے والے کے لئے اس کے اشتہار کے بعد حلال ہے، اسی بنا پر اگر اس مال کا حال معلوم نہ ہو جو اس کے ہاتھ میں ہے تو معاملہ کی بنیاد اصل پر ہوگی یعنی اباحت پر (۸۰)۔

Marfat.com

جن لوگوں کے مال کا اکثر حصہ حرام ہے جیسے مکاسین اور سود خور، ان کے ساتھ معاملہ (لین دین) کرنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

اگر حلال اغلب ہو تو معاملہ کی تحریم کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور اگر حرام اغلب ہو تو ایک قول یہ ہے کہ معاملہ حلال ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ حرام ہے۔ جہاں تک سود سے معاملہ کا تعلق ہے تو اس کے مال پر غالب حلال ہے، الا یہ کہ کسی اور وجہ سے کراہت کا علم ہو جائے، مثلاً اگر ایک ہزار کو ایک ہزار اور دو سو کے عوض فروخت کرے تو صرف زیادتی حرام ہوئی، اور اگر اس کے مال میں حلال و حرام دونوں ہوں اور مخلوط ہوں تو حلال حرام نہ ہوگا بلکہ اس کو حق ہوگا کہ بقدر حلال لے لے، مثلاً اگر مال دو شریکوں کا ہو اور ان میں سے ایک مال دوسرے کے مال سے مخلوط ہو جائے تو اس مال کو شریکین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، اسی طرح اگر کسی کے مال میں حلال و حرام کا اختلاط ہو جائے تو حرام کی مقدار نکال لی جائے گی اور باقی اس کے لئے حلال ہوگا (۸۱)۔

ایک سوال اس شخص کے بارے میں کیا گیا جس کا حلال مال، حرام سے مخلوط ہو جائے، تو انہوں نے جواب دیا: میزان کے ذریعہ حرام کی مقدار نکال کر اس شخص کو دے دی جائے گی جو اس کا مالک ہوگا اور حلال کی مقدار اس کے لئے ہوگی، اور اگر وہ اس کے مالک کو نہ جانتا ہو اور جاننا مشکل ہو تو وہ اسے اس کی طرف سے صدقہ کر دے گا (۸۲)۔

اسی سے ملتی جلتی بات کی وضاحت کرتے ہوئے ابن القیم فرماتے ہیں: تحریم نفس درہم اور اس کے جوہر سے متعلق نہیں ہے، یعنی حرام درہم جو اس کے مال سے مخلوط ہو گیا ہے، بلکہ تحریم اس میں کسب کے پہلو سے متعلق ہے، جب اس کی نظیر ہر اعتبار سے نکل گئی تو اس کے ماسوا کی تحریم کا کوئی مطلب نہیں رہا...... اس نوع کے سلسلہ میں صحیح قول یہی ہے، اور خلق کے مصالح کی تکمیل بھی اسی سے ہوتی ہے (۸۳)۔

اس اصول کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے علماء نے اس شخص کے ساتھ معاملہ کو جائز قرار دیا ہے جس کے مال میں حرام مخلوط ہو لیکن اس کا غالب حصہ حلال ہو، لہذا اس قسم کے

Marfat.com

شیئرز میں کاروبار کی اباحت کی بات کہی جاسکتی ہے، لیکن اس کا مالک اس میں حرام کے بقدر کو عوامی فلاح و بہبود کے مصارف میں خرچ کردے گا، اس کے ساتھ ساتھ ان ضوابط کی بھی رعایت ملحوظ رکھے گا جن کا ذکر ہم اخیر میں کریں گے (۸۴)۔

دوم: قاعدہ: جو چیز مستقل جائز نہیں ہوتی وہ تابع ہوکر جائز ہوجاتی ہے، ہم یہ قاعدہ صحیح اور متفق علیہ حدیث سے ماخوذ دلیل کے ساتھ بیان کرچکے ہیں (۸۵)۔

اس اصول کی روشنی میں شیئرز کی اس قسم میں اگرچہ کچھ تناسب حرام کا بھی ہے لیکن وہ تبعاً ہیں، تملک اور تصرف کے مقصد سے وہ اصلاً نہیں آئے ہیں، لہذا کمپنی کے اثاثے مباح رہیں گے جبکہ وہ جائز کاروبار کے لئے قائم کی گئی ہو، یہ الگ بات ہے کہ اسے کبھی کبھی افراط زر وغیرہ کی وجہ سے اپنے کچھ سرمائے سودی بینکوں میں رکھنے پڑتے ہیں، یا ان سے قرضے لینے پڑتے ہیں، تو یہ عمل تو بغیر کسی شک وشبہ کے حرام ہے اور اس کا کرنے والا (مجلس انتظامیہ) گنہگار ہوگا، لیکن اس کی وجہ سے بقیہ اموال اور دیگر جائز تصرفات حرام نہیں ہوجائیں گے، یہ بھی ایک تبعی عمل ہے، یہ وہ اصل غالب نہیں ہے جس کے لئے کمپنی کا قیام عمل میں آیا ہے۔

سوم: ایک اصول: ''للأکثر حکم الکل'' ہے۔ حرام سے مخلوط مال کے حکم کے سلسلہ میں گزشتہ صفحات میں فقہاء کی تصریحات کا ذکر ہم کرچکے ہیں، جس میں یہ بات آچکی ہے کہ جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اعتبار اغلب کا ہوگا (۸۶)۔

فقہاء نے طہارت، عبادات، معاملات، لباس جیسے ریشم، شکار، طعام، قسم اور دیگر ابواب میں اس قاعدہ سے متعلق بہت ساری تطبیقات کا ذکر کیا ہے (۸۷)۔

ایک اور قاعدہ: ''الحاجة العامة تنزل منزلة الضرورة'' ہے، (عام حاجت ضرورت کے قائم مقام ہے)۔ اس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر اس شخص سے خریدنے میں کوئی کراہت نہیں جس کے مال میں شبہ ہو (۸۸)۔

Marfat.com

اس اصول کی تطبیق ہمارے اس موضوع پر اس طرح ہوتی ہے کہ مسلم دنیا میں لوگوں کو شیئرز کمپنیوں کی شدید ضرورت ہے، کیونکہ افراد اپنی جمع شدہ رقوم کی سرمایہ کاری سے بے نیاز نہیں رہ سکتے، اسی طرح حکومتوں کو بھی عوام کے سرمایوں کو طویل مدتی سرمایہ کاری میں لگانے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کا فائدہ سب لوگوں کو حاصل ہو سکے، اور اگر مسلمان ان کمپنیوں کے شیئرز خریدنے سے گریز کریں گے تو دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت کا پیدا ہونا لازمی ہے:

ایک یہ کہ یہ اسکیمیں جو عالم اسلامی کی حیویت کا ذریعہ ہیں تعطل کا شکار ہو جائیں گی۔ دوم یہ کہ ان کمپنیوں اور ان کے انتظام پر غیر مسلموں یا کم از کم فساق وفجار کا غلبہ ہو جائے گا۔

لیکن اگر مخلص مسلمان ان شیئرز کو خریدنے پر آمادہ ہو جائیں تو وہ مستقبل میں ان کمپنیوں کے سودی بینکوں کے ساتھ معاملات کو روکنے پر قادر ہو جائیں گے اور اسلام کے مفاد کے لئے کمپنی کے رخ کو تبدیل کر سکیں گے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کمپنی وغیرہ کے وہ ذمہ دار جو تبدیلی پر قادر ہیں گناہ سے بری ہیں، بلکہ وہ بھی گنہگار ہیں، لیکن عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان قواعد کے مطابق جن کا ہم ذکر کریں گے، ان شیئرز کو خریدیں، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شیئر ہولڈر کمپنی کو اپنے کچھ سرمایہ کو ڈپوزٹ کرنے سے روک سکتا ہو تو کمپنی کو روکنا اس پر واجب ہے۔

اس نوع کے شیئرز کے اجراء سے روکنے والی پہلی رائے کا محاکمہ:

اول: حلال مال میں حرام کے معمولی مقدار کے پائے جانے سے مال حرام نہیں ہوگا، بلکہ جیسا کہ تفصیل گزر چکی، صرف حرام کو دور کرنا واجب ہوگا۔

دوم: بعض حضرات نے جو یہ شرط لگائی ہے کہ شیئرز کے جواز یا کمپنیوں کے ساتھ کاروبار کے حلال ہونے کے لئے شرعی نگرانی کا ہونا ضروری ہے، کتاب یا سنت یا اجماع یا قیاس صحیح سے ہمیں اس شرط کی کوئی دلیل نہیں ملتی، کیونکہ مسلمان اپنے دین اور حلت وحرمت کے سلسلے

Marfat.com

میں امانت دار ہیں اور ان کے احوال پوشیدہ ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''کوئی مسلمان اگر ایسے معاملات کرتا ہے جن کے جواز کا وہ اعتقاد رکھتا ہو جیسے حیلے...... جس کے جواز کا فتوی بعض دیتے ہیں..... تو دوسرے مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اس کے ساتھ اس مال کے سلسلہ میں معاملہ کر لے''، پھر فرماتے ہیں: ''جہاں تک اس مسلمان کا تعلق ہے جس کا حال پوشیدہ ہے تو حقیقتاً اس کے معاملہ میں کوئی شبہ نہیں، اور جو تقوی کی وجہ سے اس سے معاملہ کرنا ترک کر دے تو اس نے دین میں ایسی بدعت ایجاد کر دی جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی ہے''(۸۹)۔

بلکہ ان امور میں جو حرام نہیں ہیں کفار کے ساتھ کاروبار بالاتفاق جائز ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''.....ایسی صورت میں وہ تمام مال جو مسلمان، یہود اور نصاری کے ہاتھ میں ہیں جن کے بارے میں کسی علامت اور دلیل سے یہ نہیں معلوم کہ وہ غصب کردہ یا مقبوضہ ہیں، ان کے ساتھ قابض کا سا معاملہ کرنا درست نہیں ہے، لہذا ان اموال میں بغیر کسی شک وشبہ کے ان کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے، اس سلسلہ میں ائمہ کے درمیان مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں ہے''(۹۰)۔

ہاں! بے شک حلال وحرام کی واقفیت ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جو مارکیٹ میں گھسنا چاہتا ہے، تاکہ وہ اپنے دین کی حفاظت کر سکے، اور حلال وحرام کا علم یا تو خود سے حاصل کرے یا اہل علم وبصیرت سے پوچھ کر کے معلوم کر لے، لیکن ان کے ساتھ یا ان کی کمپنیوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے جواز کا حکم شرعی نگرانی کی شرط کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ شرط لگا: تشدد اور شریعت کے وسیع دائرے کو محدود کرنا ہے۔

یہ قول درست ہے کہ کمپنی کے لئے شرعی نگرانی کے ہونے سے اس کے ساتھ کاروبار کرنے والے شرکاء کو تحفظ حاصل ہوگا، لیکن اس کی موجودگی سے کاروبار کے جواز کو مشروط کرنے کی بات قابل غور اور محل نظر ہے۔

Marfat.com

ترجیحی رائے اور اس کے ضوابط:

میرے نزدیک جو چیز راجح ہے، اور اللہ ہی کو بہتر علم ہے، وہ یہ کہ مسلمانوں کی زیر ملکیت کمپنیوں کے تعلق سے اس قسم کے شیئرز کی پوزیشن مندرجہ ذیل ہے:

اول: مجلس انتظامیہ اور منتظم کے لئے کسی قسم کا حرام کاروبار کرنا درست نہیں، لہذا ان کے لئے سود پر نہ قرض دینا جائز ہے اور نہ لینا، اگر وہ ایسا کریں تو وہ اس جنگ میں گھس رہے ہیں جس کا اعلان اللہ تعالی نے ان کے خلاف کیا ہے، "**فأذنوا بحرب من الله ورسوله**" خصوصاً ان حالات میں جب کہ اللہ نے مسلمانوں کے لئے بیشتر مقامات پر اسلامی بینکوں کا یا ان کی طرف سے اپنے تمام سرمایوں کو بیشتر اسلامی خیارات (Options) میں لگانے کا انتظام فرمادیا ہے۔

دوم: جہاں تک ان کمپنیوں میں، ان کے شیئرز خریدنے میں اور ان میں تصرف کرنے میں مسلمانوں کے شریک ہونے کا تعلق ہے تو وہ اس وقت تک جائز ہے جب تک ان کمپنیوں کے غالب سرمائے اور ان کے تصرفات حلال ہوں، اگرچہ احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ گریز کیا جائے۔

لیکن اس میں شریک ہونے والے کو مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہئے:

۱- ان کمپنیوں کے شیئرز کی خرید کے ذریعہ اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ عام اجلاس یا مجلس انتظامیہ میں اپنے ووٹ کے ذریعہ کمپنی کو خالص حلال میں تبدیل کرے۔

۲- وہ اپنی پوری محنت اور اپنا سرمایہ حتی الوسع خالص اور حلال وطیب مال کی فراہمی میں لگادے، اور صرف شدید ضرورت، مسلمانوں کے مصالح اور بڑی بڑی کمپنیوں کے ذریعہ ان کی اقتصادیات کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کے پیش نظر ہی شبہ والی چیز کو اختیار کرے۔

۳- ان شیئرز کے حامل کو چاہئے کہ سود کے اس تناسب کو ملحوظ رکھے جو کمپنی بینکوں میں اپنے ڈپوزٹ شدہ سرمائے پر لیتی ہے، یہ کمپنی کے بجٹ کے ذریعہ یا کمپنی کا حساب رکھنے والے ذمہ داروں کے ذریعہ معلوم ہوگا، اگر اسے معلوم کرنا ممکن نہ ہو تو کوشش کر کے اس کا اندازہ لگائے، پھر اتنی

Marfat.com

مقدار عوامی فلاح و بہبود کے شعبوں میں صرف کردے۔

۴- کسی مسلمان کے لئے ایسی کمپنی کا قائم کرنا جائز نہیں جس کے نظام اساسی میں اس بات کی صراحت ہو کہ یہ کمپنی سودی قرضوں کے لین دین کا معاملہ کرے گی، اسی طرح جب تک یہ صورت ہو اس کمپنی کے قیام میں تعاون بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ گناہ اور زیادتی میں تعاون ہے، ہاں اس شخص کے لئے اس کی اجازت ہے جو کمپنی کے رخ کو حلال کی طرف موڑنے کی طاقت رکھتا ہو۔

سوم: مذکورہ ضوابط کے ساتھ ان شیئرز کی خرید وفروخت کی اباحت کا حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب شیئرز عام ہوں، یا ترجیحی ہوں تو ان کی ترجیح مال کی بنیاد پر نہ ہو۔

ان دو قسموں کے علاوہ اقسام کا حکم علاحدہ طور سے بیان کیا جائے گا۔

جہاں تک ان کمپنیوں کے شیئرز کا تعلق ہے جو غیر مسلموں کی زیر ملکیت ہیں لیکن ان کا نظام حرام کاروبار کی صراحت نہیں کرتا ہے پھر بھی بعض لوگوں نے ایسی کمپنیوں کے سلسلے میں شدت سے کام لیا ہے(۹۱) لیکن سابقہ ضوابط کے ساتھ ان میں کاروبار کرنے میں مجھے کوئی حرج نہیں محسوس ہوتا، رابطہ میں ۲۰ تا ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ میں ''**الأسواق المالية من الوجهة الإسلامية**'' کے عنوان سے منعقد کئے گئے سیمنار میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ایسی کمپنیوں کے شیئرز کا مالک ہونا یا ان کا اجراء درست ہے جن کا بنیادی مقصد تو حلال ہو مگر کبھی کبھی ان کو سودی کاروبار کرنے پڑتے ہوں.... سودی قرض کے لین دین کی حرمت، اس کی تبدیلی کے وجوب اور اس کے چلانے والے پر اعتراض اور اس کی مذمت کے ساتھ یہ حکم کمپنی کے مقصد کی مشروعیت کی بنا پر ہے، اور شیئر ہولڈر پر واجب ہے کہ جب وہ شیئر کا نفع حاصل کرے تو اس حصہ سے دستبردار ہو جائے جس کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ یہ سودی کاروبار سے حاصل شدہ نفع کے بقدر ہے، اور اسے رفاہی مصارف میں صرف کردے۔

اسی طرح ''البرکۃ'' کے سیمنار برائے ''اقتصاد اسلامی'' میں باتفاق شرکاء مسلم ممالک

Marfat.com

میں کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے معاملات کو اسلامائز (Islamize) کرنے کے مقصد سے ان کے شیئرز کی خرید کو جائز قرار دیا گیا ہے، بلکہ شرکاء سیمینار نے اسے امر مطلوب قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں اس بات کے زیادہ امکانات ہیں کہ مسلمان احکام شریعت کی پابندی کریں، اور اکثریت کے ساتھ انہوں نے غیر مسلم ممالک میں کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید کو اس صورت میں جائز قرار دیا ہے، جب آمیزشوں سے پاک کوئی اور متبادل نہ ملے (۹۲)۔

اگر کمپنی کے نظام میں حرام کاروبار کی صراحت نہ ہو، اور سابقہ ضوابط کی پابندی کی جائے تو ایسی صورت میں جواز کا قول ہی روح شریعت سے ہم آہنگ ہے، جس کی بنیاد سرمایہ کاری میں آسانی پیدا کرنے، اور حرج کو دور کرنے، اور عوام کی ضروریات کو ملحوظ رکھنے پر ہے، کیونکہ اگر اس میں حرام پایا بھی جارہا ہے تو وہ معمولی تناسب سے پایا جارہا ہے جو بقیہ مال میں مؤثر نہیں ہوگا، اسی طرح اس مقدار کو عوامی رفاہی مصارف میں خرچ کرکے اس سے بچا جاسکتا ہے، مزید یہ کہ مجموعی طور پر معقود علیہ بیع کا محل مباح امور ہیں، اور ان میں شرکت اختیار کرنا جائز ہے۔ صف اول کے کسی بھی بزرگ نے مجموعی طور پر اہل کتاب سے معاملہ کرنے سے نہیں روکا ہے، اور باوجودیکہ اہل کتاب کے تمام معاملات اور ان کے اموال اسلام کی مطلوبہ شرائط کے مطابق نہیں تھے، آپ ﷺ اور صحابہ کرام ان کے ساتھ معاملات کرتے تھے، چنانچہ امام بخاری نے ترجمہ قائم کیا ہے: "باب المزارعة مع الیھود" (یہودیوں کے ساتھ کاشتکاری کا باب) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "اس سے امام بخاری کی مراد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس معاملہ کے جواز میں مسلمانوں اور ذمیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے (۹۳)۔ اسی طرح صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی زرہ اس کے پاس بطور رہن رکھ دی (۹۴)۔ یہی حال صحابہ کرامؓ کا تھا، چنانچہ ان کے دور میں بھی فی الجملہ ان کے ساتھ معاملات ہوتے تھے اور اس کا رواج تھا (۹۵)۔

Marfat.com

خلاصۂ بحث

۱- اسلام میں سرمایہ کاری کا ایک مخصوص اور منفرد نظام ہے جس کی بنیاد اقدار و اخلاق اور عقیدہ پر ہے۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ:

عمل اور سرمایہ کاری کے سلسلے میں مومن کا اقدام اس نقطۂ نظر سے شروع ہوتا ہے کہ کائنات کی تعمیر و ترقی سے متعلق حکم الٰہی کا نفاذ ہو، اس کے عمل کا نقطۂ آغاز اس کے اس ایمان پر مبنی ہوتا ہے کہ سود اور دیگر محرمات مال کو گھٹانے اور مٹانے کا باعث ہیں، اور یہ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مال کی کثرت، برکت اور خیر کا باعث ہے۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ مومن اللہ کی رضا کو اپنا نصب العین بناتا ہے، اسی کی خاطر وہ فقراء، یتیموں اور قیدیوں کے کھلانے کا اہتمام کرتا ہے، جبکہ کافر اپنے مفاد ہی کو بنیاد بناتا ہے اور اس کا خرچ کرنا اپنے ظاہری اور مادی مفاد ہی کی خاطر ہوتا ہے۔

اور اسی کا نتیجہ ہے کہ حیلے، فریب، استحصال، ذخیرہ اندوزی، ظلم، سود اور دیگر ایسے افعال جن کو اللہ تعالی اور رسول کریم ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، وہ حرام قرار پاتے ہیں۔

۲- اسہم جمع ہے سہم کی، اس سے مراد وہ دستاویز ہے جو کمپنی کے اصل سرمایہ کے ایک حصہ کی نمائندگی کرتی ہے، یا اس سے مراد کسی سرمایہ دار کمپنی میں شیر ہولڈر کا حصہ ہے۔

۳- ایسی کمپنیوں کے شیئرز میں سرمایہ کاری جن کا کاروبار حرام ہو، جیسے سودی بینک اور وہ کمپنیاں جو خنزیر، نشہ آور اور مسکر اشیاء کا کاروبار کرتی ہیں، بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے۔

۴- ایسی کمپنیوں کے شیئرز میں سرمایہ کاری جن کا کاروبار حلال ہو جیسے اسلامی بینکس اور اسلامی کمپنیاں، بلاشبہ جائز اور مباح ہے۔

۵- ایسی کمپنیوں کے شیئرز کا حکم مختلف فیہ ہے، جن کا کاروبار حلال ہو اور جن کے بنیادی

Marfat.com

نظام میں حرام کاروبار کرنا تو نہ ہو، لیکن کبھی کبھار ان کو سودی بینکوں سے قرض کے لین دین کا معاملہ کرنا پڑتا ہو۔

مقاصد شریعت اور مصالح مرسلہ کا تقاضا ہے کہ ایسی صورت میں مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ سرمایہ کاری کو جائز قرار دیا جائے:

۱-اس قسم کی کمپنیوں میں شیئرز ہولڈر کی شرکت کا مقصد کمپنی کا نظام تبدیل کرنا اور اس کو اسلامائز کرنا ہو۔

۲-بجٹ کے مطابق حرام مال کا جو تناسب ہے شیئر ہولڈر اس سے دستبردار ہو جائے اور اس حرام مال کو عوامی فلاح بہبود کے شعبوں میں صرف کردے۔

جہاں تک ڈائرکٹر، مجلس انتظامیہ کے ممبران اور ان تمام افراد کا تعلق ہے جو سودی معاملات کے اندراج میں حصہ لیتے ہیں تو ان میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس وقت تک گنہگار رہیں گے جب تک کہ سود کو ترک نہ کردیں۔

اسی کے ساتھ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ شبہات سے دور رہ کر حلال کی تلاش کرے، اور مسلم ممالک اور حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلامی شریعت کی پابندی کریں، اور اپنے نظام کو سود، محرمات اور شبہات سے پاک کریں۔ **واللہ المستعان**

حواشی:

۱۔ ملاحظہ ہو: لسان العرب، طبع دار المعارف۔ القاموس المحیط اور المعجم الوسیط، مادہ ''ثمر''۔

۲۔ بدایۃ المجتہد، طبع الحلبی (۲/۲۸۱)۔

۳۔ ''مبدأ الرضائی العقود، دراسۃ مقارنۃ'' (۱۹۸۵ء میں جامع ازہر میں پیش کردہ ڈاکٹریٹ کا مقالہ) از: ڈاکٹر علی القرہ داغی (۱/۳۳۱۔۳۵۳)۔

۴۔ المعجم الوسیط (۱/۱۰۰) مادہ ''ثمر''۔

۵۔ سورہ نساء/۴۔

Marfat.com

۶۔ تفسیر کبیر، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت (۹/۱۸۶)۔
۷۔ السنن الکبری للبیہقی، طبع ہندوستان (۴/۱۰۷)، المجموع للنووی، طبع شرکۃ کبار العلماء (۵/۳۲۹)۔
۸۔ فقہ الزکاۃ، از: ڈاکٹر یوسف قرضاوی، طبع وہبہ، قاہرہ (۱/۱۳۰)۔
۹۔ سورہ حشر/۷۔
۱۰۔ سورہ انفال/۶۰۔
۱۱۔ سورہ ہود/۶۱۔
۱۲۔ تفسیر الماوردی المسمی: النکت والعیون، طبع اُوقاف الکویت (۲/۲۱۸)۔
۱۳۔ بحوالہ ''منہج الادخار والاستثمار'' از: ڈاکٹر رفعت العوضی، طبع الاتحاد الدولی للبنوک الاسلامیہ (ص/۴۳)۔
۱۴۔ سورہ الانسان/۹۔
۱۵۔ سورہ ماعون/۱۔۳۔
۱۶۔ سورہ بقرہ/۲۷۶۔
۱۷۔ سورہ حدید/۲۳۔
۱۸۔ سورہ نساء/۲۹۔
۱۹۔ سورہ بقرہ/۲۷۸۔
۲۰۔ مسلم (۱/۹۹)، ابو داؤد مع عون المعبود (۹/۳۲)، ترمذی مع تحفۃ الأحوذی (۴/۵۴۴)، ابن ماجہ (۲/۷۴۹) میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے، تو آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو آپ ﷺ کی انگلیاں نم ہوگئیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے غلے والے یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اس پر پانی پڑ گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس؟ من غشّ فليس منّي''۔ یہ حدیث ہر قسم کے دھوکہ اور حقیقت کو چھپانے کی حرمت کے باب میں صریح ہے۔
۲۱۔ نجش: ایسے شخص کی طرف سے قیمت بڑھا کر بولنے کو کہتے ہیں جس کا ارادہ سامان خریدنے کا نہ ہو، اس سے متعلق حدیث کے لئے دیکھئے: بخاری مع الفتح (۴/۳۵۵)، مسلم (۳/۱۱۵۶)۔
۲۲۔ تصریہ: کہتے ہیں جانور کے تھن میں اس مقصد سے دودھ روک لینے کو کہ اس کے تھن میں دودھ نظر آئے، اور حدیث اس کی ممانعت سے متعلق متفق علیہ ہے، دیکھئے صحیح بخاری مع الفتح (۴/۳۶۱)، مسلم (۳/۱۱۵۵)۔
۲۳۔ دیکھئے: مبدأ الرضائی العقود (ص/۶۷۳۔۸۵۰)۔
۲۴۔ صحیح بخاری مع الفتح (۴/۳۳۷)، مسلم (۳/۱۱۶۵)، مسند احمد (۲/۸۰،۱۲۹)، سنن أبی داؤد مع العون (۹/۳۹۵)، ترمذی مع التحفۃ (۴/۴۵۵) نسائی (۷/۲۲۲)، ابن ماجہ (۲/۷۵۳)۔

Marfat.com

۲۵۔ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مبدأ الرضا فی العقود، ص ر ۸۵۲، اور اس کے بعد کے صفحات۔

۲۶۔ القاموس المحیط، لسان العرب، المعجم الوسیط، مادہ ''سہم''۔

۲۷۔ النکت والعیون للماوردی، طبع أوقاف الکویت (۳ ر ۴۲۶)، اور ملاحظہ ہو: أحکام القرآن لابن العربی، طبع دار المعرفۃ بیروت (۴ ر ۱۶۲۲)۔

۲۸۔ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر علی حسن یونس کی کتاب: الشرکات التجاریۃ، طبع الاعتماد، قاہرہ (ص ر ۵۳۹)، ڈاکٹر شکری حبیب شکری اور میشیل میکالا کی کتاب: شرکات الأشخاص اور شرکات الاموال علما وعملا، طبع الاسکندریۃ (ص ر ۱۸۴)، ڈاکٹر صالح بن زابن المرزوقی البقمی، طبع جامعۃ أم القری ۱۴۰۶ھ (ص ر ۳۳۲)، اور ڈاکٹر ابو زید رضوان کی کتاب: الشرکات التجاریۃ فی القانون المصری القارن، طبع دار الفکر العربی، قاہرہ ۱۹۸۹ء، (ص ر ۵۲۶)۔

۲۹۔ ڈاکٹر صالح البقمی: حوالہ سابق (ص ر ۳۳۷۔۳۳۸)۔

۳۰۔ بخاری نے تعلیقا اسے روایت کیا ہے، کتاب الاجارۃ (۴ ر ۴۵۱)۔

۳۱۔ سنن ترمذی مع شرح تحفۃ الأحوذی، کتاب الأحکام (۴ ر ۵۸۴)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ اسانید اگرچہ ان میں سے ہر ایک علاحدہ طور پر ضعیف ہے لیکن مختلف طرق سے سب مل کر ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں (مجموع الفتاوی ۲۹ ر ۱۴۷)۔

۳۲۔ مجموع الفتاوی، طبع ریاض (۲۹ ر ۱۵۰) اور ''عقود وشروط میں اصل اباحت ہے'' کے اثبات کے لئے ملاحظہ ہو: مبدأ الرضا فی العقود، طبع دار البشائر الإسلامیۃ (۲ ر ۱۱۴۸)۔

۳۳، ۳۴۔ مجموع الفتاوی (۲۹ ر ۳۴۶، ۳۵۱)۔

۳۵۔ ملاحظہ ہو: گزشتہ فقہی مآخذ، اور ڈاکٹر عبد الغفار الشریف کا مجمع الفقہ الاسلامی کے چھٹے اجلاس میں پیش کردہ مقالہ (ص ر ۱۰۔۱۱)، اور ڈاکٹر محمد الحبیب الجراية کا مقالہ بعنوان ''الأدوات المالية التقليدية'' جو مجمع الفقہ کے چھٹے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا، اور ڈاکٹر الخیاط کی کتاب: الشرکات، طبع الرسالۃ (۲ ر ۹۴......)، نیز ڈاکٹر صالح بن زابن کی کتاب: شرکۃ المساهمة (ص ر ۳۳۴)۔

۳۶۔ دیکھئے: حوالہ سابق (ص ر ۳۴۰) از: ڈاکٹر صالح بن زابن البقمی، وہ تحریر فرماتے ہیں: اس موقع پر ہم ان کے (علماء کے) اقوال کی تین قسمیں کر سکتے ہیں: ایک قسم وہ ہے جس میں شیئرز کا کاروبار علی الاطلاق حرام ہے، دوسری قسم کے مطابق علی الاطلاق ان کا کاروبار جائز اور درست ہے لیکن بعض کے نزدیک ان کا موجب حرمت اسباب سے خالی ہونا شرط ہے، تیسری قسم وہ ہے جس میں بعض قسم کے شیئرز جائز اور بعض حرام ہیں......''

Marfat.com

۳۷۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: الشرکات فی الفقه الإسلامی، از: شیخ علی الخفیف، طبع دار النشر للجامعات المصریۃ (ص/۹۶)، الشرکات فی الشریعة الإسلامیة والقانون الوضعی، از: ڈاکٹر عبد العزیز الخیاط، طبع المطابع التعاونیۃ ۱۹۷۱ء (۲/ ۱۵۳۔ ۲۱۲)، شرکة المساهمة فی النظام السعودی، از: ڈاکٹر صالح بن زابن، طبع جامعۃ أم القری ۱۴۰۶ھ (ص/ ۳۴۰)۔ شیئرز کی خرید و فروخت کو علی الاطلاق حرام قرار دینے والوں میں شیخ تقی الدین النبہانی ہیں، دیکھئے ان کی کتاب: النظام الاقتصادی فی الإسلام، طبع القدس ۱۹۵۳ (ص/ ۱۴۱۔ ۱۴۲) اور جو لوگ بغیر کسی تفصیل کے شیئرز کے کاروبار کی اباحت کے قائل ہیں ان میں ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اور شیخ شلتوت ہیں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ حضرات شیئرز کے محرمات سے خالی ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے: فتاوی شیخ شلتوت طبع الشروق (ص/ ۳۵۵) نیز سابقہ حوالہ جات۔

۳۸۔ زاد المعاد فی هدی خیر العباد، طبع مؤسسۃ الرسالۃ (۵/ ۷۴۶)۔

۳۹۔ شیخ تقی الدین النبہانی: النظام الاقتصادی فی الاسلام طبع القدس، تیسرا ایڈیشن ۷۲ء ھ (ص/ ۱۳۳)۔

۴۰۔ النبہانی: حوالہ سابق (ص/ ۱۴۱۔ ۱۴۲)۔

۴۱۔ ڈاکٹر صالح بن زابن: حوالہ سابق (ص/ ۳۴۴)۔

۴۲۔ دیکھئے: شیخ عبد اللہ بن سلیمان: بحث فی حکم تداول أسهم الشرکات المساهمة (ص/ ۳....)، اور شیخ محمد بن ابراہیم (مفتی الدیار السعودیہ) کا فتویٰ بابت قومی کمپنیوں کے شیئرز کے تداول کا جواز جو کتاب "فتاوی و رسائل" میں شامل ہے (۷/ ۴۲۔ ۴۳)۔

۴۳۔ ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقہیہ (الکویتیہ) مصطلح "جہالۃ" (۱۶/ ۱۶۷)۔

۴۴۔ الفروق، طبع دار المعرفۃ (۳/ ۲۶۵۔ ۲۶۶)۔

۴۵۔ مجموع الفتاوی، طبع الریاض (۲۹/ ۲۲۷)۔

۴۶۔ الغرر و أثره (ص/ ۵۹۴)۔

۴۷۔ مجموع الفتاوی (۲۹/ ۲۳۳)۔

۴۸۔ ملاحظہ ہو: المغنی (۵/ ۴۵)، المجموع (۹/ ۲۹۲)، ڈاکٹر صالح بن زابن: حوالہ سابق (ص/ ۳۴۸) اور سابقہ دیگر حوالہ جات۔

۴۹۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی، طبع عیسی الحلبی، قاہرہ (ص/ ۱۳۳) اور ملاحظہ ہو اسی موضوع کی ایک اور کتاب:

Marfat.com

الاشباہ والنظائر لابن نجیم، طبع مؤسسۃ الحلبی قاہرہ (ص/۱۲۱۔۱۲۲)۔

۵۰۔ صحیح بخاری مع الفتح طبع السلفیۃ۔ المساقاۃ (۴۹/۵)، مسلم، طبع عیسی الحلبی۔ البیوع (۳/۱۱۷۳)، أحمد (۱۵۰/۲)، موطا (ص/۳۷۸)۔

۵۱۔ فتح الباری (۵۱/۵)۔

۵۲۔ الموطا (ص/۳۷۸)۔

۵۳۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۸۰/۴) میں لکھا ہے، جسے بزاز نے روایت کیا ہے، اور اس میں موسی بن عبیدہ ہیں جو ضعیف ہیں۔

۵۴۔ تقریب التہذیب (۲۸۶/۲)، مجمع الزوائد (۸۰/۴)۔

۵۵۔ سابقہ تمام حوالہ جات۔

۵۶۔ صحیح بخاری مع الفتح، الایمان (۱۲۶/۱)، مسلم، المساقاۃ (۱۲۲۰/۳)، أحمد (۲۶۷/۴)۔

۵۷۔ فتح الباری (۱۲۷/۱)۔

۵۸۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی (ص/۹۷۔۹۸)، الأشباہ والنظائر لابن نجیم (ص/۹۱۔۹۲)۔

۵۹۔ شرح القواعد الفقہیہ، از شیخ احمد الزرقاء، طبع دار الغرب الاسلامی (ص/۱۵۵)۔

۶۰۔ حوالہ سابق۔

۶۱۔ حاشیہ ابن عابدین، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت (۳۶/۵۔۳۷)۔

۶۲۔ حاشیہ ابن عابدین (۳۹/۵)۔

۶۳۔ لوگوں کی ضرورت کی بنا پر بیع عرایا کی رخصت کے لئے دیکھئے: صحیح بخاری مع الفتح (۳۹۰/۴)، مسلم (۱۱۶۸/۳)، احمد (۱۸۱/۵)۔ عریہ کہتے ہیں: کھجور کے درخت پر لگے ہوئے کھجوروں کو ٹوٹے ہوئے کھجوروں کے عوض اندازے اور تخمینہ سے بیچنا۔

۶۴۔ آپ ﷺ سے خشک کھجوروں کے عوض تازہ کھجوروں کی بیع کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا خشک ہونے کے بعد کھجوروں میں کمی ہو جاتی ہے؟ عرض کیا گیا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: ''تب تو نہیں''۔ دیکھئے: مسند الشافعی (ص/۵۱)، احمد (۳۱۲/۳)، ترمذی (۲۳۱/۱)، نسائی (۲۶۹/۷)، ابن ماجہ (۷۶۱/۲)، سنن أبی داؤد (۲۵۱/۳)، السنن الکبری (۲۹۴/۵) اور دیکھئے: تلخیص الحبیر (۹/۳۔۱۰)۔

۶۵۔ مجموع الفتاوی (۲۹/۲۲۷، ۴۹)۔

۶۶۔ الأشباہ والنظائر لابن نجیم (ص/۹۳۔۱۰۳۔۱۰۴) اور ابن عابدین کے رسائل کے ضمن میں ملاحظہ ہو: نشر

Marfat.com

العرف فی بناء بعض الأحکام علی العرف، طبع آستانہ (۲/ ۱۱۵۔۱۱۸)۔

۶۷۔ اعلام الموقعین، طبع شقرون قاہرہ (۳/ ۷۸)۔

۶۸۔ قواعد الأحکام (۲/ ۱۵۹)۔

۶۹۔ الاسواق المالیۃ، از: ڈاکٹر علی السالوس: ایک مقالہ جو آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے چھٹے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا (ص/ ۷)۔

۷۰۔ الشرکات للشیخ علی الخفیف (ص/ ۹۶۔۹۷)، شیخ ابوزہرہ کا مقالہ جو مجمع البحوث الاسلامیہ کی دوسری کانفرنس کی مطبوعات کے ساتھ شائع کیا گیا تھا (۲/ ۱۸۴)، ڈاکٹر الخیاط کی کتاب: الشرکات فی الشریعۃ الاسلامیہ والقانون الوضعی، طبع الرسالۃ (۲/ ۱۸۷)، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کا مجمع الفقہ الاسلامی کے چھٹے اجلاس میں پیش کردہ مقالہ (ص/ ۵)، ڈاکٹر صالح بن زابن: حوالہ سابق (ص/ ۳۴۲) اور قاضی عبد اللہ بن سلیمان کا محولہ بالا مقالہ۔

۷۱۔ سابقہ مراجع، خاص طور سے شیخ عبد اللہ بن سلیمان کا مقالہ، جس میں موصوف نے بہت اچھی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

۷۲۔ مجموع الفتاوی، طبع الریاض (۲۹/ ۳۲۰۔۳۲۱)۔

۷۳۔ الاشباہ النظائر لابن نجیم (ص/ ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴)، اور ملاحظہ ہو: حاشیہ ابن عابدین (۴/ ۱۳۰)۔

۷۴۔ بدائع الصنائع (۶/ ۱۴۴)۔

۷۵۔ فتاوی ابن رشد، تحقیق: المختار بن الطاہر التلیلی، طبع دار الغرب الاسلامی (۱/ ۶۳۱۔۶۴۹)، مواہب الجلیل (۵/ ۲۷۷)

۷۶۔ قواعد الأحکام (۱/ ۷۲۔۷۳)۔

۷۷۔ المنثور فی القواعد، طبع اوقاف الکویت (۲/ ۲۵۳)۔

۷۸۔ الاشباہ و النظائر للسیوطی (ص/ ۱۲۰۔۱۲۱)، وحاشیہ القلیوبی مع عمیرۃ علی المنہاج (۲/ ۱۸۶)۔

۷۹۔ المجموع للنووی (۹/ ۳۵۳)، طبع المنیریۃ۔

۸۰۔ مجموع الفتاوی (۲۹/ ۳۱۱۔۳۲۳)۔

۸۱۔ مجموع الفتاوی (۲۹/ ۲۷۲۔۲۷۳)۔

۸۲۔ حوالہ سابق (۲۹/ ۳۰۸)۔

۸۳۔ بدائع الفوائد (۳/ ۲۵۷)۔

۸۴۔ گزشتہ مراجع اور شیخ عبد اللہ بن سلیمان کا مقالہ (ص/ ۱۶)۔

۸۵،۸۶۔ گزشتہ مراجع اور شیخ عبد اللہ بن سلیمان کا مذکورہ مقالہ۔

Marfat.com

۸۷۔ ملاحظہ ہو: جمل الأحکام للناطقی، ازہر میں ایم اے کا مقالہ، تحقیق: حمد اللہ سید (ص ر ۳۷۰۔۳۸۱)۔

۸۸۔ مجموع الفتاوی (۲۹ر۲۴۱)، اسی طرح انہوں نے اس شخص کے سلسلے میں جس کے مال میں حرام کی آمیزش ہو اغلب کے اعتبار کا قاعدہ ذکر کیا ہے۔

۸۹۔ مجموع الفتاوی (۲۹ر۳۱۹۔۳۲۴)۔

۹۰۔ حوالہ سابق (۲۹ر۳۲۷)۔

۹۱۔ شیخ عبد اللہ بن سلیمان کا سابقہ مقالہ (ص ر ۳۱)، اس میں انہوں نے مسلمانوں کی زیر ملکیت کمپنیوں کے شیئرز کی خرید کی اجازت دی ہے، خواہ ان کا کاروبار سود پر ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ ان کا بیشتر معاملہ اور ان کے غالب سرمائے حلال ہوں، لیکن انہوں نے غیر مسلموں کی زیر ملکیت کمپنیوں کے شیئرز کے مالک ہونے کو ناجائز قرار دیا ہے، البتہ اس صورت میں اس کو جائز قرار دیا ہے جب وہ بالفعل ان کا رخ تبدیل کرنے اور علی الاطلاق انہیں حرام کاروبار سے روکنے پر قادر ہو، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شیخ صالح کامل نے ان سے بتایا کہ وہ اس طرح کے پچاس حصص کمپنیوں میں شراکت کر کے اور اس کے بعد یہ شرط لگا کر ان کو شرعی احکام کی پابندی کرنے والی شراکت دار کمپنیوں میں تبدیل کر چکے ہیں۔

۹۲۔ الفتاوی الشرعیۃ فی الاقتصاد، طبع مجموعۃ برکۃ ۱۴۱۱ھ (ص ر ۱۷)۔

۹۳۔ صحیح بخاری مع فتح الباری، طبع السلفیۃ (۵ر۱۵)۔

۹۴۔ حوالہ سابق (۵ر۱۴۲)۔

۹۵۔ المغنی لابن قدامہ (۴ر۲۴۵۔۲۴۷)۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز، شیئر مارکیٹ اور کمپنی
ایک مختصر جائزہ و تعارف

مولانا ارشاد باقوی، بنگلور

(الف) حصص (شیئرز) کی مختلف اقسام۔
(ب) حصص بازار (شیئرز مارکیٹ) میں حصص کی مختلف اقسام اور اس کی اشکال۔
(ج) تجارت کے لحاظ سے قومی و عالمی بازار میں حصص کا مقام۔
(د) حصص کی قیمت کے اتار چڑھاؤ، حصص کی خرید و فروخت اور مستقبل میں اس کی فروخت کے سلسلے میں اس سے متعلق استدلال۔
(ہ) حصص کے کاروبار میں حصص بازار (شیئرز مارکیٹ) کا کردار۔
(و) حصص کے تصدیق ناموں (سرٹیفکیٹ) کی ملکیت کا مطلب۔
(ز) حصص کے کاروبار پر سود کا اثر۔
(ح) حصص کے کاروبار میں رونما ہونے والی جدید ترین تبدیلیاں۔

ہندوستانی شیئر بازار

کاروباری افراد اور ان کے کاروباری منصوبوں (Projects) کے لئے فنڈ کی فراہمی کے مختلف مآخذ میں سے ایک سرمایہ بازار (Capital Market) ہے، بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ذریعہ دیئے جانے والے میقاتی قرضوں یا بینک سے مہیا کئے جانے والے کاروباری

Marfat.com

سرمایہ کی مانند رقم براہ راست عوام الناس سے سرمایہ بازار کے ذریعہ بھی حاصل کی جاسکتی ہے جس کا استعمال کاروباری منصوبوں کو تکمیل تک پہونچانے کے لئے ایک حصے کے طور پر کیا جاسکتا ہے، یہ رقم Shares (حصص Debenture) کسی کمپنی کی طرف سے قرض لی ہوئی رقم کا سرٹیفکیٹ، دستاویز قرض، یا Bond (تمسک) وغیرہ کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

جب ایک کاروباری کمپنی رفرد بنیادی طور پر فنڈ کے حصول کے لئے عوام الناس تک (ایک درمیانی رابطہ کے ذریعے جسے (Merchant Banker کہتے ہیں) پہونچتا ہے اور اس سلسلے میں حصص کے تصدیق نامے (سرٹیفکیٹ) جاری کرتا ہے، (یا ڈبینچر سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے) تو ابتدائی بازار (Primary Market) میں اسے پبلک ایشو (Public Issue) کے نام سے جانا جاتا ہے، اس طریقے کے تحت سرمایہ کاری کرنے والے عوام اپنی رقم کمپنی میں لگاتے ہیں اور رقم لگانے کے تصدیق نامے کے بطور شیئر سرٹیفکیٹ (حصص تصدیق نامے) حاصل کرتے ہیں، اس طرح سے کمپنی کے اصل سرمائے کی رقم میں حصہ دار ہونے کے ناطے سرمایہ کاری کرنے والے افراد کمپنی کے حصہ دار (Share Holder) بن جاتے ہیں، کمپنی کے شیئر ہولڈر کمپنی کے ذریعے حاصل کردہ نفع میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ یہ نفع انہیں نفع کی رقم (Dividend) کی شکل میں یا بعض اوقات اضافی حصص کے اجراء کی شکل میں (یہ حصص بلا قیمت دیئے جاتے ہیں جنہیں (Bonus Share) کہا جاتا ہے، حاصل ہوتا ہے، حصہ دار جب تک اس کی مرضی ہو حصص اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے اور کمپنی کو حاصل ہونے والے نفع یا بونس وغیرہ میں حصہ دار ہوتا ہے۔

اگر کسی وقت حصہ دار اپنی سرمایہ لگائی گئی رقم واپس چاہتا ہے تو وہ کمپنی کو وہ حصص واپس نہیں کرسکتا جو کمپنی نے اس کے نام جاری کئے تھے، بلکہ اسے یہ حصص سرمایہ کاری میں دلچسپی رکھنے والے کسی دوسرے شخص کو فروخت کرنا پڑتے ہیں جو کہ ان کو خریدنا اور بدلے میں ان حصص کی رقم پہلے سرمایہ کار کو ادا کرنا چاہتا ہے، اس سودے میں چونکہ خریدار براہ راست کمپنی سے حصص

Marfat.com

حاصل نہیں کرتا بلکہ کسی دوسرے شیئر ہولڈر سے حصص کے تصدیق نامے خریدتا ہے اس لئے اس سودے کو ثانوی بازار (Secondary Market) کے نام سے معنون کیا جاتا ہے، ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا ہے کہ فروخت کنندہ کو حصص کے لئے خریدار فوری طور پر دستیاب ہو جائے لہذا فروخت کنندہ کو ایک درمیانی شخص تک رسائی کرنا پڑتی ہے جسے بروکر (Broker شیئر دلال) کہتے ہیں، اس قسم کے بہت سے حصص دلال (بروکر) اپنے گاہکوں، خریداروں اور فروخت کنندگان سے آرڈر لیتے ہیں اور ایک مخصوص وقت میں ایک مخصوص مقام پر دوسرے دلالوں سے ان آرڈروں کا تبادلہ (Exchange) کرتے ہیں، وہ مقام جہاں حصص دلال اکٹھا ہوتے ہیں اسٹاک ایکسچینج (Stock Exchange) کہتے ہیں، حصص دلال اس اسٹاک ایکسچینج کے ارکان ہوتے ہیں، کسی اسٹاک ایکسچینج میں صرف اس کے ممبر دلال ہی سودے کر سکتے ہیں، اسٹاک ایکسچینج کے مخصوص ضابطے اور اصول ہوتے ہیں جن پر عمل درآمد ہر ممبر دلال کے لئے لازمی ہوتا ہے، ان ضوابط کو اس لئے تشکیل دیا جاتا ہے کہ سرمایہ کار کے مفادات کی حفاظت کی جا سکے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ حصص دلال سودے والے دن ہی رقم یا حصص کا تبادلہ کریں بلکہ کھاتوں میں ان سودوں کی تفصیلات کا اندراج کر لیا جاتا ہے اور اسٹاک ایکسچینج کے ارباب اختیار تک ان کی رپورٹ پہونچا دی جاتی ہے، اسٹاک ایکسچینج اپنے ہر رکن کے سودوں کی تفصیلات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھتا ہے اور معاملات طے ہونے کی مدت کے بعد جو کہ عام طور پر ایک ہفتہ ہوتی ہے، حصص نئے خریدار تک پہنچا دیئے جاتے ہیں اور ان کے بدلے میں رقم کی ادائیگی کر دی جاتی ہے۔

اسٹاک ایکسچینج

دنیا کے سب سے پہلے اسٹاک ایکسچینج نے ۱۶۱۱ء میں ایمسٹرڈم میں ایک بے چھت صحن میں کام کرنا شروع کیا۔ ہندوستان میں اسٹاک ایکسچینج کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں ہوا، اس وقت سرمایہ بازار محض ایسٹ انڈیا کمپنی کے قرضہ جاتی اسٹاک کے

Marfat.com

تبادلے تک محدود تھا۔ ۱۸۳۰ء میں امریکی خانہ جنگی کے بعد کپڑا بننے کی ملوں میں اچانک بے حد ترقی ہوئی اور ہندوستان سے کپڑے کی برآمد میں روز افزوں اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں کارپوریٹ اسٹاک (اجتماعی تمسکات) روبہ ظہور ہوئے اور بمبئی، کلکتہ اور احمد آباد اسٹاک ایکسچینج کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۸۷۵ء میں "دیسی حصص و حصص دلال ایسوسی ایشن" کے قیام کے بعد بمبئی اسٹاک ایکسچینج قائم کیا گیا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد تجارت اور کاروبار کے میدان میں بڑی تیزی سے مثبت تبدیلیاں روبہ عمل ہونے لگیں جن کے نتیجے میں نئی کمپنیاں قائم ہوئیں اور حصص کے کاروبار کو فروغ ہوا، لہذا کئی ایک علاقائی اسٹاک ایکسچینج مثلاً بنگلور، مدراس، کانپور، دہلی وغیرہ قائم ہوئے۔

اسٹاک ایکسچینج ایک نیلام بازار ہوتا ہے جہاں خریدار اور فروخت کنندگان اپنے گاہکوں کے آرڈروں کی تعمیل میں حصص اور ہنڈیوں (Securities) کا تبادلہ کرتے ہیں۔ حصص کے کاروبار میں اسٹاک ایکسچینج ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے چونکہ اس کے ذریعہ حصص اور ہنڈیوں کی خرید و فروخت کی سہولت حاصل ہوتی ہے اور یہ تبادلہ یا کاروبار ایک باقاعدہ اور باضابطہ انداز سے انجام پاتا ہے۔

وہ کمپنی جس نے پبلک ایشو کے ذریعہ حصص کے اجراء کے بعد سرمایہ اکٹھا کیا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اسٹاک ایکسچینج میں اپنے حصص کا اندراج کرائے تا کہ حصص کی خرید و فروخت کا کاروبار بسہولت ہو سکے اور سرمایہ کاری کرنے والے افراد کو ان کے حصص کے بدلے بہ آسانی رقم فراہم کی جاسکے۔ اسٹاک ایکسچینج کسی بھی کمپنی کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے حصص کا اندراج کرائے، اور بعد ازاں ان (کے تبادلے) کا کاروبار کر سکے، لیکن اس سے قبل اسٹاک ایکسچینج کے اصول وضوابط کی پابندی کرنے کا اقرار لازمی ہے، عام سرمایہ کار جو حصص کو خریدنا یا فروخت کرنا چاہتا ہے اسے ایسے حصص دلال کے پاس اپنا آرڈر نوٹ کرانا پڑتا ہے جو اسٹاک ایکسچینج کا ممبر ہو، وہ دلال اسٹاک ایکسچینج کے ہال میں اپنے گاہک کی جانب سے دوسرے دلال ممبر

Marfat.com

کے ساتھ حصص کو فروخت کرتا یا خریدتا ہے، اس سودے میں حصص کی وہی قیمت ادا یا وصول کی جاتی ہے جو کہ اس مخصوص دن اس حصص کی ہوتی ہے، دلال گاہک سے اپنی دلالی کی فیس بھی وصول کرتا ہے۔

سرمایہ بازار کے دستاویزات(Instrument) کی مختلف اشکال

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے سرمایہ بازار(Capital Market) میں مختلف قسموں کے دستاویزات (Instrument) مثلاً حصص، دستاویز قرض (Debenture) تمسکات (Bond) اور وارنٹ ضمانتی دستاویز (Warrants) وغیرہ کا لین دین کیا جاتا ہے۔ اگرچہ شیئر بازار میں سب سے زیادہ کاروبار مساوی حصص (Equity Share) کا ہوتا ہے۔ لہذا اسی وجہ سے شیئر بازار کی اصطلاح زبان زد خاص و عام ہے اور اسٹاک مارکیٹ یا کیپٹل مارکیٹ کی اصطلاحوں کو زیادہ استعمال نہیں کیا جاتا۔

سرمایہ بازار(Capital Market) کے دو حصے۔ شیئر بازار اور قرض بازار۔ ہوتے ہیں۔

قرض بازار(Debt Market) میں دستاویزات قرض اور تمسکات وغیرہ کی خرید و فروخت ہوتی ہے، یہ اس قسم کی ہنڈیاں ہوتی ہیں جن پر ایک مقررہ مدت میں مقررہ شرح کے لحاظ سے سود ادا کیا جاتا ہے، کمپنی ان کے خریدار کو لگاتار باقاعدہ طے شدہ شرح کے حساب سے سود ادا کرتی رہتی ہے اور ایک معینہ مدت کے بعد کمپنی ان کو واپس لے کر ان میں لگائی گئی رقم سرمایہ کاروں(Investors) کو واپس کر دیتی ہے، اس ہنڈی کے سرمایہ کار کو کمپنی کے ہونے والے نفع میں کسی قسم کی حصہ داری کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے اور سرمایہ میں لگائی گئی رقم (شیئر کی اصل قیمت) میں کسی قسم کا اضافہ بھی نہیں ہوتا ہے، سرمایہ کار کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس معینہ مدت تک جب تک کے لئے یہ ہنڈیاں جاری کی گئی ہیں ان پر سود حاصل کرتا رہے اور بعد میں ان حصص کی قیمت کمپنی سے واپس لے، یا پھر ان کو درمیان ہی میں کسی ایسے دفتر کو حصص

Marfat.com

دلال/اسٹاک ایکسچینج کے ذریعہ فروخت کردے جوان کی خریداری میں دلچسپی رکھتا ہو۔

شیئر بازار کسی کمپنی کے حصص کی لین دین/خرید وفروخت میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ''حصص (شیئرز) کا مطلب کمپنی کے حصص سرمایہ میں حصہ داری ہے''۔اس کے ذریعہ کمپنی کے سرمایہ میں کسی حصے دار (Share Holder) کے ذریعہ کیا جانے والا تعاون و اشتراک ہے۔حصص بنیادی طور پر حساب کی ایک اکائی ہے جس کے ذریعہ سرمایہ کار کے کمپنی میں مفادات کا تعین کیا جاتا ہے۔حصص ایک ایسی دستاویز ہے جو شیئر ہولڈر کو کمپنی کی ملکیت کا مختار بناتی ہے، حصص یا تو کمپنی کے ذریعہ جاری کیئے جاتے ہیں یا اسٹاک بازار میں انہیں خریدا جا سکتا ہے۔

کمپنی قانون ۱۹۵۶ء کی رو سے ایک پبلک لمیٹڈ کمپنی دو طرح کے شیئر بنا سکتی ہے اور ان کا اجراء کرسکتی ہے، یہ دو اقسام ترجیحی سرمایہ حصص اور مساوی سرمایہ حصص ہیں۔ترجیحی شیئر ہولڈر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ ایک مقررہ اور متعینہ نفع حاصل کرے اور اپنا اشتراک شدہ سرمایہ بعد میں واپس وصول کرلے اگر کمپنی کسی وجہ سے بند ہو جاتی ہے، حالانکہ ترجیحی حصص کے مالکان کو کمپنی کے معاملات اور جنرل میٹنگوں میں حق رائے دہی حاصل نہیں ہوتا ہے۔

مساوی حصص سرمایہ اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ حصص کی رقم کمپنی کی جانب سے واپس کردی جائے گی۔خالانکہ کسی قسم کی رقم کی واپسی کی ضمانت نہیں ہوتی لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس قبیل کے سرمایہ کار کو حاصل ہونے والے متوقع منافع کی کوئی حد بھی مقرر نہیں ہوتی، اس قسم کے حصص میں نقصان کا بھی اندیشہ ہوتا ہے لہذا انہیں زیادہ خطرے والے حصص کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، مساوی حصص میں یہ مالی نقصان پوشیدہ ہوتا ہے کہ اگر کمپنی نقصان سے گذرتی ہے یا اسے کسی وجہ سے بند کرنا پڑتا ہے تو سرمایہ کار کو بھی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔لیکن بہ صورت دیگر اگر کمپنی اپنے کاروبار میں ترقی حاصل کرتی ہے اور زیادہ نفع حاصل کرتی ہے تو اسے حصص میں سرمایہ لگانے والے افراد کو اسی تناسب سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔مساوی حصص کے

Marfat.com

مالکان سرمایہ کاروں کو ان کے حصص کی تعداد کے لحاظ سے کمپنی کی میٹنگوں میں تمام قراردادوں اور فیصلوں کے بارے میں اپنے حق رائے دہی کے استعمال کا حق بھی حاصل ہوتا ہے۔

مساوی حصص (Equity Shares)

زیادہ بہتر اور خوش نما مواقع مہیا کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باعث عام طور پر لوگ مساوی شیئر کی خرید وفروخت میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور شیئر بازار میں ان کا زیادہ لین دین ہوتا ہے۔ کمپنی کے ہر شیئر کی قیمت ہوتی ہے جو کہ بالعموم ۱۵/روپئے ہوتی ہے، ہر ایک شیئر ہولڈر کو اس کے ذریعہ کمپنی میں لگائے گئے سرمائے کے حساب سے حصص کے تصدیق نامے دئے جاتے ہیں اور اس کے کمپنی میں کتنے حصص ہیں اس کا تعین کیا جاتا ہے۔ یہ حصص تصدیق نامے بالعموم ۱۰۰ حصص کے لئے (ایک تصدیق نامہ کے حساب سے) جاری کئے جاتے ہیں جنہیں (Market Lot) کہتے ہیں۔ سرمایہ کاران حصص کو ۱۰۰ کی لوٹ (Lot) میں بہ آسانی ثانوی بازار میں فروخت کرسکتا ہے، اگر کسی سبب سے سرمایہ کار سو سے کم حصص کے تصدیق نامہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ یا تو انہیں اس تعداد میں بازار سے خرید سکتا ہے یا پھر اپنے حصص کو چھوٹے حصوں میں تقسیم کرسکتا ہے۔

.وہ کمپنی جو حصص جاری کرتی ہے اس کے ایک رجسٹر میں تمام حصص کے سرمایہ کاروں کے ناموں کا اندراج کرلیا جاتا ہے، اگر حصص کا مالک ان حصص کو کسی دوسرے شخص کو فروخت کرتا ہے تو خریدار کو ان حصص کو پھر سے کمپنی کے پاس بھیجنا پڑتا ہے تا کہ یہ حصص اس کے نام منتقل کئے جاسکیں، کیوں کہ اب نیا خریدار ہی ان حصص کا جائز مالک ہے۔ زیادہ تر کمپنیاں چند باہری ایجنٹوں کو جنہیں حصص منتقلی ایجنٹ (Share Transfer Agent) کہتے ہیں، حصص کی منتقلی کی دفتری کارروائی کے لئے مقرر کرتی ہیں تا کہ اس منتقلی کا عمل زیادہ بہتر اور تیزی سے مکمل کیا جاسکے۔ اگر خریدار چاہے تو وہ ان حصص کو اپنے نام سے منتقل کرائے بغیر ہی فوری طور پر بازار میں فروخت کرسکتا ہے۔

Marfat.com

حصص کی قیمتوں میں حرکت/اتار چڑھاؤ

خریدار وفروخت کنندہ کی ضروریات کے لحاظ سے کسی بھی کمپنی کے حصص کا بار بار لین دین کیا جاسکتا ہے، اگر کمپنی کی کارکردگی بہتر ہے اور وہ زیادہ نفع حاصل کررہی ہے تو اس کمپنی کے حصص کی بازار میں بہت زیادہ مانگ (Demand) ہوتی ہے، کیوں کہ ہر ایک اس کمپنی کے حصص کو خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہے، جب مانگ بڑھتی ہے، اور فراہمی (Supply) چوں کہ محدود ہوتی ہے لہذا حصص کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر مانگ لگاتار بڑھتی رہتی ہے تو حصص کی قیمتیں بھی زیادہ اور زیادہ بڑھتی رہتی ہیں، اگر کسی کمپنی کی خراب کارکردگی کی بناپر کمپنی کے حصص کے مالکان (Share Holders) حصص کو زیادہ تعداد میں فروخت کرتے ہیں یا بہتر کارکردگی کی صورت میں نفع حاصل کرنے کے لئے حصص کے مالکان حصص کو زیادہ تعداد میں فروخت کرتے ہیں تو چونکہ بازار میں حصص کی فراہمی (Supply) بڑھ جاتی ہے لہذا ان کی قیمت میں گراوٹ آجاتی ہے۔

سرمایہ کار اس وقت جبکہ حصص کی قیمت میں کمی آجاتی ہے حصص خرید سکتے ہیں اور انہیں اس وقت ثانوی بازار میں فروخت کرسکتے ہیں جبکہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو۔ قیمت خرید اور قیمت فروخت کا فرق ہی بالحقیقت ''اصل سرمایہ نفع'' (Capital Gain) ہوگا یا اصل نقصان (Loss) ہوگا اگر قیمت خرید زیادہ اور قیمت فروخت کم ہو۔

محصولیاتی زاویہ (Tax Angle)

حصص کی لین دین کے ذریعہ ہونے والے منافع آمدنی پر محصول (Incomtax) کی ادائیگی لازمی ہے، اگر سرمایہ کار حصص کو ایک سال تک اپنی ملکیت میں رکھتا ہے اور بعد ازاں اس کو فروخت کردیتا ہے تو اس سے حاصل ہونے والے نفع کو ''طویل المدتی سرمایہ نفع'' (Long term capital gain) کہتے ہیں اور اس پر ۲۰ رفیصد کی شرح سے آمدنی ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ اگر حصص کو ایک سال کے دوران ہی خریدا اور بیچا جاتا ہے تو اس سے حاصل ہونے والے

Marfat.com

نفع کو" مختصر المدتی سرمایہ نفع"(Short term capital gain) کہتے ہیں اور افراد پر لاگو ہونے والی عمومی شرح کے حساب سے ٹیکس کی رقم کا تعین کیا جاتا ہے جو کہ طویل المدتی سرمایہ نفع کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔طویل المدتی یا مختصر المدتی سرمایہ کاری کے نتیجے میں حاصل ہونے والا نقصان کل نفع میں سے منہا کر کے باقی بچ رہنے والی رقم پر ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔

غیر مقیم ہندوستانیوں NRIs اور غیر ممالک میں ان کے ذریعہ قائم کردہ کاروباری اداروں (OCBs) کے ذریعہ کی جانے والی سرمایہ کاری

ہمارے ملک کے مختلف کاروباری منصوبوں میں سرمایہ کاری کے لئے غیر مقیم ہندوستانیوں اور ان کے ذریعے غیر ممالک میں قائم کردہ کاروباری اداروں (Overseas Corporate Bodies) کو متوجہ کرنے اور اس ضمن میں ان کی حوصلہ افزائی کرنے کی غرض سے قومی حکومت انہیں مختلف قسم کی سرمایہ کاری سہولیات مہیا کرتی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ مناسب رقم ہندوستانی کمپنیوں کے حصص میں لگاسکیں۔ یہ سہولت انہیں ابتدائی اور ثانوی دونوں بازاروں میں مہیا کی جاتی ہے۔مثلاًNRIs اور OCBs کے لئے پبلک ایشوز ترجیحی حصص میں ایک مخصوص حصہ ریز رو کر دیا جاتا ہے اور سرمایہ کاری کے ذریعہ حاصل ہونے والے فائدے/منافع وغیرہ کو غیر ممالک میں منتقل کرنے کی اجازت ہوتی ہے، مزید برآں انہیں "طویل المدتی سرمایہ نفع" پر رعایتی شرح پر آمدنی ٹیکس ادا کرنے کی سہولت بھی حاصل ہوتی ہے۔

عالمی (بین الاقوامی) ایشوز

ہندوستانی کمپنیوں کے حصص کا اندراج ملک کے ایک یا ایک سے زائد اسٹاک ایکسچینجوں میں ہوتا ہے۔ملک میں معاشی رواداری(Liberalisation) کے تعارف وفروغ کے بعد قومی کمپنیوں کا مطمح نظر وسیع تر ہوا ہے، اور عالمی سطح پر بھی ان کی کوششیں جاری ہیں۔ملکی

Marfat.com

کمپنیاں عالمی فنڈ حاصل کرنے کی کوششیں کررہی ہیں جوکہ قومی فنڈ کی شرح سود کے مقابلے میں سستا پڑتا ہے۔ حکومت نے غیر ملکی ادارتی سرمایہ کاروں (Foreign Institutional Investors) کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ وہ ہندوستانی سرمایہ بازار میں سرمایہ کاری کریں، اور اسی کے ساتھ ساتھ دوسری جانب حکومت نے ہندوستانی کمپنیوں کو یہ سہولت بھی مہیا کی ہے کہ وہ عالمی جمع رسید (Global Deposit Receipts "GDR") جاری کریں اور عالمی بازار کے توسط سے اپنے حصص کو فروخت کرنے کی کوشش کریں۔ GDR کا اندراج لندن، لکزمبرگ، اور نیویارک اسٹاک ایکسچینجوں میں کیا گیا ہے جہاں ان کا کاروبار ہوتا ہے۔

شیئر بازار میں رونما ہونے والی حالیہ تبدیلیاں

ہندوستانی شیئر بازار اب سن بلوغ کو پہونچ رہا ہے حصص کے کاروبار میں جدید ترین تکنیک کا استعمال کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے سرمایہ کار کے لئے زیادہ شفافیت (Transperancy) رہتی ہے اور حصص تصدیق ناموں کے لین دین اور کاروبار کو زیادہ بہتر طریقے سے انجام دیا جاسکتا ہے، بمبئی اسٹاک ایکسچینج کی مکمل کارروائی کمپیوٹروں کے ذریعے ہوتی ہے اور سودے اور حصص کا لین دین بھی دلال عمارت میں نصب لاتعداد کمپیوٹروں کے ذریعے کرتے ہیں، ملک کے دوسرے اسٹاک ایکسچینج بھی اس نہج پر چل رہے ہیں اور اسٹاک ایکسچینج کو ترقی یافتہ انداز سے آراستہ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ علاقائی اسٹاک ایکسچینجوں کے علاوہ قومی اسٹاک ایکسچینج بھی ملک کے اہم شہروں تک پہونچ چکا ہے اور چونکہ اس انداز سے کام انتہائی ذمہ دارانہ اور شفاف طریقہ سے انجام دیا جارہا ہے، سرمایہ کاروں کا یقین بڑھا ہے اور ان کے بے بنیاد خوف کا ازالہ ہوا ہے، کیوں کہ تمام سودے باضابطہ اور بہتر انداز سے انجام پارہے ہیں، بمبئی اسٹاک ایکسچینج کا یہ بھی منصوبہ ہے کہ وہ اپنی قومی کمپیوٹر ٹریڈنگ (بمبئی آن لائن ٹریڈنگ) کو دوسرے شہروں تک بھی پھیلائے جس کے باعث شیئر ٹریڈنگ سے متعلق معلومات اور کاروبار کو ملک کے ان شہروں تک بھی لے جایا جاسکے جہاں پر تسلیم شدہ (Recognised) اسٹاک

Marfat.com

ایکسچینج کی سہولیات مہیا نہیں ہیں۔ اسٹاک ایکسچینج کی کارکردگی کی نگرانی کرنے والا قومی ادارہ (Securities & Exchange Board of India) باضابطہ طور پر سرمایہ کاری کے اس کاروبار اور پوری عمل کی نگرانی کر رہا ہے۔ جس کے باعث سرمایہ کاروں کے درمیان اعتماد کی فضا پیدا ہو رہی ہے اور ملک کا سرمایہ کاری بازار ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ حال ہی میں منظور ہونے والا قانون (Depositeries Bill ڈیپوزیٹریز بل) اس سلسلے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس کے اطلاق سے اسٹاک ایکسچینج کے رائج قدیم نظام کی خامیاں مکمل طور سے ختم کی جاسکیں گی۔

حصص کے کاروبار پر سود کا اثر

حصص کے کاروبار میں سود کی ادائیگی یا وصولیابی شامل نہیں ہے۔ اس کے ذریعہ کمپنیاں یا کاروبار شروع کرنے والے افراد اور حصص میں سرمایہ کاری کرنے والے افراد ''حلال نفع'' میں شریک ہوتے ہیں، ایک کمپنی چونکہ کسی منصوبے کو روبہ عمل لانا چاہتی ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سود کی ادائیگی پر رقم بطور قرض حاصل کرے اس کے بجائے کمپنی حاصل ہونے والے نفع میں اپنے حصص مالکان کو شریک کر سکتی ہے، جس کی مختلف شکلیں ڈیویڈنڈ (Dividends) بونس شیئرز (Bonus Shares) وغیرہ ہیں، سرمایہ کار بھی کسی قسم کا سود حاصل نہیں کرتا ہے بلکہ کمپنی کے نفع میں حصہ دار ہوتا ہے، اور اگر یہ حصص فروخت کئے جاتے ہیں تو ان کا نتیجہ ''سرمایہ نفع'' (یا نقصان) کی شکل میں ہی سامنے آتا ہے۔

ثانوی بازار میں بھی حصص کے لین دین میں کسی قسم کے سود کی عمل داری نہیں ہوتی ہے، ان حصص کی خرید وفروخت بازار کے (موجودہ) نرخ کے مطابق ہوتی ہے اور قیمت خرید و قیمت فروخت کا فرق ہی نفع یا نقصان کا تعین کرتا ہے۔

مزید برآں سرمایہ کار کو اس امر کا بھی اختیار رہتا ہے کہ وہ سرمایہ کاری کے لئے کمپنیوں کا انتخاب کر سکے، اور ان کمپنیوں کا ہی انتخاب کرے جن کا کاروبار قرآن میں مذکورہ خطوط پر چل رہا ہو، اور سرمایہ کاری کے لئے ان کمپنیوں کو نہ چنیں جو منع کی گئی سمت میں کاروبار کر رہی ہیں۔

Marfat.com

اسٹاک ایکسچینج کے کاروبار کا بیان

ڈاکٹر کے، جی، منشی۔ احمد آباد

اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار کی تمام تر کارروائی بروکر کی کسی فرم یا ایجنسی کے ذریعے انجام دی جاتی ہے۔ یہ بروکر اسٹاک ایکسچینج کے ارکان تصور کیے جاتے ہیں۔ اسٹاک ایکسچینج کے اصول وضوابط کے مطابق کسی باہری شخص کو بروکر کی کسی فرم یا ایجنسی کی مدد لئے بغیر کسی قسم کا کاروبار یا لین دین کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کاروبار میں دلچسپی رکھنے والے شخص کو کسی بروکر کے ذریعے کھاتہ کھولنا پڑتا ہے۔ لیکن بروکر کسی نئے شخص کا اکاؤنٹ کھولتے وقت دوسرے تاجروں کی مانند یہ چاہتا ہے کہ وہ شخص اپنا ذاتی تعارف اس سے کرائے یا کسی بینک کار یا کسی دوسرے قابل بھروسہ شخص کا حوالہ پیش کرے تاکہ بروکر کو نئے شخص کی کاروباری یا مالی حیثیت کے بارے میں پوری طرح معلومات حاصل ہوسکیں۔ لہذا وہ اشخاص جو کہ نیا اکاؤنٹ، ہاؤس کے کسی رکن کے ذریعہ کھولنا چاہتے ہیں اس بارے میں پوری طرح تیار رہیں کہ انہیں ایک قابل اعتماد حوالہ پیش کرنا پڑے گا۔

لین دین کے بہت سے طریقے مروج ہیں جن کا استعمال ارکان یا رقم لگانے والے افراد کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ عام حالات میں یا تو نقد رقم یا اکاؤنٹ کے ذریعہ کاروبار کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار عام طور پر نقد رقم کے ذریعہ ہی کیا جاتا ہے۔ بمبئی چونکہ ایک بازار ہے لہذا یہاں اکاؤنٹ کے ذریعہ بھی کاروبار انجام دیا جاتا ہے بلکہ درحقیقت یہاں اس کا ہی زیادہ رواج ہے۔ کانپور اور مدراس میں بھی اکاؤنٹ کے ذریعہ کاروبار

Marfat.com

ہوتا ہے لیکن بہت قلیل مقدار میں۔ کلکتہ اسٹاک ایکسچینج میں زیادہ تر کاروبار نقد رقم کے ذریعہ انجام پاتا ہے جبکہ انڈین اسٹاک ایکسچینج حالانکہ فارورڈ لین دین (Forward Dealings) کی اجازت دیتا ہے لیکن بمبئی سیکوریٹیز کنٹریکٹس کنٹرول ایکٹ ۱۹۲۵ کے تحت اس ایکسچینج میں فارورڈ لین دین نہیں کے برابر ہے۔

(الف) لین دین برائے رقم:

نقد رقم کی لین دین کا مطلب ہے کہ کاروبار میں نقد رقم ادا کی جائے گی یعنی خرید کے بدلے میں رقم کی ادائیگی کی جائے گی۔ اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ اس کے لئے کسی عرصہ مخصوص کو واضح طور سے بیان نہیں کیا گیا ہے اور حصص (Securities) کی خرید یا فروخت کے بدلے میں فوری طور پر یا ایک طے شدہ مناسب عرصے کے دوران (جو کہ مخصوص حالت میں الگ الگ ہوسکتا ہے) رقم کی ادائیگی کر دی جائے گی۔ "Natie Share & Borkers Association" کی ذیلی دفعات میں ضابطہ ۳۲۱ کے مطابق فوری طور پر ادائیگی سے متعلق کاروبار کے تحت رقم یا حصص کی ادائیگی سودا طے ہونے کے اگلے دن سہ پہر ۳ بجے تک ہو جانی چاہئے۔ اگر سودے کا دن اتفاق سے سنیچر ہے تو رقم یا حصص کی ادائیگی اگلے کاروباری دن ۳ بجے سہ پہر تک ہونی چاہئے۔ اگر متعلقہ پارٹیوں کے درمیان یہ طے ہو چکا ہے تو سودا طے ہونے کے زیادہ سے زیادہ سات دنوں تک رقم اور حصص کی ادائیگی اور سپردگی ہو جانی چاہئے، اور اس عرصے کے دوران طے شدہ سودا منسوخ نہیں ہوگا، حالانکہ کلکتہ اسٹاک ایکسچینج میں یہ مدت تین یوم کی ہے۔ مدراس اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار بمبئی کے نہج پر ہوتا ہے اور یہاں ادائیگی وغیرہ کے لئے سات دن کا عرصہ دیا جاسکتا ہے۔

(ب) اکاؤنٹ کے تحت لین دین:

اکاؤنٹ کے تحت لین دین کا مطلب ہوتا ہے کہ سودے کی ادائیگی سے متعلق تفاوت آئندہ ادائیگی کے وقت ادا کیا جائے گا اس طرح کے سودے ''وقتی سودے'' کہلاتے ہیں، کیونکہ

Marfat.com

ان کی تکمیل کے بعد اور ان کی ادائیگی سے قبل کچھ وقت گذرنا لازمی ہے، اور اس مدت کے دوران سیکورٹی کی قیمت میں مثبت یا منفی فرق آسکتا ہے، اس شکل میں یہ سودا ادائیگی کے دن سے قبل کسی بھی وقت مکمل کیا جا سکتا ہے، اور اس طرح سرمایہ کار سیکورٹی کی قیمت میں آنے والے ممکنہ فرق کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کر سکتا ہے، اور بعض اوقات تیزی سے ہونے والے اتار چڑھاؤ کے باعث منافع بھی کما سکتا ہے۔ ''وقتی سودے'' میں زیادہ تر حصہ محض امکانی نوعیت کا ہوتا ہے۔ وقتی سودے ان افراد کے ذریعہ کئے جاتے ہیں جو ان سیکورٹیز کو حوالے کرنا نہیں چاہتے جنہیں انہوں نے فروخت کیا ہے یا ان کے بدلے میں رقم حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ ایسے کاروباری افراد یہ مان لیتے ہیں کہ وہ ادائیگی کے دن سے قبل نفع حاصل کرتے ہوئے حصص کو خرید یا فروخت کر سکتے ہیں اور ان کے درمیان موجود ''تفاوت'' کی شکل میں منافع حاصل کر سکتے ہیں۔ اب سے کچھ عرصہ قبل تک بمبئی اسٹاک ایکسچینج کا زیادہ تر کاروبار ''وقتی سودوں'' کی شکل میں ہی ہوتا تھا اور بہت کم نقد رقم کے سودے ہوتے تھے۔

موجودہ صدی کے آغاز سے قبل بمبئی اسٹاک ایکسچینج کا کاروبار محض چند ایک جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں بالخصوص ٹیکسٹائل، کاٹن، Gining اور Pressing کمپنیوں کے اضافی حصص کے لین دین (خرید و فروخت) تک ہی محدود تھا، نقد اور آئندہ ادائیگی میں کوئی فرق نہیں تھا کیونکہ کسی بھی حصص کے بدلے میں آئندہ ادائیگی کی جا سکتی تھی۔ ماہانہ ادائیگی کا نظام مروج تھا، اور یہ تین قسموں میں منقسم تھا:

۱-ترن کگلیا، یا سہ کاغذی۔ اس میں درخواست فارم، ٹرانسفر ڈیڈ اور شیئر سرٹیفیکٹ شامل ہوتے تھے۔ خریدار کو سودے والے دن یا زیادہ سے زیادہ اگلے دن تک ان کاغذات کے وصول کرنے کے لئے رقم کی ادائیگی کرنی پڑتی تھی۔

۲-دوسرے طریقے میں ایک ہفتہ کی مدت درکار ہوتی تھی، خریدار کو سودا ہونے کے آٹھ دنوں کے بعد شیئر حاصل ہوتے تھے جس کے بدلے میں اسے اسی وقت ادائیگی کرنی پڑتی تھی۔

Marfat.com

(۳) حوالگی اور ادائیگی ماہانہ ادائیگیوں کی شکل میں: یہ وہ نظام ہے جو جون ۱۹۶۵ کے باعث فارورڈ ٹریڈنگ کے ملتوی ہونے سے قبل رائج تھا۔

کاروبار کے طریقے:

فرض کیجئے کہ ایک شخص کے پاس چند ہزار روپۓ کی رقم ہے اور وہ کسی اسٹاک ایکسچینج (مثلاً بمبئی) میں کاروبار کرنا چاہتا ہے، اس سلسلے میں کاروبار سے متعلق ضروری اقدامات بالترتیب اس طرح ہوں گے:

۱- پہلا قدم:

چونکہ کسی باہری شخص کو ایکسچینج کے ہال میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ رقم لگانے والے شخص کو اولاً ایک بروکر (اسٹاک ایکسچینج کا دلال) یا بروکر کی کسی فرم کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ چونکہ اسٹاک ایکسچینج کے قواعد وضوابط کے مطابق اس کے ارکان (بروکر) بذات خود رقم لگانے والے شخص کو اپنی جانب متوجہ نہیں کر سکتے لہذا بروکر کے انتخاب میں کچھ وقت صرف ہوسکتا ہے، ایسے شخص کو یا تو اپنے ان دوستوں اور واقف کاروں کے مشوروں کے مطابق کسی ایسے بروکر یا ان کی فرم کا انتخاب کرنا پڑے گا جن سے ان واقف کاروں نے اس سے قبل کاروبار کیا ہے، یا پھر وہ اسٹاک کے سکریٹری سے اسٹاک ایکسچینج کے ارکان کی فہرست طلب کر سکتا ہے۔ اس فہرست میں بروکر یا ان کی فرموں کے نام درج ہوتے ہیں چونکہ صرف ناموں سے کسی طرح کی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی لہذا اس طرح کیا جانے والا انتخاب سودمند بھی ثابت ہوسکتا ہے اور نقصان دہ بھی۔

اگر کوئی رقم لگانے والا شخص براہ راست بروکر کی فرم سے تعلق قائم نہیں کرسکتا تو اپنے بینک کے ذریعہ (جو کہ اپنے بروکر کے ذریعہ اپنے گاہکوں کے لئے اسٹاک ایکسچینج کا کاروبار کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں) لین دین کرسکتا ہے۔ اس طریقے سے بلاشبہ رقم لگانے والے شخص کو زیادہ تحفظ حاصل ہوتا ہے کیونکہ بروکر کے غلط اقدامات کے باعث ہونے والے

Marfat.com

نقصانات کا امکان کم سے کم ہوسکتا ہے، کیونکہ بینک کے ذمہ داران یہ چاہیں گے کہ ان کے گاہکوں کا نقصان نہ ہو، اس کے علاوہ بینک کے اسٹرونگ روم (رقم رکھنے کے کمرے) کے ذریعہ ادائیگی کی جاسکتی ہے یا ان میں حاصل شدہ رقم محفوظ رکھی جاسکتی ہے ،لیکن اس طریقے میں نقصانات بھی ہیں، سب سے پہلا نقصان وقت کا زیاں ہے۔ اسٹاک ایکسچینج کے اتار چڑھاؤ منٹوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ بینک کے ذریعہ بروکر سے رابطہ قائم کرنے میں اچھا خاصا وقت ضائع ہوسکتا ہے۔ مزید برآں بینک منیجر اسٹاک ایکسچینج کی اس وقت کی صورت حال اور دوسرے عوامل کے بارے میں زیادہ معلومات بھی نہیں رکھتے۔ بروکر چونکہ اس کاروبار سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں لہذا انہیں پل پل کی خبر رہتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے کاروبار کی مانند ذاتی عمل دخل اس میں بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بینک کے ذریعہ طے کئے جانے والے سودے میں بینکر کی ذاتی دلچسپی کا سوال ہی نہیں اٹھتا جبکہ اگر آپ براہ راست بروکر سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اس کو ذاتی طور سے جانتے ہیں اور وہ آپ کو جانتا ہے تو وہ بذات خود بھی سودے میں دلچسپی لے گا۔

اسی کے ساتھ ساتھ سیکورٹیز کے لئے کی جانے والی ادائیگی اور ان کو محفوظ طریقے سے رکھنے کے لئے بینک کی سہولیات بھی مہیا ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کاروبار کسی دلال کے ذریعہ براہ راست بھی کیا جارہا ہے تب بھی بینک کے منیجران اپنے گاہکوں کے لئے یہ خدمت ایک معمولی کمیشن کے عوض انجام دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ جب کاروبار کسی بینک کے ذریعہ انجام دیا جارہا ہے تو رقم لگانے والے شخص (Investor) کو بینک کو بھی ایک اضافی کمیشن ادا کرنا پڑتا ہے، لہذا کسی دلال کے ذریعہ براہ راست کاروبار کرنا ہمیشہ سودمند ثابت ہوتا ہے، لیکن بروکر (دلال) کا انتخاب دیکھ بھال کر کرنا چاہئے۔

بروکر کا انتخاب کرنے کے بعد اس کے نام ایک خط لکھا جاتا ہے جس میں اس سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کاروبار کرنے والے شخص کے لئے سودا کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے یا نہیں،

Marfat.com

اگر وہ راضی ہے تو پھر اس کا مشورہ طلب کیا جاتا ہے۔

۲-حوالہ ضروری ہے:

کوئی بھی بروکر کسی نئے گاہک کی جانب سے لین دین شروع کرنے سے قبل گاہک کا باقاعدہ تعارف چاہے گا یا پھر بینک کا حوالہ ضروری ہوگا تاکہ وہ گاہک کی معاشی حالت اور اس کی ایمانداری کے بارے میں پر یقین ہو سکے۔ کوئی بھی شرط باز (Bookmaker) اور یقینی طور پر کوئی بھی دلال کسی ایسے گاہک سے تعلق رکھنا پسند نہیں کرتا جس کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور نہ ہی کوئی شخص اپنی رقم کو جیب سے نکال کر اسٹاک کے کاروبار میں لگا سکتا ہے جب تک اس کا تعارف کسی بروکر سے باقاعدہ نہ کرایا جا چکا ہو۔

۳-خرید کا حکم دینا:

اپنے خیر خواہوں کا مشورہ حاصل کرنے کے بعد یا کسی تجارتی اخبار کے بغور مطالعہ کے بعد یا اپنے بروکر کا مشورہ حاصل کرنے کے بعد اور یہ طے کرنے کے بعد کہ کون سی سیکورٹیز خریدنا ہے، رقم لگانے والا اپنے بروکر کو سیکورٹیز خریدنے کے لئے حکم دے سکتا ہے، مثلاً وہ اس سے کہے کہ سینچری مل سے ۱۰۰ عمومی حصص خرید لے۔ غیر ضروری تاخیر سے بچنے کے لئے عام طور پر ٹیلی گرام کے ذریعہ یا ٹیلی فون کے ذریعہ بروکر سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے، اور یہ پیغامات مختصر ہوتے ہیں تاکہ غیر ضروری طور پر ترسیل میں زیادہ رقم نہ خرچ کرنی پڑے۔ مثلاً یہ پیغام اس طرح دیا جا سکتا ہے: ''میرے لئے سو (۱۰۰) سنچریز ۹۵۰ کے نرخ پر خرید لو''۔ یہ حکم ایک طے شدہ رقم کا ذکر کرتا ہے اور اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا اس کی تعمیل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ حصص کی قیمت میں ہر منٹ اضافہ یا کمی ہو سکتی ہے یا پھر اگر اس کی قیمت ۹۵۰ روپے سے کم ہے تو اس میں کمی یا زیادتی زیادہ وقفے سے ہوگی۔ خرید کا حکم دینے کے دوسرے طریقے کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے جس میں بروکر کے لئے بھی گنجائش ہو اور دوسری جانب اس میں رقم لگانے والے شخص کے مفادات کا بھی تحفظ ہوتا ہو۔

Marfat.com

گاہک کے خرید کے حکم کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) قیمت کا ذکر جس پر خرید کے حکم کی تعمیل کی جائے گی (۲) مدت کا ذکر جس کے دوران اس حکم پر عمل درآمد کیا جائے (۳) یا اس مدت کا ذکر جس کے گذرنے کے بعد ہی حوالگی (Delivery) کی جائے۔

قیمت کے مطابق درجہ بندی:

اس درجہ کے تحت آرڈر کی مندرجہ ذیل شکلیں ہوسکتی ہیں:

(الف) بہترین یا مارکیٹ آرڈر:

اس قسم کے آرڈر میں کسی قیمت کا تعین نہیں کیا جاتا ہے اور فوری طور پر بہترین اور مناسب ترین قیمت پر خرید یا فروخت کی جاتی ہے۔ اس قسم کے احکامات پر فوری طور پر بروکر کے ذریعہ عمل درآمد کیا جاتا ہے، اور بازار میں زیادہ تر اسی قسم کے آرڈر آتے ہیں۔ اس قسم کے آرڈر کچھ اس طرح دیئے جاتے ہیں: ''خریدو (یا فروخت کرو) ۱۰۰ سینچری بہترین (قیمت) پر''۔

(ب) طے شدہ قیمت یا حدود کے آرڈر:

اس قسم کے آرڈر گاہک کے ذریعہ طے شدہ قیمت پر عمل پذیر ہوتے ہیں۔ ان کی ایک مثال ہے: ''خریدو (یا فروخت کرو) ۱۰۰ سینچری ۹۵۰ پر''۔ مندرجہ ہدایات کے مطابق بروکر کو ۹۵۰ روپئے یا اس سے کم قیمت پر حصص کو خریدنا چاہئے۔ اسی طرح فروخت کرنے کے اسی قسم کے ایک آرڈر کی تعمیل ۹۵۰ روپئے یا اس سے زیادہ قیمت پر کی جائے گی۔ بعض اوقات اس قسم کے امکانات میں تھوڑی بہت گنجائش رکھی جاتی ہے۔ مثلاً ''تقریباً ۹۵۰ پر خریدلو''۔ لیکن بروکر کے نقطہ نظر سے یہ طریقہ زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ اس میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ تقریباً کا تعین کن حدود میں رہتے ہوئے کیا جائے، لہذا واضح حدود کا تعین بروکر کے ذریعے پسند کیا جائے گا۔ مثلاً ''۹۵۰ سے زیادہ پر مت خریدو''۔ یا ''۹۵۰ سے کم پر فروخت مت کرو''۔ اس قیمت کے حدود کے تعین میں مذکورہ رقم اس طرح نہیں جیسے کہ ایک تاجر کو زیادہ سے زیادہ رقم کا

Marfat.com

آفر کیا جاتا ہے، بروکر محض ایک کارپرداز ہے، اور وہ بذات خود خریدار کو حصص فروخت نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اپنے گاہک کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے کم سے کم قیمت پر حصص خریدتا ہے اور زیادہ سے زیادہ قیمت پر حصص کو فروخت کرتا ہے۔

(ج) فوری یا منسوخی کا آرڈر:

یہ آرڈر ایک طے شدہ قیمت کے آرڈر کے مقام پر استعمال کیے جاتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہوسکتی ہے: "۱۰۰ سینچریز فوری طور پر خریدلو"۔ اس میں "فوری" کی جگہ منسوخ بھی استعمال کیا جاسکتا تھا۔ اس قسم کے آرڈر ممکنہ بہترین قیمت پر فوری طور پر پورے کیے جاتے ہیں، اور اگر قیمت کے سودمند نہ ہونے کے باعث فوری طور پر ان پر عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا تو اس آرڈر کو منسوخ کر دیا جاتا ہے، اور بروکر بازار کی صورت حال کی رپورٹ اپنے گاہک کو روانہ کرتا ہے۔

(د) اسٹاپ لاس آرڈر (Stop Loss Order):

اس نظام کے پس پشت یہ محرک کارفرما ہے کہ گاہک کو قیمت میں تیزی سے ہونے والے اتار چڑھاؤ سے محفوظ رکھا جاسکے۔ خرید کے لئے ایک اسٹاپ لاس آرڈر کچھ اس طرح ہوگا "۱۰۰ سینچریز ۹۵۰ پر اسٹاپ"۔ اس آرڈر کے موصول ہونے کے بعد بروکر اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھائے گا جب تک بازار بھاؤ ۹۵۰ سے کم ہے، لیکن جیسے ہی یہ ۹۵۰ تک پہنچتا ہے یا بڑھنا شروع ہوتا ہے بروکر کو ممکنہ مناسب ترین قیمت پر ۱۰۰ حصص خرید لینا چاہئے۔ اسی طرح قیمت میں کمی ہونے کے باعث تیزی سے ہونے والے نقصان کو محدود کرنے کے لئے ایک خاص نقطے کی وضاحت کی جاسکتی ہے جس کے بعد حصص کو فروخت کر دیا جائے۔ مثلاً "الف" ایک شخص ہے جس نے ۱۰۰ سینچریز حصص ۹۵۰ کی نرخ سے خریدے ہیں، اپنے بروکر کو "۱۰۰ سینچریز ۹۳۰ پر اسٹاپ" کا آرڈر دے سکتا ہے، لہٰذا اس طرح رقم لگانے والے کو فی حصص ۲۰ روپے کا ہی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یعنی جیسے ہی بازار بھاؤ ۹۳۰ پر پہنچتا ہے یا کم ہونا شروع ہو جاتا ہے

Marfat.com

بروکر حصص فروخت کردے گا۔ اسٹاپ لاس آرڈر، مارکیٹ آرڈر بن جاتا ہے جب حصص کا نرخ ایک معینہ قیمت کے قریب پہونچتا ہے، بروکر تیزی سے اتار چڑھاؤ کے اس بازار میں اپنے گاہک کے احکامات پر معینہ قیمت پر خرید وفروخت نہیں کرسکتا، لیکن جب معینہ قیمت تک بازار بھاؤ پہنچ جاتا ہے تو بروکر کے لئے یہ لازمی ہوجاتا ہے کہ وہ سرعت سے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے، اور اگر کوئی بروکر فوری طور پر قدم نہیں اٹھاتا اور آرڈر کی تکمیل میں تاخیر کا موجب بنتا ہے جس کے نتیجے میں گاہک کو نقصان اٹھانا پڑے تو وہ بروکر اس نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کے علاوہ تحفظ کی ایک شکل پُٹ اور کال (Put and Call) بھی ہے جس کا مقصد رقم لگانے والوں کے نقصان کی حد کو کم سے کم کرنا ہے، لیکن تمام ایکسچینجوں پر اختیاری سودوں کی ممانعت ہے۔

(ھ) مرضی پر مبنی احکامات:

یہ وہ آرڈر ہیں جو کہ بروکر کی زیرک مندی اور ہوشیاری پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں، اس کا استعمال بہت کم ہوتا ہے، اور عام طور پر اس کا استعمال تب ہوتا ہے جب کوئی رقم لگانے والا شخص چند بے حرکت حصص کو خریدنا یا فروخت کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے دلال پر پورا بھروسہ ہو۔ اس آرڈر کے الفاظ یوں ہوسکتے ہیں ”خرید لو (یا فروخت کردو) ۱۰۰ سینچریز“۔ اس آرڈر کا پُر اطمینان نتیجہ اسی وقت برآمد ہوسکتا ہے جب گاہک اور بروکر (دلال) کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہو۔ اس میں قیمت کے بارے میں ہدایات کے علاوہ وقت کے محدود عرصہ کا بھی تعین کیا جاسکتا ہے۔ چند حالات کے تحت وقت کی کوئی مدت مخصوص نہیں کی جاتی ہے، اس قسم کے آرڈر کو ”کھلا آرڈر“ یا (Open Order) کہا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری شکل میں اس حکم کی مدت ایک دن، ایک ہفتہ یا ایک مہینہ بھی ہوسکتی ہے، اس قسم کے تحت آرڈر کے الفاظ یوں ہوسکتے ہیں ”۱۰۰ سینچریز ۹۵۰ پر فروخت کر دو“۔ مدت معینہ اس وقت تک مانی جائے گی جب تک (آرڈر) منسوخ نہ کر دیا جائے (یا ایک دن کے لئے یا ایک مہینے کے لئے) اس قسم کے

Marfat.com

آرڈر بروکر کو سست روی کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ لہذا آرڈر میں حوالگی کی مدت کا ذکر بھی ہونا چاہیے اور اس کا بھی کہ سودا نقد رقم کی حوالگی کی شکل میں ہو یا اکاؤنٹ کے ذریعہ۔

آرڈر کسی بھی شکل میں ہو یہ ضروری ہے کہ آرڈر واضح اور صریح الفاظ و انداز میں جاری کیا جائے تا کہ غیر ضروری تاخیر سے بچا جا سکے اور تمام ممکنہ تنازعات سے بھی محفوظ رہا جا سکے۔ صراحت اور اختصار کسی بھی اچھے آرڈر کی دو اہم خصوصیات ہیں۔

۴- آرڈر کا اندراج اور اس کی تعمیل:

تمام آرڈر جو کہ موصول ہوتے ہیں اولاً ایک عمومی ڈائری یا نوٹ بک پر درج کر لئے جاتے ہیں اور بعد میں انہیں آرڈر بک میں درج کیا جاتا ہے۔ عمومی ڈائری میں اندراج کئے جانے کے بعد آرڈر پر فوری عمل درآمد کیا جا سکتا ہے کیونکہ آرڈر بک میں اندراج کرنے میں خاصا وقت صرف ہوتا ہے۔ عملی طور پر زبانی یا ٹیلیفون سے دیئے گئے آرڈر بھی عمومی نوٹ بک میں درج کر لئے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کہ بہت سارے آرڈر موصول ہو چکے ہوں ان کی درجہ بندی کی جاتی ہے تا کہ اضافی حصص کی خرید یا فروخت کی قیمت یا ان کی اصل حیثیت کا تعین کیا جا سکے، اور ان آرڈر کی تکمیل میں بروکر کی جانب سے کئے جانے والے اقدامات کا منفی اثر بازار پر نہ پڑے۔

۵- فرش:

دراصل معتبر اور مستند کلرک ہی اسٹاک ہال میں ہونے والے سودے اور لین دین کرنے والے ہوتے ہیں، بروکر تمام ہدایت اپنے مستند کلرک کے حوالے کر دیتے ہیں۔ چھوٹے دلال جن کے پاس زیادہ کام نہیں ہوتا خود ہی سودے انجام دیتے ہیں۔

اسٹاک کا ہال مختلف بازاروں میں تقسیم ہوتا ہے اور ہر بازار پر اضافی حصص کے نام کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جب کسی مخصوص کمپنی کے حصص میں لین دین کرنا ہو تو مستند کلرک ہال میں اس بازار تک جاتے ہیں جہاں ان حصص کا کاروبار ہو رہا ہو۔

Marfat.com

لندن اسٹاک ایکسچینج کے برخلاف ایکسچینج کے ارکان ''Jobbers'' اور ''Brokers'' میں تقسیم نہیں کیے جاسکتے ہیں لہٰذا کسی اضافی حصص کی دو قیمتیں بیان نہیں کی جاتی ہیں۔ مستند کلرک حالات کے تحت اضافی حصص کی خرید وفروخت کے لئے اپنی قیمت کا اعلان کرسکتا ہے۔ مثلاً وہ کہے ''میں ۵۲ پر خریدتا ہوں'' جب کہ اس کا مدمقابل کاروباری شخص ۵۴ سے ۸/ ۵۳ تک اپنی قیمت کم کرسکتا ہے، اور یہ فرض کیا جائے گا کہ سودا مکمل ہوگیا۔ سودے کی تکمیل کرتے ہوئے عام طور پر سیکڑے اور ہزار کے مقام کے ہندسے حذف کر دیئے جاتے ہیں۔ جب یہ کہا جائے کہ سینچری کی شرح ۵۲ یا ۸/ ۵۴ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ شرح ۹۵۲، ۹۵۴ یا ۸/ ۹۵۳ ہے، ایسے اعداد وشمار جن میں سیکڑے کے مقام کا ہندسہ حذف کر دیا گیا ہو، گاہک یا کسی نئے آدمی کے لئے بے معنی ہیں، لیکن ایک ایسے کاروباری شخص کے لئے جو کہ اسٹاک ایکسچینج میں لین دین کرتا رہتا ہے، کسی پریشانی یا مشکل کا باعث نہیں بن سکتے، کیونکہ وہ حذف کردہ ہندسوں سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔

عام سودے الفاظ کے ذریعے یا زبانی طور پر کئے جاتے ہیں اور دونوں پارٹیوں کے درمیان اسٹاک ایکسچینج میں کوئی تحریری معاہدہ نہیں ہوتا، بعض اوقات محض ایک لفظ یا گردن کی جنبش سے ہی سودے کئے جاتے ہیں جن سے یہ اشارہ کیا جاتا ہے کہ خرید وفروخت کے سودے کو مکمل سمجھا جائے۔ اس کے بعد اس سودے کو پورا کرنے کی ذمہ داری خریدار اور فروخت کنندہ دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ جیسے ہی سودا مکمل ہوتا ہے دونوں پارٹیاں پاکٹ بک میں اپنے سودے کی تفصیلات درج کرلیتی ہیں۔ یہ اندراج عام طور پر پنسل سے ہوتا ہے۔ سودے کی تکمیل کے بعد کاغذی کاروائی کے لئے کلرکوں کی بھاگ دوڑ دیکھ کر اسٹاک ایکسچینج میں منٹ منٹ کی قیمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کلرک بھاگتے دوڑتے ہوئے اپنی ڈائریوں میں سودے کی تفصیلات مختصراً درج کرتے ہیں۔ یہ کام سیڑھیوں پر چڑھتے اترتے وقت یا لفٹ میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ پیڈ یا ڈائری دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ خرید کا اندراج رقم کے خرچ ہونے کے خانے (Debit) میں

Marfat.com

کیا جاتا ہے اور فروخت کا اندراج آمد کے خانے (Credit) میں کیا جاتا ہے۔ حصص کی تعداد، ان کا تفصیلی بیان اور ان پارٹیوں کا نام بھی جنہوں نے حصص فروخت کئے یا خریدے ہیں درج کیا جاتا ہے۔

حصص کے سودے ایک مخصوص و متعین تعداد کے تحت ہی انجام دیئے جاسکتے ہیں جس کا تعین حصص یا سیکورٹیز کی قیمت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ ہر اسٹاک ایکسچینج کے اصول و ضوابط کے مطابق ایک مخصوص تعداد اس سلسلہ میں متعین کر دی جاتی ہے جن کے تحت ہی حوالگی (Delivery) کی جاسکتی ہے یا پھر یہ کہ فروخت کے وقت اس تعداد کا تعین کیا جا چکا ہو۔

صرف انہی سیکورٹیز میں سودا کیا جاسکتا ہے جن میں سودے کی اجازت اسٹاک ایکسچینج کے ذریعہ ان کو اسٹاک میں شامل کئے جانے کے بعد دی جاتی ہے۔ حالانکہ ہندوستان کے دوسرے اسٹاک ایکسچینجوں میں لین دین کے تحت حاصل ہونے والی سیکورٹیز کا سودا بمبئی اسٹاک میں نقد رقم کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے اگرچہ اسٹاک کے گورننگ بورڈ نے متذکرہ سیکورٹیز کے لئے کسی رقم کا تعین نہ کیا ہو۔

رقعہ معاہدہ (Contract Note):

سودے کی تکمیل کے بعد کلرک اپنے دفتر واپس لوٹتا ہے، اور یادداشتی ڈائریوں، کلرک کے عام پیڈ یا نوٹ بک سے سودے کی تفصیلات "کچا سودا کتابوں" میں درج کی جاتی ہیں اور وہاں سے انہیں پکی کتابوں یا حساب کتاب کے باقاعدہ کھاتوں میں نقل کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ ذکر بھی ہوتا ہے کہ سودا نقد رقم یا آئندہ ادائیگی (بینک اکاؤنٹ) کے تحت انجام پایا ہے۔ بروکر سے متعلق اور پارٹیوں سے متعلق تفصیلات بھی درج کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد بروکر ایک معاہدے کی دستاویز (نوٹ) تیار کرتا ہے جو دوسری پارٹی کے لئے ہوتا ہے۔ بروکرس کے ذریعہ ایسوسی ایشن سے منظور شدہ معاہدے کے نوٹ استعمال کئے جاتے ہیں۔ نقد رقم یا بینک کے ذریعہ سودا ہونے کی شکل میں الگ الگ قسم کے معاہدے کی دستاویزات استعمال کی جاتی ہیں۔ ایک

Marfat.com

کنٹریکٹ نوٹ گاہک کو بھی بھیجا جاتا ہے۔ان معاہدوں پر بروکر کے خود کے یا اس کی جانب سے نامزد اٹارنی کے دستخط ہونے چاہئیں،ان پر باقاعدہ ٹکٹ بھی الگ ہونا چاہئے۔اگر نقد رقم کی شکل میں سودا ہوا ہے تو اس طرح تیار کئے جانے والے معاہدے کے نوٹ میں بروکر کے کمیشن کا خانہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ فارورڈ ڈلیوری کے معاہدے میں ہوتا ہے۔اس کے علاوہ گاہک کو ایک اور میمو بھیجا جاتا ہے جس میں ادا کی گئی یا حاصل ہونے والی رقم کی تفصیل بروکر کی اپنی فیس اور ٹرانسفر فیس (اگر گاہک یہ چاہتا ہے کہ اس کو اس کے نام ٹرانسفر کر دیا جائے) کی تفصیلات درج ہوتی ہیں۔

اگلے دن کنٹریکٹ نوٹ (Contract Note) کا دونوں پارٹیوں کے ذریعے ۱۲ بجے سے ۳ بجے کے درمیان تقابلی معائنہ کیا جاتا ہے،اور جب دونوں کنٹریکٹ نوٹ کا معائنہ ہو جاتا ہے تو دونوں پارٹیوں کے کلرک ایک دوسرے کے کھاتے میں اپنے اپنے دستخط کرتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ کنٹریکٹ نوٹ باقاعدہ اور صحیح طور پر تیار کئے گئے ہیں۔صرف چند کلرک ہی جو کہ باقاعدہ بروکر کی جانب سے ان کی نمائندگی کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں بروکر کی جگہ اپنے دستخط کر سکتے ہیں۔ایسے کلرک کو ایک کارڈ دیا جاتا ہے جس پر اس کے نمونے کے دستخط ہوتے ہیں اور اس کارڈ کو کلرک کو کنٹریکٹ ہال میں لے کر جانا پڑتا ہے۔تمام غلطیاں یا خامیاں باضابطہ طور پر متعلقہ افراد کے سامنے لائی جاتی ہیں جن کا قابل قبول اور منصفانہ حل تلاش کر لیا جاتا ہے۔عام طور پر اگر کسی حقیقی غلطی کے نتیجے میں کوئی نقصان ہو رہا ہو تو دونوں پارٹیاں اس کو آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیتی ہیں،اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ تنازعہ کے حل کے لئے ثالثی کمیٹی سے رجوع کیا جائے۔کنٹریکٹ نوٹ میں ہوئی کسی غلطی کے لئے گاہک ذمہ دار نہیں ہوتا ہے اور اس کی پوزیشن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آتی ہے۔بلاشبہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اسٹاک ایکسچینج کا نظام جو کہ صرف لفظوں یا زبانی طور پر ہی چلتا ہے،اس نظام کے قابل احترام اور ایماندارانہ ہونے کی مثال ہے۔

Marfat.com

۶-کمیشن:

بروکر دیئے گئے مشورے کے لئے کسی قسم کی فیس نہیں مانگتا ہے۔ جب سودا مکمل ہو جاتا ہے تب ہی کمیشن کی ادائیگی کا سوال اٹھتا ہے۔ اس لئے کہ فائدہ مند اور مناسب مشورہ ہمیشہ بروکر کے حق میں سودمند ثابت ہوتا ہے اور اسی مشورے کی بنیاد پر اس کے لئے آئندہ بڑے پیمانے پر کاروبار کی راہیں استوار ہوتی ہیں۔ اسٹاک ایکسچینج کے اصول وضوابط کے تحت بروکر کے زیادہ سے زیادہ کمیشن کی شرحیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ بروکرس کے درمیان مقابلہ زیادہ نہ ہو اور کمیشن کی شرح کم سے کم نہ ہوتی جائے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کم سے کم کمیشن کی شرح مقرر کر دی گئی ہے اور بروکر اس شرح سے زیادہ کمیشن طلب کرنے کا مجاز ہے لیکن عملی طور سے ایسا تقریباً نہیں کے برابر ہوتا ہے کیونکہ بروکرس کے آپس کے مقابلے کے نتیجہ میں یہ کم سے کم ہی زیادہ سے زیادہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ بمبئی اسٹاک ایکسچینج کے اصول وضوابط کے مطابق اس کم سے کم کمیشن کی شرح میں بھی بروکر کے ذریعہ چھوٹ دی جاسکتی ہے لیکن یہ چھوٹ کمیشن کی آدھی رقم سے کم نہ ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بروکر کی کم سے کم فیس کا اطلاق نقد رقم کی شکل میں کئے گئے ہر سودے پر نہیں ہوتا، اور اس کا اندراج اسی صورت میں کیا جاتا ہے جب رقم کی ادائیگی فی الوقت نہیں کی جارہی ہے۔ درحقیقت اس طرح سے حاصل ہونے والے کمیشن کی مقدار بہت کم ہوتی ہے اور بروکر کے منافع کا بہت کم حصہ اس شکل میں حاصل ہوتا ہے۔

۷-تصفیہ (Settlement):

تصفیہ کے طریق کار کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف) نقد رقم کی ادائیگی کے معاہدوں کا تصفیہ۔

(ب) آئندہ ادائیگی کے معاہدوں کا تصفیہ۔

بمبئی اسٹاک ایکسچینج کے انداز کو مدنظر رکھتے ہوئے مثال کے طور پر آگرہ کا باشندہ "الف" اپنے بروکر "اب ج" کمپنی کو آرڈر دیتا ہے کہ "۱۵ سینچریز خرید لو"۔ بروکر یہ

Marfat.com

حصص ۹۴۵ کے حساب سے ''دل ج'' کمپنی سے خرید لیتا ہے جس نے اپنے گاہک ''ب'' کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ حصص فروخت کئے ہیں۔''ب'' نے یہ حصص ۹۴۰ کی شرح پر ''ہ وز کمپنی'' کے ذریعہ ''ج'' سے خریدے تھے۔اس سودے میں ایک کے بعد ایک کڑی موجود ہے۔

(الف) نقد رقم کی ادائیگی کا معاہدہ (Ready Delivery Contract):

نقد رقم کی فہرست کے مطابق حصص کو دو درجوں "Cleared" اور "Non Cleared" میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور ان دونوں کے تصفیہ کے طریقے میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کلیئرڈ حصص کا تصفیہ کلیئرنگ ہاؤس کے ذریعے ہوتا ہے جبکہ نان کلیئرڈ حصص، دستی ڈلیوری کے ذریعے انجام پاتے ہیں یعنی ان میں کلیئرنگ ہاؤس کا کسی طرح کا دخل نہیں ہوتا، اور یہ ممبران کے درمیان آپس میں ہی طے پا جاتے ہیں۔

(ا) نان کلیئرڈ حصص (Non Cleared Securities): فوری ڈلیوری معاہدے کا مطلب یہ ہے کہ معاہدے سے متعلق پارٹیاں حصص کو فوری طور پر وصول کرنے اور ان کی ادائیگی کرنے کے لئے تیار ہیں۔فروخت کنندہ 'ہ وز کمپنی' اپنے گاہک 'ج' سے شیئر سرٹیفیکٹ وصول ہونے کے بعد آئندہ پیر (دوشنبہ) کو ایک 'فروخت کنندہ ڈلیوری ٹکٹ' جاری کرے گا جس کو بازار میں عرف عام میں کپلی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ساتھ ہی اس کی ایک نقل بھی جاری کی جاتی ہے۔اس ٹکٹ کے ذریعے فروخت کنندہ کا بروکر دوسری پارٹی کو مطلع کرتا ہے کہ وہ حصص فروخت کرنا چاہتے ہیں۔خریدنے والا بروکر سیاہ رنگ کی نقل پر اپنے دستخط کرے گا اور اسے ''ہ وز'' کمپنی کو واپس بھیج دے گا۔کپلی کی اصل جو کہ سرخ رنگ میں ہوتی ہے خریدنے والے بروکر کے ذریعہ اپنے پاس رکھ لی جائے گی۔''دل ج'' کمپنی بھی 'اب ج' کمپنی کو ایک کپلی جاری کرے گی جو کہ اس کی نقل پر دستخط کر کے اسے 'دل ج' کمپنی کو واپس کر دیں گے۔خریدنے والے بروکر تک کپلی ۳ بجے سہ پہر سے قبل پہنچ جانی چاہئے۔

۳ بجے کے بعد تصفیہ والے کمرے میں کپلی لے جائی جاتی ہے۔تمام بروکرس کے

Marfat.com

کلرک یہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور تمام پارٹیوں کے نام کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ خریدار پارٹیاں سامنے آتی ہیں اور ان کے ذریعہ ٹکٹ کی نقول ان کے معائنے اور ان پر دستخط کرنے کے بعد وصول کی جاتی ہیں، ایکسچینج کا ایک عہدے دار بھی وہاں موجود ہوتا ہے، اور اگر کوئی خریدار غیر حاضر ہے اور کپلی وصول نہیں کرتا ہے تو وہ عہدے دار کپلی اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تا کہ اس بات کا ثبوت رہے کہ سودا ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ غیر حاضر پارٹی کے دفتر میں پیش کی جاتی ہے، اور اگر اس کے بعد بھی خریدار اس کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے، تو فروخت کنندہ اپنے حقوق کا استعمال کرتے ہوئے متعلقہ پارٹی سے اپنے نقصان کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے۔

جمعرات کا دن جو کہ ادائیگی کا دن ہوتا ہے، فروخت کنندہ بروکر حصص کے سرٹیفکیٹ مع ٹرانسفر فارم (باقاعدہ اندراج اور دستخط کے ساتھ) خریدار کو دے دے گا۔ دستاویز حصص '(Share Certificate) اور دستاویز منتقلی (Transfer Deed) خریدار بروکر کے دفتر میں پیش کی جاتی ہیں۔ جب حصص کی ادائیگی ہو جاتی ہے تو رقم ادا کی جاتی ہے۔ حصص کی ادائیگی قسطوں (حصوں) میں بھی کی جا سکتی ہے اور خریدار اس کو قبول کرنے کا پابند ہے۔ 'اب ج' کمپنی ''الف'' کو ایک میمو مع کنٹریکٹ نوٹ کے آئندہ روز روانہ کرے گا جس میں مندرجہ بالا اندراجات ہوں گے۔

	روپئے	آنہ	پیسے
۱۰ حصص سینچری ملس ۹۴۵ پر	۹۴۵۰	۰	۰
بروکر فیس فی ۱۰۰ روپئے یا ہر حصص کے مطابق ۸ فیصد کے حساب سے جوڑی جائے۔	۵۰	۰	۰
ٹکٹ کی فیس ۲؍۱ فیصد	۱۰۶	۶	۰

Marfat.com

فی حصص ۴ آنہ کے حساب سے رجسٹریشن فیس	۲	۸	۰

۹۶۰۸، روپئے، ۱۴ آنے، ۰ پیسے

اس میمو کی وصولی کے بعد 'الف' ۹۶۰۸ روپئے ۱۴ آنے کا چیک روانہ کرے گا۔ 'دل ج کمپنی'' ہ وز'' کمپنی سے حصص وصول کرنے کے بعد انہیں اور ٹرانسفر ڈیڈ (Transfer Deed) کو 'اب ج' کمپنی کے حوالے کردے گی جس کو ۹۴۵۰ کے عوض یہ حصص حاصل ہوں گے۔

(۲) کلیئرڈ حصص (Cleared Securities): اس کا طریقہ بھی تقریباً گذشتہ کی مانند ہی ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ سودے کا تصفیہ کلیئرنگ ہاؤس کے ایجنٹ کے ذریعہ کیا جاتا ہے، کسی بھی کام کے دن کیا جانے والا سودا آئندہ جمعرات کو تکمیل پاتا ہے، اور یہ دن (Clearing Day) کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ سنیچر کے دن کئے گئے سودے کو پیر کے دن کے حساب سے مانا جاتا ہے۔ پیر کے دن فروخت کنندہ 'فروخت کنندہ کلیئرنس ٹکٹ' مع اس کی نقل کے بنائے گا جسے خریدار کے پاس بھیجا جائے گا۔ خریدار اس کی اصل اپنے پاس رکھ لے گا اور نقل پر دستخط کرنے کے بعد اسے واپس کردے گا۔

بدھ کے دن 'یعنی کلیئرنگ ڈے' سے ایک روز قبل فروخت کنندہ کو (Clearing House) میں ایک کلیئرنگ شیٹ داخل کرنا پڑتی ہے مع ڈلیوری فارم اور رسید فارم کے۔ اس شیٹ میں خریدے ہوئے حصص کی تفصیل، ان کی قیمت جو کہ ادا کی گئی Debit سائڈ پر درج کی جاتی ہے، اور فروخت کئے گئے حصص اور ان کے بدلے میں حاصل ہونے والی رقم کی تفصیل Credit سائڈ پر درج کی جاتی ہے، اور کل فرق (Balance) بھی درج کیا جاتا ہے، اور ممبر اس رقم کا چیک بھی روانہ کرتا ہے۔ یا اگر کریڈٹ بیلنس ہے تو کلیئرنگ ہاؤس کے نام ایک ڈرافٹ روانہ کیا جاتا ہے۔

کلیئرنگ ڈے کو تمام حصص جو کہ فروخت ہوئے مع ضروری ٹرانسفر ڈیڈ کے فروخت

Marfat.com

کنندہ کی طرف سے کلیئرنگ ہاؤس میں جمع کیے جاتے ہیں۔ خریدار رکن کو کلیئرنگ ڈے کے اگلے روز یہ حصص کلیئرنگ ہاؤس سے موصول ہو جاتے ہیں۔ وہ کلرک جو کہ بروکرس کی جانب سے حصص کے حصول کے لئے نامزد یا مقرر کیے جاتے ہیں اسٹاک ایکسچینج کی جانب سے حصص کی وصولی کی رسید پر دستخط ثبت کرتے ہیں:

فارورڈ ڈلیوری معاہدوں کی ادائیگی:

آئندہ یا فارورڈ ڈلیوری معاہدوں کے لئے بمبئی اسٹاک ایکسچینج کے سال کو بارہ (۱۲) ادائیگیوں میں تقسیم کیا گیا ہے کیونکہ یہ ادائیگیاں ماہانہ ہوتی ہیں۔ گورننگ بورڈ ہر سال آئندہ سال کیلئے بارہ اکاؤنٹ اور ادائیگی کے دن مقرر کر دیتا ہے۔ عام طور پر ہر ادائیگی مہینے کے آخری ہفتہ میں کی جاتی ہے اور ادائیگی کا نام مہینے کے حساب سے رکھا جاتا ہے۔ اس قسم کے سودوں میں کاروبار کا مقصد حصص کا حصول اور ان کے بدلے میں ادائیگی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد خریدنے اور بیچنے کے ذریعہ مہینوں کے دوران نفع حاصل کرنا ہوتا ہے۔ قانونی طور پر فروخت کے ہر معاہدے کے تحت حصص کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے لیکن عملی طور پر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ ہر ادائیگی کے دوران ارکان کے درمیان کئی ایک ادائیگیاں ہوتی ہیں۔ اور ان سب کا نیٹ بیلنس ڈلیور کیا جاتا ہے اور اس کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ یہ تمام ادائیگیاں کلیئرنگ ہاؤس کے ذریعہ کلیئر کی جاتی ہیں اور یہ پیچیدہ عمل آسان بنا دیا جاتا ہے۔ جب ادائیگی کا دن آتا ہے تو:

۱-وصولی کر لی جاتی ہے اور یہ بہت کم ہوتا ہے۔

۲-سودا پلٹ دیا جاتا ہے یعنی خرید، فروخت میں بدل جاتی ہے اور ایسا ہی فروخت کے ساتھ ہوتا ہے۔

۳-آئندہ ادائیگی (Sattlement) والے سودے عام طور پر موجودہ ادائیگی کے لئے ہی ہوتے ہیں لیکن بیک وقت دو ادائیگیوں کے لئے بھی ہر ادائیگی کے چار دنوں کے بعد نئے سودے کیے جا سکتے ہیں۔ یہ چار دن ادائیگی کی آخری تاریخ سے شمار کیے جاتے ہیں اور آئندہ

Marfat.com

مہینے کے تین دنوں تک ہوتے ہیں، مثلاً فروری کی ادائیگی ۳؍فروری کو ختم ہورہی ہے، اس صورت میں چار دن یعنی ۳۱؍جنوری، یکم، ۲؍اور ۳؍فروری کو ایک ساتھ دو اکاؤنٹ فروری اور مارچ کی ادائیگی کے کھولے جائیں گے تا کہ جو افراد حصص کو وصول کرنا پسند نہیں کرتے یا ان کی ادائیگی پسند نہیں کرتے وہ ان چار دنوں کے درمیان اپنے سودے پورے کر سکتے ہیں۔ ۳؍فروری کو فروری کی ادائیگی ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد صرف مارچ کی ادائیگی ہی حالیہ ادائیگی رہ جائے گی، لیکن در حقیقت دونوں ادائیگیاں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی رہتی ہیں۔نئی ادائیگی اسی دن نہیں شروع ہو جاتی ہے بلکہ پہلی ادائیگی کے خاتمے کے چار دن قبل سے ہی شروع ہوتی ہے۔

آئندہ سودوں میں ادائیگی کی مدت چھ دن پر محیط ہوتی ہے۔ Sattlement Period کے آخری دن خریدار بروکر فروخت کنندہ بروکر کے ساتھ اپنی میمورنڈم سلپ کا تبادلہ کرتا ہے اور اس طرح حساب کتاب کے بعد اس دوران کئے گئے کاروبار کا اندازہ لگاتا ہے۔عملی طور پر یہ تقابلی معائنہ بہت کم ہوتا ہے۔دوسرے دن کو "Clearance Day" یا Ticket Day کے نام سے جانا جاتا ہے۔ایکسچینج کے ارکان اس دن کلیئرنس کی فہرست اور ڈلیوری کی فہرست کلیئرنگ ہاؤس میں پیش کرتے ہیں، جن میں وصول ہونے والی سیکورٹیز اور ادا کی جانے والی سیکورٹیز کی تعداد وغیرہ درج ہوتی ہے۔سودے کی رقم اور خریدے گئے اور فروخت کئے گئے حصص کی تعداد کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، یہ ذکر اس کے لئے علیحدہ مخصوص فارموں میں کیا جاتا ہے، یہ تمام فارم کلیئرنگ ہاؤس میں ۱۲ بجے دوپہر اور ۵ بجے سہ پہر کے درمیان جمع کرانا ضروری ہے۔تیسرے اور چوتھے دن حصص کلیئرنگ ہاؤس کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ جو سیکورٹیز سپرد کی جاتی ہیں ان کا اندراج ایک تیار شدہ فارم میں کیا جاتا ہے۔پانچواں دن ادائیگی کا دن ہوتا ہے، جسے ''Pay Day'' یا ''Account Day'' کہتے ہیں۔اس تاریخ کو ارکان بیلنس شیٹ اور خرید وفروخت کے درمیان فرق کا ایک بیان کلیئرنگ ہاؤس میں داخل کرتے ہیں۔اس میں

Marfat.com

دکھلایا گیا بیلنس کلیئرنگ ہاؤس کے ساتھ اس کے کھاتے میں جمع کر دیا جاتا ہے یا اس میں سے منہا کر لیا جاتا ہے۔کوئی ممبر جو کہ پے ڈے کے اگلے روز دو پہر تک ادائیگی نہیں کر پاتا ہے اسے قصور وار گردانا جاتا ہے۔اس دن حصص کے آئندہ کاروبار کے لئے بازار بند رہتا ہے۔آخری دن جو کہ ادائیگی کے دن (Settling Day) کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، ارکان کلیئرنگ ہاؤس سے حصص یا ان کے بدلے کی رقم حاصل کرتے ہیں۔

خرید و فروخت:

اگر نقد رقم کے سودے کی شکل میں فروخت کنندہ دوشنبہ (پیر) کے دن گذشتہ ہفتہ ہوئے سودے کے بارے میں 'کپلی' جاری نہیں کرتا ہے، یا اگر اس نے کپلی جاری کر دی ہے اور اس کے بعد حصص کی ادائیگی کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اس کے خلاف سیکورٹیز خرید لی جائیں گی۔اسی طرح اگر خریدار کپلی وصول کرنے سے انکار کرتا ہے یا جب اس سے کہا جائے تو وہ حصص کی ادائیگی سے انکار کرتا ہے تو اس کی طرف سے سیکورٹیز کو فروخت کر دیا جائے گا۔دوسری جانب اگر اس سلسلے میں فروخت کنندہ کی جانب سے غلطی (Default) کی جارہی ہے تو خریدار ان سیکورٹیز کو خرید لے گا، لیکن اگر سیکورٹیز کی خریداری ممکن نہیں ہے تو پھر معاملہ ثالث کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔حصص کی اس طرح کی خرید و فروخت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ قصور وار پارٹی کو اس سے متعلق کوئی نوٹس یا اطلاع دی جائے۔بمبئی اسٹاک ایکسچینج کے گورننگ بورڈ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ فروخت کرنے کے اس اصول کو ملتوی کر دے اگر اس کی رائے میں یہ سسپنشن (التواء یا تعطل) ضروری ہے اور عمومی حق میں بہتر ثابت ہوتا ہو، لیکن یہ التواء محض ۲۴ گھنٹوں تک رہتا ہے اور اس سے زیادہ عرصے کے (التواء یا تعطل) کے لئے حکومت کی اجازت درکار ہوتی ہے۔

سودوں کا بدل دینا اور تفاوت (Differences) کی ادائیگی:

عام طور پر آئندہ ادائیگی کے سودوں میں اس وقت حصہ لیا جاتا ہے جب مارکیٹ کے

Marfat.com

اتار چڑھاؤ کا فائدہ اٹھانا مقصود ہو اور ادائیگی سے قبل سودوں کا بدل دیا جانا (Reverse) اور اس طرح تفاوت کا حصول یا ادائیگی کرنا مقصد ہو۔ یہ تفاوت مارکیٹ کی حالیہ قیمت کے حساب سے طے کرنے کے بعد ادا کیا جاتا ہے یا وصول کیا جاتا ہے۔ مثلاً ہماری پچھلی مثال سے متعلق 'الف' 'اب ج' کمپنی کے ذریعہ ۹۴۵ پر ۱۰ اسٹیچر یز خریدنے کے بعد بازار کے بڑھتے بھاؤ کو دیکھتے ہوئے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے (مثال کے طور پر) ۹۹۰ پر اپنے حصص فروخت کر دیتا ہے، اس شکل میں عام کمیشن فروخت کنندہ بروکر کو ادا کیا جائے گا۔

ادائیگی کے آخری دن بروکر اپنا اسٹیٹمنٹ اس طرح روانہ کرے گا:

تاریخ	خرید/فروخت	تفصیلات	روپے	روپے
	خریدے گئے	۱۰ سٹیچری ۹۴۵ پر۔ کمیشن بھی جوڑیں	۹،۴۵۰ ۵۰	۹،۵۰۰
	فروخت کیے گئے	۱۰ سٹیچری ۹۹۰ پر۔ کمیشن کم کریں	۹،۹۰۰ ۵۰	
		بیلنس کریڈٹ ادا کیا جانے والا بیلنس	۹۸۵۰ ۳۵۰	۳۵۰
				۹،۸۵۰

ہماری سابقہ مثال میں 'ج' نے ۱۰ اسٹیچر یز ۹۴۵ پر فروخت کیے ہیں اور اسے ۹،۴۵۰ میں سے بروکر کی فیس ۵۰ روپے منہا کرنے کے بعد ۹۴۰۰ روپے حاصل ہوں گے۔ اس نے یہ فروخت اس امید پر کی ہے کہ بھاؤ میں کمی آئے گی، لیکن اگر قیمت بڑھتی ہے اور وہ اس سودے کو جاری رکھنا نہیں چاہتا ہے اور بازار سے جانا چاہتا ہے تو وہ اپنا سودا نقصان پر ختم کرے گا اور اپنے بروکر 'ای ایف جی کمپنی' کو ہدایت کرے گا کہ مثال کے طور پر ۹۹۲ پر ۱۰ اسٹیچر یز خرید لو۔ بروکر اپنا عام طور سے لیا جانے والا کمیشن چارج کرے گا۔ 'ای ایف جی' کمپنی اس سے متعلق

Marfat.com

اسٹیٹمنٹ مندرجہ ذیل انداز سے بھیجے گی:

تاریخ	خرید / فروخت	تفصیلات	روپے	روپے
	فروخت کئے گئے	۱۰ اسپنچری ۹۴۵ پر	۹،۴۵۰	
		کمیشن کم کریں	۵۰	۹،۴۰۰
	خریدے گئے	۱۰ اسپنچری ۹۹۲ پر	۹،۹۲۰	
		کمیشن جوڑیں	۵۰	
		بیلنس ڈیبٹ	۹،۹۷۰	
		آپ کی جانب سے بقایا ادائیگی		۵۷۰
				۹،۹۷۰

اس طرح حصص کو نہ تو حوالے کیا گیا اور نہ ہی انہیں وصول کیا گیا لیکن سودا تبدیل ہو گیا، چاہے اس کے نتیجے میں نفع ہو یا نقصان، بقایا رقم یا تو ادا کرنی پڑے گی یا وصول کی جائے گی۔

(۳)(Carry Over) یا بدلی:

Carry Over یا بدلی آئندہ ادائیگی کے التواء کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ایک ادائیگی سے دوسری ادائیگی کے التواء کی شکل میں بدلی اثر پذیر ہوتی ہے، بدلی بروکر فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ درحقیقت خرید یا فروخت کے سودے کے تکمیل پائے بغیر جاری رہنے کی جانب دلالت کرتی ہے۔ کیری اوور یا بدلی کا طریقہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب متعلقہ پارٹیوں کے اندازے کے مطابق قیمت میں تبدیلی نہیں آتی ہے۔ بروکر کی فیس کی کم سے کم شرح کے مقابلے میں بدلی فیس اس کا ایک چوتھائی حصہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

بدلی کس طرح اثر پذیر ہوتی ہے:

دو نئے سودوں کے نتیجے میں بدلی عمل میں آتی ہے۔ قیمت میں اتار ہونے کے اندیشے کے باعث حصص فروخت کئے جاتے ہیں تا کہ حالیہ ادائیگی کی جا سکے، اور انہیں اگلی ادائیگی کے لئے دوبارہ اس امید پر خرید لیا جاتا ہے کہ قیمت میں اضافہ ہوگا۔ ہماری مثال میں اگر 'الف' حصص کو وصول کرنا نہیں چاہتا ہے یا تفاوت سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا ہے، لیکن یہ چاہتا ہے کہ سودا Carry Over ہوجائے اور اگلی ادائیگی تک پہنچ جائے، نتیجۃً اگلی ادائیگی کی قیمت کم ہوجاتی ہے، اور بدلی گالا بدل جاتے ہیں یعنی ایک ''Bull'' بجائے سود ادا کرنے کے سود کا مطالبہ Bear سے کرتا ہے۔ لہذا بُل نہ صرف یہ کہ اپنے حصص پر رقم وصول کرتے ہیں بلکہ ایک مخصوص شرح میں سود بھی حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک زائد فروخت شدہ Over) (Bought بُل اکاؤنٹ بدلی گالا کی شرح بڑھا دیتا ہے، یعنی رقم کی کمی ہو جاتی ہے اور سود کی شرح بڑھ جاتی ہے۔

بیک وارڈیشن(Back Wardation):

آپریٹرس کی جانب سے زائد فروخت بازار میں بگ بیئر اکاؤنٹ کی صورتحال پیدا کر دیتی ہے۔ ان حالات کے تحت سیکوریٹیز کی سپلائی کم ہو جاتی ہے اور بیئر (Bear) اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ شیئرز کی حوالگی اگلی ادائیگی تک کے لئے کیری اوور ہوجائے ،لہذا بُل (Bull) بجائے اس کے کہ حصص کی وصولی نہ کرنے کے باعث کنٹانگو (Cantango) ادا کرتے وہ بیئرس سے حصص کی حوالگی نہ کرنے کے بدلے میں کچھ رقم حاصل کرتے ہیں جسے بیک وارڈیشن کہا جاتا ہے۔ بیک وارڈیشن کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ سابقہ ادائیگی کے ادا نہ کرنے کے باوجود نئے سودے میں ہاتھ ڈالنے کے بدلے میں بیئر کی جانب سے ادا کی جانے والی رقم کو بیک وارڈیشن کہتے ہیں۔ بعض اوقات دونوں پارٹیوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے سودے کیری اوور کرنے کے لئے کسی کو سود ادا نہیں کرتے ہیں، سودے کی اس شکل

Marfat.com

میں کہا جاتا ہے کہ کیری اوور برابر رہا ہے۔

اس بات کی وضاحت یہاں کر دینی چاہئے کہ کیری اوور کا طریقہ قانونی اعتبار سے ادھار نہیں ہے۔ یہ بیک وقت خرید اور فروخت کا دوہرا طریقہ ہے۔ بدلی والا اس بات کا مجاز ہے کہ وہ ان حصص کا مالک کل بن جائے اور ان کا سودا کرے جن کے لئے وہ رقم دے رہا ہے۔ ایک سودا کئی بار کیری اوور کیا جا سکتا ہے لیکن طویل المیعاد مدت میں یہ سودمند ثابت نہیں ہوتا ہے، کیونکہ نفع کا بڑا حصہ بروکر فیس اور کنٹانگو فیس میں ضائع ہو جاتا ہے۔ بدلی بزنس کسی بھی اسٹاک ایکسچینج کے لازمی عناصر میں سے ایک ہے اور اس سے پہلو تہی ممکن نہیں ہے حالانکہ کوئی بھی پارٹی اس بات کی پابند نہیں ہے کہ کیری اوور سہولیت کو جاری رکھا جائے، اور اگر وہ چاہیں تو شیئر کو حوالے یا وصول کر سکتے ہیں اور ان کے بدلے میں رقم ادا یا وصول کر سکتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے اور کیری اوور کی شکل میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ لیکن بروکر کو گاہک کی معاشی پوزیشن اور مالی حالت کے بارے میں بہت احتیاط سے دیکھ بھال کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔

(ج) سرکاری سیکورٹیز:

سرکاری سیکورٹیز حکومت ہند یا صوبائی حکومتوں کے ذریعے ایک طے شدہ شرح سود پر حاصل کیا جانے والا ادھار ہے۔ ان کو عام طور پر تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(الف) اسٹاک، (ب) بیئرر بانڈ، (ج) پرونوٹ (پرومیسری نوٹ)۔

اسٹاک رجسٹرڈ سیکورٹی ہے اور اس کی منتقلی ایک دستخط شدہ ٹرانسفر ڈیڈ کے ذریعہ ممکن ہے جبکہ کسی قسم کی اسٹامپ ڈیوٹی یا منتقلی کی فیس ادا نہیں کی جاتی ہے جبکہ بیئرر بانڈ کرنسی نوٹ کی مانند کسی کے حوالے کرنے سے ہی منتقل ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے کسی تصدیق کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، ہر بانڈ کے ساتھ سود کے کوپن منسلک ہوتے ہیں لیکن یہ یورپ کی مانند ہندوستان میں زیادہ مقبول نہیں ہیں۔ تیسری قسم کی سرکاری سیکورٹی یعنی پرومیسری نوٹ میں سکریٹری آف

Marfat.com

اسٹیٹ برائے ہند کی جانب سے گورنر جنرل اِن کونسل کا وعدہ ہوتا ہے کہ ایک مخصوص شخص کو ایک طے شدہ تاریخ یا اس کے بعد طے شدہ رقم ادا کی جائے گی، اور اس کے بعد ایک اطلاع کے بعد سال میں دو مرتبہ مقررہ تاریخوں پر طے شدہ شرح سود کے حساب سے رقم ادا کی جائے گی۔ سرکاری سیکورٹی کی ہی شکل سب سے زیادہ مقبول ہے۔ اس قسم کے نوٹ تصدیق کے بعد منتقل یا ڈلیور کئے جاسکتے ہیں۔ موجودہ روپئے کے ادھار ہندوستان میں دو قسموں میں بانٹے جاسکتے ہیں: (۱) میعادی (Terminable) اور (۲) غیر میعادی (Non - Terminable)۔ غیر میعادی قرضے حکومت کی مرضی کے مطابق کسی بھی وقت ادا کئے جاسکتے ہیں، اس کے لئے کوئی طے شدہ میعاد نہیں ہوتی جس کے خاتمے پر حکومت کی جانب سے قرض ادا کیا جانا ضروری ہو۔ یہ برطانوی حکومت کے فنڈ ڈیبٹ کی طرح ہوتے ہیں۔ دوسری جانب میعادی قرضے ادا کئے جانے ضروری ہیں، یہ یا تو ایک مقرر شدہ تاریخ پر ادا کئے جاتے ہیں یا کسی ایک مقررہ تاریخ سے قبل نہیں ادا کئے جاتے ہیں اور ایک مقررہ تاریخ کے بعد بھی نہیں ادا کئے جاتے ہیں۔

سرکاری سیکورٹیز کا لین دین:

سرکاری سیکورٹیز ملک کے مختلف اسٹاک ایکسچنج میں رقم لگانے کا اہم ذریعہ ہیں۔ وہ افراد جن کے پاس رقم کی محدود مقدار ہوتی ہے ان قسم کی سرمایہ کاری کو پسند کرتے ہیں، کیونکہ حکومت کو قرض پر دی جاتے والی رقم ہمیشہ محفوظ رہتی ہے اور اس پر بازار کے اتار چڑھاؤ کا اثر بھی نہیں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان قرضوں پر حاصل ہونے والا منافع گارنٹی شدہ ہوتا ہے اور باقاعدگی سے ادا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ قرضے حکومت کی اجازت، منظوری، اس کی اتھارٹی اور اس کی مضبوطی کے دعویدار ہوتے ہیں۔ بیشتر سرمایہ کار تنظیمیں مثلاً انشورنس کمپنیاں اور بینک اپنی آمدنی اور اپنے زیر تصرف رقموں کا بیشتر حصہ سرکاری سیکورٹیز میں لگا دیتی ہیں، سیکورٹیز کی قیمت کا تحفظ Reserve Bank of India کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ حکومت کی سیکورٹیز میں آنے والا اتار چڑھاؤ بیحد معمولی ہوتا ہے، اور عام حالات میں ان کا انحصار بازار کی حالت پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

سیکورٹیز کے تحت حکومت ہند، صوبائی حکومتوں کی سیکورٹیز، ڈبینچر، پورٹ ٹرسٹ کے اسٹاک اور میونسپل کارپوریشنز کے اسٹاک جو کہ Negotiable Instrument Act 1887 کے تحت آتے ہوں، شامل ہیں۔ ان سیکورٹیز میں کاروبار نقد رقم کی شکل میں یا اکاؤنٹ کے ذریعے بھی انجام دیا جاسکتا ہے۔ نقد رقم کے تحت ہونے والے سودوں میں بمبئی اسٹاک ایکسچینج میں سودے کے اگلے دن سیکورٹیز حوالے کی جاتی ہیں اور ان کی ادائیگی کی جاتی ہے، لیکن اگر سودے کے وقت واضح طور سے تذکرہ کردیا جائے تو حوالگی سات دنوں کے اندر اندر کی جاسکتی ہے۔ فارورڈ (آئندہ) سودوں کی شکل میں کاروبار کی اکائی ۲۵،۰۰۰ روپئے ہیں، اور اس سے کم کے سودوں کی ممانعت ہے، ادائیگی پندرہ روز میں ہوتی ہے، اور ان سودوں میں اسٹاک ایکسچینج کے عام سودوں کے مقابلے میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔ عملی طور پر تمام بروکر ہر قسم کی سیکورٹیز کا کاروبار کرتے ہیں۔ عام حصص کی طرح کاروبار کا طریقہ ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔

ادائیگی کے دن سے ایک دن قبل جس کو ''ٹکٹ ڈے'' بھی کہا جاتا ہے، ایسے تمام افراد جو کہ سودوں میں شامل ہیں اور سیکورٹیز حوالے کرنا چاہتے ہیں یا ان کی ادائیگی کرنا چاہتے ہیں اسٹاک ایکسچینج کے کلیئرنگ ہاؤس میں اپنے کاروبار کی ایک فہرست جمع کرتے ہیں۔ یہ بیان ایک مخصوص فارم میں درج کیا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ ڈلیوری ٹکٹ یا رسیدی ٹکٹ بھی لگایا جاتا ہے۔

یہ ٹکٹ اسٹاک ایکسچینج سے ایک معمولی قیمت پر حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ مختلف قرضوں کے لئے مختلف رنگوں کے ٹکٹ فروخت کئے جاتے ہیں۔ ہر ٹکٹ ۲۵۰۰۰ ہزار روپئے کے لئے ہوتا ہے۔ اگلے دن ان ٹکٹوں پر خریدار یا فروخت کنندہ رکن کا نام درج کرنے کے بعد کلیئرنگ ہاؤس سے واپس کردیئے جاتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ 'الف' نے ایک لاکھ روپئے کا قرض فروخت کیا ہے اور وہ اسے حوالے کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی فہرست اور چار ٹکٹ کلیئرنگ ہاؤس میں جمع کرے گا۔ اگلے دن کلیئرنگ ہاؤس ان ٹکٹوں پر خریدار رکن یا ارکان کے ناموں کا اندراج کرنے

Marfat.com

کے بعد 'الف' کو یہ ٹکٹ واپس کر دے گا، اور اس طرح عملی طور پر خرید و فروخت میں حصہ لینے والے افراد باہم یکجا ہو جاتے ہیں، اور وہ آپس میں طے کرتے ہیں کہ ایکسچینج کی جانب سے ان سودوں کے لئے مقرر کی گئی شرح کے مطابق وہ حوالگی اور ادائیگی کرتے رہیں گے۔ اس شرح اور اصلی شرح خرید کے درمیان موجود فرق کو یہ ارکان اپنے درمیان طے کرتے، حاصل کرتے یا ادا کرتے ہیں۔ ارکان جو کہ نہ ہی ادائیگی کرتے ہیں اور نہ ہی حوالگی کرتے ہیں بلکہ دونوں کے درمیان موجود فرق کو وصول کرتے یا ادا کرتے ہیں۔ حاصل ہونے والا سود، سودے میں شامل نہیں ہوتا ہے لیکن اس کو باقاعدہ ایڈجسٹ کیا جاتا ہے۔ اور خریدار کو یہ سود فروخت کنندہ کو ادا کرنا ہوتا ہے اور بروکر مندرجہ بالا اسٹیٹمنٹ جاری کرتا ہے۔ فرض کیجئے 'الف' ۵،۰۰۰ روپے کے برابر ساڑھے تین فیصد سرکاری کاغذ اور ۳۰ رجون اور ۳۱ ردسمبر کو ادا کئے جانے والے سود کو خریدنا چاہتا ہے، اور خریدنے کا عمل ۳۰ رستمبر کو ہوا ہے لہذا ۳۰ رستمبر کو ۳ مہینے کا سود ادا کرنا ہوگا۔

	پیسے	آنہ	روپے
۵۰۰۰ ساڑھے تین فیصد سرکاری کاغذ ۹۵ پر	•	•	۴۷،۵۰۰
بروکر کی فیس ۱/۶ کی شرح سے جوڑیں	•	۴	۳۱
	•	۴	۴۷،۵۳۱
ساڑھے تین فیصد کی شرح سے تین مہینے کا سود	•	۸	۴۳۷
انکم ٹیکس زیادہ سے زیادہ ۹/۴ فی روپے کی شرح سے کم کریں	•	۱۲	۱۲۹
	•	۱۲	۳۰۷
	•	•	۴۷،۸۳۹

☆☆☆

Marfat.com

مقالات شیرز

Marfat.com

Marfat.com

شیئرز کی خرید وفروخت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

۱-شیئر سرٹیفیکٹ کی حیثیت:

یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ شیئرز نقد اور اثاثوں کا مجموعہ ہے، اور شیئرز سرٹیفیکٹ پر اگر رقم کا ذکر ہوتا ہے تو وہ محض اس بات کا اظہار ہے کہ یہ اثاثہ اپنی ابتدائی صورت میں اسی قدر قیمت اور قوت خرید کا حامل تھا۔ قانونی طور پر کمپنی کے اثاثے کو فرق نہ کیا جانا شرعی اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ خود قانون کی نگاہ میں شیئرز اثاثہ کا درجہ نہ رکھتا ہو کیونکہ ممکن ہے کہ شیئرز پر مبنی اثاثہ میں اشتراک اور شیوع کی وجہ سے اس طرح کا قانون بنایا گیا ہو۔

۲-شیئر کی خرید وفروخت:

یہ صورت بیع صرف کی ہے جس میں برابری بھی ضروری ہے اور کسی فریق کی طرف سے ادھار کی بھی گنجائش نہیں، اس لئے کمی بیشی کیساتھ خرید وفروخت تو ناجائز ہوگی ہی، مساوی قیمت میں بھی خرید وفروخت کو جائز نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ شیئر ہولڈر روپئے کی دستاویز ادا کرتا ہے روپیہ نہیں اور خریدار خود روپیہ ادا کرتا ہے، اس طرح طرفین سے نقد ادائیگی نہیں پائی گئی، سوائے اس کے کہ فی زمانہ بعض اہل علم نے بینک ڈرافٹ کی حوالگی کو معینہ نقد کی حوالگی کا درجہ دے دیا ہے، تو اس اعتبار سے عقد کے اثاثہ میں تبدیلی سے پہلے شیئر سرٹیفیکٹ کو یہی درجہ دیا

☆ بانی وناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد۔

Marfat.com

جا سکتا ہے، ایسی صورت میں مساوی قیمت پر ایسے شیئر کو فروخت کرنا جائز ہوگا، تاہم راقم کی رائے وہی ہے کہ ایسے شیئرز کی بیع ہی جائز نہیں، نہ کم وبیش قیمت پر نہ مساوی قیمت پر۔

فقہاء حنفیہ کے نزدیک ایسی صورتوں میں دونوں طرف سے ادا کئے جانے والے ربوی مال کو غیر ربوی مال کے مقابلہ میں رکھ کر کمی بیشی کے ساتھ خرید وفروخت کو جائز قرار دیا جاتا ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے:

من باع درهمين و دينارا بدرهم و دينارين جاز البيع وجعل كل جنس بخلافه (ہدایہ ۳/۹۰)۔

جس نے ایک درہم اور دو دینار کے بدلے دو درہم اور ایک دینار خرید کیا تو بیع جائز ہے، اور دونوں طرف سے درہم کو دینار اور دینار کو درہم کے مقابلہ میں تصور کیا جائے گا۔ اس لئے کمپنی کے نقد اور املاک کے مجموعی اثاثہ کو نقد کے عوض خرید وفروخت کرنا جائز ہوگا۔

۳-حرام کاروبار کی کمپنی:

جن کمپنیوں کا بنیادی کام ہی حرام پر مبنی ہو ان کے شیئرز خرید کرنا جائز نہیں کہ یہ براہ راست معصیت میں تعاون بلکہ اس میں شرکت ہے، اگر کمپنی کے مالکان مسلمان ہوں تب تو یہ حکم ظاہر ہی ہے لیکن اگر وہ غیر مسلم ہوں جیسا کہ آج کل ہندوستان میں اکثر کمپنیوں کا حال ہے تب بھی یہ صورت ناجائز ہی ہوگی، گو امام صاحب کے یہاں شدید کراہت کے ساتھ اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، لیکن صاحبین نے اس کو غیر درست قرار دیا ہے، اور فقہاء نے صاحبین ہی کے قول کو زیادہ درست سمجھا ہے (دیکھئے: درمختار ۵/۲۶۲)۔

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو بطور مضاربت سرمایہ حوالہ کیا اور اس نے شراب وخنزیر کی تجارت کر کے منافع کمایا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک گو یہ جائز ہوگا لیکن:

ينبغي للمسلم أن يتصدق بحصته من الربح (فتاوی ہندیہ ۴/۳۳۳)۔

Marfat.com

مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ اپنے حصہ نفع کو صدقہ کردے۔

غالباً یہ اس صورت پر محمول ہے جب مطلقاً مضاربت کے لئے پیسہ دیا ہو اور اس غیر مسلم نے خمر وخنزیر کی تجارت میں اس کا استعمال کیا ہو، اگر پہلے سے معلوم ہو کہ اسی کام میں سرمایہ کا استعمال کرے گا تو پھر اس کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

چونکہ انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لینا ایک حاجت ہے اور حاجت کی بنا پر سودی قرض حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔" **ویجوز للمحتاج الاستقراض بالربح** " اس لئے ایسی کمپنی کا شیئرز خرید کرنا جائز ہے۔

یہاں بھی بینک میں رقم محفوظ کرنا ایک قانونی حاجت ہے اس لئے حاصل شدہ سود سے نفع اٹھائے بغیر ایسی کمپنیز کا شیئرز خرید کرنا جائز ہوگا۔

۴-سودی قرض سے حاصل کیا ہوا نفع:

سودی قرض پر قرض گیرندہ کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اور اس سے حاصل ہونے والا نفع حلال و جائز نفع ہوگا، کیوں کہ فقہاء نے تو خود سود کے بارے میں لکھا ہے کہ اس پر ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، علامہ ابن نجیم مصری کا بیان ہے:

و ظاهر ما في جمع العلوم وغيره أن المشتري يملك الدرهم الزائد إذا قبضه فيما إذا اشترى درهمين بدرهم فإنهم جعلوه من قبيل الفاسد وهكذا صرح به الأصوليون في بحث النهي (البحر الرائق ۱۲۵/۶)۔

جمع العلوم وغیرہ کا ظاہر یہ ہے کہ ایک درہم کے بدلہ دو درہم خرید کرنے کی صورت میں قبضہ کرنے والا مالک ہو جائے گا کیونکہ اس کو فقہاء نے بیع فاسد میں شمار کیا ہے اور علماء اصول نے "نہی" کی بحث میں اس کی صراحت کی ہے۔

بورڈ آف ڈائرکٹرس کی حیثیت فی الجملہ مالکان حصص کے وکیل کی ہے، گو ان ڈائرکٹرس کا انتخاب کثرت رائے سے ہوتا ہوگا لیکن چونکہ دستوری اعتبار سے مالکان حصص نے

Marfat.com

اکثریت کے فیصلہ کو قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے، اس لئے یہ تمام ہی سرمایہ کاروں کے وکیل تصور ہوں گے۔

اصولی طور پر وکیل کے افعال مؤکل کی طرف منسوب ہوتے ہیں تاہم شیئر ہولڈر کا سودی قرض سے اختلاف کا اظہار اس کے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ شیئرز ہولڈر نے اس کو اصل میں تجارت کے لئے وکیل بنایا ہے نہ کہ سودی قرض لینے کے لئے، ہاں مطلق وکالت کی وجہ سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ دلالۃً اس نے سودی قرض کی بھی اجازت دے دی ہے، لیکن جب شیئر ہولڈر صراحۃً اس سے اختلاف کرتا ہے تو چونکہ صراحت کا درجہ دلالت سے بڑھ کر ہے اس لئے وکیل کے اس فعل میں مؤکل کی شرکت متصور نہ ہوگی۔

اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار ہی سود پر رقم لگا کر سود حاصل کرنا ہو تب تو اس کے حصص خریدنا جائز نہیں، ہاں اگر قانونی ضرورت کے تحت کچھ سرمایہ ڈپوزٹ کرنا پڑا جس سے سود حاصل ہوا تو اس حصہ نفع کو بلا نیت ثواب غرباء پر یا رفاہی کام میں خرچ کر دینا اس کے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی ہوگا۔ اس پر ان فقہی جزئیات سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جن میں ایسے شخص کی دعوت اور تحفہ قبول کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس کے مال کا غالب حصہ حلال ہو اور باقی حرام (ہندیہ ۵/۳۴۲)۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم کی تحریر بھی قابل ملاحظہ ہے، فرماتے ہیں:

وإذا خالطه درهم حرام او أكثر أخرج مقدار الحرام وحل له الباقي بلا كراهة سواء كان المخرج عين الحرام أو نظيره لأن التحريم لم يتعلق بذات الدرهم وجوهره وأما تعلق بجهة الكسب فيه فإذا خرج نظيره من كل وجه لم يبق لتحريم ما عداه معنى (بدائع الفوائد لابن قیم ۲/۲۵۷)۔

(اگر اس کے مال کے ساتھ یا اس سے زیادہ حرام درہم مخلوط ہو گیا تو مقدار حرام نکال دی جائے، اب باقی بلا کراہت حلال ہو جائے گا چاہے بعینہ حرام درہم ہو یا اس کے برابر، اس

Marfat.com

لئے کہ تحریم درہم کی ذات اور جوہر سے متعلق نہیں ہے بلکہ کسب کے اعتبار سے ہے، لہذا جب من کل الوجوہ اس کے مثل نکل گیا تو اب اس کے ماسوا میں حرمت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی)۔

منافع سے اتنی مقدار نکال کر بلا نیت ثواب صدقہ کر دینا کافی ہوگا، فقہاء کے یہاں تو اس سے کسی قدر زیادہ ہی توسع ملتا ہے، گذر چکا ہے کہ سود پر بھی لینے والے کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے (البحر الرائق ۶/۱۲۵) اگر سودی پیسے سے سرمایہ کاری کر کے کسی شخص نے نفع حاصل کیا یا کوئی چیز خرید کی تو یہ کن صورتوں میں حلال ہوگا اور کن صورتوں میں حرام، اس بارے میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

رجل اكتسب مالا من حرام ثم اشترى فهذا على خمسة أو جه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها أو اشترى قبل الدفع بها و دفعها، أو اشترى قبل الدفع بها و دفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم أخر و دفع تلك الدراهم....قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لا يطيب، وفي الثلاث الأخيرة يطيب، وقال أبوبكر: لايطيب في الكل، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس (رد المحتار ۴/۲۴۴)۔

(کسی شخص نے مال حرام کمایا، پھر اس سے خرید کیا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں:

۱۔ یا تو پہلے بائع کو دراہم دیا پھر اس سے اس کے بدلہ میں کچھ خرید کیا، ۲۔ یا انہیں دراہم کے بدلہ پہلے خرید کیا پھر دراہم دیئے، ۳۔ یا انہیں دراہم سے خرید کیا اور بعد کو اس کی بجائے دوسرا درہم دے دیا، ۴۔ یا مطلقاً کسی خاص درہم کی تعیین کے بغیر خرید کیا اور عوض میں یہی درہم ادا کر دیئے، ۵۔ یا دوسرے دراہم متعین کئے اور ان کے بجائے یہ درہم دیدیئے...... کرخی نے کہا کہ پہلی اور دوسری صورت میں خرید کی ہوئی چیز اس کے لئے بہتر نہیں، باقی تینوں صورتوں میں جائز ہے۔ اور ابوبکر نے کہا کہ کسی صورت میں حلال نہیں۔ لیکن لوگوں سے حرج دور کرنے

Marfat.com

کے لئے امام کرخی کے قول پر فتوی ہے)۔

گویا امام کرخی کے اصول پر اگر مطلق روپے پر خرید و فروخت کا معاملہ طے کیا گیا اور غیر شرعی طریقہ پر کمایا گیا روپیہ اس کی قیمت میں ادا کر دیا گیا تو خریدی ہوئی شئے حلال ہوگی، اور شامی کے بقول اسی پر فتوی ہے۔ تاہم احتیاط یہی ہے کہ نہ صرف سود کے ذریعہ حاصل ہونے والا نفع بلکہ اس نفع کی مقدار سرمایہ پر حاصل ہونے والا نفع بھی بلانیت ثواب صدقہ کر دیا جائے۔

۵ شیئر کی تجارت:

حلال کاروبار پر مبنی شیئرز کی تجارت جائز ہے، نہ تخمین و قیاس مطلقاً ناجائز ہے اور نہ عام طور پر تجارتیں اس سے خالی ہوتی ہیں بلکہ اموال زکوۃ میں تو خود شارع علیہ السلام نے تخمین کرایا ہے، جو ''خرص فی الزکوۃ'' کے عنوان سے کتب حدیث میں موجود ہے، اور امام احمد نے تو اس کو خود مقدار زکوۃ میں بھی معتبر مانا ہے، معاملات میں تخمین و قیاس کی ایسی صورت ممنوع ہے، جس میں خطر اور غرر ہو، نہ کہ مطلق تخمین و قیاس۔

۶- فیوچر سیل:

معاملہ کی اس صورت میں نہ قیمت ادا کی جاتی ہے اور نہ اس کے مقابلہ میں آنے والی مبیع، گویا یہ دونوں طرف سے ادھار ہے اور آپ ﷺ نے ایسی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ نیز اس میں قمار بھی ہے کہ حقیقت میں خرید و فروخت مفقود ہے اور محض ایک کاغذی کاروائی کی بنیاد پر نفع یا نقصان ہوتا ہے۔

۷- غائب سودا:

خرید و فروخت ان معاملات میں ہے جو مستقبل کی طرف منسوب ہو کر نہیں کئے جاسکتے، علامہ حصکفی رقمطراز ہیں:

وما تصح إضافته إلى المستقبل عشرة: البيع وإجازته وفسخه والقسمة و الشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال والإبراء عن

Marfat.com

الدین لأنها تملیکات للحال فلا تضاف للاستقبال (الدرالمختار مع الرد ۴؍۲۶۰)۔

(مستقبل کی طرف جن امور کی نسبت درست نہیں ہے وہ دس ہیں: بیع، اجازت بیع، فسخ بیع، تقسیم، شرکت، ہبہ، نکاح، رجعت، مال پر صلح، دین سے ابراء اس لئے کہ ان سب میں فی الحال تملیک ہوتی ہے، لہٰذا مستقبل کی طرف ان کی نسبت درست نہیں)۔

اس لئے غائب سودے کی صورت بیع کی نہیں ہے بلکہ یہ محض وعدہ بیع ہے، اس لئے اس پر بیع کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

۸، ۹- سرٹیفیکٹ ملنے سے پہلے شیئر کی فروخت:

اصل میں یہ مسئلہ انتقال حصص کے قانون سرکاری اور شیئر مارکیٹ کے عرف پر موقوف ہے، لیکن بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیئر سرٹیفیکٹ شیئر کا علامتی وجود ہے یا حقیقی شیئر کی کلید کے درجہ میں ہے، لہٰذا جیسے فقہاء نے مکان کی بیع میں کنجی حوالہ کر دینے کو قبضہ قرار دیا ہے اسی طرح شیئر سرٹیفیکٹ پر نام کی منتقلی کو قبضہ تصور کیا جانا چاہئے، ورنہ اگر صرف ایجاب وقبول ہی کو قبضہ مان لیا جائے تو قبضہ کا حکم بے معنی ہو جائے گا، اس لئے سرٹیفیکٹ حاصل ہونے سے پہلے خرید و فروخت درست نظر نہیں آتی۔

۱۰- بروکر:

اوپر ذکر کی گئی تفصیلات کے مطابق جائز اور حلال کاروبار پر مبنی شیئرز کی خرید وفروخت میں ''بروکر'' بننا اور اجرت حاصل کرنا جائز ہے، ایسے ہی درمیانی لوگوں کو فقہاء دلال سے تعبیر کرتے ہیں، علامہ شامی کا بیان ہے:

تجب الدلالة على البائع أو المشترى أو عليهما بحسب العرف (رد المحتار ۴؍۴۶)۔

(فروخت کنندہ یا خریدار یا دونوں پر حسب عرف ورواج دلالی کی اجرت واجب ہوگی)۔

Marfat.com

شیئرز کی شرعی حیثیت

مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی ☆

۱- شیئرز کی شرعی حیثیت کی بابت یہ نظریہ ہی صحیح وراجح معلوم ہوتا ہے کہ کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے اور وہ نقد اور اثاثہ کا مجموعہ ہوتا ہے، صرف دیئے گئے پیسے کی دستاویز نہیں۔ اسی نظریہ کا عرف میں اعتبار ہے، اور فقہاء معاصرین اور متقدمین بھی اکثر یہی نظریہ رکھتے ہیں۔

اس کی واضح شرعی دلیل وہ تفصیل ہے جو کہ سوال کے اخیر میں درج کی گئی ہے کہ شیئر ہولڈر کو کمپنی سے نفع ملتا ہے جو کہ اس کی لگائی ہوئی رقم سے زائد ہوتا ہے، اور اس کو نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے اس طرح کہ اس کی کل رقم یا اس کا ایک حصہ ڈوب جاتا ہے، اور کمپنی تحلیل ہو جائے تو شیئرز کے تناسب سے اثاثہ میں حصہ ملتا ہے۔

۲- کمپنی کا ابتدائی حال جبکہ صرف نام اور منصوبہ پایا جاتا ہے اور ابھی کوئی عمل، اقدام، عمارت واملاک کا کوئی وجود نہیں ہوتا، اس وقت جو اولین شیئر خریدنے والے ہوتے ہیں جو کہ کمپنی کا اعلان کرنے والوں اور قائم کرنے والوں سے شیئر لیتے ہیں تو ان کے معاملہ میں کوئی قباحت نہیں، اور یہ خرید وفروخت کا معاملہ نہیں بلکہ یہ تو شرکت اور عقد شرکت کا معاملہ ہے، البتہ ان اولین شیئر کے خریداروں سے جب کوئی خریدے گا تو یہ معاملہ درست نہ ہوگا، اس لئے کہ جب کوئی اثاثہ واملاک اب تک نہیں بنیں تو یا ہم یہ معاملہ حوالہ کا معاملہ ہوگا جس میں کمی وبیشی درست

☆ شیخ الحدیث، جامعہ عربیہ اسلامیہ، ہتورا، باندہ۔

Marfat.com

نہیں ہے، اس معاملہ میں رقم کے مقابلہ میں رقم ہی ہے۔ ایک ادھار اور ایک نقد۔

اگر اس کو خرید وفروخت قرار دیں تو صَرف کا معاملہ قرار پائے گا، اور اس کے احکام جاری ہوں گے جن میں مساوات مال بھی ہے۔ اس لئے یہ معاملہ صرف اس طرح درست ہوسکتا ہے کہ اصل سرمایہ لے کر پہلا شریک دستبردار ہوجائے۔

۳۔ جب کمپنی باقاعدہ وجود میں آجاتی ہے اور اس کا اثاثہ نقد اور املاک کا مجموعہ ہوتا ہے تو خرید وفروخت نقد کے ساتھ درست ہے باوجودیکہ مجموعہ مال ربوی وغیر ربوی دونوں پر مشتمل ہے، یہ جواز فقہاء کی ذکر کردہ مشہور توجیہ وتعبیر کے مطابق اس بنیاد پر ہے کہ خریدار کے ادا کردہ نقد کے دو حصے مانے جائیں گے، شیئر کے حصہ نقد کے مقابلہ میں ایک حصہ قرار دیا جائے گا جو کہ مساوی ہوگا اور ماقی رقم ونقد کو شیئر کے حصہ اثاثہ کا مقابل مانا جائے گا۔ مثلاً شیئر سو روپے کا خریدا گیا، اور وہ مشتمل ہے چالیس نقد اور اثاثہ پر۔ تو سو (۱۰۰) میں سے چالیس (۴۰) کے بالمقابل، اور ماقی ساٹھ (۶۰) اثاثہ کے بالمقابل وبالعوض ہوگا (امداد الفتاوی ۳/۱۳۰ میں بھی اس قسم کا سوال وجواب آیا ہے)۔

۴۔ وہ کمپنیاں جن کا کاروبار بنیادی طور پر حرام ہے ان کے شیئرز کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔

۵۔ جن کمپنیوں کا کاروبار بنیادی طور پر حلال ودرست ہے، البتہ انہوں نے سودی قرض لے رکھا ہے تو ان کے شیئرز کا خریدنا جائز ہے۔ یہ جواز اس لئے ہے کہ کاروبار اور کمپنی وشرکاء کے درمیان لین دین درست ہے، اور سودی قرض مجبوری کی وجہ سے لیا گیا ہے، یا مجبوری نہ ہوتو مالکان نے لیا ہے، جس کے سود کی ادا کرنے کی ذمہ داری خود ان پر ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ حاصل شدہ کل منافع سے سود ادا کیا جاتا ہے تو سود کے ادا کرنے میں شیئر ہولڈر کی بھی شرکت ہوئی لہٰذا وہ اس گناہ میں شریک ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ معاہدہ و معاملہ کی رو سے کل اخراجات ومطالبات کو ادا کرنے کے بعد جو بچتا ہے وہ نفع ہے، اور اس میں

Marfat.com

شیئر ہولڈر کا حق وحصہ ہے، اوران اخراجات ومطالبات میں سودی قرض کا سود بھی داخل وشامل ہے، اور چونکہ سود سرمایہ کے صرف اس حصہ کے مقابل ہوگا جو کہ کمپنی کے مالکان وذمہ داران نے خود لیا ہے، اس لئے اس کو نفع میں ان کے حصہ وحق سے مانا جائے گا نہ کہ سب کے حق سے۔

۶ - کمپنیوں کا کاروبار حلال ہونے کے ساتھ مجبوری کی بنا پر ان کو جو بعض ایسے معاملات کرنے پڑتے ہیں جن کی وجہ سے ان کو سود ملتا ہے، تو ایسی کمپنیز کا شیئر خریدنا درست ہے۔ خواہ انہوں نے ایسا اس لئے کیا ہو کہ اس کے بغیر کاروبار ہی ممکن نہیں یا اس لئے کہ اس کو بڑھانا ممکن نہیں۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ شیئر ہولڈر کے نفع میں سود شامل نہ کیا جائے، اور اگر شامل کیا جائے تو اس کو الگ وممتاز رکھا و لکھا جائے تا کہ شیئر ہولڈرس اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔

۷ - سودی قرض سے حاصل ہونے والے جائز منافع اوراس کی حلال آمدنی درست ہے۔ اس لئے کہ خرابی سود پر قرض لینے میں اور سود ادا کرنے میں ہے اوراس قرض کی رقم کو جائز کاروبار میں لگایا جائے یا ضروریات میں استعمال کیا جائے تو اس میں حرمت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، ہاں قباحت وکراہت ضرور ہوگی جبکہ انتہائی مجبوری کے بغیر یہ قرض لیا گیا ہو (سودی قرض کی آمدنی کی حلت کا فتوی۔ امداد الفتاوی ۳/ ۱۷۰ میں آیا ہے)۔

۸ - کمپنی کا معاملہ مضاربت کا معاملہ ہوتا ہے جس میں مضارب رب المال کا وکیل ہوتا ہے، لہذا کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرز تمام شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہوتا ہے اوراس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا، اور بورڈ کے تمام اعمال کی نسبت تمام شرکاء کی طرف ہوگی۔

۹ - بعض حضرات کی رائے یہ ضرور ہے کہ شیئر ہولڈرس اختلاف کا اعلان کر دے تو کافی ہے مگر بات سمجھ میں نہیں آتی، بالخصوص ان لوگوں کے حق میں جو کہ کمپنی کے قیام میں آنے کے بعد اس کے شیئرز خریدتے ہیں، البتہ ابتدائی شرکاء یعنی اولین شیئرز ہولڈرس کی طرف سے اگر

Marfat.com

یہ بات کہی جائے تو براءت سمجھ میں آتی ہے، مگر کمپنی جب ایک نظام کے تحت کام کرنے لگے اور اس میں یہ معروف ومعلوم ہو کہ سودی قرض لیا گیا ہے اور سود کا معاملہ کیا گیا ہے، اور پھر ایک آدمی حصہ لیتا ہے اور بعد میں براءت کا اظہار کرتا ہے تو یہ براءت بے معنی سمجھ میں آتی ہے۔

۱۰- کمپنی کے منافع میں شامل سود کی مقدار معلوم ہونے کی صورت میں اگر شیئر ہولڈر سود کی بقدر رقم نکال کر صدقہ کر دے تو کافی ہے، جیسے بینک میں جمع کردہ سرمایہ پر ملنے والا سود اور اس کو الگ کر دینا اصل رقم کو متاثر نہیں کرتا۔

۱۱- اگر سود کی آمدنی کو اصل کے ساتھ ملا کر کاروبار میں لگا دیا گیا تو حساب کرنے پر سود کی رقم نیز اس سے حاصل ہونے والا نفع سب کو صدقہ کرنا لازم ہے، اور آدمی بری ہو جائے گا۔

شامی میں ہے: **الحرمة تتعدد** (۵/۹۸)، نیز **الخبث بفساد الملک إنما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین. وأما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیهما کما بسطه خسرو و ابن الکمال** (درمختار مع حاشیہ شامی ۵/۹۷) عدم ملک کی خباثت و حرمت ہر چیز میں اثر انداز ہوتی ہے، سامان ونقد اور ان سے حاصل ہونے والے منافع سب میں۔

۱۲- شیئرز کی تجارت کم از کم فی الجملہ درست ہے، شیئر کا مطلب ہے کمپنی کا ایک حصہ، اور آج کل عرف میں شیئرز کو خود ایک استقلالی حیثیت حاصل ہے، لہذا یہ تجارت درست ہے بشرطیکہ دوسرا کوئی محظور نہ پایا جائے۔ مثلا قبضہ وغیرہ کا تحقق اور قبل القبض بیع، اور ربح مالم یضمن وغیرہ کا مسئلہ پیدا نہ ہوتا ہو۔ اور رہ گئی تخمین تو یہ بیع کی روح اور بنیادی عنصر ہے۔

۱۳- فیوچر سیل اور بیع المستقبلیات درست نہیں ہے، ذکر کردہ تفصیل کے مطابق یہ کھلا ہوا سود وقمار کا معاملہ ہے، اس کے بجائے اگر یہ معاملہ ہو کہ وقت مقررہ پر باقاعدہ فروخت کیا جائے خواہ نفع ہو یا نقصان، تو درست ہے۔

Marfat.com

۱۴- سوال سمجھ میں نہیں آسکا، بظاہر تکرار ہے۔

۱۵- رہ گیا شیئرز کے نقد سودے میں شیئرز پر قبضہ کا مسئلہ، تو قبضہ کا معاملہ شریعت کی نگاہ میں وسعت رکھتا ہے۔ ہر شئے کا قبضہ اس کے مناسب حال ہوتا ہے اور اس میں عرف کا بھی دخل ہے، اس لئے اگر خریدار کی حیثیت سے بروکر کے یہاں نام آجانے پر حقوق منتقل ہو جاتے ہیں اور ''ربح مالم یضمن'' کا معاملہ نہیں رہ جاتا تو قبضہ مان لیا جائے گا۔ سرٹیفیکٹ تو ایک سرکاری و رسمی چیز ہے، ضروری نہیں ہے کہ وہ اسی کے نام ہو جس کو حقیقی ملکیت حاصل ہو، بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شئے حقیقۃً ملکیت کسی کی ہوتی ہے اور نام کسی دوسرے کا چلتا رہتا ہے۔

۱۶- شیئر کا خریدار قیمت ادا کرنے کے بعد سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے قبل اگر شیئر کو فروخت کرے تو درست ہے بشرطیکہ سرٹیفیکٹ کے بغیر شیئر اس کے ضمان میں آجاتا ہو اور حقوق و منافع اس کو حاصل ہو جاتے ہوں۔

۱۷- شیئر بازار میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے، اس لئے کہ بروکر کی حیثیت دلال اور کمیشن ایجنٹ کی ہے۔ مگر یہ شرط ہے کہ وہ ان ہی کمپنیز کے شیئرز کا کام کرے جن کا کاروبار بنیادی طور پر حلال ہے، اور یہ کہ اس میں شرعی ضوابط کا لحاظ کرے۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص کے مختلف مسائل کا حکم

مولانا محمد حنیف ☆

۱- شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، قرض کی دستاویز نہیں ہے۔

۲- بیع صرف کا حکم ہے، برابر سرابر جائز ہے، کمی بیشی حرام ہے۔

۳- جب کمپنی کے املاک میں عروض ونقود دونوں ہوں تو اس کا حکم سیف محلّٰی کا ہے، اس کی بیع وشراء ان نقود سے زائد پر ہونا ضروری ہے جتنے کی شیئر ضمانت دے رہا ہے۔

۴- حرام ہے۔

۵- جائز ہے۔

۶- جائز ہے۔

۷- سودی قرض سے حاصل ہونے والے منافع حلال وطیب اور مفید للملک ہیں (کما فی البحر ۸/ ۱۱۴)۔

۸- وکیل ہوتے ہیں، وکالت کے احکام ان پر جاری ہوتے ہیں۔

۹- بریٔ الذمہ کردے گا کیونکہ اعلان کرنے کے بعد وہ فضولی کا ایسا عمل ہوگا جس پر اصیل راضی نہیں ہے۔

☆ بیت العلوم، سرائے میر، اعظم گڑھ۔

Marfat.com

۱۰- صدقہ کردینا واجب ہے جس کی وجہ سے مال سے خبث دور ہو جائے گا اور یہ عمل مال کی طہارت کے لئے کافی ہوگا، اور ساتھ ہی ساتھ اللہ رب العزت سے توبہ بھی کرے۔

۱۱- سود سے حاصل ہونے والی رقم سے جتنا نفع ہوگا اس نفع کو مع اصل سود کے سب کا صدقہ کردینا واجب ہے (الہدایہ ۳/۵۹۔۳۶۰ والبحر ۸/۱۱۴):

قال مشائخنا لا يطيب له بكل حال فهو المختار وإطلاق الجواب في الجامعين يدل على ذلك۔

۱۲- حاضر سودے کے شیئرز کی تجارت بشرائط جائز ہیں، بازار کی صورت حال کو دیکھ کر قیاس آرائیوں سے زیادہ منافع دینے والے شیئرز خریدنے اور بیچنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، کیونکہ ہر تجارت میں قیاس آرائیوں کا دخل ہوتا ہے اور تجارت میں نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ جائز بھی ہے بشرطیکہ امر محظور کا ارتکاب نہ ہو، اور قیاس آرائی کوئی امر محظور نہیں۔

۱۳- یہ صورت قمار میں داخل ہے۔

۱۴- یہ بیع الآجل بالآجل ہونے کی بنا پر حدیث نبوی ﷺ سے حرام و ناجائز ہے: نهى رسول الله ﷺ عن بيع الكالي بالكالي۔

۱۵- قبضہ کی جو حقیقت ہے یعنی ضمان میں داخل ہونا نفع و نقصان کا مالک ہونا، جب یہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی بیع و شراء جائز ہے، اگرچہ نام کی تبدیلی اور سرٹیفکیٹ کی ادائیگی میں تاخیر ہو۔

۱۶- جائز ہے، کیونکہ قبضہ کی حقیقت حاصل ہے، بشرطیکہ إفضاء إلى المفسدة نہ ہو۔

۱۷- بروکر دلال کے مثل ہے، دلالی اور اس کی اجرت جائز ہے، بشرطیکہ خداع وغیرہ نہ ہو اور اجرت متعین ہو، نیز فیصد کے اعتبار سے متعین کرنا یہ تعیین کے درجہ میں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمپنی اور شیئرز سے متعلق نئے مسائل اور حل

مولانا ابوبکر قاسمی☆

کاروبار کی قسمیں:

ملکیت کے اعتبار سے کاروبار کی تین قسمیں ہیں:(۱)شخصی کاروبار،(۲) شرکت (۳) کمپنی۔کاروبار کی پہلی دو قسمیں اسی وقت سے رائج ہیں جب سے انسان کاروبار کر رہا ہے۔حضرات فقہاء نے بھی ان کی بنیادی تفاصیل واحکام کو بیان فرمایا ہے،اوران کی موجودہ صورتحال ماضی سے بنیادی طور پر مختلف نہیں ہے،اس لئے یہاں ان کی تفصیلات کا ذکر نہیں ہوگا، البتہ کمپنی کاروبار کی ایک نئی قسم ہے جس کا پہلے فقہاء کے دور میں وجود نہ تھا،اس لئے یہاں اس کی تفاصیل کو بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

کمپنی کا تعارف:

کمپنی کے لغوی معنی ''شرکت'' کے ہیں اور کبھی رفقائے کار کو بھی کمپنی کہا جاتا ہے،لیکن یہاں پر کمپنی سے کیا مراد ہے،اس کو جاننے کے لئے اس کی مختصر تاریخ سے واقفیت ضروری ہے۔

یورپ میں صنعتی انقلاب رونما ہونے کے بعد سترہویں صدی کے آغاز میں بڑے بڑے کارخانوں وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے جب عظیم سرمایہ کی ضرورت پڑنے لگی جس کو کوئی شخص اکیلا یا چند افراد مل کر فراہم نہیں کر سکتے تھے،تو اس وقت عام لوگوں کی منتشر بچتیں یکجا کر کے

☆ جامعہ اسلامیہ،شکرپور بھرواڑہ،دربھنگہ۔

Marfat.com

اجتماعی فائدہ اٹھانے کے لئے کمپنی کا نظام رائج ہوا، ابتداء کمپنیاں نیم سرکاری ہوتی تھیں، جو عموماً حکومت کے چارٹر (اجازت نامے) کے تحت غیر ملکی تجارت کے لئے وجود میں آتی تھیں، اور انہیں بہت وسیع اختیارات دیئے جاتے تھے، بسا اوقات ان کو قوانین وضع کرنے کا بھی اختیار ہوتا تھا، سکہ ڈھالنے، پولیس اور فوج رکھنے کا بھی اختیار ہوتا تھا، برصغیر پر قابض ہونے والی ایسٹ انڈیا کمپنی بھی اسی قسم کی ایک کمپنی تھی، اب وسیع اختیارات کے تحت ایسی کمپنیاں موجود نہیں رہیں، اب صرف تجارتی کمپنیاں ہوتی ہیں، جو حکومت کی اجازت سے قائم ہوتی ہیں، کمپنیوں کی تشکیل کی اجازت اور ان کو کنٹرول کرنے کا کام جو ادارہ کرتا ہے اس کو ہمارے ملک میں کارپوریٹ لاء اتھارٹی (Corporate Law Authority) کہا جاتا ہے، یہ وزارت خارجہ کا ایک ذیلی ادارہ ہے، اس کی اجازت کے بعد جب کمپنی وجود میں آجاتی ہے تو اس کو شخص قانونی یا شخص فرضی کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے، جو بیع وشراء کرتا ہے، اور مدعی و مدعا علیہ بنتا ہے، اسی طرح دائن و مدیون ہوتا ہے، اب اس کو کاروبار شروع کرنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے جس کی فراہمی کے لئے لوگوں کو کمپنی میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے، اور کمپنی کو جتنے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے کاروبار میں جتنے لوگوں کو شریک کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی حساب سے کمپنی کے شیئرز متعین کئے جاتے ہیں اور اس کا اعلان کیا جاتا ہے، کمپنی کے اس اعلان پر جو لوگ اس کے حصہ میں شریک ہو کر سرمایہ دیتے ہیں، ان کے لئے کمپنی ایک سرٹیفکیٹ جاری کرتی ہے، جو اس بات کی سند ہوتی ہے کہ اس شخص کا کمپنی کے اثاثوں اور سرمایوں میں اتنا حصہ ہے، اسی سرٹیفکیٹ کو اردو میں "حصہ" عربی میں "سہم" اور انگریزی میں "شیئر" کہا جاتا ہے۔

کمپنی کی حقیقت:

مندرجہ سطور میں کمپنی کا جو مختصر تعارف پیش کیا گیا اس کو جان لینے کے بعد اب یہاں پر چند باتیں قابل غور ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ کمپنی کی حقیقت کیا ہے، تو اس سلسلہ میں مذکورۃ الصدر تصریحات سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ فقہاء کرام نے کتب فقہ وفتاوی میں جو عقد شرکت

Marfat.com

کی بحث فرمائی ہے، بعینہ اسی کو دور حاضر کی اصطلاح میں کمپنی کا نام دے دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے کمپنی کے مروجہ نظام کو عقد شرکت کی دوسری قسم شرکت عنان میں داخل فرمایا ہے (امداد الفتاوی ۳؍ ۴۹۴) لیکن دور حاضر کے جن حضرات علماء نے کمپنی کے پورے نظام پر اس کے دستور کو سامنے رکھ کر غور کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ کمپنی اور شرکت کے نظام میں بہت کچھ فرق ہے، اور کمپنی کے بعض مخصوص خصائص ہیں جو عقد شرکت میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

کمپنی اور شرکت کے درمیان فرق:

مثلاً کمپنی کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ شرکت میں ہر شریک کی الگ الگ ملکیت متصور ہوتی ہے، مگر اس نظام میں کئی افراد کے مجموعے کو ایک شخص قانونی قرار دیا جاتا ہے، اس شخص قانونی کو کارپوریشن کہتے ہیں جس کی ایک قسم کمپنی ہے۔

کمپنی کے نظام کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اپنا مستقل قانونی وجود ہوتا ہے، جس کی رو سے خود کمپنی ہی کو اس کے املاک وغیرہ کا مالک قرار دیا جاتا ہے، اور خود کمپنی ہی کی طرف اس کے سارے حقوق لوٹتے ہیں، یہاں تک کہ کمپنی مدعی بھی بنتی ہے اور مدعا علیہ بھی، اسی طرح کمپنی دائن و مدیون بھی بنتی ہے، جبکہ شرکت کے اندر ایسا نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا الگ سے کوئی قانونی وجود نہیں ہوتا، ہاں شرکت میں اس کا ہر شریک کاروبار کے تمام اثاثوں کا مشاع کے طور پر مالک ہوتا ہے، اور اس کے ہر شریک کو ایک دوسرے کا وکیل قرار دیا جاتا ہے، اور اس میں ہر شخص کی ذمہ داری یکساں ہوتی ہے، مثلاً کوئی دَین واجب ہوا تو عقد شرکت میں اس کے تمام شرکاء سے برابر درجے میں مسئولیت ہوگی، مگر جیسا کہ عرض کیا گیا کمپنی میں ایسا نہیں ہوتا۔

کمپنی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے حصہ داروں کو کمپنی کے اثاثوں میں اس حد تک تو شریک مانا گیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے کمپنی تحلیل ہو جائے اور وہ بند کر دی جائے تو اثاثے کی تقسیم کے وقت اس کے ہر حصہ دار کو متناسب حصے ملیں گے، لیکن کمپنی کی تحلیل سے قبل اس کے

Marfat.com

حصہ داروں کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کمپنی کے اثاثوں میں تصرف کر سکے، یہی وجہ ہے کہ کمپنی کا کوئی شریک اگر اتنا مدیون ہوگیا کہ اس کے اثاثے قرق (ضبط) کئے گئے تو اس کے ہاتھ میں کمپنی کا جو حصہ ہے وہ تو قرق ہوگا لیکن اس کے حصے کے تناسب سے کمپنی کے اثاثوں میں سے اس کا جو حصہ بنتا ہے وہ قرق نہیں ہوگا، اس لئے کہ قانوناً کمپنی کے اثاثوں میں اس کو تصرف کا حق نہیں ہے، لیکن شرکت کے اندر ہر شریک با اختیار ہوتا ہے، اور اس کو تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے، اگر وہ چاہے تو شرکت کو ختم کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شریک مدیون ہو جائے اور اس کے سارے اثاثے قرق کئے جائیں تو شرکت میں اس کے حصہ کے تناسب سے جو اس کا حق بنتا ہے وہ سب قرق ہو جائے گا۔

کمپنی کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس پر کاروبار کی جہت سے کسی کا دعوی ہو یا خود کمپنی کا کسی پر دعوی ہو تو خود کمپنی ہی مدعی یا مدعا علیہ ہوگی، اس کے حصہ دار ہرگز مدعی یا مدعا علیہ نہ ہوں گے، کیونکہ خود کمپنی کو شخص قانونی کا درجہ حاصل ہے شخص حقیقی کے مثل، البتہ کمپنی کی نمائندگی عدالت میں اس کی انتظامیہ کا کوئی فرد کرے گا، اس کے برعکس اگر شرکت میں کاروبار کی جہت سے اس کا کسی پر دعوی ہو یا اس پر کسی کا دعوی ہو تو اس کے تمام شرکاء مدعی یا مدعا علیہ ہوں گے۔

کمپنی کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کوئی شریک اپنا سرمایہ نہیں نکال سکتا، البتہ اپنے حصہ کو فروخت کر سکتا ہے، جبکہ شرکت کے اندر اگر اس کا کوئی شریک شرکت فسخ کر کے اپنا سرمایہ نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے۔

کمپنی کے نظام کی چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ کمپنی میں ذمہ داری محدود ہوتی ہے، جبکہ شرکت میں عموماً ذمہ داری کاروبار کے اثاثوں تک محدود نہیں ہوتی۔

مندرجہ ذیل تفصیل سے معلوم ہوا کہ شرکت اور کمپنی کے نظاموں کے درمیان بہت نمایاں فرق ہے، اور کمپنی کے نظام کی کچھ مخصوص خصوصیات ہیں جن کے پیش نظر کمپنی شرکت کی معروف اقسام میں سے کسی میں داخل نہیں ہے، اور جیسا کہ حضرات علماء بخوبی جانتے ہیں فقہاء

Marfat.com

کرام نے عقد شرکت کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں :(۱) شرکت مفاوضہ،(۲) شرکت عنان، (۳) شرکت صنائع، (۴) شرکت وجوہ۔ اگر شرکت کے ساتھ مضاربت کو بھی شامل کر لیا جائے تو شرکت کی پانچ قسمیں بن جاتی ہیں، ظاہر ہے کمپنی کا یہ مروجہ نظام شرکت کی مذکورہ پانچوں قسموں میں سے کسی میں بتمام وکمال داخل نہیں ہے، جیسا کہ کمپنی اور شرکت کے نظاموں کے درمیان مندرجہ بالا فرق وخصائص میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

کمپنی کی شرعی حیثیت:

اب یہاں دوسرا سوال یہ ہے کہ جب کمپنی مروجہ شرکت کی معروف اقسام میں داخل نہیں ہے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ تو اس سلسلہ میں علمائے معاصرین کی بنیادی طور پر دو رائیں ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ چونکہ شرکت کا معاملہ پانچ قسموں میں منحصر ہے اور کمپنی ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہے، لہذا یہ جائز نہیں ہے۔ لیکن دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ محض اس بنا پر کہ کمپنی شرکت کی معروف اقسام میں داخل نہیں ہے اس کو ناجائز نہیں قرار دیا جاسکتا، اس لئے کہ حضرات فقہاء نے شرکت کی جو اقسام بیان فرمائی ہیں وہ منصوص نہیں ہیں، بلکہ ان حضرات نے اپنے زمانہ میں شرکت کی مروجہ صورتوں کا استقراء کر کے اس کی روشنی میں شرکت کی تقسیم فرمائی ہے، علاوہ ازیں کسی نص یا تصریحات فقہاء میں یہ درج نہیں ہے کہ جو صورت ان اقسام سے خارج ہو وہ جائز نہ ہوگی، لہذا اگر شرکت کی کوئی اور صورت شرکت کی مذکورہ اقسام سے خارج ہو، لیکن شرکت کے اصول منصوصہ میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو اسے شرعاً جائز قرار دیا جائے گا، چنانچہ جب کمپنی کی مذکورہ خصوصیات پر غور کیا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر کا تعلق انتظام سے ہے جو شرعاً قابل اعتراض نہیں ہے، البتہ کمپنی سے متعلق دو چیزیں شرعی اعتبار سے قابل غور ہیں:

پہلی چیز یہ ہے کہ عقد شرکت کا تو کوئی قانونی وجود نہیں ہوتا، لیکن کمپنی کا مستقل قانونی وجود ہوتا ہے، جس کو شخص فرضی یا شخص قانونی کہا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شخص قانونی کا تصور شرعاً درست ہے یا نہیں، تو جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسلام میں گو شخص قانونی کی

Marfat.com

اصطلاح موجود نہیں ہے لیکن اس کے نظائر موجود ہیں، چنانچہ وقف، بیت المال، ترکہ مستغرقہ بالدّین، اسی طرح ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے مطابق خلطۃ الشیوع۔ یہ چاروں چیزیں شخص قانونی کے نظائر ہیں، اگرچہ ان کے لئے شخص قانونی کی اصطلاح استعمال نہیں ہوئی ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ چیزیں شخص قانونی کے ذیل میں آتی ہیں، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک پر حضرات فقہاء نے ان کو شخص قانونی کے درجہ میں رکھ کر شخص حقیقی کے احکام جاری کئے ہیں، مثلاً وقف مالک بھی ہوتا ہے، دائن و مدیون بھی ہوتا ہے، مدعی و مدعا علیہ بھی ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سارے اوصاف شخص حقیقی کے ہیں، لیکن وقف میں شخص قانونی کی خصوصیات تسلیم کی گئی ہیں۔ اسی طرح بیت المال کہ اس سے پوری قوم کا حق متعلق ہوتا ہے، لیکن کوئی شخص اس کی املاک میں ملکیت کا دعوی نہیں کرسکتا، بلکہ اس کے اموال کا مالک بیت المال ہی کو قرار دیا جاتا ہے، اور اس کی ایک مد شخص قانونی کا درجہ رکھتی ہے، اور ضرورت پڑنے پر دوسری مد سے اس کے لئے قرض لیا جاتا ہے، اب ظاہر ہے کہ اس صورت میں جس مد سے قرض لیا گیا وہ دائن اور جس مد کے لئے لیا گیا وہ مدیون ہوگا، معلوم ہوا کہ بیت المال کو شخص قانونی کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی میت کا ترکہ جو دیون سے مستغرق ہو اس کو مدیون تسلیم کیا گیا ہے، جو ایک شخص قانونی کے حکم میں ہے۔ اسی طرح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلطۃ الشیوع کی صورت میں (جبکہ مال مشاع کے طور پر کئی شخصوں میں مشترک ہو تو) زکوۃ لوگوں کے انفرادی حصوں پر واجب نہیں ہوتی ہے بلکہ کل مال کے مجموعے پر ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس صورت میں مال کا مجموعہ ایک شخص قانونی ہے (یاد رہے کہ خلطۃ الشیوع کی جو نظیر پیش کی گئی ہے وہ فقہ حنفی کے مطابق ہے)۔ مندرجہ نظائر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شخص قانونی کا تصور فی نفسہ کوئی ناجائز تصور نہیں ہے اور نہ فقہ اسلامی کی رو سے یہ کوئی اجنبی تصور ہے، البتہ شخص قانونی کی یہ اصطلاح ضرور نئی ہے۔

کمپنی سے متعلق دوسرا قابل غور پہلو:

یہاں پر کمپنی کے نظام کی دوسری خصوصیت جو شرعی اعتبار سے قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ

Marfat.com

اس کے حصہ داروں کی ذمہ داری ان کے لگائے ہوئے سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کمپنی خسارے میں گئی تو ان کا زیادہ سے زیادہ یہ نقصان ہوگا کہ ان کا لگایا ہوا سرمایہ ڈوب جائے گا، لیکن اگر کمپنی پر قرض زیادہ ہوگیا تو اس کے حصہ داروں سے ان کے لگائے ہوئے سرمایہ سے زیادہ کا مطالبہ نہ ہوگا، اسی طرح کمپنی کی ذمہ داری بھی اس کے اثاثوں کی حد تک محدود ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرضے کی ادائیگی کے لئے زیادہ سے زیادہ کمپنی کے اثاثے قرق کرائے جاسکتے ہیں، لیکن اثاثوں سے زیادہ کا مطالبہ نہ ہوگا۔ اب یہاں قابل غور پہلو یہ ہے کہ کمپنی اور اس کے شرکاء کی محدود ذمہ داری کا نقصان یہ ہوگا کہ اس کے قرض خواہوں کا کمپنی کے اثاثوں سے زائد جو قرض ہوگا اس کی وصولیابی کی کوئی صورت نہیں رہے گی، جس کے سبب قرض خواہوں کا ذمہ خراب ہوگا، اسی کو فقہ کی اصطلاح میں خراب الذمہ کہا جاتا ہے۔ بعض علماء نے اسی اشکال کی وجہ سے کہا ہے کہ محدود ذمہ داری کا شرعاً تصور صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، لیکن اگر اس مسئلہ کو ایک دوسرے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کمپنی کی محدود ذمہ داری کے تصور کی بنیاد دراصل شخص قانونی کے تصور پر ہے، اگر شخص قانونی کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کی محدود ذمہ داری کو ماننا کچھ مشکل نہیں رہتا۔ شخص حقیقی اگر مفلس ہوجائے تو اس کے قرض خواہ اپنا قرض صرف اس کے اثاثوں سے وصول سکتے ہیں، اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرسکتے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل کے متعلق مشہور ہے کہ جب وہ مفلس ہوگئے تو حضور پاک ﷺ نے ان کے قرض خواہوں سے فرمایا تھا کہ:

خذوا ما وجدتم ليس لكم إلا ذلك (صحیح مسلم، باب وضع الجوائح)۔

اگر قرض دار کی موت اس کے مفلس ہونے کی حالت میں ہوجائے تو خراب الذمہ ہوجاتا ہے یعنی اس کے قرض خواہوں کے قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شخص حقیقی اگر مفلس ہوکر مرجائے تو اس کی ذمہ داری اثاثوں تک محدود رہتی ہے، اور قرض خواہوں کا ذمہ خراب ہوجاتا ہے، اس طرح کمپنی کو جب شخص قانونی مان لیا گیا تو یہ بھی

Marfat.com

اگر دیوالیہ ہو کر تحلیل ہو جائے تو اس کی ذمہ داری بھی اثاثوں ہی کی حد تک محدود ہونی چاہئے، اس لئے کہ کمپنی کا تحلیل ہو جانا اس شخص قانونی کی موت ہے۔ مندرجہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدود ذمہ داری کا تصور کوئی ناجائز تصور نہیں ہے کہ اس کے سبب سے کمپنی کی شرکت کو فاسد قرار دیا جائے۔ کمپنی کی محدود ذمہ داری کی دلچسپ نظیر عبد ماذون فی التجارہ ہے، کہ جس طرح ایک غلام کو آقا کی طرف سے تجارت کی اجازت ہوتی ہے، اور جو کچھ وہ تجارت کرتا ہے وہ آقا کا مملوک ہوتا ہے، لیکن اس کے باوصف اگر غلام پر دیون واجب ہوں تو وہ اس غلام کی قیمت تک محدود ہوں گے، اس سے زیادہ کا نہ غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور نہ مولی سے، یہاں بھی قرض خواہوں کا ذمہ خراب ہو گیا، اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ نظیر کمپنی کی محدود ذمہ داری سے بہت قریب ہے، کمپنی کے قرض خواہوں کا ذمہ خراب ہو جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن وجوہ سے بعض علماء نے کمپنی کے مروجہ نظام کو ناجائز قرار دیا ہے، ان سب وجوہ کی شریعت میں جائز نظیر موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء نے کمپنی کے مروجہ نظام کو شرعاً درست قرار دیا ہے۔

آخر میں کمپنی کے شیئرز سے متعلق ایک بحث رہ جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ کمپنی کا شیئر کمپنی کے اثاثوں میں شیئرز ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا نہیں، تو اس سلسلہ میں بعض علماء معاصرین کی رائے یہ ہے کہ کمپنی کا شیئر اس کے اثاثوں میں شیئرز ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ یہ محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس شخص نے کمپنی کو اتنی رقم دے رکھی ہے، جیسے دیگر قرضوں مثلاً بانڈز وغیرہ کی دستاویزات ہوتی ہیں ایسے ہی یہ بھی ایک شہادت و دستاویز ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ بانڈز وغیرہ پر متعین شرح سے سود ملتا ہے لیکن شیئرز پر سود کی شرح متعین نہیں ہوتی، بلکہ کمپنی کو جو نفع ہوتا ہے اس کا ایک متناسب حصہ اس کو دیدیا جاتا ہے۔ اب یہاں پر قابل غور پہلو یہ ہے کہ بعض علماء نے شیئرز کے متعلق جو یہ رائے قائم کی ہے اس کی بنیاد کیا ہے، تو اس سلسلہ میں ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر شیئرز کمپنی کے اثاثوں میں ملکیت کی نمائندگی کرنے

Marfat.com

والا ہوتا تو شیئر ز ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں جہاں اس کی دیگر املاک کی قرقی ہوتی ہے اسی طرح کمپنی میں اس کے متناسب حصے کی بھی قرقی ہونی چاہئے تھی مگر نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ کمپنی کے اثاثوں میں شیئر ز ہولڈر کی ملکیت نہیں ہوتی۔

لیکن ان بعض علماء کے مذکورہ نظریہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذکورہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ کمپنی کے ظاہری نظام اور اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیئر ز ہولڈر کی کمپنی کے اثاثوں میں ملکیت ہوتی ہے کہ اگر کمپنی باہمی قرارداد سے تحلیل ہو جائے تو شیئر ز ہولڈرس کو صرف ان کی لگائی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی بلکہ کمپنی کے اثاثوں کا متناسب حصہ شیئر ہولڈرس کو دیا جاتا ہے جبکہ دوسری مالی دستاویزات مثلاً بانڈز وغیرہ پر کمپنی کے تحلیل ہونے کی صورت میں صرف لگی ہوئی رقم سود کے ساتھ واپس دی جاتی ہے۔ مذکورہ تفصیل سے صاف ہوا کہ کمپنی کا شیئر ز محض قرضے کی شہادت نہیں ہے، بلکہ یہ کمپنی کے اثاثوں میں شیئر ز ہولڈر کی متناسب ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں، لہذا کمپنی کا جو شیئر ہولڈر اپنے شیئر کو فروخت کرتا ہے تو درحقیقت وہ کمپنی کے جامد اثاثوں، سامان تجارت، نقد، قابل وصول دین وغیرہ میں جو اس کا متناسب حصہ ہوتا ہے اس کو فروخت کرتا ہے، البتہ اگر کمپنی ابھی قائم ہو رہی ہو اور اس کے پاس کچھ منجمد اثاثے نہ ہوں تو اس وقت اگر کوئی شیئر ہولڈر اپنے حصہ کو فروخت کرتا ہے تو درحقیقت وہ نقد رقم کو نقد کے ساتھ فروخت کرتا ہے، اس لئے شیئر ز کی مذکورہ دونوں صورتوں کے احکام میں فرق ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کمپنی کے شیئر ز کی دستاویز کی حیثیت قرض وغیرہ کی دستاویز کے مانند نہیں ہے بلکہ کمپنی کے شیئر ز کی دستاویز درحقیقت کمپنی کے اثاثوں میں شیئر ز ہولڈر کی متناسب ملکیت کی نمائندگی کرتی ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ شیئر ز ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں جہاں اس کے دیگر املاک کی قرقی ہوتی ہے، اسی طرح کمپنی میں اس کے متناسب حصے کی بھی قرقی ہونی چاہئے مگر نہیں ہوتی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کمپنی میں شیئر ہولڈر کے متناسب حصے کی قرقی

Marfat.com

ہوتی ہے لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ جب وہ دیوالیہ ہو جائے تو وہ اپنا حصہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دے، لہذا جن وجوہ کی بنیاد پر کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا ہے وہ سب حقیقت سے دور ہیں، اور ان میں سے ہر ایک محل نظر ہے، اس لئے درست بات یہ ہے کہ اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہو تو ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت شرعا درست ہے۔

یہاں تک کاروبار کی قسمیں، کمپنی کا تعارف، شرکت و کمپنی کے نظاموں میں فرق اسی طرح کمپنی کے قابل غور پہلو شیئرز کی حقیقت کے سلسلہ میں جو کچھ مختصر جائزہ پیش کیا گیا وہ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کی کتاب ''فقہی مقالات'' اور ''اسلام اور جدید معیشت وتجارت'' سے ماخوذ ہیں، کمپنی کے دیگر امور کی تفصیل جاننے کے لئے مندرجہ بالا کتابوں کا مطالعہ مناسب ہوگا۔

شیئرز کی شرعی حیثیت اور اس کی خرید وفروخت سے متعلق فقہی احکام

۱۔ دور حاضر کی تجارتوں میں جن نئی صورتوں کا اضافہ ہوا ہے، ان میں سے ایک نئی صورت شیئرز کی خرید وفروخت کا مسئلہ بھی ہے، چونکہ شیئرز کا کاروبار آخری صدیوں میں شروع ہوا ہے، اس لئے قدیم فقہاء کی کتابوں میں اس کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں تفاصیل نہیں ملتیں، لہذا ضروری ہے کہ ہم قرآن وسنت اور تصریحات فقہاء کی روشنی میں شیئرز کی خرید وفروخت سے متعلق فقہی احکام کو تلاش کریں، لیکن شیئرز کی خرید وفروخت سے متعلق فقہی احکام کو تلاش کرنے سے پہلے ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم شیئرز کی حقیقت ونوعیت کو جانیں۔

تو اس سلسلہ میں جہاں تک شیئرز کی نوعیت کے تعین کا مسئلہ ہے تو یہ بات سب پر واضح ہے کہ زمانہ سابق میں جو شرکت کا معاملہ ہوتا تھا، دور حاضر میں شیئرز کی خرید وفروخت کا مسئلہ اسی کی ایک خاص قسم ہے، یا اسی سے ملتا جلتا ایک مسئلہ ہے، البتہ پہلے زمانہ میں جو شرکت کا کاروبار ہوا کرتا تھا وہ چند افراد کے درمیان ہوا کرتا تھا، جس کو آج کل کی اصطلاح میں پارٹنرشپ کہتے

Marfat.com

ہیں، لیکن آج جو شرکت کی نئی قسم وجود میں آئی ہے اس کو جوائنٹ اسٹاک کمپنی کہا جاتا ہے۔

۲-نئی قائم ہونے والی کمپنی کا شیئر خریدنا:

جب کوئی نئی کمپنی قائم ہوتی ہے تو اس وقت اس کمپنی کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتی، مگر اس کے قیام کے ساتھ اس کے شیئرز کا اعلان کیا جاتا ہے، اب اگر اس وقت اس کمپنی کے خرید کردہ شیئرز کو فروخت کیا جائے تو اس صورت میں چونکہ اس کمپنی کے خرید کردہ شیئرز کی حیثیت ابھی اثاثے کی نہیں ہے، بلکہ وہ ابھی نقد کی شکل میں ہے، یا واجب الوصول قرض کی شکل میں ہے، اس لئے اس کمپنی کے اس قسم کے شیئرز کو کمی بیشی کے ساتھ تو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، ہاں فیس ویلو (Face Value) یعنی اصل رقم پر خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں جو بیع ہو رہی ہے وہ نقد کی بیع نقد کے ساتھ ہو رہی ہے، جو شرعاً بیع صرف ہے جس میں اتحاد جنس کے وقت مبیع اور ثمن کے درمیان تساوی شرط ہے، اسی کے ساتھ مجلس عقد میں مبیع وثمن دونوں پر تقابض ضروری ہے، لیکن شیئرز کی خرید وفروخت کی مندرجہ بالا صورت میں تساوی تو ممکن ہے لیکن بدلین پر دست بدست تقابض ممکن نہیں ہے، کیونکہ خریدار تو فی الفور بائع کو روپیہ دے دیتا ہے اور قبضہ کرا دیتا ہے، لیکن بائع کا روپیہ تو کمپنی کے یہاں جمع ہے، جس پر وہ خریدار کو قبضہ نہیں کرا رہا ہے بلکہ اس کو صرف شیئرز سرٹیفیکیٹ دے رہا ہے، اس صورت حال کا تقاضا تو یہ ہے کہ شیئرز کی یہ خرید وفروخت شرعاً جائز نہ ہو لیکن اس کے جواز کے لئے مولانا اشرف علی تھانوی نے امداد الفتاوی میں یہ حیلہ لکھا ہے کہ جو شخص اپنا شیئر فروخت کر رہا ہے وہ خریدار سے روپئے قرض لے لے اور خریدار کے اس قرض والے روپئے کا حوالہ کمپنی پر اپنے شیئر کے بدلے میں کر دے، کہ تمہارا جو قرض مجھ پر ہے وہ تم فلاں کمپنی سے وصول کر لو، اور شیئر کا یہ خریدار شخص کمپنی سے اپنا قرض والا روپیہ وصول کرنے کے بجائے اپنے مدیون والا شیئر لے لے اور کمپنی کے منیجر کو اپنی طرف سے شیئر پر قبضہ کا وکیل بنا دے تو یہ شرعاً درست ہے، اور اس خریدار کا قبضہ شیئر پر کمپنی کے منیجر کے واسطہ سے ہو جائے گا، اور اب وہ شیئر اس خریدار کے قبضہ میں آ کر اس کا مملوک

Marfat.com

ہو جائے گا (مستفاد از امداد الفتاوی ۳/۵۱۱)۔

۳-نقود وغیر نقود سے مخلوط اثاثہ والی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم:

کمپنی کے وجود میں آ جانے کے بعد جب اس کا اثاثہ مخلوط شکل میں نقد و املاک کا مجموعہ ہو جاتا ہے تو اگر چہ ایسی صورت میں کمپنی کی املاک مال ربوی وغیر ربوی دونوں پر مشتمل ہوتی ہے، مگر ایسی کمپنی کے شیئرز کو نقد رقم کے ساتھ خریدنا اور بیچنا شرعاً جائز و درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مذکورہ کمپنی کا ہر شیئر جتنی نقد رقم پر مشتمل ہے، اس سے زیادہ نقد رقم کے عوض اس کے شیئر کو فروخت کیا جائے تب جائز ہے، تا کہ کمپنی کا ہر شیئر جتنی نقد رقم پر مشتمل ہے اس کو نقد رقم سے برابر کرنے کے بعد جو زائد رقم بچے اس کے بدلے میں کمپنی کا اثاثہ ہو۔ شیئرز کی اس خاص صورت کے جواز کی دلیل 'سیف محلی' اور 'منطقہ مفضضہ' والا مسئلہ ہے، جس میں مال ربوی وغیر ربوی سے مخلوط مال کو مال ربوی کے عوض فروخت کیا جاتا ہے، جو فقہ حنفی کی رو سے جائز ہے، جبکہ خالص مال ربوی مال مخلوط میں شامل مال ربوی سے زیادہ ہو، تا کہ مال ربوی کے مقابلہ میں مال ربوی ہو اور جو زائد خالص مال ربوی ہو وہ مخلوط مال غیر ربوی کے مقابلہ میں ہو، لیکن حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک ربوی وغیر ربوی سے مخلوط مال کی بیع خالص مال ربوی کے ساتھ جائز نہیں ہے، جب تک کہ مخلوط مال میں سے مال ربوی کو الگ نہ کر لیا جائے، البتہ بعض شافعیہ اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ اگر مال مخلوط میں اکثر مال ربوی ہو تب تو اس کی بیع خالص مال ربوی سے جائز نہیں ہے، لیکن اگر مال مخلوط میں غیر ربوی مال زیادہ ہو اور مال ربوی کم ہو تو پھر اس کی بیع خالص مال ربوی سے جائز ہے۔

مذکورہ تفصیل کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق نقود و املاک سے مخلوط شیئرز کی بیع شرعاً جائز نہ ہو، البتہ بعض شافعیہ اور حنابلہ کے موقف کے مطابق ضروری ہوگا کہ شیئرز کے خریدنے سے پہلے کمپنی کے اثاثوں کا جائزہ لیا جائے کہ اس کے شیئرز میں نقود کی مقدار زیادہ ہے یا غیر نقود کی، تا کہ اسی کے مطابق جواز و عدم جواز کا حکم لگایا جائے، کہ اگر کمپنی کے

Marfat.com

شیئرز میں اثاثے زیادہ ہوں اور نقود کی مقدار کم ہو تو شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہو، اور اگر نقود کی مقدار زیادہ ہو اور دیگر اثاثے کم ہوں تو شیئرز کی بیع کو ناجائز کہا جائے۔

۴۔مکمل حرام کاروبار کرنے والی کمپنی کا شیئر خریدنا:

وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت اور اکسپورٹ، یا بینکس اور سودی اسکیموں میں روپیہ لگانا، اسی طرح سود اور جوئے پر مشتمل کاروبار کرنا یا بیمہ کرانا وغیرہ، تو ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت شرعاً ناجائز ہے، اسی طرح بینک جس کا اصل کاروبار ہی سودی لین دین ہے تو وہ بھی اگر شیئر جاری کرے تو اس کے شیئر کی بھی بیع وشراء جائز نہیں۔

۵۔ضمناً حرام کاروبار کرنے والی کمپنی کا شیئر خریدنا:

اگر کوئی کمپنی ایسی ہے جس کا بنیادی کاروبار اصلاً حلال ہے، مثلاً انجینئرنگ کے سامان تیار کرنا یا عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا یا کوئی اور جائز کاروبار کرنا، تو ایسی کمپنیز کو اگر ان کے بنیادی کاروبار کے حلال ہونے کے باوجود بعض اوقات انکم ٹیکس وغیرہ سے بچنے کی غرض سے بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہو یا اس قسم کی کمپنی اپنی زائد رقم کو بینک میں رکھوا کر اس پر سود لیتی ہو، تو ظاہر ہے کہ یہ کمپنی کا اصل کاروبار نہیں ہے بلکہ یہ اس کا ایک ذیلی اور ضمنی کام ہے، تو اس قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں حضرات علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جو کمپنی سودی کاروبار کرتی ہے خواہ اس کا یہ کاروبار اصلاً ہو یا ضمناً ہو، اسی طرح اس کا سودی کاروبار کم ہو یا زیادہ ہو، بہرصورت ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت ناجائز ہے، کیونکہ جو شخص ایسی کمپنیز کا شیئر خریدتا ہے یا لیتا ہے تو درحقیقت وہ کمپنی کے کارندوں کو حرام و ناجائز اور سودی کاروبار کرنے کا وکیل بناتا ہے، لہٰذا کمپنی کا سودی لین دین بھی اس کی طرف منسوب ہوگا، اس لئے جو کمپنی کسی نہ کسی طرح سودی لین دین میں ملوث ہے اس کے شیئرز کو خریدنا درست نہیں، خواہ اس کا حقیقی و بنیادی کاروبار حلال و جائز ہی کیوں نہ ہو۔لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے کہ کمپنی کے سودی لین دین کی دو صورتیں ہیں:

ایک صورت تو یہ ہے کہ کمپنی قرضہ لے اور اس پر سود ادا کرے، اس صورت میں کمپنی کی آمدنی میں تو کوئی حرام عنصر شامل نہیں ہوا، اس لئے کہ جب کوئی شخص سودی قرضہ لیتا ہے تو یقیناً یہ فعل حرام اور سخت گناہ کا باعث ہے مگر وہ قرض کا مالک ہو جائے گا، لہذا اس رقم کے ذریعہ کاروبار کر کے جو آمدنی حاصل کرے گا وہ شرعاً حلال ہوگی، البتہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ کمپنی چونکہ شیئرز ہولڈر کی وکیل ہے، اس لئے سودی قرضہ لینے کی نسبت اس کی طرف بھی ہوگی، اور اس شخص کو سودی قرضہ لینے پر رضامند سمجھا جائے گا، تو اس اشکال کا جواب حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ دیا ہے کہ جن حضرات کو کمپنی کے سود لینے کا علم ہو جائے تو وہ تصریحاً کارکنان کمپنی کو منع کر دیں، گو اس ممانعت پر عمل نہ ہو مگر اس ممانعت سے اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف نہ ہوگی، اور اگر کمپنی کے سودی قرضہ لینے کا سرے سے علم ہی نہ ہو تب تو ظاہر ہے کہ بدرجہ اولی کارکنوں کا یہ فعل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا، کیونکہ اس نے کارکنان کمپنی کو اس کا وکیل بنایا ہی نہیں ہے (امداد الفتاوی ۴۹۱/۳)، یاد رہے کہ کمپنی کے سودی قرضہ لینے کی صورت میں شیئرز ہولڈرس کا کمپنی کے ذمہ داران کی طرف عدم رضامندی کا خط لکھ دینا کافی ہوسکتا ہے۔ اور دور حاضر میں تو اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ کمپنی کی سالانہ میٹنگ میں اس کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔

لیکن جہاں فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں، وہاں اگر کوئی شخص سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھائے، اور اقلیت میں ہونے کی وجہ سے اس کی رائے پر عمل نہ ہو سکے اور سودی لین دین بدستور جاری رہے تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کمپنی میں سودی قرضہ وغیرہ لینا اس کے خلاف آواز اٹھانے والے شخص کی وکالت اور اس کی رضامندی سے ہو رہا ہے، لہذا صحیح اور درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کمپنی کا اصل کاروبار تو جائز ہو اور ضمناً وہ کمپنی سود پر قرضہ لیتی ہو تو ایسی کمپنی کے شیئرز کو خریدنا جائز ہے، بشرطیکہ سود سے برأت کا اظہار کر دیا جائے۔

Marfat.com

کمپنی کے سودی لین دین کی دوسری صورت یہ ہے کہ کمپنی قرضہ دے کر سود لے جیسا کہ دور حاضر میں بیشتر کمپنیاں زائد رقموں کو بینکوں کے سیونگ اکاؤنٹ میں رکھوا کر اس پر سود لیتی ہیں، اب یہاں پر دو اشکال ہے: ایک تو یہ ہے کہ سودی معاملہ میں شیئرز ہولڈر کی شرکت ہو جائے گی، لیکن اس کا جواب تو وہی ہے جو اوپر گذرا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ کمپنی جو منافع تقسیم کرے گی اس میں سود کی رقم بھی شامل ہوگی جبکہ آمدنی کا جو حصہ سود سے حاصل ہوا ہے وہ شرعاً حرام ہے، تو اس اشکال کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں: ایک بات تو یہ ہے کہ ہر کمپنی کے بارے میں یقین سے یہ معلوم نہیں کہ اس نے سود لیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض کمپنی نے سود لیا بھی ہے تو وہ قلیل ہے، جو مال حلال میں مخلوط ہو گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر مال مخلوط میں اکثر مال حلال ہو تو اس کے استعمال کی شرعاً گنجائش ہے۔ لیکن یہاں مذکورہ جواب پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مال مخلوط میں سے ہدیہ دے اور اس مال مخلوط میں حرام مال کم ہو تو ہدیہ لینا اس لئے جائز ہے کہ اس صورت میں یہ امکان ہے کہ یہ ہدیہ ممکن ہے کہ حلال مال میں سے دے رہا ہو۔ لیکن کمپنی کے منافع میں صورت حال اس سے مختلف ہے، اس لئے کہ کمپنی کو جتنی مدوں سے آمدنی حاصل ہوتی ہے، ہر مد کی آمدنی کا ایک متناسب حصہ اس نفع میں شامل ہوتا ہے، لہذا سود کا متناسب حصہ بھی نفع میں شامل ہوا، اب اگر کمپنی کی آمدنی کا دس فیصد حصہ سودی اکاؤنٹ سے حاصل ہوا ہے تو نفع کا بھی دس فیصد حصہ سودی ہوگا، لہذا نفع کا جتنا حصہ سودی ہے اس کا بلانیت ثواب صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

۶-سود دینے یا لینے والی کمپنی کے شیئرز خریدنا:

جن حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو قانونی تقاضا پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے جس سے ان کمپنیوں کو سود ملتا ہے، یا ان کمپنیوں کو بانڈس خریدنے پڑتے ہیں جن کا کمپنیاں سود ادا کرتی ہیں تو ایسی کمپنیز کا شیئرز خریدنا جائز ہے، البتہ سود کی جو رقم ملتی ہے اس کا تصدق ضروری ہے (فقہی مقالات ۱/۱۵۰)۔

Marfat.com

۷-سودی قرضہ کے ذریعے حاصل ہونے والے منافع کا حکم:

سودی قرضہ لینے کی صورت میں اس قرض سے جو منافع حاصل ہوتے ہیں شرعاً وہ مفید ملک ہیں، اور ان کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی حلال شمار کی جائے گی۔

۸-کیا مطلقاً وکیل کا عمل مؤکل کا عمل شمار ہوتا ہے:

کمپنی کا جو بورڈ آف ڈائریکٹرس ہوتا ہے اس کی حیثیت شیئرز ہولڈرس کے وکیل کی ہے لیکن اس کا عمل شیئرز ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا، تو اس سلسلہ میں تصریحات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لازم نہیں ہے کہ وکیل کا عمل بعینہ مؤکل کا عمل شمار ہو۔

والدليل عليه ماقال صاحب الهداية: إذا أمر المسلم نصرانيا ببيع خمر أو بشرائها ففعل ذلك جاز عند أبي حنيفة (الہدایہ ۳/۴۱)۔

۹-وکیل کے عمل سے مؤکل کب بری سمجھا جائے گا:

اگر کسی کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرس کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہوئے بنیادی کاروبار کے حلال ہونے کے باوجود کچھ سودی قرضہ وغیرہ لیتا ہے اور کمپنی کی میٹنگ میں شیئرز ہولڈر سودی قرض سے اختلاف کرتا ہے اور اپنے اختلاف کا اعلان کر دیتا ہے، تو ایسی صورت میں اس کا یہ اعلان وکیل کے عمل کی ذمہ داری سے اسے بری کر دے گا (ایضاح النوادر ر ۱۰۵، امداد الفتاوی ۳/۴۹۱)۔

۱۰-کمپنی کے منافع میں ملنے والے سود کا حکم:

اگر کسی کمپنی کے منافع میں سود کی رقم بھی شامل ہو اور اس کی مقدار معلوم ہو تو ایسی صورت میں منافع سے بقدر سود نکال کر صدقہ کر دینا واجب وضروری ہے (فتاوی عالمگیری ۴/ ۳۴۳)۔

۱۱-حلال کاروبار کرنے والی کمپنی میں آئے ہوئے سود کا حکم:

اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار

Marfat.com

میں لگا کر نفع حاصل کیا گیا ہو مگر اس کمپنی کا کاروبار حلال ہو، تو ایسی صورت میں جتنا فیصد سود کل آمدنی میں مخلوط ہو گیا ہے اتنا فیصد سود کی رقم آنے اور ملنے والے منافع سے نکال کر صدقہ کر دینا شرعاً جائز و درست اور کافی ہے۔

۱۲۔ نفع حاصل کرنے کی غرض سے شیئرز کی تجارت کرنا:

شیئرز کی تجارت کرنا یعنی کوئی شخص کسی کمپنی کے شیئرز اس ارادے سے خریدے کہ قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کر دوں گا تو شرعاً جائز ہے، البتہ کسی کمپنی کے شیئرز کی خرید و فروخت کے جواز کے لئے شرعاً چار شرطوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ کمپنی کا اصل کاروبار حلال ہو، ۲۔ کمپنی کے شیئرز کو فیس ویلو سے کم و بیش کر کے فروخت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کمپنی کے اثاثے صرف نقد کی شکل میں نہ ہوں، بلکہ کچھ منجمد اثاثے بھی وجود میں آ چکے ہوں، کیونکہ اگر نقد کی شکل میں کمپنی کا سرمایہ ہوگا تو کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا جائز نہ ہوگا، ۳۔ اگر کمپنی سودی لین دین کرتی ہو تو اس کی سالانہ میٹنگ میں سود کے خلاف آواز اٹھائی جائے، ۴۔ اگر کمپنی کی آمدنی میں سود کی رقم شامل ہو، تو جب منافع تقسیم ہو کر ملیں تو اس وقت نفع کا جتنا حصہ سودی ڈپازٹ سے حاصل ہوا ہو اتنی مقدار صدقہ کر دے (اسلام اور جدید معیشت و تجارت / ۸۹)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح کمپنی کے شیئرز کو خریدنا جائز ہے اسی طرح ان کو فروخت کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ ان شرائط کو پورا کر لیا جائے جو اوپر ذکر کی گئیں۔

اب رہا یہ سوال کہ بازار کی صورت حال کو دیکھ کر جو منافع والے شیئرز لئے جاتے ہیں یا کم قیمت والے شیئرز خریدے جاتے ہیں، بظاہر یہ ایک طرح کی تخمین اور قیاس آرائی معلوم ہوتی ہے، تو کیا اس قسم کی قیاس آرائی شرعاً ممنوع ہے اور کیا اس قیاس آرائی کے سبب شرعاً شیئرز کی خرید و فروخت ناجائز ہوگی، تو اس سلسلہ میں حضرات علماء کے دو نقطۂ نظر ہیں: عالم اسلام کے معروف عالم دین شیخ محمد صدیق الضریر، جو فقہ خصوصاً فقہ للمعاملات میں بڑی مہارت رکھتے ہیں،

Marfat.com

ان کی رائے یہ ہے کہ چونکہ شیئرز کو دیگر سامان تجارت کے مثل قرار دے کر قیمت بڑھنے کا اندازہ کر کے نفع کمانے کے ارادے سے اس کو خریدنے کی بنیاد محض تخمین اور قیاس آرائیوں پر ہے جس کو سٹہ (Speculation) کہتے ہیں، اس لئے جائز نہیں ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ قیاس آرائیوں کی بنیاد پر خرید وفروخت کی اجازت دینا سٹہ بازی کا راستہ کھولنا ہے، لہذا یہ جائز نہیں ہے، ان کے یہاں شیئرز کا خریدنا اور فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جبکہ خریدار کمپنی کے نفع نقصان میں شریک ہو کر سرمایہ کاری کے لئے خرید رہا ہو، لیکن اگر اصولی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اصل سوال شیئرز کی تجارت کے سلسلہ میں یہ نہیں ہے کہ اس کا خریدار کس نیت سے خرید رہا ہے، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ شیئرز فی نفسہ بیع و شراء کے قابل ہے یا نہیں؟ لہذا جب دلائل وشواہد کی روشنی میں یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ شیئرز بیع وشراء کے قابل ہے اور اس کی بیع درحقیقت کمپنی کے اثاثوں میں متناسب حصہ کی بیع ہے، تو اب کوئی وجہ نہیں کہ شیئرز کی تجارت اور خرید و فروخت کو خواہ حصول نفع کی نیت سے کیوں نہ ہو، ناجائز قرار دیا جائے، اس لئے درست بات یہ ہے کہ بیع وشراء کی شرعی شرائط کو ملحوظ رکھ کر شیئرز کی خرید فروخت شرعاً جائز ہے، خواہ کسی بھی نیت سے ہو، خواہ شیئرز کو اپنے پاس رکھ کر سرمایہ کاری کے ارادے سے خریدا جائے یا قیمت بڑھنے پر نفع کمانے کی غرض سے خریدا جائے بہر صورت جائز ہے، البتہ خرید و فروخت کی شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، کیونکہ ان شرائط کی رعایت سے خود سٹہ بازی کا سد باب ہو جائے گا۔ البتہ اگر کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت آپس کے ڈیفرنس کو برابر کرنے کی غرض سے قبضہ سے پہلے ہو اور شیئرز کا لینا دینا مقصود نہ ہو تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور سٹہ بازی میں داخل ہے۔

۱۳-فیوچر سیل کا شرعی حکم:

شیئر مارکیٹ میں ایک سودا جو فیوچر سیل کے نام سے مروج ہے، جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان کو برابر کر لینا ہوتا ہے، مثلاً زید نے سو

Marfat.com

شیئرز کا معاملہ فی شیئر سو روپے کے حساب سے کیا، اور ادائیگی و وصولی کی تاریخ مثلاً ۳۰/اگست مقرر کی، اب جب تیس اگست کی تاریخ آئی تو اس کی قیمت بڑھ کر ڈیڑھ سو روپے ہوگئی تو وہ خریدار شخص بائع سے پانچ ہزار روپے منافع وصول کرلے، اور اگر ۳۰/اگست کو اس شیئرز کی قیمت گھٹ کر پچاس روپے ہوگئی تو وہ شخص بائع کو پانچ ہزار روپے ادا کردے، تو یہاں پر چونکہ اصل سودا محض کاغذی کارروائی ہے، نہ مشتری ثمن دیتا ہے اور نہ بائع مال دیتا ہے، اسی طرح نہ شیئرز پر قبضہ ہوتا ہے اور نہ ہی قبضہ پیش نظر ہوتا ہے، البتہ مقررہ تاریخ پر بڑھتے ہوئے دام کی صورت میں منافع یا گھٹتے ہوئے دام کی صورت میں خسارہ ادا کیا جاتا ہے، تو شریعت میں مذکورہ فیوچر سیل بالکل ناجائز و حرام ہے، کیونکہ اس قسم کی خرید و فروخت سراسر سٹہ بازی ہے جس کی حرمت قرآن پاک میں منصوص ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیهما إثم کبیر و منافع للناس و إثمهما أکبر من نفعهما" (البقرہ/۲۱۹)۔

(لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں، اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا اور زیادہ ہے)۔

ایک دوسری جگہ اس سے زیادہ تفصیل سے فرمایا گیا ہے:

"یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون، إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر" (المائدہ/۹۰-۹۱)۔

(اے ایمان والو! بلا شبہ شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب گندے کام ہیں شیطان کے، ان سے بچو تاکہ نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ دشمنی پیدا کردے)۔

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فیوچرسیل کا معاملہ جس میں شیئرز پر نہ مشتری کا قبضہ ہوتا ہے اور نہ بائع کا، بلکہ شیئرز کا لینا دینا ہی سرے سے مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اصل مقصد سٹہ بازی کر کے آپس کے ڈیفرنس کو برابر کر لینا ہوتا ہے، تو شرعاً اس قسم کا معاملہ کرنا حرام و ناجائز ہے، اور مذہب اسلام میں بیع منابذہ، ملامسہ وغیرہ کی جو ممانعت ہے اس کی وجہ بھی ان بیوعات میں جوئے کا ہونا ہے، چنانچہ ہدایہ میں بیع ملامسہ و منابذہ کی ممانعت کے ذیل میں لکھا ہے:

۱۴-صیغۂ استقبال کے ساتھ خرید و فروخت:

غائب سودا جس کی بیع مستقبل کی طرف کر کے کی جاتی ہے، اور مشتری ثمن نہیں ادا کرتا، اور نہ ہی کمپنی کو سامان تیار کرنے کا آرڈر دیتا ہے، تو شرعاً اس قسم کے معاملہ پر حقیقت بیع کا اطلاق نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس کی حیثیت محض وعدہ کی ہے، لہذا وہ کسی کے لئے عقد لازم کے درجہ میں نہ ہوگا، اب اگر وقت مقررہ کے آنے پر بائع و مشتری میں سے کسی نے اس کا انکار کر دیا تو اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، ہاں اسے وعدہ خلافی کہہ سکتے ہیں، البتہ اگر کوئی فریق عرف و عادت کی وجہ سے مجبور سمجھا جاتا ہو تو شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا ممنوع و ناجائز ہے۔

۱۵-شیئرز پر قبضہ کا مطلب:

اس سلسلہ میں حضرات فقہاء نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بائع مبیع کو اپنے مال سے الگ کر کے اس طرح رکھ دے کہ خریدار اپنے سامان کو اپنے اختیار سے جب لے جانا چاہے، یا اس میں جب تصرف کرنا چاہے تو اسے اپنے سامان کو اٹھا کر لے جانے اور اس میں تصرف کرنے کے وقت کوئی رکاوٹ بائع کی طرف سے پیش نہ آئے، چنانچہ صاحب بدائع نے قبضہ کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

ولا يشترط القبض بالبراجم لأن معنى القبض هو التمكين والتخلي وارتفاع الموانع عرفا وعادة وحقيقة (بدائع ۵/۱۴۸)۔

ایک دوسری جگہ صاحب بدائع نے آگے چل کر قبضہ کے سلسلہ میں مزید بحث کی ہے

Marfat.com

اور لکھا ہے:

ثم لا خلاف بين أصحابنا في أن أصل القبض يحصل بالتخلية في سائر الأموال (بدائع ۵/ ۲۴۴)۔

یعنی فقہائے احناف کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام اموال میں اصل قبضہ تخلیہ (یعنی مال کو چھوڑ دینے اور الگ کر دینے) سے حاصل ہو جاتا ہے، اور قبضہ کے تحقق کے لئے قبضہ بالید شرط نہیں ہے، بلکہ رکاوٹ کو دور کر دینا، عرف و عادت میں قبضہ کے لئے کافی ہے۔ صاحب بدائع نے ایک اور جگہ قبضہ کی حقیقت پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

تفسير التسليم والقبض فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية والتخلي وهو أن يخلي البائع بين المبيع و بين المشتري عن التصرف فيه فيجعل البائع مسلما للمبيع والمشتري قابضا له (بدائع ۵/ ۲۴۴)۔

(بائع کا خریدار کو مال) سونپنے اور (خریدار کا اس مال مبیع پر قبضہ) کرنے کی تفسیر ہمارے علمائے احناف کے نزدیک تخلیہ اور تخلی ہے، اور وہ یہ ہے کہ بائع مبیع مشتری کو حوالہ کر دے کہ وہ اس میں تصرف کر سکے، لہذا اب کہا جائے گا کہ بائع نے مبیع کو سونپ دیا اور مشتری اس پر قابض ہو گیا)۔

مذکورہ تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ بائع اگر مبیع کو اپنے ضمان سے نکال کر مشتری کے ضمان میں کر دے کہ مشتری جیسے چاہے تصرف کر سکے، تو اسے شرعاً مبیع پر قبضہ کہا جائے گا، اگر یہ صورت شیئرز میں بھی ہو جاتی ہے کہ شیئرز مشتری کے ضمان میں آ جاتا ہے، اور خریدار اگر اپنے خریدے ہوئے شیئرز میں تصرف کرنا چاہے تو اسے کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی ہے تو یہاں بھی یہ کہا جائے گا کہ شیئرز مشتری کے قبضہ میں آ گیا، اور اب اگر وہ اس شیئرز کو فروخت کرنا چاہے تو فروخت کر سکتا ہے، اور شیئرز پر قبضہ کے تحقق کے لئے حسی قبضہ ضروری نہیں ہے بلکہ قبضہ حکمی کافی ہے، اسی طرح شیئرز پر قبضہ کے ثبوت کے لئے قبضہ بالید کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اگر غور سے دیکھا

Marfat.com

جائے تو شیئرز پر قبضہ کے ثبوت کے لئے قبضہ بالید ممکن بھی نہیں ہے، اس لئے شیئرز پر قبضہ کے تحقق کے لئے فقط قبضہ حکمی کافی ہے۔

اگرچہ شیئرز پر خریدار کی ملکیت کا تحریری ثبوت اس کے پاس سرٹیفکیٹ ملنے کے بعد آئے گا، اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سرٹیفکیٹ پر قبضہ کئے بغیر آگے شیئرز کی خرید وفروخت کا معاملہ نہ کیا جائے، اور اسی قول محتاط پر فتوی دیا جائے۔

۱۶-شیئرز سرٹیفکیٹ کے حصول سے پہلے اس کی خرید وفروخت کا حکم:

اگر کوئی خریدار اپنے خرید کردہ شیئرز کو جس کی قیمت اس نے ادا کردی ہے چاہتا ہے کہ اس کی سرٹیفکیٹ کے حصول سے پہلے اس کو فروخت کردے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ عرف میں شیئرز کا قبضہ اسی وقت سمجھا جاتا ہے جبکہ سرٹیفکیٹ ہاتھ میں آجائے، نیز ہر چیز کے قبضہ کا طریقہ عرف ہی سے متعین ہوتا ہے، علاوہ ازیں بغیر سرٹیفکیٹ ملے ہوئے دھوکا دہی کا امکان ہے، نیز عرف میں اکثر لوگ بغیر کاغذی ثبوت کے قبضہ کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، لہذا ان دلائل کا تقاضا ہے کہ سرٹیفکیٹ پر قبضہ کئے بغیر ہرگز آگے خرید و فروخت نہ کیا جائے۔

۱۷-شیئرز کی خرید وفروخت کے لئے دلالی کرنا:

اسٹاک ایکسچینج بازار میں خرید وفروخت کے لئے واسطہ بننے والوں کو بروکر کہتے ہیں جو دور حاضر میں شیئرز کی خرید وفروخت اور قیمتوں سے واقفیت رکھتا ہے، اور خرید وفروخت کی کاروائی کا اندراج کرتا ہے، تو ایسے شخص کی حیثیت ایجنٹ اور اجیر مشترک کی ہے، دوسرے لفظوں میں بروکر ہی کو دلال کہا جاتا ہے، اگر ایسے لوگ حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے ایجنٹ اور بروکر کی حیثیت سے کام کریں تو یہ شرعاً جائز ہے، اور ان کی اجرت شرعاً حلال ہوگی (بحث ونظر: شمارہ نمبر ۲۱، صفحہ ۳۸)۔

Marfat.com

شیئرز یا حصص

مفتی عزیز الرحمن مدنی ☆

موجودہ زمانہ میں ہر چیز کی وسعت پذیری کی وجہ سے تجارتی کاروبار میں بھی وسعت آئی ہے، چنانچہ کمپنیوں کے شیئرز اور اس کی خرید وفروخت موجودہ زمانہ کی دین ہے، ہمارے متاخرین علماء تک اس کی مثال نہیں ملتی، اس لئے شرعی بنیادوں اور اصولوں پر ہی اس کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

ابتدائی منزل میں جب کسی کاروبار کی تشکیل کی جاتی ہے تو ایک رجسٹریشن باڈی کاروبار کے کچھ اصول مرتب کر کے اپنے کاروبار میں شریک ہونے کی دعوت دیتی ہے اور اپنے تخمینہ کے مطابق شریکوں کے لئے ایک حصہ کی قیمت مقرر کر دیتی ہے، اب اگر وہ کاروبار جائز ہے تو شرکت بھی جائز ہے اور ناجائز ہے تو شرکت بھی ناجائز ہے، مثلاً شراب کی فیکٹری، سود کے لئے بینکوں کا وجود اسی ضمن میں آتا ہے، اس کمپنی میں شرکت کے حصہ کو شیئر کہتے ہیں، مثلاً ۱۰۰ روپئے کے کاروبار میں ہر حصہ کی قیمت دس روپیہ ہو تو گویا دس روپیہ کی شرکت کا سرٹیفکیٹ خریدنے والا اس کمپنی کا شریک ہے اور یہ سرٹیفکیٹ اس کے حصہ شرکت کی نمائندگی کرتا ہے، یہ سرٹیفکیٹ نوٹ سے ذرا مختلف ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ نوٹ کی ملکی قیمت یکساں رہتی ہے جبکہ سرٹیفکیٹ کی قیمت یعنی حصہ شرکت کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

مختلف شیئرز سے حاصل شدہ رقم کو طے شدہ پروگرام کے مطابق کاروبار میں

☆ مدنی دارالافتاء، بجنور۔

Marfat.com

"زرلا زرمی کشد" کے اصول پر خرچ کیا جاتا ہے، مثلاً کمپنی انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے کچھ سودی رقم بینکوں سے اسی تناسب سے لیتی ہے اور اپنی رقم بینک میں جمع کرتی ہے، کہ سود دے کر بھی بینک کی رقم سے نفع ہو اور اپنی رقم کا اتنا سود مل جائے کہ بینک کے ساتھ برابر سرابر کا معاملہ ہو جائے۔ اس طرح کاروبار میں شرکت کا یہ حصہ سودی کاروبار ہوتا ہے جو حرام ہے اور اس میں شرکت جائز نہیں ہے۔ اتفاق سے شیئرز ہولڈر کے حصہ میں یہ سودی رقم بھی آتی ہے جس میں اس کے حصہ کی نمائندگی ہوتی ہے۔

اس کے بعد بنیادی کاروبار شروع ہوتا ہے، اور کل رقم میں بلڈنگ، سامان تجارت، مشینری وغیرہ جامد اشیاء ہوتی ہیں، ان ہی سب چیزوں کو رکھ کر شیئر کی قیمت مقرر کی جاتی ہے، اس لئے ہر ایک شیئر کے مقابل کمپنی کی جامد اشیاء اور کمپنی کا سیال سرمایہ جو قرضوں میں بٹا ہوا ہوتا ہے نمائندہ ہوتا ہے اور ہر ایک حصہ دار اپنے حصہ کو فروخت کرنے کا کمی بیشی کے ساتھ مالک اور مختار ہوتا ہے، لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں جن کو ذہن میں رکھنا چاہئے:

۱- بنیادی طور پر کاروبار حرام نہ ہو۔

۲- کمپنی کا تمام سرمایہ سیال نہ ہو بلکہ کچھ سرمایہ منجمد، بلڈنگ، مشینری، تیار ہونے والا خام مال بھی ہو، شیئرز کا وہ جزو جو کمپنی کے اس اثاثہ کے مقابل ہے اس کو کمی بیشی سے بیچنا جائز ہے، اور شیئرز کا وہ حصہ جو سیال سرمایہ کے مقابل ہے وہ بیع صرف کے حکم میں ہے اس میں کمی بیشی جائز نہیں ہے۔

کمپنیوں کے ان شیئرز اور حصص کی مارکیٹ میں ایک دوسری صورت بن جاتی ہے جو سٹہ بازی اور غلط طور پر نفع اندوزی کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے۔

ہم سے بعض حضرات نے بتلایا ہے کہ کمپنیوں کے بنیادی خریدار یعنی قوت منتظمہ جو ابتدائی شرکاء ہوتے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ وہ سود سے حاصل شدہ رقم کو صدقہ کر دیا کریں، اور سودی رقم کے علاوہ جو ان کے حصہ میں منافع اور اثاثہ آتا ہے اس پر زکوۃ بھی دیا کریں، اور

Marfat.com

اس کاروبار کی شرکت کو اچھا نہ سمجھیں تو کمپنی کے حصے دار بننے اور شیئرز ہولڈر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جائز ہے، اتفاق سے میں اس رائے سے بالکل متفق نہیں ہوں، کیونکہ ہر مسلمان بقدر حیثیت اتباع دین اور اشاعت دین کا مکلف ہے۔

رہا زکوۃ وغیرہ کا معاملہ تو کمپنی کے بنیادی ممبران کی ذمہ داری ہے یا پھر ہر شیئرز ہولڈر کی بقدر اثاثہ ذمہ داری ہے، کیونکہ ہر شیئر ہولڈر بقدر حصہ مالک ہے اور بتوسط قوت حاکمہ قابض ہے، اسی بنیاد پر اس کو اپنا شیئر کم یا زیادہ میں فروخت کرنے کا اختیار ہے، ورنہ بیع قبل القبض، یا بیع غیر مقدور التسلیم لازم آئے گی جو جائز نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز- فقہ اسلامی کی روشنی میں

مولانا نازبیر احمد قاسمی☆

ایک بڑی رقم سے بڑے پیمانے پر تجارت وسرمایہ کاری کر کے زائد منافع حاصل کرنے کی غرض سے ''مشترک تجارت'' کے عنوان پر مختلف کمپنیاں ملک میں قائم ہیں اور ہو رہی ہیں۔ ہمارے علم واطلاع اور تحقیق وآگہی کے مطابق تقریباً ساری کمپنیاں دو دور یا دو مرحلہ سے گذرتی ہیں۔

پہلا مرحلہ:

یہ دورو مرحلہ اس کے ابتدائی وجود وقیام کا ہوتا ہے، جس میں اولاً چند اشخاص پر مشتمل ایک بورڈ بنتا ہے جو بنام فلاں کمپنی اپنا اشتہار شائع کرتا ہے، جس میں کچھ اصول وضوابط کے ساتھ کسی خاص تجارت کے منصوبے اور طریقہ کار کی وضاحت، اس تجارت کے لئے جتنے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اس کا اظہار، اور پھر اس میں شرکت اور حصہ دار بننے کی نوعیت وشرائط کو بیان کرتے ہوئے مطلوب سرمایہ کو مختلف حصوں پر تقسیم کر کے ایک ایک حصہ کو شیئرز سے موسوم کیا جاتا ہے، اور عام لوگوں کو اس شیئرز کے خریدنے کی دعوت دے کر گویا اس تجارت میں شریک ہونے اور اس مشترکہ سرمایہ کاری کے ذریعہ منافع حاصل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

مثلاً زیر ہدف تجارت کے لئے مطلوب سرمایہ اگر ایک ہزار روپے ہیں اور اس کو سو حصہ کر کے کمپنی فروخت کرتی ہے، اور کوئی شخص ایک حصہ دس روپے دے کر اور کوئی دو حصہ بیس

☆ ناظم، اشرف العلوم کنہواں، سیتامڑھی۔

Marfat.com

روپے دے کر خریدتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ پہلا خریدار پورے سرمایہ کا ایک فیصد اور دوسرا دو فیصد حصہ کمپنی کے حوالہ کرتا ہے اور سرمایہ میں ایک فیصد اور دو فیصد کا یہ دونوں مالک سمجھے جاتے ہے، چنانچہ تجارت شروع ہونے اور منافع حاصل ہونے کے بعد اسی حساب وتناسب سے منافع میں دونوں کو حصہ ملا کرتا ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ کمپنی کے اس ابتدائی وجود وقیام کے مرحلے میں جو شخص بھی شیئرز کا خریدار بنتا ہے وہ دراصل قیمت شیئرز کی صورت میں اپنا مال کمپنی کے حوالہ کرتا ہے کہ وہ تجارت کرے اور منافع میں حسب ضابطہ وشرائط ہمیں شریک کرے۔

اب کمپنی کی طرف سے اس حصہ کی خریدگی کا جو ثبوت بشکل دستاویز اور شیئرز سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے وہ دراصل اسی قدر مال ومالیت کا ثبوت اور نمائندہ ہے جو اس شخص کا کمپنی کے مشترک سرمایہ میں حصہ ہوتا ہے اور بس۔ اب یہاں یعنی کمپنی کے اس ابتدائی مرحلہ کے دوران چند سوالات پیدا ہوں گے:

پہلا سوال تو یہ ہوگا کہ اس قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کا اس ابتدائی مرحلہ میں خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہی ہوگا کہ اگر وہ کمپنی غیر شرعی کاروبار اور عقود فاسدہ کے ذریعہ منافع حاصل نہ کرنے کی پابند رہے تو جائز ہے، ورنہ تعاون علی الاثم کی معصیت کا ارتکاب ہوگا جو ناجائز ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ شیئرز کا یہ خریدار اول خواہ شیئرز سرٹیفکیٹ کے حاصل ہونے سے پہلے یا اس کے بعد اگر اپنا وہ حصہ فروخت کرنا چاہے تو کتنے میں بیچ سکتا ہے؟

اس کے جواب میں تفصیل یہ ہوگی کہ اگر کمپنی کی اعلان کردہ پالیسی اور کاروبار کے متعلق اس کے ضابطے اور طریقہ کار میں یہ طے ہو کہ جمع شدہ کل مشترک سرمایہ میں سے اتنا فیصد تو جامد املاک، اراضی، عمارت، مشین، فرنیچر وغیرہ میں مشغول رکھا جائے گا اور باقی حصہ سے منافع بخش کاروبار کر کے منافع حاصل کیے جائیں گے۔ لیکن کمپنی اب تک اپنے وجود وقیام کے ابتدائی مرحلے ہی میں ہے، کام صرف شیئرز کی بیع وشراء کے ذریعہ مطلوب سرمایہ جمع کرنے ہی کا ہو رہا

Marfat.com

ہے، جامد املاک، اراضی، عمارت، مشین، فرنیچر وغیرہ کے حصول تک کا کام شروع نہیں ہوا ہے، اور اسی دوران شیئرز کا کوئی خریدار اول اپنا شیئرز بیچنا چاہے تو وہ اپنے حصہ کی مالیت کے بقدر ہی نقد روپے کے بدلے فروخت کرسکتا ہے، کیونکہ یہ نقد کی نقد سے بیع ہوگی، مساوات ضروری اور کمی بیشی ناجائز ہوگی۔

دوسرا مرحلہ:

لیکن اگر کمپنی عملاً کاروبار شروع کرچکی ہے اور اب سارا نقدی سرمایہ طے شدہ پالیسی و ضابطہ کے مطابق جامد املاک، اراضی و عمارت، مشین اور خام مال وغیرہ میں بدل چکا ہے تو اب پہلا شیئر ہولڈر فقہ کے مشہور ضابطہ "صرفا إلى خلاف الجنس" کے مطابق اپنا حصہ کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرسکتا ہے۔

اگر کمپنی کی پالیسی اور اعلان کردہ ضابطہ اور طریقہ کاروبار یہ طے ہو کہ شیئر ہولڈروں سے حاصل کردہ پورا سرمایہ صرف منافع بخش کاروبار ہی میں مشغول رہے گا۔ کاروبار کے لئے ضروری اشیاء یعنی جامد املاک، عمارت وفرنیچر اور مشین وغیرہ میں وہ سرمایہ نہیں لگایا جائے گا، ایسی صورت میں اگر کوئی شیئرز ہولڈر اپنا شیئرز بیچنا چاہے تو پہلے تحقیق کرنی ہوگی کہ ان دنوں کمپنی کا سارا سرمایہ نقد و دیون کی شکل میں بدل چکا ہے، یا کچھ نقد دیون ہیں اور کچھ اسباب تجارت و عروض کی شکل میں بھی ہیں، اور پھر اس شیئرز ہولڈر کا منافع وغیرہ ختم ہوکر اب اس کا پورے سرمایہ میں کتنا حصہ کتنی مالیت کا بن چکا ہے۔ تب نقد دیوں والی صورت میں اپنے حصہ کی مالیت کے مساوی نقد کے بدلے بیچے گا، کمی بیشی جائز نہ ہوگی۔ ہاں دوسری صورت جس میں کچھ نقد دیون بھی ہیں اور کچھ اسباب وعروض بھی ہیں، اس میں کمی بیشی کے ساتھ جتنی قیمت میں چاہے اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے۔ صرفا إلى خلاف الجنس معاملہ جائز ہوگا۔

آج کل کمپنیوں کی واقعی حیثیت:

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ کمپنی کی امکانی نوعیت وحیثیت کے پیش نظر کیا گیا ہے

Marfat.com

لیکن عموماً کمپنیوں کی جو نوعیت ہے اس سے واقف و باخبر بعض حضرات سے گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ دراصل کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرس کمپنی کے جملہ منجمد اثاثے، اراضی و عمارت، فرنیچر اور مشین وغیرہ کا مالک ہوتا ہے، اور شیئرز کی بیع و شراء کے ذریعہ شیئرز ہولڈروں سے جو سرمایہ جمع ہوتا ہے اسی سے منافع بخش کاروبار کئے جاتے ہیں۔ گو اس میں وہ بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئرز کے خریدار ہو کر شیئرز ہولڈر کی حیثیت بھی حاصل کئے رہتے ہیں اور سب کے سب اپنے اپنے شیئرز کی مناسبت سے حسب ضابطہ و شرائط منافع میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

اگر کمپنی کی واقعی نوعیت یہی ہے تو پھر سب سے پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ جب بورڈ آف ڈائریکٹرس اپنا سرمایہ بھی لگاتے ہیں اور عملاً کاروبار میں حصہ بھی لیتے ہیں، اور عام طور پر جو شیئرز ہولڈر ہوا کرتے ہیں وہ قیمت شیئرز کی شکل میں صرف اپنا سرمایہ کمپنی کے حوالہ کرتے ہیں، کسی کاروبار میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیتے تو فقہی اصطلاح میں یہ کون سا معاملہ ہوا۔

شیئرز کی خریداری عقد قرض ہے یا شرکت یا مضاربت:

میں نے اپنے طور پر جتنا غور کیا اسی نتیجے پر پہونچا کہ یہ دراصل مضاربت ہے۔ عقد شرکت فی العنان بھی کہنا مشکل ہے۔ اور قرض و استقراض تو ہرگز نہیں، ورنہ پھر منافع مطلقاً حرام بن جائے۔ عقد شرکت بھی نہیں، کیونکہ فقہاء لکھتے ہیں: **وأما العمل فی الشرکة فمن الجانبین فلو شرط خلوص الید لأحدهما لم تنعقد الشرکة لانتفاء شرطها وهو العمل منهما** (التحریر المختار للعلامہ الرافعی ۲/۷۱)۔

آگے لکھتے ہیں: **شر ط منها شرط لتحقق الشرکة وإذا شرط علی أحدهما تکون مضاربة** (حوالہ سابق)۔

مذکورہ بالا فقہی نصوص کا واضح مطلب یہی نکلتا ہے کہ کمپنی کے شیئرز ہولڈرس جب قیمت شیئرز کی شکل میں اپنا سرمایہ کمپنی کے حوالہ کر کے عملاً اور اصالۃً کاروبار میں کوئی حصہ نہیں لیتے تو رب المال کے درجہ میں ہوئے اور کمپنی مضارب ہوئی۔ ہاں کمپنی میں شریک وہ سارے لوگ

Marfat.com

جو اپنا اپنا سرمایہ بھی لگاتے ہیں اور پھر سب عمل تجارت اور اس کے متعلقہ کاموں میں عملی طور پر حصہ بھی لیتے ہیں وہ لوگ باہم شرکاء کہلا سکتے ہیں۔ اور یہ شرعاً ممکن و جائز ہے کہ چند شرکاء کے مشترک کاروبار میں کچھ اور لوگ محض بعقد مضاربت شریک فی النفع ہو جائیں، اور یہ رب المال حضرات محض شریک فی النفع ہوں، کمپنی کے منجمد املاک، عمارت و فرنیچر اور صنعت و حرفت کے آلات و مشین میں شریک نہ قرار پائیں۔

شیئرز سرٹیفیکٹ محض ثبوت و دستاویز ہے:

میری نظر میں سارے شیئرز ہولڈرس کو جو کمپنی یا اس کے ایجنٹ کی طرف سے شیئرز سرٹیفیکٹ دی جاتی ہے وہ محض اس بات کا ثبوت ہے کہ اس شیئرز ہولڈر کا فلاں کمپنی میں اتنا سرمایہ اور اتنی ملکیت مسلّم و موجود ہے، یعنی وہ سرٹیفیکٹ کمپنی میں شیئرز ہولڈر کی ملکیت و حصص کی نمائندگی کرتی ہے۔

مرسلہ سوالوں کے مختصر جوابات

۱- شیئرز سرٹیفیکٹ کمپنی میں شیئرز ہولڈر کی ملکیت کی نمائندہ ہے، اور کمپنی کے جمیع سرمایہ میں حسب تناسب حصہ دار ہونے کی دلیل و ثبوت ہے۔

بعض وہ صورت جس میں باہمی قرار داد سے کمپنی تحلیل ہو جاتی ہے اور تمام شیئرز ہولڈرس کو اس کے شیئرز کے تناسب سے اگر صرف تجارتی اثاثے میں حصہ ملتا ہے، نفع ہو تو نفع کے ساتھ اور نقصان ہو تو خسارہ کے ساتھ، تو یہ دراصل تقسیم اثاثہ ہے جو ہونا ہی چاہئے، اور حسب شرائط و ضابطہ نفع و نقصان دونوں میں شرکت ہونی ہی چاہئے، اور ظاہر ہے کہ یہ تقسیم اسی شیئرز سرٹیفیکٹ کی بنیاد پر حصہ رسدی ہوتی ہوگی، اور اگر کمپنی کی تحلیل کے بعد سارے شیئرز ہولڈرس کو بھی جمیع املاک حتی کہ اراضی و عمارت، فرنیچر وغیرہ کے ساتھ تجارتی اثاثے میں حسب تناسب حصہ ملا کرتا ہے، تو یہ کمپنی کی اسی نوعیت و حیثیت میں ہوگی جس میں شیئرز سے حاصل شدہ جمیع

Marfat.com

سرمایہ کا کچھ حصہ جامد املاک کے مہیا کرنے میں مشغول رکھا گیا ہوگا اور بقیہ سرمایہ سے تجارتی اور منافع بخش کاروبار کئے گئے ہوں گے۔

۲۔ کسی کمپنی کے ابتدائی وجود و قیام کے مرحلہ میں جب شیئرز کا اعلان ہوتا ہے اور کوئی شخص شیئرز خرید لیتا ہے تو جب تک وہ سرمایہ کاروبار میں لگ کر اسباب وعروض کی شکل میں بدل نہیں جاتا، کسی شیئرز ہولڈر کا اپنا حصہ فروخت کرنا اپنے حصہ کی مالیت کے بقدر مساوی ہی جائز ہوگا، کمی بیشی ناجائز ہوگی۔

۳۔ کمپنی کے دوسرے مرحلہ میں داخل ہو جانے یعنی عملاً کاروبار شروع ہو جانے کے بعد جن ایام میں اثاثہ مخلوط من النقد والعروض ہوگا تو شیئرز ہولڈر اپنے حصہ کی فروخت کمی بیشی کے ساتھ کرسکتا ہے۔ صرفاً الی خلاف الجنس معاملہ جائز ہوگا، ورنہ پھر بقدر مساوی ہی بیچنا جائز ہوسکے گا۔

۴۔ جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہوگا اس کے شیئرز کی خریداری مسلمانوں کے لئے تعاون فی الاثم کی بنا پر جائز نہیں ہوگی۔

۵،۶۔ جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہو مگر کبھی کاروبار کے خاص اور ناگزیر حالات میں بدرجہ مجبوری سودی قرضہ لینا پڑتا ہو تو قاعدہ فقہیہ "یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح" کے تحت جب کسی مسلمان تک کے لئے یہ استقراض مباح ہو جاتا ہے تو کمپنی جو غیر مسلم فرد اعتباری کے درجہ میں ہے اس کے لئے یہ استقراض تو بدرجہ اولی جائز ہوگا، اور ایسی کمپنیوں کا شیئرز خریدنا یقیناً جائز ہوگا، اگر کمپنی سود لے تب ناجائز ہوگا۔

۷۔ سودی قرضہ بوقت مجبوری اور بوجہ حاجت شرعیہ لیا جائے، یا بلا حاجت شرعیہ محض فروغ تجارت کے لئے لیا جائے، پہلی صورت میں بطور قرض حاصل کردہ مال تو حلال ہی ہوگا اور اس سے حاصل شدہ منافع بھی حلال ہی رہیں گے۔ البتہ دوسری صورت میں ضابطہ شرعیہ "حرمة

Marfat.com

العقد لا یستلزم حرمۃ المال" کے تحت قرض کے طور پر حاصل کردہ مال اور پھر اس سے حاصل کردہ منافع کو مباح وحلال ہی رہیں گے، لیکن بلا حاجت شرعیہ چونکہ استقراض بالربح کا یہ عقد حرام افراد کمپنی، بورڈ آف ڈائریکٹرس نے اصالۃً (بشرط اسلام) اور تمام مسلمان شیئرز ہولڈرس نے وکالۃً کیا، اس لئے عند اللہ مجرم و گنہگار ہوں گے۔ بایں ہمہ "حرمۃ العقد لایستلزم حرمۃ المال" کے مطابق مال ومنافع حلال وطیب ہی کہلائیں گے۔

۸- جیسا کہ اوپر ہم نے تفصیلاً لکھا ہے اس کی روشنی میں واقعہ یہی ہے کہ شیئرز ہولڈر کی حیثیت ایک رب المال کی اور کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرس فرد اعتباری کی حیثیت مضارب ہی کی ہوتی ہے۔

المضاربۃ توکیل بالعمل لتصرفہ بأمرہ (درمختار ۴/ ۴۸۴)۔

۹- اگر کوئی شیئرز ہولڈر سودی قرضہ لینے سے اپنے اختلاف کا اعلان کردے اور اپنی وسعت کے مطابق بورڈ آف ڈائریکٹرس کو استقراض بالربح سے روک دے تو گو یہ غیر موثر ہی ہو، مگر یہ عند اللہ کمپنی کے فعل حرام کی ذمہ داری سے انشاء اللہ بری الذمہ ہوگا۔

۱۰، ۱۱- اگر کوئی کمپنی منافع حاصل کرنے میں عقود فاسدہ و باطلہ کی پرواہ نہ کرے حتی کہ قرض دے کر سود حاصل کرنے سے بھی احتراز نہ ہو، یا قانونی مجبوری کے تحت ہی کمپنی کو اپنا سرمایہ بینک میں رکھ کر سود لینا پڑے، یا سیکورٹی بانڈس خرید کر سود لینے سے نہ بچ سکے گویا وہ کمپنی عقود فاسدہ و باطلہ کے ذریعہ منافع حاصل کرنے سے بچنے کی پابند نہ رہ سکے تو ان سارے حالات و معاملات سے واقف ہوتے ہوئے کسی مسلمان کے لئے شرعاً جائز نہیں ہوگا کہ وہ ایسی کسی کمپنی کا شیئرز خریدے۔

بایں ہمہ اگر کسی مسلمان نے ایسی کمپنی کا شیئر خرید ہی لیا تو گرچہ وہ اس فعل حرام کے سبب عند اللہ مجرم و گنہگار قرار پائے گا لیکن کمپنی کی طرف سے جو منافع اس کو حصہ رسدی سے ملے گا اس میں وہ منافع بھی یقیناً شامل ہوگا جو مال حلال سے بطریقہ حلال حاصل کیا گیا ہوگا۔ اس لئے

Marfat.com

ورع وتقوی اور احتیاط کا تقاضا تو یہی ہوگا کہ شیئرز ہولڈر اپنے حصہ سے اپنے علم وتحقیق، قیاس و تخمین بظن غالب کے مطابق سودی آمدنی اور اس سے حاصل شدہ منافع کے بقدر نکال کر صدقہ کر دے۔ لیکن چونکہ خلط استہلاک اور تقسیم مطہر مال ہو جاتا ہے، اس لئے اس تمام ملے ہوئے منافع کو خود شیئرز ہولڈر بھی از روئے فتوی استعمال میں لا سکتا ہے، اس صورت کی پوری تفصیل اور اس کے مفصل دلائل امداد الفتاوی (۳/ ۴۹۸) میں مذکور ہیں۔

۱۲- شیئرز کی تجارت فی نفسہ جائز وصحیح ہے، حضرت تھانویؒ نے اسے بیع حظوظ الائمہ (اوقاف کے وہ حصے جس کو واقف نے ائمہ مساجد پر وقف کیا ہو) پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ہے: حاصله جواز بيع الحقوق الموجودة قبل القبض دون المعدومة (امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۵)۔ ہمارے خیال میں شیئرز کی بیع دراصل اس حصہ حقوق کی بیع ہے جو کسی شیئرز ہولڈر کا اس کمپنی میں حسب ضابطہ بشکل سرمایہ ومنافع رہتا ہے۔ اب بازار کے اتار چڑھاؤ، کمپنی کی ساکھ اور کاروبار کی نوعیت سے ہر حصہ کے منافع کا اضافہ کبھی تھوڑی مدت ہی میں نمایاں محسوس ہونے لگتا ہے، اور ہر تجربہ کار ذہن جسے کاروباری معاملات سے تعلق ہوتا ہے اور بازار کی رسد وطلب کے تجزیہ کی صلاحیت ہوتی ہے وہ اندازہ کر لیتا ہے کہ کس کمپنی کے شیئرز کی مالیت وقدر اور اس کا ویلوویشن کب کتنا بڑھ گیا ہے، اس طرح ان شیئرز کے زیادہ منافع بخش ہونے کا تصور ہونے لگتا ہے اور پھر ان شیئرز کی فروخت زیادہ سے زیادہ ثمن میں ہونے لگتی ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ کسی شیئر کی قدر اور ویلوویشن کے بڑھنے یا گھٹنے کا پتہ کمپنی کے اعلانیہ وغیرہ کے علاوہ بازار کے حالات اور کمپنی کی ساکھ کی روشنی میں قیاس وتخمین سے ہی ہوا کرتا ہے۔

اب کبھی یہ قیاس واقع کے مطابق بھی ہوتا ہے اور کبھی خلاف واقعہ، مگر اپنی جگہ یہ بھی امر واقعی ہی ہوتا ہے کہ کمپنی کے کاروباری مرحلہ میں داخل ہو جانے کے بعد عام حالات میں سارا سرمایہ صرف نقد و دیون ہی کی شکل میں متبدل نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیشہ سرمایہ کا کچھ حصہ بشکل نقد و دین رہتا ہے تو کچھ حصہ بشکل اسباب وعروض وخام مال بھی رہا کرتا ہے، اور شیئرز ہولڈر کا حق

Marfat.com

اپنے شیئرز کے بقدر نقد و دین اور اسباب وعروض اور خام مال سبھی میں دائر و سائر ہوتا ہے، اس لئے ان شیئرز کا جو بھی ویلو ویشن اور قدر و مالیت ظن و تخمین سے قرار دے کر جس قیمت میں بھی خریدا اور بیچا جائے، صرفاً الی خلاف الجنس یہ معاملہ حد جواز ہی میں رہے گا۔

۱۳- شیئرز مارکیٹ میں وہ سودا جسے فیوچر سیل (بیاعات مستقبلیات) کہا جاتا ہے اس کے مقصد اور طریقہ کار کی جو وضاحت سوال میں کی گئی ہے، یہ تو ہماری سمجھ کے مطابق سٹہ بازی اور جوا بازی ہے، جسے حرام ہی کہا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

۱۴- اگر اس سوال کا مقصد وہی فیوچر سیل ہے تب تو حکم اوپر لکھا جاچکا ہے، اور اگر بیع سلم کی طرح کا کوئی دوسرا معاملہ مراد ہے تو عقد سلم کی شرائط کے ساتھ اسے جائز کہا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔ بہر حال یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔

۱۵- شیئرز کی جب اصل حیثیت یہ ٹھہری کہ دراصل وہ شیئرز ہولڈر کا حق و حصہ ہوتا ہے جو اس کمپنی کے اثاثے اور تجارتی سامان وعروض وغیرہ میں ہوتا ہے اور شیئرز سرٹیفکیٹ صرف اس حصہ وحق کا ایک ثبوت ہوتا ہے، تو شیئرز کی نقد بیع کا مطلب یہ ہوا کہ صاحب شیئرز اپنے اس حصہ وحق کا جو اس کا کمپنی میں موجود و ثابت ہے عوض لے کر خریدار کے حق سے دست بردار ہوگیا۔ گویا شیئرز کی بیع و شراء ایک کے لئے اپنے حق سے دست برداری ہوتی ہے اور دوسرے کے حق میں اس حصہ وحق پر اس کی ملکیت کا اثبات ہوتا ہے۔

۱۶- اسے صلح و تخارج کے عنوان سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے یعنی شیئرز کے بائع نے کچھ عوض لے کر مشتری کے حق میں اپنے حصہ کے استحقاق سے دست بردار ہوگیا، شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ ہونے نہ ہونے سے اس معاملہ میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا، شیئرز کی اس پہلی بیع و شراء کے بعد جو دوسری یا تیسری بیع ہوگی سب کی حیثیت وہی اپنے حق و حصہ سے دست برداری اور تخارج کی قرار دی جاتی رہے گی، اور حق موجودہ کی بیع قبل القبض کا جواز اوپر لکھا جاچکا ہے۔

Marfat.com

۱۷- اسٹاک ایکسچینج بازار میں شیئرز کی خرید وفروخت کے لئے واسطہ بننے والے جسے ''بروکر'' کہتے ہیں اور جس کی حیثیت ایک ایجنٹ کی ہوتی ہے، کا یہ عمل فریب ودغا سے اگر خالی ہو تو ''اجیر مشترک'' کی طرح ایک اجرت معینہ پر یہ دلالی جائز کہی جائے گی ورنہ نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص کی شرعی حیثیت

مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی☆

۱- کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ محض کمپنی کو رقم دیئے جانے کی دستاویز نہیں ہے۔ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں موجودہ قانون کے مطابق اس کی املاک ضبط کر کے اس کے قرض ادا کئے جاتے ہیں، اس وقت اس کے حصہ کے تناسب سے کمپنی کے اثاثے قرق نہیں کئے جاسکتے۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ شیرز کمپنی کو دی گئی رقم کی دستاویز ہے۔

اگر کوئی شخص مفلس ہو تو صاحبین کے نزدیک اس کی منقولہ بلکہ غیر منقولہ اشیاء اراضی وغیرہ بھی فروخت کر کے اس کے قرضہ کی ادائیگی کی جائے گی، لیکن اس کا رہائشی مکان فروخت کر کے قرضہ ادا نہیں کیا جاتا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ مکان کا مالک نہیں ہے۔

اسی طرح اگر حکومت نے کسی مصلحت کی وجہ سے یہ قانون بنادیا کہ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں اس کے حصہ کے تناسب سے کمپنی کے اثاثے قرق نہیں کئے جائیں گے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اثاثوں کا مالک نہیں ہے۔ بلکہ کمپنی اگر تحلیل ہو جائے تو شیئر ہولڈر کو اس کے شیئرز کے تناسب سے اثاثوں میں حصہ ملنا واضح ثبوت اور مضبوط دلیل ہے کہ شیئر اثاثوں میں ملکیت کا ثبوت ہے نہ کہ قرض کی دستاویز۔

۲- جب تک کمپنی کے پاس املاک نہیں ہیں اس وقت تک کمپنی کے شیئرز کی بیع کی جائے

☆ امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ۔

Marfat.com

تو یہ نقد کی بیع نقد سے ہے۔اس میں بیع صَرف کے احکام جاری ہوں گے یعنی نہ کمی زیادتی ہواور نہ ادھار ہو۔

اگر شیئر ہولڈر ایسی صورت میں اپنے شیئر کو کم قیمت یا زیادہ قیمت میں فروخت کرے گا تو ناجائز ہوگا،اس لئے کہ یہ سود ہوگا اور وہ ناجائز ہے۔

لیکن اگر جتنے روپے میں شیئر خریدا ہے اتنے روپئے ہی میں فروخت کرتا ہے تو جائز ہوگا یانہیں؟اس سلسلہ میں حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اس کو ناجائز کہا ہے۔وہ لکھتے ہیں:اسی طرح حصص خریدنا چونکہ یہ روپیہ کا مبادلہ روپئے سے ہے،اور دست بدست نہیں ہے،اس لئے ناجائز ہے(امداد الفتاوی ۳؍۱۳۰)۔

حضرت تھانویؒ کا یہ جواب کمپنی کے کاروبار شروع کئے جانے کے بعد شیئر کی خریداری کے بارے میں ہے،اس لئے حاشیہ میں یہ کہہ کر کہ حصص بصورت عروض تجارت ومشینری ہوتے ہیں،اس لئے روپیہ کا مبادلہ روپئے سے نہیں ہے بلکہ عروض سے ہے۔اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

لیکن یہاں کاروبار شروع کرنے سے قبل جب کہ تمام شیئرز ابھی نقد کی صورت میں موجود ہیں،حصص نقد ہی ہیں،اس لئے یہاں نقد کی بیع نقد سے ہے۔

حضرت تھانویؒ نے اپنے اس جواب میں لکھا ہے کہ ہر حصہ دار اپنے حصہ کا مالک ہوتا ہے اور عملہ کاروبار میں ان حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے،اور شرعاً ان کا فعل حصہ داروں کی طرف منسوب ہوگا۔اگر وہ کوئی ناجائز تجارت کریں گے تو ایسا ہی ہوگا جیسے خود حصہ دار ادا کریں۔

حضرت تھانویؒ نے کمپنی کے عملہ کو حصہ داروں کا وکیل تسلیم کیا ہے،تو جس طرح وکیل ہونے کی حیثیت سے جو کچھ وہ کریں گے سب حصہ داروں کا عمل سمجھا جائے گا۔تو پھر ان عملہ کے قبضہ کو حصہ دار کا قبضہ کیوں نہیں تسلیم کیا جائے۔اور شیئر ہولڈر اپنا شیئر فروخت کررہا ہے۔جب تک وہ شیئر ہولڈر تھا عملہ اس کا وکیل ہے اور شیئر کی رقم جو عملہ کے قبضہ میں ہے خود شیئر ہولڈر کے

Marfat.com

قبضہ میں ہے، اور جس وقت اس نے فروخت کر دیا، اس کے مساوی روپے لے لیا تو اب خریدار شیئر ہولڈر ہو جائے گا اور عملہ اس کا وکیل ہوگا، اور عملہ کا قبضہ اس کا قبضہ مانا جائے گا۔ پھر یہ کہنا کہ یہ دست بدست نہیں ہے نا قابل فہم ہے، اس لئے میرے خیال میں اگر مساوی قیمت میں فرق ہو تو اس کو ادھار کہہ کر نا جائز نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی اجازت دی جانی چاہئے۔

۳- کاروبار شروع ہو جانے کے بعد جب کمپنی کا اثاثہ نقد اور املاک کا مجموعہ ہے تو اس کو کم زیادہ پر فروخت کرنا جائز ہے، نقد کے مقابلہ میں نقد اور باقی املاک کے مقابلہ میں سمجھا جائے گا۔ مثلاً اگر ایک شیئر ایک ہزار روپے کا ہے تو اس میں سے چھ سو روپے نقد اور چار سو روپے کے املاک ہیں۔ اگر شیئر ہولڈر نے اس کو بارہ سو روپے میں فروخت کر دیا تو چھ سو روپے کے مقابلہ میں چھ سو روپے اور املاک کے مقابلہ میں چھ سو روپے ہوئے۔ اسی طرح اگر اس نے آٹھ سو روپے میں فروخت کیا تو چھ سو کے مقابلہ میں چھ سو ہوں گے۔ اور دو سو روپے املاک کے مقابلہ میں ہوں گے، اس لئے یہ بیع جائز قرار پائے گی۔

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے ان کے شیئرز کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

۵- بچنا بہتر ہے، لیکن اگر کوئی شریک ہونا چاہے تو اجازت دی جانی چاہئے۔

۶- اس میں بھی پرہیز کرنا اولی ہے، اور شرکت کی اجازت دی جانی چاہئے۔

نوٹ: سوال نمبر ۵ و ۶ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری قانون کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کبھی قرض لینا پڑتا ہے اور کبھی قرض دینا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں مناسب یہ ہے کہ جتنا سرمایہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑے، سیکورٹی بانڈس خریدنے پڑیں، اتنی رقم انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کے لئے قرض کی شکل میں لی جائے تاکہ جس قدر سود کی رقم بینک سے ملے اسی قدر سود کی شکل میں اس کو واپس کر دیا جائے، اس طرح صرف سود کا حساب ہوگا، نہ سود دینا ہوگا نہ لینا ہوگا۔

Marfat.com

۷- سودی قرض لینا بلا مجبوری کے جائز نہیں ہے، یہ عمل غلط ہے، لیکن قرض میں لی گئی رقم میں کوئی خبث نہیں ہے۔قرض لینے والا اس کا مالک ہوگا، اس کے ذریعہ کاروبار کر کے جو منافع حاصل کیا جائے وہ بلا شبہ حلال ہوگا۔

۸- جی ہاں! بلکہ کمپنی کا پورا عملہ حصہ داروں کا وکیل ہے اور عملہ کا عمل حصہ داروں کا عمل سمجھا جائے گا۔حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: "عملہ کاروبار میں حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے، اور شرعاً ان کا فعل حصہ داروں کی طرف منسوب ہوگا، اگر وہ کوئی ناجائز تجارت کریں گے.....تو ایسا ہی ہوگا جیسے خود حصہ دار کریں (امداد الفتاوی ۳/۰ ۱۳)۔

۹- صرف اختلاف کا اعلان کر دینا کافی نہیں ہوگا اس کو کمپنی سے الگ ہو جانا چاہئے۔

۱۰- کافی ہوگا۔

۱۱- اگر نکال دے تو اچھا ہے ورنہ ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ روپیہ ثمن ہے اور وہ متعین نہیں ہوتا ہے، اس لئے اگر سود کی رقم سرمایہ میں ملی ہوئی ہے تو منافع کا سودی رقم کا نفع ہونا متعین نہیں ہوگا۔

۱۲- شیئرز کی تجارت میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی ہے۔

۱۳- یہ قمار ہے اور حرام ہے۔

۱۴- سوال کی وضاحت کی جائے، اگر مقصد یہ ہے کہ مال موجود نہیں ہے اور بائع مشتری سے وعدہ کرتا ہے کہ میں مال منگا دوں گا، پھر مال منگا کر مشتری کو دیتا ہے تو یہ وعدہ ہے، مال منگانے پر ان کو ایجاب وقبول کرنا چاہئے، یہ درست ہوگا۔لیکن مال منگانے کے بعد نہ بائع پر بیع لازم ہوگی نہ مشتری پر۔بائع کو اختیار ہے کہ وہ بیع کرنے سے انکار کر دے، اسی طرح مشتری کو حق ہے کہ نہ خریدے۔کیونکہ دونوں میں بیع نہیں ہوئی ہے صرف وعدۂ بیع ہے۔اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد ہے تو اس کی وضاحت کی جائے۔

Marfat.com

۱۵- بوقت بیع وشراء ہی کمپنی کے اثاثوں اور املاک پر شیئر ہولڈر کی ملکیت آ جاتی ہے۔اور بحث میں گذر چکا ہے کہ کمپنی کا عملہ شیئر ہولڈر کا وکیل ہے۔ان کا قبضہ ہی شیئر ہولڈر کا قبضہ سمجھا جائے گا۔ملکیت بیع وشراء سے ہوتی ہے نہ کہ سرٹیفکیٹ سے۔شیئرز سرٹیفکیٹ ملکیت کا ثبوت ہے نہ کہ علت کا،اس لئے عملہ کا قبضہ ہی اس کا قبضہ سمجھا جائے گا۔

۱۶- خرید کردہ شیئر کی موجودہ قیمت خریدار نے ادا کر دی ہے، اگر وہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے قبل دوسرے کو فروخت کردے تو جائز ہوگا۔

۱۷- جن صورتوں میں شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے اس میں واسطہ بننا بھی جائز ہوگا، یعنی بروکر بننا جائز ہوگا۔اور خرید وفروخت کی جو صورتیں ناجائز ہیں ان میں واسطہ بننا بھی ناجائز ہوگا۔

☆☆☆

Marfat.com

فقہ اسلامی میں شیئرز کی حیثیت

مولانا عتیق احمد بستوی ☆

۱- کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، شیئر خرید کر شیئر ہولڈر کمپنی کے املاک واثاثوں میں اپنے شیئر کے بقدر شریک ہوجاتا ہے، یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ شیئرز کی خریداری کمپنی میں شراکت نہیں ہے بلکہ شیئر سرٹیفیکٹ محض اس بات کی دستاویز ہے کہ حامل سرٹیفیکٹ نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے۔

حضرت تھانویؒ کا یہ موقف بالکل درست ہے کہ اپنی روح کے اعتبار سے کمپنی شرکت عنان میں داخل ہے، اگرچہ کمپنی کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو معروف شرکت عنان میں نہیں پائی جاتیں، لیکن ان کی وجہ سے عنان کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی، شیئرز سرٹیفیکٹ کو محض قرض کی دستاویز ماننا صحیح نہیں ہے۔

۲- جس کمپنی کے تمام اثاثے نقد کی صورت میں ہیں، اس کمپنی نے ابھی اپنے نقد اثاثے کو کسی اور شکل میں تبدیل نہیں کیا ہے، اس کمپنی کے شیئرز کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، جتنے میں شیئرز خریدا ہے (فیس ویلو پر) اتنے ہی میں فروخت کیا جاسکتا ہے، یہ دراصل روپئے کی فروخت روپئے کے بدلے میں ہے۔

۳- جس کمپنی کے کچھ اثاثے نقد روپے کی شکل میں ہوں اور کچھ سرمائے زمین، جائداد، مکان ودوکان، تیار شدہ مال یا خام مال کی شکل میں، اس کے شیئر کی بیع اس شرط کے ساتھ جائز

☆ استاذ فقہ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

Marfat.com

ہے کہ حساب کرنے پر ہر شیئر میں جتنا نقد روپیہ آتا ہے اس سے زیادہ کے بدلے میں شیئر خریدا جائے، اس کے مساوی یا اس سے کم کے بدلہ میں نہ خریدا جائے۔ مثلاً کمپنی کے نقد روپیوں کا حساب لگانے پر ہر شیئر میں دس روپیہ آتا ہے تو ایک شیئر کی خریداری دس روپئے یا اس سے کم میں نہ ہو بلکہ اس سے زیادہ پر ہو، تاکہ دس روپے دس روپیوں کے بدلے میں ہو جائیں، اور دس سے زیادہ جو قیمت طے ہوئی وہ ہر شیئر پر آنے والے دوسرے جامد اور غیر جامد اموال کے بدلے میں ہو جائے۔

۴۔ جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہے اس کے شیئرز کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

۵۔ جن کمپنیز کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن انہیں بعض اوقات انکم ٹیکس وغیرہ کی زد سے بچنے کے لئے بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا درست ہے۔

۶۔ حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو اگر قانونی جبر کے تحت اپنا کچھ سرمایہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے یا سیکورٹی بانڈس خریدنے پڑتے ہیں جن پر انہیں سود ملتا ہے، ایسی کمپنیوں کا شیئر خریدنا بھی جائز ہے، لیکن ملنے والے سود کا حساب کتاب الگ رکھنا ضروری ہے، سودی رقم کا استعمال نہ کمپنی کر سکتی ہے نہ شیئر ہولڈرس۔

۷۔ سودی قرض حاصل کرنے کی صورت میں اس قرض کی رقم سے کئے گئے کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع قرض لینے والے شخص کی ملکیت ہوں گے، قرض مفید ملک ہے، قرض کی رقم کو اگر جائز کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کیا گیا ہے تو وہ نفع بلاشبہ حلال ہے، ہاں قرض دے کر سود حاصل کرنے والا سخت گنہگار ہے، سود کی رقم اس کی ملکیت نہیں ہے، اسی طرح انتہائی ضرورت اور مجبوری کے بغیر سود بردار قرض حاصل کرنا بھی شدید گناہ ہے۔

۸۔ بلاشبہ کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے اور اس کا عمل شیئرز ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا۔

۹۔ کسی کمپنی میں شرکت، اس کے شیئرز کی خریداری انسان کا اختیاری عمل ہے، کمپنی جب

Marfat.com

تک صحیح خطوط پر کام کر رہی ہے، اس کا کاروبار اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے اس میں شرکت باقی رکھی جا سکتی ہے، لیکن جب کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرس غلط فیصلہ کرنے لگے، کمپنی کے ڈھانچے میں غیر اسلامی اجزاء شامل کرنے لگے تو کمپنی میں شرکت باقی رکھنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ کمپنی کا سودی قرض حاصل کرنا (اگر قانونی جبر کی بنا پر نہ ہو) ایک ناجائز عمل ہے۔ بورڈ آف ڈائرکٹرس چونکہ تمام شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے اس لئے اس کے فیصلہ کی ذمہ داری شرعاً تمام شیئر ہولڈرس پر عائد ہوتی ہے۔

جو کمپنی درکار سرمایہ کا ایک معتد بہ حصہ بینکوں سے سودی قرض لے کر فراہم کرتی ہے، ایسی کمپنی کے شیئرز خرید کر صرف سالانہ میٹنگ میں سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھا کر مطمئن ہو جانا کہ کمپنی کے سودی معاملات سے ہماری براءت ہوگئی، درست نہیں ہے۔ کیونکہ شیئرز کی خریداری کمپنی میں شرکت ہے، اور شرکت میں ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے، یہ وکالت خواہ کتنی کمزور مانی جائے بہر حال موکل وکیل کے تصرف کی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتا۔

ہاں جو لوگ دوسرے میدانوں میں سرمایہ کاری سے معذور ہیں، مثلاً کوئی بیوہ یا معمر و ضعیف شخص ہے، اس کے پاس کچھ سرمایہ ہے، اس سرمایہ سے خود تجارت کرنا اس کے بس میں نہیں ہے، کسی اور شخص کو مضاربت پر دیں تو دیانت کی کمی کی وجہ سے اصل سرمایہ ڈوب جانے کا خطرہ ہے، سرمایہ منجمد رکھے تو سرمایہ رفتہ رفتہ خرچ یا تحلیل ہو جائے نیز اپنے پاس سرمایہ رکھنے میں اس کی حفاظت کا بھی مسئلہ ہے، اس معذور شخص کے سامنے دو ہی راستے ہیں، یا تو بینک میں فکس ڈپازٹ کر کے سود حاصل کرے یا ایسی کمپنی کے شیئرز خریدے جس کا اصل کاروبار حلال ہے لیکن وہ کمپنی سودی قرض حاصل کرنے میں بھی ملوث ہے، ایسے معذور شخص کے لئے بینک میں فکس ڈپازٹ کرنے کے مقابلہ میں اس کمپنی کے شیئرز خریدنا اہون ہے، اس کے لئے شرعاً مذکورہ بالا کمپنی کے شیئرز خریدنے کی گنجائش ہے۔

۱۰۰- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو (مثلاً کمپنی کو اپنے سرمایہ کا کچھ فیصد لازماً

Marfat.com

ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو اور اس جمع شدہ رقم پر اسے سود ملتا ہو) اور اس کی مقدار معلوم ہو تو منافع میں سے سود کے بہ قدر نکال کر صدقہ کر دینا شیئرز ہولڈرس کے لئے ضروری ہے۔

۱۱- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اتنا فیصد ملنے والے منافع سے نکال کر صدقہ کرنا ضروری ہے۔

۱۲- جن کمپنیوں کے شیئرز خریدنا شرعاً جائز ہے ان کے شیئرز کی تجارت بھی جائز ہے، حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز خواہ اس نیت سے خریدے جائیں کہ ان پر سالانہ ملنے والے منافع سے استفادہ کریں گے، یا اس نیت سے خریدے جائیں کہ شیئرز کی قیمت چڑھنے پر انہیں فروخت کر دیں گے، بہر دوصورت ان کی خرید و فروخت درست ہے، تجارت میں خرص وتخمین کا عنصر تو ہوتا ہی ہے، خرص وتخمین کی بنا پر تجارت کو ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۱۳- فیوچر سیل جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Deference) برابر کر لیا جاتا ہے، اس میں نہ تو شیئرز پر قبضہ ہوتا ہے اور نہ قبضہ پیش نظر ہوتا ہے، یہ ایک قسم کی سٹہ بازی ہے اس لئے شریعت اسلامی میں اس کی گنجائش نہیں۔

۱۴- غائب سودا جس میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے وہ شرعاً بیع نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آئندہ زمانہ کی طرف بیع کی اضافت یا تعلیق ناجائز ہے، اس کو بہت سے بہت وعدہ بیع کہا جا سکتا ہے، وقت مقررہ آنے پر مکمل بیع کرنی ہوگی۔

۱۵- شیئرز کے نقد سودے میں بعض انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے شیئرز سرٹیفیکٹ پر قبضہ میں ہفتہ دو ہفتہ کی جو تاخیر ہوتی ہے اس سلسلہ میں پیدا شدہ سوال کا جواب یہ ہے کہ شیئر مارکیٹ سے شیئرز کی نقد خریداری کرتے ہیں، اگر خرید کردہ شیئرز قانوناً خریدار کی ملکیت میں آجاتے ہیں اور ان کا نفع یا نقصان خریدار کی طرف لوٹتا ہے تو اسے شیئرز پر خریدار کا قبضہ تصور کیا جائے گا

Marfat.com

اوران شیئرز کی فروختگی خریدار کے لئے جائز ہوگی، اوراگر صورت حال اس کے برعکس ہو یعنی شیئرز کا نقد سودا ہو جانے کے بعد شیئرز سرٹیفیکٹ پر قبضہ ہونے سے پہلے خرید کردہ شیئرز قانوناً خریدار کی ملکیت نہ مانے جاتے ہوں، ان شیئرز کا نفع ونقصان خریدار کی طرف منتقل نہ ہوتا ہو بلکہ شیئرز سرٹیفیکٹ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی ان شیئرز پر قانوناً خریدار کی ملکیت قائم ہوتی ہو تو شیئرز سرٹیفیکٹ حاصل ہونے سے پہلے خریدار کے لئے ان کی فروختگی جائز نہ ہوگی، اوراگر کمپنی کا شیئر صرف روپیوں پر مشتمل ہو تو شیئرز کی یہ خرید وفروخت ہی ناجائز ٹھہرے گی کیونکہ ایک طرف سے روپیہ نقد ہے ایک طرف سے ادھار۔

۱۶- اس کا جواب سوال نمبر ۱۵ کے جواب سے واضح ہو چکا ہے۔

۱۷- حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے، اور حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے بروکر ہونے کی حیثیت سے کام کرنا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کے چند حل طلب مسائل

مفتی نظام الدین صاحبؒ☆

شیئرز کے ذریعہ سرمایہ کاری کا انتظام آج انتہائی عروج پر پہنچ چکا ہے، اور یہ اس ترقی یافتہ عہد میں تجارت کی سب سے زیادہ رائج اور مقبول صورت ہے اور عالمی پیمانہ پر اس میں عام ابتلاء ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کے طریقہ کار کی تنقیح کر کے حل طلب مسائل کا شرعی حکم دریافت کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس لئے اولاً کمپنی کے نظام کو ذکر کر کے چند حل طلب سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مشترک تجارت کا نام دے کر ایک کمپنی قائم کی جاتی ہے جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ابتداءً چند سرمایہ کار (جو ترقی دینے والے حصہ دار کہلاتے ہیں) ایک اسکیم مرتب کر کے اور قواعد و ضوابط متعین کر کے رجسٹرار آف کمپنیز کے یہاں رجسٹریشن کراتے ہیں جو قانوناً ضروری ہوتا ہے، اسی طرح کسی معتبر بینک سے یہ ضمانت حاصل کی جاتی ہے کہ اگر پیش کردہ حصص پر سرمایہ فراہم نہ ہو سکے تو بینک اتنے اتنے حصے خریدنے کو تیار ہے۔ رجسٹریشن کے بعد کمپنی اپنی مصنوعات یا مال تجارت متعین کر کے اشتہار دیتی ہے جس میں لاگت سرمایہ، مصارف اور قیمت کے تخمینہ کے ساتھ متوقع نفع کی صراحت ہوتی ہے۔

۲۔ اور اس اشتہار کے ذریعہ کمپنی میں بذریعہ شیئرز (حصص) شرکت کی کھلی اور عمومی پیشکش کی جاتی ہے اور اس سے وسیع پیمانے پر تجارت کے لئے سرمایہ کی فراہمی مقصود ہوتی ہے۔

☆ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند۔

Marfat.com

۳- اور کبھی پہلے سے موجود کمپنی بھی اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے عوام کو سرمایہ کاری کے لئے کھلی پیشکش کرتی ہے۔

۴- اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ لاگت اور سرمایہ کو عموماً دس روپۓ اور بعض دفعہ سو روپۓ کے مساوی اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے، جس میں سے ہر جز کو ایک حصہ تجارت کہا جاتا ہے، پھر خواہش مند لوگ اپنی اپنی قوت اور منشا کے مطابق حصے کم اور زیادہ خریدتے ہیں۔ اس پیشکش کو قبول کر کے حصص کی خریداری کے ذریعہ سرمایہ لگانے پر حصہ شرکت کے مالک ہو جاتے ہیں اور اس شرکت کی بنا پر ان کو کمپنی کے تجارتی امور میں رائے دہندگی کا حق حاصل ہوتا ہے، اور نفع و نقصان میں بقدر حصص شرکت ہوتی ہے، لیکن کمپنی کے املاک اور اثاثے میں نہ تو وہ دعویدار ہو سکتے ہیں اور نہ ہی کسی تصرف کے مالک ہوتے ہیں، اسکیم مرتب کرنے میں بھی ان کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔

۵- اور عموماً کمپنیوں کو ان حصص کے ذریعہ مکمل سرمایہ کی فراہمی متیقن نہیں ہوتی، اس لئے پھر اسی کے بقدر یا کم زیادہ ایسے حصص کی پیشکش کرتی ہیں جن کی حیثیت سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرض کی بھی ہوتی ہے، ان حصص کے بدلے وثیقہ یا سند دی جاتی ہے، ایسی سندات کو ''Bonds'' اور ایسے حصص قرض کو ''Debentures'' کہا جاتا ہے۔

۶- حصص قرض کے ذریعہ شریک ہونے والے مالکانہ حقوق نہیں رکھتے، ان کو رائے دہندگی کا حق بھی نہیں ہوتا، ان کو سود اور نفع بھی دیا جاتا ہے، اور نقصان یا اتلاف کی صورت میں سرمایہ کی واپسی کی ضمانت دی جاتی ہے اور اسے ترجیحی حصص (Preference Shares) بھی کہا جاتا ہے۔

۷- حصص قرض کو حصص تجارت میں محول کیا جا سکتا ہے۔

۸- اگر کوئی اپنے حصص کو واپس لے کر شرکت کو ختم کر لینا چاہے تو وہ براہ راست کمپنی سے

Marfat.com

سرمایہ کوواپس نہیں لے سکتا بلکہ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ اپنے حصص کو کسی اور شخص کے نام پر منتقل کردے اور اس کے حق میں حق شرکت سے دستبردار ہو جائے۔ اس کے عوض وہ حصص کی بازاری قیمت لیتا ہے جو ابتدائی کمپنی کی مقرر کردہ قیمت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

۹۔ جوں جوں کمپنی کے مال تجارت اور اثاثوں کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے حصص کی قیمت بھی بڑھتی جاتی ہے، جو کمپنی مسلسل نفع بنائے بازار میں اس کے حصص اونچی قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔

۱۰۔ کمپنی ہر سال حساب کر کے منافع کو حصص پر تقسیم کرتی ہے، اس کا ایک جز وقت ضرورت کے لئے اپنے پاس جمع کر لیتی ہے بقیہ حصہ داروں کو پہنچا دیتی ہے۔ جمع شدہ رقم حصہ کی قیمت سے بڑھ جائے تو اسے اصل سرمایہ میں شامل کر لیا جاتا ہے، اس طرح حصص میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

۱۱۔ حصص تجارت اور حصص قرض کی ایک متعین قیمت ہوتی ہے جو ان کے جاری ہونے کے وقت متعین کی جاتی ہے، اور ایک مارکیٹ کی قیمت ہوتی ہے جو ملک کی سیاسی اقتصادی حالات، ان کی مانگ اور دوسرے عوامل کے نتیجہ میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

۱۲۔ بازار حصص میں خرید و فروخت بروکرس (دلالوں) کے ذریعہ ہوتی ہے جو کمپنیوں کے بدلتے ہوئے حالات پر آگہی رکھتے ہیں، باقاعدہ رجسٹریشن اور قواعد وضوابط کے ساتھ بازار حصص (Stock Exchange) قائم کر کے اس کے ممبر بن جاتے ہیں، اور حصص کی خرید و فروخت کے لئے افراد اور کمپنیاں بازار حصص کی طرف رجوع کرتی ہیں، بازار حصص کے اتار چڑھاؤ کا ملکی معیشت پر گہرا اثر پڑتا ہے، اب بازار حصص میں خود ان حصص تجارت اور حصص قرض کی خرید و فروخت ہو جاتی ہے۔

ان بنیادی تصریحات کے بعد چند حل طلب سوالات پیش خدمت ہیں، چونکہ اس

Marfat.com

زمانہ میں عالمی تجارت کا اکثر و بیشتر حصہ اسی نوعیت کے مسائل پر مبنی ہے اس لئے قواعد فقہیہ کی روشنی میں ان کے احکام کا استخراج بہت سے مسائل کا مداوا ثابت ہوگا۔

سوالات:

۱- مذکورہ کمپنیوں میں شیئرز (حصص) کے ذریعہ سرمایہ کاری عقود شرعیہ میں سے کونسا عقد ہے، بیع یا مضاربت یا شرکت؟ اگر عقد شرکت ہے تو شرکت کی کونسی قسم ہے؟ اور کیا شریک (صاحب حصص) کو اپنے حصہ پر مکمل مالکانہ تصرف حاصل نہ ہونے سے حکم میں کوئی تغیر نہ آئے گا؟

۲- ایسی کمپنیوں میں شیئرز کے ذریعہ سرمایہ کاری کا جن میں حصص قرض (جن پر سود دینا لازمی ہے) اور بینک کے سودی قرضے بھی شامل ہوتے ہیں، کیا حکم ہے؟ کیا اس اختلاط بالحرام کی وجہ سے حصص تجارت (جن میں سود نہیں) کے منافع کا جواز متاثر نہ ہوگا؟ ''المال المختلط بالحلال والحرام'' کا شرعا کیا حکم ہے؟ یہ واضح رہے کہ نہ صرف ایسی کمپنیوں کی تجارت بلکہ ہر بڑے پیمانے کی تجارت درآمدات و برآمدات کا کسی نہ کسی مرحلہ میں بینک سے یعنی سودی لین دین پر انحصار ناگزیر ہے۔

۳- حصص قرض (Debentures) کے ذریعہ سرمایہ کاری کا کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ اس پر کمپنی طے شدہ فیصد کے مطابق سود دیتی ہے اس کے علاوہ نفع بھی دیتی ہے، اور اتلاف و نقصان کی صورت میں سرمایہ کی واپسی کی ضامن ہوتی ہے۔

۴- اگر کسی کمپنی میں حصص تجارت حاصل کرنے کی گنجائش ہو تو بدرجہ مجبوری حصص قرض کو اس نیت سے خریدنا کہ آئندہ اسے حصص میں محول کرلیا جائے، شرعا اس کا کیا حکم ہے؟

۵- حصص تجارت (Shares) جن کی بازار حصص میں خرید و فروخت ہوتی ہے خود ان حصص کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

Marfat.com

(الف) کیا ان کو شرعاً مال متقوم قرار دیا جاسکتا ہے؟ جن کی خرید وفروخت ورہن وغیرہ درست ہو۔

(ب) کیا ان کو حق شرکت کی بیع وشراء قرار دیا جاسکتا ہے؟ بصورت اثبات اس کی بیع و شراء کا کیا حکم ہے؟

۶- سندات حصص قرض (Bonds) جن کی خرید وفروخت ہوتی ہے رہن رکھا جاتا ہے، شرعاً ان کی کیا حیثیت ہے؟

۷- اسٹاک ایکسچینج (بازار حصص) میں شیئرز (حصص تجارت)، ڈبینچرز (حصص قرض) کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اس میں کمپنی کی متعین کردہ قیمت سے کہیں زیادہ قیمت پر بیع و شراء کا معاملہ ہوتا ہے۔

۸- بازار حصص میں دلال (Broker) اپنے نام پر حصص کو منتقل کئے بغیر جو بیع وشراء بحیثیت وکیل یا فضولی کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ اور کیا ان بروکروں کی معرفت حصص تجارت و حصص قرض کی خرید وفروخت درست ہے۔

۹- کمپنی اگر حرام اشیاء شراب وغیرہ کی تجارت کرے تو کیا ایسی کمپنی سے حصص خریدنا اور اس سے منتفع ہونا جائز ہوگا؟ یہ واضح رہے کہ ہندوستان جیسے ممالک میں کمپنی کا پورا عملہ غیر مسلم ہوتا ہے تو کیا ان کو شرکاء کا وکیل قرار دے کر اس طرح کے عقد کی اجازت دی جائے گی، کیونکہ حقوق عقد عاقد کی طرف لوٹتے ہیں؟

جوابات:

۱- حصص قرض خریدنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں اپنے اختیار سے سود لینا اور دینا پڑتا ہے، اور اس کی اجازت نہیں اور "المال المختلط بالحلال والحرام" کے ضابطہ پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ المال المختلط میں وہ اختلاط مراد ہے جو

Marfat.com

غیر شعوری یا غیر اختیاری طور سے ہو جائے اور اس خاص صورت میں اکثر کا اعتبار ہوتا ہے، **كما صرح به في الأصول الفقهية و غير ذلك**۔ اور حصص تجارت میں جہاں کہیں سودی لین دین کرنا پڑ جاتا ہے وہ بوجہ مجبوری ہوتا ہے، اور اس کی اجازت فقہاء نے بعض موقعوں میں دی ہے، **كما في الأشباه: ويجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**، لہذا یہ قیاس **قياس مع الفارق** ہوگا۔

۲، ۳- اوپر سوال میں حصص قرض لینے کا عدم جواز مدلل و مکمل طور پر واضح ہو چکا ہے، اور اتلاف و نقصان کی صورت میں سرمایہ کی واپسی کی ضمانت وجہ جواز نہیں بن سکتی، **بوجوه و منها تقدم دفع المضرة على جلب المنفعة** وغیرہ اصول سے واضح ہے۔

۴- ناجائز ہے۔ والدلائل مامضت فی ضمن سوال ۲، ۳۔

۵- ان حصص تجارت کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ جب کوئی ایک یا چند افراد ممبر بن جانے کے بعد شرعاً اپنے شیئر کا مالک ہو جائے، اور شرعاً کوئی شخص مالک ہو چکنے کے بعد معاملہ شرکت سے نکلنا چاہتا ہے تو کمپنی والے اس کو حصہ شرکت سے نکل جانے کی اجازت دے دیتے ہیں، اس لئے اجازت دیدینے کے بعد اس اجازت کے ثبوت کے لئے ایک سند یا رسید (کاغذ کا ٹکڑا) دیدیتے ہیں، کہ اس کو دکھلا کر وہ شخص اپنا حصہ متعین کر کے جس کو چاہے بیچ دے یا جو چاہے کرے، ورنہ یہ رسید اور سند (کاغذ کا ٹکڑا) ہے، بذات خود یہ کوئی قیمت نہیں رکھتا کہ اس کے بیع و شراء کا معاملہ ہو، اور نہ وہ کاغذ کا ٹکڑا حق شرکت ہے کہ اس کی بیع و شراء کا حکم متوجہ ہو، اور نہ تو کاغذ کا وہ ٹکڑا اثاثہ تجارت کے جزو مشاع کا بدل ہے کہ اس کے بیع و شراء کا حکم متوجہ ہو، بلکہ خریدار شیئر کا جو حصہ تجارت میں ہے (نقود و عروض وغیرہ میں سے) اس حصہ کے خرید و فروخت کرنے کا اجازت نامہ ہے، بلکہ یہ سب حصے جزو مشاع کے درجہ میں ہوتے ہیں اور ان سب حصوں کی بیع مشاعاً ازروئے شرع جائز ہوتی ہے، اس لئے یہ بیع جائز ہوگی۔ کما صرح بہ الفقہاء۔ پس ان تمام حصوں کی خرید و فروخت مشاعاً بلاشبہ جائز رہے گی اور اس کے جواز میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہوگی۔

Marfat.com

۶- یہ بونڈز حصص قرض کی محض سند ہیں، ان سندوں کی خرید وفروخت کرنا یا رہن رکھنا کچھ بھی جائز نہیں، جس کی کچھ تشریح پہلے بھی گذر چکی ہے۔

۷- اسٹاک ایکسچینج میں محض حصص تجارت کا تبادلہ ہوتا ہے، اور یہ اگر چہ بصورت بیع وشراء مشاعاً ہوتا ہے مگر یہ جائز رہے گا، اور حصص قرض میں چونکہ حصہ لینا ہی جائز نہیں اس لئے اس میں تبادلہ کی گنجائش بھی نہ ہوگی۔

۸- بازار حصص میں دلال اپنی طرف حصص کو منتقل کر کے یا بحیثیت وکیل یا بحیثیت فضولی حصص تجارت کی بیع وشراء کریں تو سب درست رہے گا بشرطیکہ معاملہ مجہول یا مفضی الی النزاع نہ ہو، البتہ حصص قرض میں اپنے اختیار سے سود وربا کا تحقق ہوتا ہے اس لئے یہ کسی طرح درست نہ ہوگا۔

۹- شراب میں خمور اربعہ جس کی حرمت منصوص بنص قطعی ہے، اور نجاست بھی مثل پائخانہ پیشاب کے غلیظ ونجس ہے اور اس کی نجاست بھی نجاست لعینہ ہے۔ یہی حکم ان کے الکوہل کا بھی ہے کہ ان کے کاروبار میں حصص خریدنا اور اس سے منتفع ہونا جائز نہیں رہے گا، خواہ ہندوستان جیسے ملک میں ہو خواہ اس کا پورا عملہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، کسی طرح جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح جوا (قمار) سے کمائی ہوئی اور حاصل شدہ رقوم کا بھی حکم ہے کہ اس میں شرکت یا اس کا استعمال وغیرہ کچھ بھی کسی طرح ہندوستان جیسے ملک میں بھی جائز وحلال نہیں رہے گا، لقولہ تعالی:

"إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان"

(سورہ مائدہ)۔

لہذا ان حرام ونجس عقود کا وکیل وغیرہ بننا کچھ بھی جائز ودرست نہ ہوگا اور نہ ان کی آمدنی سے منتفع ہونا ہی درست رہے گا، اور جو الکوہل ان خمور اربعہ مذکورہ کے علاوہ میں ہوں گے ان کا حکم بھی دوسرا ہوگا، اور جب تک ان میں سکر (نشہ) کا تحقق وثبوت شرعی ضابطہ سے نہ ہو جائے اس وقت تک ان کی نجاست وحرمت کا حکم نہ ہوگا۔

Marfat.com

شیئرز کے چند مسائل

اوران کا حکم

مولانا شمس پیرزادہؒ☆

۱- شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا نہیں؟

ملکیت کا تصور اصل میں کمپنی کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی ایک علیحدہ قانونی حیثیت ہے:

"A Joint Stock Company has separate legal status and it is absolutely separable from the owners i-e- from general body of members as well as separable from board of directors. A company is purely a creation of law. It can do every thing like a human being, like as individual it can hold property, appoint employees, incur debts, file suits and be sued upon".(Company Secreterial Practice by Prof. Tahil Vorhani P. 95)

"A Company is an in corporated assosiation which is an artificial person created by law, having a common seal and perpetual succession. (do .p .18)"

"The liability of Share holders of Joint Stock Company is limited to the nominal value of the shares hold. As the debts of company have the debts of a separate legal person, a share holder is not personally

☆ سابق بانی وچیئرمین ادارہ دعوۃ القرآن، ممبئی۔

Marfat.com

liable for them. The company may have to be dissolved on account of its financial adversity, but its shareholders can not be called upon to contribute more then the nominal value of shares held by them."(do. p-18)

ان اقتباسات سے واضح ہے کہ کمپنی کی قانونی طور سے ایک جداگانہ حیثیت ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ اثاثوں کی ملکیت اور قرضوں کی ادائیگی وغیرہ کی ذمہ داریاں وابستہ ہیں۔ کمپنی کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں شیئر ہولڈر اپنے شیئر کی مالیت سے زیادہ نقصان کی تلافی کے ذمہ دار نہیں ہوتے۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ شیئرز کی رقم کمپنی کے اکاؤنٹ میں (Liblities) یعنی واجبات میں دکھائی جاتی ہے لیکن معاملہ کا یہ قانونی پہلو ہے، اور جہاں تک عملی پہلو کا تعلق ہے تو شیئر ہولڈر کمپنی کے اثاثہ کی ملکیت میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیئرز کی قیمتوں میں بازار میں جو اتار چڑھاؤ ہوتا ہے وہ صرف شیئرز کے سرمایہ (Capital) کے پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ کمپنی کی مجموعی مالی حیثیت اور اس کی ساکھ کے پیش نظر ہوتا ہے، نیز اگر کمپنی کا دیوالیہ (Liquidation) ہو جاتا ہے تو قرض وغیرہ واجبات ادا کرنے کے بعد بچی ہوئی رقم شیئر ہولڈرس میں تقسیم کی جاتی ہے جو شیئر کی اصل قیمت سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی، اس لئے شیئر ہولڈرس کا کمپنی کے اثاثہ کی ملکیت میں شریک ہونا بالکل ظاہر ہے۔

لہذا شیئرز کی خرید وفروخت نقود واملاک کے مجموعہ کو نقود کے ذریعہ فروخت کرنا ہے اور یہ بالکل جائز ہے۔

منظمۃ المؤتمر الاسلامی جدہ کی مجلس مجمع الفقہ الاسلامی منعقدہ مئی ۱۹۹۲ء کے فیصلہ سے بھی جو درج ذیل ہے یہی بات واضح ہوتی ہے:

بما أن المبيع فى (السهم لحامله) هو حصة شائعة فى موجودات الشركة وأن شهادة السهم هى وثيقة لإثبات هذا الاستحقاق فى الحصة فلا مانع شرعاً من إصدار أسهم فى الشركة بهذه الطريقة وتداولها۔

Marfat.com

شیئر ہولڈر کے شیئر میں مبیع (فروخت شدہ چیز۔Sale) کمپنی کی موجودات (اثاثہ) میں مشترک حصہ ہوتا ہے اور شیئر سرٹیفیکٹ حصہ میں استحقاق کے ثبوت کا وثیقہ ہوتا ہے، لہذا اس طریقہ پر کمپنی کے شیئر جاری کرنے اور ان کے لین دین میں شرعاً کوئی مانع نہیں ہے۔

۲-آغاز میں جب کہ کمپنی کے پاس املاک نہ ہو تو کیا شیئرز کی بیع جائز ہوگی؟

کوئی کمپنی شیئرز کا اعلان نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کے (Promoters) کارخانہ وغیرہ کی بنیاد نہ رکھیں۔اس طرح انہیں ابتدائی سرمایہ اشیائے منقولہ وغیر منقولہ میں لگانا پڑتا ہے۔ جس کے بعد ہی انہیں شیئرز کا اعلان کرنے کی اجازت قانوناً حاصل ہوتی ہے، اس لئے یہ خیال صحیح نہیں کہ کمپنی کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتیں اور وہ شیئرز کا اعلان کردیتی ہے۔لہذا شیئرز کی بیع اس صورت میں بھی جائز ہوگی جب کہ کمپنی پوری طرح قائم (Establish) نہ ہوئی ہو۔

۳-کمپنی کے وجود میں آجانے کے بعد جبکہ اس کا اثاثہ مخلوط ہوتا ہے شیئرز کی فروخت کا حکم:

کمپنی کے وجود میں آجانے کے بعد اس کا اثاثہ مخلوط ہوتا ہے (یعنی نقد اور املاک کا مجموعہ) اس صورت میں جبکہ مجموعہ مال سودی (ایسے قرضے جن پر کمپنی سود ادا کرتی ہے) اور غیر سودی دونوں پر مشتمل ہے، اس کے شیئرز کی نقد کے ساتھ خرید وفروخت جواز کے حکم میں ہے، کیونکہ سودی عنصر پورے کاروبار میں ضمنی حیثیت رکھتا ہے، اور موجودہ غیر اسلامی معاشرہ اور غیر اسلامی نظام میں اس قسم کے ضمنی مفاسد کو برداشت کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے، ورنہ لوگوں کیلئے معیشت کے دروازے بند ہوجائیں گے۔

۴-حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز:

وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت

Marfat.com

اور ایکسپورٹ، یا بینکس اور سودی اسکیموں میں روپیہ لگانا، ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، یہ بات متفق علیہ ہے، اس لئے اس پر دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

۵- جائز کاروبار کرنے والی کمپنیاں اگر سودی قرضے حاصل کرتی ہیں تو کیا ان کے شیئرز خریدنا جائز ہے؟

ایسی کمپنیاں جن کا کاروبار حلال ہے اگر انکم ٹیکس وغیرہ سے بچنے کے لئے بینک سے سودی قرض لیتی ہیں تو ان کے شیئرز خریدنا جائز ہے، کیونکہ سود دینا ایک ایسی مجبوری ہے جو بالکل عام ہے۔

۶- جائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جبکہ انہیں اپنا کچھ سرمایہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو:

جائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں کو اگر قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو یا سیکورٹی بانڈس خریدنے پڑتے ہوں اور ان پر سود ملتا ہو تو ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جائز ہوگا، کیونکہ یہ مجبوری قانون نے پیدا کردی ہے اور اس قسم کی قانونی مجبوریاں عام ہیں جن کی وجہ سے کسی جائز کاروبار کو ترک نہیں کیا جا سکتا، البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ منافع ملنے پر اس میں سے کچھ رقم صدقہ کردی جائے تا کہ منافع سود کی آمیزش سے پاک ہوسکے۔

۷- سودی قرضہ سے حاصل ہونے والے منافع کی شرعی حیثیت:

سودی قرضہ لینے کی صورت میں اس قرض سے حاصل ہونے والا منافع بالکل جائز ہوگا کیونکہ قرض کی رقم تو حلال ہی ہے اور سود کی شرط باطل ہے، مگر مجبوراً اس شرط کو قبول کرنے کی وجہ سے قرض کی اصل رقم حرام نہیں قرار پائی، اس لئے اس سے ہونے والی آمدنی بالکل جائز ہوگی۔

Marfat.com

۸-کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس:

کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے اور اس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا۔

"The owners of a company do not take part in its management. The shareholders simply contribute to its capital by purchasing its shares and vest the power of management in their representative i-e- Board of Directors."(Company Secreterial Practice P-18)

مگر موجودہ معاشی نظام نے لوگوں کے لئے بے شمار مجبوریاں پیدا کردی ہیں، اس لئے حقیقی مجبوری کا یہاں بھی خیال رکھنا ہوگا اور اس بنا پر بورڈ آف ڈائرکٹرس کے ایسے فیصلوں کو جو شرعاً ناجائز ہوں بادل ناخواستہ گوارا کرنا ہوگا۔ موجودہ حالات میں یہ اجتہاد ضروری ہے۔

۹-بورڈ آف ڈائرکٹرس میں کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا:

بورڈ آف ڈائرکٹرس میں فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں۔ اس میں کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اور اپنے اختلاف کا اعلان کر دینا عملاً مشکل ہے اور بے اثر بھی، اور ہوسکتا ہے کمپنی کے لئے ناقابل عمل بھی ہو، اس لئے ایسا کرنا شیئر ہولڈر کے لئے ضروری نہیں قرار دیا جاسکتا، بورڈ آف ڈائرکٹرس کے فیصلہ کو کرہا ماننا ہی پڑے گا۔

۱۰-منافع میں شامل سود کے بقدر رقم نکال کر صدقہ کرنا:

اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور اس کی مقدار معلوم ہو تو شیئر ہولڈر کے لئے منافع میں سے اس کے بقدر رقم نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا۔

واضح رہے کہ کمپنی کی آمدنی میں سود کی رقم بہت کم شامل ہوتی ہے جبکہ وہ لئے ہوئے قرضوں پر سود کی رقم ادا زیادہ مقدار میں کرتی ہے، اس لئے جو سود آمدنی میں شامل ہو اسے سود کی

Marfat.com

ادائیگی میں خرچ محسوب کیا جاسکتا ہے، یہ بھی ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔

۱۱-اگر کمپنی کے منافع میں سود شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگایا گیا ہو۔

اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اتنا فیصد ملنے والے منافع سے نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا۔

۱۲-شیئرز کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

شیئرز کی تجارت جائز ہے، کیونکہ شیئر کمپنی کی ملکیت میں جس میں اس کا اثاثہ شامل ہے ایک حصہ ہے، لہذا جس طرح دوسری چیزوں کی تجارت کی جاتی ہے شیئرز کی بھی تجارت کی جاسکتی ہے۔

۱۳- فیوچر سیل کا حکم:

فیوچر سیل جائز نہیں کیونکہ یہ حقیقۃً بیع وشراء نہیں ہے بلکہ محض کاغذی کارروائی ہے، اور شریعت میں اعتبار حقیقی بیع وشراء کا ہے نہ کہ محض کاغذی کارروائی کا۔ شیئر کو اگر واقعی فروخت کیا گیا ہو تو نام کی منتقلی کی کارروائی لازمی ہے، اور جب یہ کارروائی نہیں کی گئی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیئر واقعۃً فروخت نہیں کیا گیا، پھر اس پر نفع حاصل کرنے یا نقصان برداشت کرنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

۱۴-غائب سودا:

غائب سودا جن میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے جائز نہیں ہوگی۔ اوپر سوال نمبر ۱۳ کے جواب میں اس کی وضاحت ہو چکی۔

Marfat.com

۱۵-شیئرز پر قبضہ کا مطلب:

شیئرز فروخت کرنے کے بعد کمپنی کو نام کی تبدیلی کے لئے بھیجے جاتے ہیں، اگر بائع کے دستخط صحیح نہ ہوئے تو کمپنی شیئرز بائع کو واپس بھیج دیتی ہے، ایسی صورت میں نام کی تبدیلی کا کام التوا میں پڑ جاتا ہے، اس لئے شیئرز پر حقیقی قبضہ اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ شیئرز سرٹیفیکٹ تبدیلی شدہ نام کے ساتھ مل جائیں۔ اس سے پہلے اگر مشتری شیئرز کسی تیسرے شخص کو فروخت کرتا ہے تو یہ فروخت حقیقی قبضہ سے پہلے ہوگی اور اس میں نزاعات کا بھی اندیشہ ہے اس لئے اس کی اجازت دینا صحیح نہ ہوگا، البتہ بعض مجبور کن حالات میں اگر مشتری تیسرے شخص کو شیئرز فروخت کرتے وقت نام کی منتقلی کی ضمانت دیدے تو ایسا کرنے کی گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

۱۶-خرید کردہ شیئرز سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا:

اس کا جواب اوپر سوال نمبر ۱۵ میں گذر چکا ہے۔

۱۷-بروکر (ایجنٹ) کی حیثیت سے کام کرنا:

شیئرز کی خرید وفروخت کے لئے بروکر کی ضرورت حالات کا تقاضا ہے، اس لئے بروکر کی حیثیت سے کام کرنا فی نفسہ جائز ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص کی خرید وفروخت اور اس کے احکام

مفتی جنید عالم ندوی قاسمی☆

۱۔ کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا یہ محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل یہ طے کر لینا ضروری ہے کہ کمپنی کا یہ معاملہ شریعت کے اصول تجارت میں سے کسی قسم میں داخل ہے یا نہیں؟

ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ کمپنی سے شیئر ہولڈر کا یہ معاملہ شریعت مطہرہ کے اصول تجارت میں سے کسی قسم میں شامل نہیں ہے، لہذا شیئر کی خرید وفروخت ہی جائز نہیں ہے۔ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ معاملہ شرعاً جائز ودرست ہے۔ شیئر کی خرید وفروخت شریعت کے اصول تجارت کے خلاف نہیں ہے۔ غور کرنے کے بعد دوسرا نقطۂ نظر زیادہ صحیح اور اقرب الی الفقہ معلوم ہوتا ہے، اس کو اصول تجارت کے خلاف کہنا صحیح نہیں۔

مذکورہ معاملہ کی مشابہت شرکت عنان سے:

شیئر ہولڈر کمپنی سے جو معاملہ کرتا ہے اس کو شریعت کے اصول تجارت ''شرکت عنان'' میں شامل کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ''شرکت عنان'' ایسا عقد شرکت ہے جس میں دو آدمی سامان یا غلہ یا عام تجارت میں شریک ہوں اور کمپنی سے شیئر ہولڈر کا جو معاملہ ہے اس میں عام تجارت میں دونوں شریک ہوتے ہیں، ہدایہ میں ہے:

☆ مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

Marfat.com

وأما شركة العنان فتنعقد على الوكالة دون الكفالة وهي أن يشترك اثنان في نوع بر أو طعام أو يشتركان في عموم التجارات (ہدایہ ۲/۶۲۹)۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا رجحان بھی یہی ہے کہ اس کا تعلق شرکت عنان سے ہے، چنانچہ وہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''بہ ظاہر اس عقد کی حقیقت شرکت عنان ہے'' (امداد الفتاویٰ ۳/۴۹۴)۔

البتہ شرکت عنان تسلیم کرنے کی صورت میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس شرکت میں تمام شرکاء مال اور محنت دونوں میں شریک ہوتے ہیں۔اور کمپنی جو معاملہ کرتی ہے اس میں صرف کمپنی کے افراد کام کرتے ہیں۔ شیئر ہولڈر کی شرکت صرف سرمایہ میں ہوتی ہے محنت میں نہیں.........اس کا جواب یہ ہے کہ شرکت عنان میں تمام شرکاء کا محنت میں بھی شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔اگر وہ کسی ایک فرد پر محنت کی شرط لگادیں تو اس طرح کی شرط صحیح و درست ہوگی، یہ شرط شرکت عنان کے منافی نہیں ہوگی۔البتہ اس صورت میں ضروری ہے کہ نفع کی تقسیم تمام شرکاء کے درمیان برابر ہو یا جس شریک کے لئے عمل کی شرط لگائی گئی ہے اس کو زیادہ نفع ملے، اگر کام کرنے والے شریک کو کم نفع ملے، مثلاً یہ شرط لگادی جائے کہ نفع کے دو حصے دوسرے شریک کو ملیں گے اور کام کرنے والے شریک کو صرف ایک حصہ ملے گا تو یہ جائز نہیں ہوگا۔اس کی پوری تفصیل تحفۃ الفقہاء (۳/۸۷) میں موجود ہے۔

مذکورہ معاملہ کی مشابہت مضاربت سے:

اس عقد کی مشابہت و مماثلت عقد مضاربت سے بھی معلوم ہوتی ہے۔اس لئے کہ عقد مضاربت وہ عقد ہے جس میں ایک فریق کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے فریق کی محنت۔اور دونوں فریق باہم طے شدہ معاملہ کے مطابق منافع میں شریک ہوتے ہیں۔

"كتاب المضاربة(هي) عقد شركة في الربح بمال من جانب رب المال (وعمل من جانب) المضارب" (تنویر الابصار مع الدر المختار ۴/۴۸۳)۔

Marfat.com

اور شیئر ہولڈر کا کمپنی سے جو معاملہ ہوتا ہے اس کی صورت یہی ہے کہ شیئر ہولڈر کا سرمایہ ہوتا ہے اور کمپنی کی محنت، اور منافع میں دونوں شریک ہوتے ہیں، البتہ مضاربت تسلیم کرنے کی صورت میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ مضاربت میں نقصان صرف رب المال برداشت کرتا ہے۔ مضاربت پر خسارہ کی ذمہ داری نہیں ہوتی ہے حتی کہ اگر یہ شرط لگا دی جائے کہ مضارب بھی خسارہ میں شریک ہوگا تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔ یہی صاحبین کا قول ہے۔ اور کمپنی جو معاملہ کرتی ہے اس میں کمپنی کے افراد اور شیئر ہولڈرس دونوں ہی منافع کے ساتھ ساتھ خسارہ میں بھی شریک ہوتے ہیں، حالانکہ خسارہ صرف شیئر ہولڈرس کو برداشت کرنا چاہئے، کمپنی کے افراد پر خسارہ کی ذمہ داری نہیں آنی چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گرچہ صاحبین کے قول کے مطابق مضارب خسارہ میں شریک نہیں ہوتا ہے لیکن امام صاحب کے قول کے مطابق مضارب بھی خسارہ میں شریک ہوتا ہے۔

"فالربح والوضيعة نصفان في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى كذا في المبسوط وفي قول أبي يوسف و محمد الوضيعة كلها على رب المال كذا في المحيط (فتاوی ہندیہ ۲۹۱/۴)۔

موجودہ دور میں جبکہ لوگ خیر القرون سے دور ہیں، شرور وفتن کا غلبہ ہے، امانت داری، دیانت داری اور تقوی وللٰہیت کی قلت اور دھوکہ بازی اور امانت میں خیانت کی کثرت ہے، مضاربت پر معاملہ کرنے کے لئے کسی باوثوق اور قابل اعتماد شخص کی تلاش مشکل ہے۔ اگر کل خسارہ کا ذمہ دار صرف رب المال (مالک) کو ٹھہرایا جائے تو پھر مضاربت کے اصول پر تجارت مشکل ہو جائے گی۔ اس دور پر فتن میں امام صاحب کا قول راجح اور اس پر عمل اقرب الی الفقہ معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کمپنی کا معاملہ شریعت کے اصول تجارت کے خلاف نہیں ہے بلکہ یا تو شرکت عنان میں شامل ہے یا مضاربت میں۔

Marfat.com

کمپنی کے شیئرز کی حیثیت:

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں کمپنی کے شیئرز کی حیثیت بھی واضح ہوگئی کہ اس کی حیثیت صرف اس بات کی دستاویز کی نہیں ہے کہ کمپنی کو اتنی رقم دے رکھی ہے، بلکہ یہ کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی پوری نمائندگی کرتا ہے۔ اور شیئر ہولڈر اپنی رقم کے بقدر کمپنی میں موجود نقد اور اثاثوں کا مالک ہے، اس لئے کہ عقد شرکت ہو یا مضاربت دونوں صورتوں میں رب المال اپنی اصل رقم کے ساتھ منافع کا بھی حقدار ہوتا ہے۔ اور جو بھی سرمایہ ہو خواہ نقد رقم سے حاصل شدہ ہو یا منافع کی شکل میں ہو، رب المال اس میں شریک ہوتا ہے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو سوالنامہ میں مذکور ہے۔ یعنی اگر کمپنی باہمی قرارداد سے تحلیل ہو جائے تو ہر شیئر ہولڈر کو اس کے شیئرز کے تناسب سے اس کے اثاثوں میں حصہ ملتا ہے، اور نفع ہو تو اس کے لگائے ہوئے سرمایہ سے زائد رقم ملتی ہے اور اگر خسارہ ہو تو اسے نقصان بھی برداشت کرنا ہوتا ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب مفتی دار العلوم دیوبند نظام الفتاوی میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

شیئر زحصوں کا نام ہے۔ شیئر کا مالک شیئر کے مطابق کمپنی کا حصہ دار اور مالک ہوتا ہے، اور کمپنی کے سرمایہ وسامان واثاثہ وغیرہ سب چیزوں کا حسب شیئرز مالک ہوتا ہے اور سرمایہ و سامان وغیرہ کی حیثیت و قیمت کی کمی وبیشی کے اعتبار سے شیئر کی حیثیت و قیمت بھی کم وبیش ہوتی رہتی ہے، اور شیئر کا خریدنا و بیچنا ان حصوں کا اور ان حصوں میں داخل شدہ چیزوں کا خریدنا و بیچنا شمار ہوتا ہے، اور اس کا جائز ہونا ظاہر ہے (نظام الفتاوی ۱/۱۱-۱۲)۔

رہی یہ بات کہ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں اس کے قرض کی ادائیگی اس کے شیئر کے تناسب سے کمپنی میں موجود سامانوں کو الگ کر کے نہیں کی جاتی ہے۔ جبکہ سرکاری قانون کے مطابق اس کے دیگر املاک ضبط کر کے اس کے قرض کی ادائیگی ہوتی ہے تو اس سے اس بات کی تائید نہیں ہوتی کہ کمپنی کے شیئر کی حیثیت صرف جمع کردہ روپئے کے دستاویز کی ہے۔

Marfat.com

اس لئے کہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ اگر مقروض قرض کی ادائیگی کے لئے جائداد فروخت کرنے سے باز آ جائے تو قاضی اس کے تمام سامان و جائداد فروخت کر کے قرض کی ادائیگی کر دے گا لیکن اس کے کپڑے فروخت نہیں کرے گا۔

"وحاصله أنه إذا امتنع عن البيع يبيع عليه القاضي عرضه وعقاره و غيرهما و في البزازية وفرع على صحة الحجر أنه يترك له دست من الثياب و يباع الباقي و تباع الحسنة ويشترى له الكفاية ويباع كانون الحديد ويشترى له من طين ويباع في الصيف ما يحتاجه للشتاء وعكسه" (شامی ۴/۳۲۰)۔

کپڑے ضبط نہ کرنے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کپڑوں کی ملکیت مقروض کی نہیں ہے۔قرض کی ادائیگی میں کسی مصلحت کی بنیاد پر کسی چیز کو سرکاری طور پر ضبط نہ کرنا اس کے غیر مملوک ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ کمپنی میں موجود سامان پر شیئر ہولڈر کی جو ملکیت ہے وہ مشترک اور مشاع ہے۔ان سامانوں کو الگ کرنا دشوار ہے جس کی بنیاد پر اس کو ضبط کرنا مشکل ہے۔لہذا اگر اس طرح کا قانون بن گیا تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شیئر ہولڈر ان سامانوں کا مالک نہیں ہے۔

۲-شیئر کی خرید وفروخت جبکہ کمپنی کے پاس کچھ بھی املاک نہ ہوں:

اگر کمپنی کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہیں اس وقت کمپنی شیئر کی بیع کرتی ہے تو اس صورت میں نقد کی بیع نقد سے ہو رہی ہے جو بیع صرف کی شکل ہے، جس میں نہ تو کمی بیشی جائز ہے اور نہ ہی ادھار کی گنجائش ہے۔لہذا اس صورت میں کمپنی کے شیئرز کمی بیشی کے ساتھ نہیں خرید سکتے ہیں، البتہ مساوی قیمت میں خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں:

ایک تو یہ کہ مساوی قیمت میں بھی خرید وفروخت جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ بیع صرف ہے جس میں نسیہ یعنی ادھار جائز نہیں ہے۔

دوسری رائے یہ کہ مساوی قیمت پر شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے اور شیئرز سرٹیفیکٹ

Marfat.com

پر قبضہ در حقیقت نقد رقم پر قبضہ ہے لہذا یہ ادھار بیع نہیں ہوئی۔ میری ناقص رائے میں اگر بیع کی مجلس ہی میں فروخت کرنے والا ثمن پر اور خریدار شیئر سرٹیفکیٹ پر قبضہ کر لے تو مساوی قیمت پر خرید وفروخت کی گنجائش ہونی چاہئے۔

۳-نقد اور اموال ربویہ وغیر ربویہ کی بیع نقد کے ساتھ:

کمپنی جب وجود میں آجائے اور اس میں اثاثہ (نقد واملاک کا مجموعہ) موجود ہو تو ایسی صورت میں شیئر کی خرید وفروخت نقد سے کمی بیشی کے ساتھ شرعاً جائز ودرست ہے گرچہ املاک میں مال ربوی وغیر ربوی دونوں ہوں، اس لئے کہ اس صورت میں شیئر ہولڈر اپنے شیئر کے تناسب سے کمپنی کے اس نقد اور مال کو دوسروں سے نقد کے عوض فروخت کرتا ہے جس کا وہ مالک ہے اور مال خواہ ربوی ہو یا غیر ربوی اس کی خرید وفروخت روپے سے کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے اور اگر خریدار کی جانب سے ملنے والا ثمن بھی مال ربوی یا غیر ربوی ہے تو خریدار کے مال ربوی کو کمپنی کے مال غیر ربوی کے مقابلہ میں اور کمپنی کے مال ربوی کو خریدار کے مال غیر ربوی کے مقابلہ میں رکھ کر بیع کو جائز قرار دیں گے۔ کتب فقہ میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ اگر کسی نے دو درہم اور ایک دینار کی بیع ایک درہم اور دو دینار کے بدلہ میں کی تو ایک درہم کو دو دینار کے مقابلہ میں اور دو دینار کو ایک درہم کے مقابلہ میں رکھ کر جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرتے ہوئے جائز قرار دیا جائے گا۔

(وصح بيع درهمين و دينار بدرهم و دينار ين) بصرف الجنس بخلاف جنسه (در مختار) (قوله بصرف الجنس بخلاف جنسه) اى تصحيحا للعقد كما لو باع نصف عبد مشترك بينه و بين غيره فإنه ينصرف إلى نصيبه تصحيحا للعقد (ردالمحتار باب الصرف ۴/۲۳۹)۔

۴-حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت:

جن کمپنیوں کا کاروبار حرام ہو مثلاً شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت کریں یا سودی

Marfat.com

اسکیموں میں پیسے لگائیں، ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے، اس سے احتراز لازم ہے، اس لئے کہ مال حرام یاذریعہ حرام سے حاصل ہونے والا نفع بھی حرام ہے۔اور اس میں تعاون علی الاثم ہے، والعدوان بھی ہے، جس کی ممانعت نص قرآنی سے ثابت ہے:"ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان (سورہ مائدہ)۔

اس طرح کی کمپنیوں کے شیئرز خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو حرام کاروبار کرنے کا وکیل بنایا گیا جس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

"أن یکون التصرف مباحا شرعاً فلا یجوز التوکیل فی فعل محرم شرعا کالغصب أو الاعتداد علی الغیر"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴؍۱۵۴)۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے خنزیر اور شراب کی بیع کا وکیل بنایا تو اس پر واجب ہے کہ کل ثمن کو صدقہ کردے ۔ولو وکّله ببیعهما یجب علیه أن یتصدق بثمنهما (ردالمحتار)۔

۵-انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لینے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت:

جن کمپنیوں کا کاروبار بذات خود جائز وحلال ہے لیکن انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے ان کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت شرعاً جائز ودرست ہے، اس لئے کہ انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے دیگر ضروریات کی بنیاد پر بینک سے سوی قرض لینے کی گنجائش ہے،یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح (الاشباہ والنظائر ۱۴۹)۔

٦-ریزرو بینک میں رقم جمع کرنے اور سیکورٹی بانڈس خریدنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت:

جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے

Marfat.com

ضرورتاً ان کو اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے یا سیکورٹی بانڈس خریدنا پڑتا ہے جس پر ان کمپنیوں کو سود بھی ملتا ہے، تو ظاہر ہے کہ کمپنیوں کا یہ عمل ضرورتاً ہے جس کی گنجائش ہے، لہذا سودی رقم سے بچتے ہوئے ان کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت شرعاً جائز و درست ہے۔ شیئرز ہولڈر پر لازم ہوگا کہ بینک سے ملنے والی سودی رقم سے حصہ نہ لے، اور اگر حصہ لیتا ہے تو اس کے بقدر بلانیت ثواب صدقہ کردے۔

فی القنیة لو کان الخبیث نصابا لا یلزمه الزکوة لأن الکل واجب التصدق علیه فلا یفید إیجاب التصدق ببعضه أو مثله فی البزازیة (ردالمحتار کتاب الزکوۃ ۲/۲۵)۔

۷- سود پر لئے گئے قرض سے حاصل ہونے والے منافع کی شرعی حیثیت:

سود پر لئے گئے قرض کی صورت میں چونکہ قرض کی رقم فی نفسہ جائز اور حلال ہے، اس رقم کے ساتھ حرمت کی آمیزش نہیں ہے، لہذا سود پر لئے گئے قرض سے جو منافع حاصل ہوں گے وہ بھی شرعاً حلال ہوں گے۔ ان کو لے کر اپنے ذاتی مصرف میں استعمال کرسکتے ہیں۔ وہ قرض یقیناً مفید ملک ہے۔ اس کے مفید ملک نہ ہونے کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

۸- بورڈ آف ڈائریکٹرس کی حیثیت:

اوپر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کمپنی کا معاملہ یا تو شرکت عنان میں شامل ہے یا مضاربت میں، اور شرکت عنان میں دونوں فریق ایک دوسرے کے وکیل ہوتے ہیں۔ اور جب کام کی شرط ایک فریق پر لگادی جائے تو کام کرنے والا فریق اپنے سرمایہ کے بقدر اصیل ہوگا اور اپنے شریک کے سرمایہ میں وکیل ہوگا۔ اسی طرح مضاربت میں مضارب، رب المال کا وکیل ہوتا ہے، لہذا کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرس کی حیثیت شیئر ہولڈر کے وکیل کی ہوگی اور اس کا عمل شیئر ہولڈر کا عمل سمجھا جائے گا (دیکھئے: تحفۃ الفقہاء ۳/۷، ۲۱، درمختار ۴/۴۸۴، امداد الفتاوی ۳/۴۹۰)۔

Marfat.com

۹-شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کا اظہار کافی ہے؟

یہ تو صحیح ہے کہ اصولی طور پر وکیل کے تصرفات مؤکل کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اور اگر وکیل خلاف شرع کوئی عمل کرتا ہے تو مؤکل بری الذمہ نہیں ہوگا۔ لیکن یہ بھی طے شدہ حقیقت ہے کہ وکیل اسی عمل اور تصرف کا مجاز ہوتا ہے جس کی اجازت مؤکل نے صراحۃً یا دلالۃً دی ہو۔ اگر مؤکل نے کسی عمل سے صراحۃً روک دیا تو وکیل کو اس کا اختیار نہیں ہوگا، اور وکیل کا وہ عمل مؤکل کی طرف منسوب نہیں ہوگا، لہذا مذکورہ صورت میں بورڈ آف ڈائریکٹرس کا سودی قرض لینا جو عام حالات میں خلاف شرع عمل ہے، یہ عمل شیئر ہولڈرس کی طرف منسوب ہوسکتا تھا اس لئے کہ شیئر ہولڈرس کی جانب سے صراحۃً نہیں تو دلالۃً اجازت سمجھی جاسکتی تھی لیکن جب کوئی شیئر ہولڈر کمپنی کے عملہ کو عام حالات میں سودی قرض لینے سے پوری قوت کے ساتھ منع کردے اور صراحۃً اپنے اختلاف کا اعلان کردے تو اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس اعلان کی بنا پر خلاف شرع عمل سے بری الذمہ ہوگا اور وکیل کا عمل مؤکل کی جانب منسوب نہیں ہوگا (دیکھئے: امداد الفتاوی ۳/۴۹۱)۔

۱۰-منافع سے متعینہ سودی رقم نکال کر صدقہ کردینا کافی ہوگا:

اگر کمپنی کے منافع میں سودی رقم بھی شامل ہو اور وہ رقم متعین و معلوم ہو تو شیئر ہولڈر کے لئے سود کی اتنی رقم نکال کر بلانیت ثواب صدقہ کردینا کافی ہوگا، اور بقیہ رقم حلال ہوگی، اس کو شیئر ہولڈر اپنے مصرف میں استعمال کرسکتا ہے۔ اس مسئلہ پر فتاوی ہندیہ کے اس جزئیہ سے بھی روشنی ملتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان، کسی نصرانی کو مال مضاربت کے لئے دے تو کراہت کے ساتھ جائز ہوگا، اگر وہ نصرانی شراب اور خنزیر کی تجارت کرے اور نفع ہو تو امام صاحب کے قول کے مطابق یہ معاملہ مضاربت کے اصول پر جائز ہوگا، لیکن مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے حصہ کے بقدر نفع کو صدقہ کردے۔

إذا دفع المسلم إلى النصراني مالا مضاربة بالنصف فهو جائز إلا أنه

Marfat.com

مکروہ فإن اتجر فی الخمر والخنزیر فربح جاز علی المضاربة فی قول أبی حنیفة رحمه الله تعالی و ینبغی للمسلم أن یتصدق بحصته من الربح (فتاوی ہندیہ ۴؍۳۳۳)۔

۱۱-سودی آمدنی سے حاصل شدہ منافع:

اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو شیئر ہولڈر کے لئے اپنے حصہ سے صرف سود کے تناسب سے رقم نکال کر صدقہ کر دینا کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ سودی رقم اور اس سے حاصل ہونے والے تمام منافع نکال کر بلا نیت ثواب صدقہ کرنا ہوگا، اس لئے کہ مال حرام یا ذریعہ حرام سے حاصل کیا ہوا نفع بھی حرام ہوتا ہے، جس کی صراحت اور اس سے متعلق متعدد جزئیات کتب فقہ میں موجود ہیں۔

۱۲-شیئرز کی تجارت:

تاجروں کے عرف میں شیئر مال متقوم ہے اور مال متقوم کی خرید و فروخت شرعاً جائز و درست ہے۔ شیئر کی خرید و فروخت درحقیقت کمپنی کے اس سرمایہ کی خرید و فروخت ہے جس کا مالک شیئر ہولڈر ہے، اور سرمایہ کی خرید و فروخت کمی بیشی کے ساتھ جائز و درست ہے۔ نیز مال کی ذخیرہ اندوزی تاکہ قیمت میں اضافہ کے وقت فروخت کیا جائے اس وقت ممنوع ہے جبکہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہو اور بازار میں وہ مال نہ ملتا ہو، ذخیرہ اندوزی کی صورت میں لوگ پریشان و حرج میں مبتلا ہوں، اور اگر اس طرح کی بات نہ ہو تو ذخیرہ اندوزی ممنوع نہیں ہے۔ شیئرز کو خرید کر رکھنے میں لوگوں کو کوئی حرج نہیں ہے، لہذا اس کی تجارت کرنا اور اس کو خرید کر رکھنا تاکہ قیمت میں اضافہ کے وقت اس کو فروخت کیا جائے شرعاً جائز و درست ہے۔ تجار دیگر اموال کو خرید کر رکھتے ہیں اس امید پر کہ قیمت میں اضافہ کے وقت فروخت کریں گے۔ اکثر قیمت میں اضافہ بھی ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ خسارہ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بھی قیاس آرائی ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر تخمین و قیاس آرائی ممنوع اور خلاف شرع نہیں ہے، بلکہ وہ تخمین اور قیاس آرائی

Marfat.com

ممنوع ہے جس میں غرر اور دھوکہ ہو۔

۱۳- فیوچر سیل کا حکم:

فیوچر سیل جس میں نہ بائع مال دیتا ہے اور نہ مشتری ثمن، بلکہ مقررہ تاریخ پر بڑھتے ہوئے دام کی صورت میں منافع اور گھٹتے ہوئے دام کی صورت میں خسارہ ادا کیا جاتا ہے، تو حقیقت میں یہ بیع نہیں ہے بلکہ یہ قمار و جوا کی ایک شکل ہے، یہ صورت شرعاً جائز نہیں ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

۱۴- غائب سودا کی بیع:

یہ سوال وضاحت طلب ہے، اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ مبیع موجود نہیں ہے، اور بائع یہ کہتا ہے کہ فلاں چیز موجود نہیں ہے، آنے کی امید ہے، اس کے آجانے پر میں تمہارے ہاتھ اتنے روپئے میں فروخت کر دوں گا، اور خریدار کہتا ہے کہ میں خرید لوں گا، تو شرعاً یہ بیع نہیں ہے بلکہ وعدہ بیع ہے، اس لئے کہ صحت بیع کے لئے ایک شرط تو یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایسے صیغہ سے ہو جس میں انشاء کا مفہوم پایا جائے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ مبیع موجود ہو۔ یہاں پر دونوں شرطیں مفقود ہیں، لہذا یہ بیع صحیح نہیں ہوگی، اور بیع کے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے۔

۱۵- شیئرز پر قبضہ کی حقیقت:

جمہور فقہاء کے نزدیک ہر چیز پر قبضہ حسی ضروری نہیں ہے بلکہ بعض چیزوں میں معنوی قبضہ بھی کافی ہے اور ہر چیز پر قبضہ اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوگا جس کی بنا عرف و عادت پر ہوگی۔ فقہائے کرام نے شئی کے ضمان میں آجانے، حقوق و ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جانے اور غرر و دھوکہ سے محفوظ رہنے کی صورت میں قبضہ تصور کیا ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں جبکہ شیئرز کے خریدتے ہی قانونی طور پر کمپنی کے اثاثے اور املاک شیئر کے بقدر خریدار کے ضمان میں آجاتے ہیں اور حقوق و ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں گرچہ قانونی دشواریوں کی وجہ سے شیئر سرٹیفیکٹ نہ ملا ہو پھر بھی شیئرز خریدتے ہی اس

Marfat.com

پر خریدار کا قبضہ سمجھا جائے گا اور اس میں ہر جائز تصرف کا اختیار ہوگا۔

۱۶- شیئرز سرٹیفیکٹ حاصل ہونے سے قبل شیئرز کی خرید و فروخت:

جب شیئرز خریدتے ہی شیئرز کے بقدر کمپنی کے تمام اثاثے اور املاک خریدار کے ضمان میں آ جاتے ہیں اور تمام حقوق و ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں تو اس کو قبضہ تسلیم کیا جائے گا، اور شیئرز سرٹیفیکٹ کے حاصل ہونے سے قبل شیئرز کی خریداری کے دوسرے یا چوتھے دن خریدار کا دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز و درست ہوگا۔ اس کو بیع بعد القبض کہیں گے نہ کہ بیع قبل القبض۔ اسی طرح تیسرے یا چوتھے کے ہاتھ فروخت کرنا بھی جائز و درست ہوگا۔

۱۷- شیئرز کی خرید و فروخت میں ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا:

جن صورتوں میں شیئرز کی خرید و فروخت شرعاً ناجائز ہے ان صورتوں میں بروکر یعنی ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا بھی ناجائز ہوگا، اس لئے کہ یہ گناہ اور خلاف شرع امور میں تعاون دینا ہے۔ جس کی ممانعت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ البتہ جن صورتوں میں شیئرز کی خرید و فروخت شرعاً جائز و درست ہے ان صورتوں میں ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا بھی جائز و درست ہوگا۔ یہ در حقیقت دلالی کی ایک صورت ہے، اور فقہاء کرام کی صراحت موجود ہے کہ ضرورت کی بنیاد پر پیشۂ دلالی اور اس کی اجرت شرعاً جائز و درست ہے (ردالمحتار ۲۹/۵)۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز

ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ الزحیلی ☆

تمہید:

اسٹاک کمپنیوں (Stock Companies) میں شیئرز کے ذریعہ کاروبار رائج اور اہمیت کا حامل ہو گیا ہے، اس قسم کے کاروبار کا مقصد اجتماعی محنت کی شکل میں انفرادی یا جزئی رقوم کے ایک مجموعہ کی سرمایہ کاری کر کے یا ان کو کاروبار میں لگا کر منافع حاصل کرنا ہوتا ہے۔ عموماً عام لوگ اس کاروبار کی ایک بڑی اسکیم کو تن تنہا چلانے پر قادر نہیں ہوتے، لہذا بڑے سرمائے کو شیئرز یعنی ان کاروباری دستاویزات (Commercial Papers) کے ذریعہ تقسیم کیا جاتا ہے جنہیں اسٹاک ایکسچینج یا دیگر مارکیٹوں میں آفر کئے جاتے ہیں، اور دسیوں یا سیکڑوں افراد کی طرف سے جن کی قیمت ادا کی جاتی ہے۔

اس طرح بڑی بڑی صنعتی یا زرعی تجارتی اسکیموں کی سرمایہ کاری کے لئے بینکوں یا دیگر فنڈز اور مقامات میں جمع شدہ پرائیوٹ اور پوشیدہ سرمائے سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوتا ہے۔

شیئرز کی بالفور یا بتاخیر، قبضہ کے ذریعہ یا بغیر قبضہ کے، براہ راست یا ایجنٹوں اور بروکر (Broker) کے ذریعہ، خرید و فروخت کے مختلف پہلوؤں کے تعلق سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

شیئرز کے ذریعہ شراکت داری کا مسئلہ اس وقت اور پیچیدہ ہو جاتا ہے جب جوائنٹ

☆ دمشق یونیورسٹی، سیریا۔

Marfat.com

اسٹاک کمپنی اپنی اسکیم کو فروغ دینے، اسے کامیاب بنانے، اس کے کاروبار کے دائرہ کو وسیع کرنے، اس کو زیادہ فعالیت عطا کرنے اور زیادہ مفید اور انتہائی ترقی یافتہ مشینوں کی خریداری کے لئے بینکوں سے سودی قرضے لینے پر مجبور ہوتی ہے۔

مقالہ کے موضوعات:

زیرنظر مقالہ مندرجہ ذیل موضوعات پر مشتمل ہے:

۱- کیا شیئرز کمپنی میں جزوملکیت کی حیثیت رکھتے ہیں یا یہ رقوم کی دستاویز ہیں؟

۲- کمپنی کے اپنے کاروبار شروع کرنے سے پہلے خریدے گئے شیئرز کی بیع؟

۳- ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت جس کے قیام کے بعد اس کا سرمایہ سودی اور غیر سودی دونوں کے مجموعہ مال پر مشتمل ہو؟

۴- حرام کاروبار کرنے والی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم؟

۵- ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم جس کا کاروبار تو حلال ہو لیکن انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کے لئے اسے سودی قرض لینا پڑتا ہو؟

۶- ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم جس کا کاروبار حلال ہو مگر اسے اپنے سرمائے کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہوں؟

۷- سودی قرض سے حاصل ہونے والے منافع کا حکم۔ کیا وہ حلال اور مفید ملک ہیں؟

۸- کیا کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئرز ہولڈر کا وکیل ہے؟

۹- کیا کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے کے فیصلہ سے اختلاف کرنا اسے سودی قرض کے وبال سے بری الذمہ کردے گا؟

۱۰- کیا شیئر ہولڈر کے لئے سود سے پیدا شدہ متعین منافع کے بقدر صدقہ کردینا کافی ہے؟

۱۱- کیا کل آمدنی میں مخلوط سود سے حاصل شدہ منافع کے بقدر صدقہ کردینا شیئرز ہولڈر کیلئے کافی ہے؟

Marfat.com

۱۲- قیمتوں کے بڑھنے کی صورت میں شیئرز کی تجارت (یعنی نفع کے ساتھ اس کو فروخت کرنے) کا کیا حکم ہے؟

۱۳- شرعاً فیوچر سیلز (جس میں نہ مبیع کی حوالگی ہوتی ہے اور نہ ہی ثمن کی ادائیگی) کا کیا حکم ہے؟

۱۴- کسی شیئے کے سلسلے میں ہونے والی اس بیع کا کیا حکم ہے جس کی اضافت مستقبل کی طرف کی گئی ہو؟

۱۵- حکمی قبضہ سے متصف شیئرز کی اس خرید کا کیا حکم ہے جس میں شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ حسی مؤخر ہو؟

۱۶- قبضۂ حسی سے پہلے شیئرز کی بیع کا کیا حکم ہے؟

۱۷- اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکرز یعنی ایجنٹ کی حیثیت سے کاروبار کرنے کا کیا حکم ہے؟

۱۔ کیا شیئرز کی حیثیت کمپنی میں حصہ کی ہے یا رقوم کے دستاویز کی ہے؟

شیئرز: یکساں قیمت(Value) کے حامل، نا قابل تقسیم(Indivisible) اور تجارتی ذرائع سے قابل تداول وہ دستاویزات(Documents) ہیں جو کمپنیوں کے اصل سرمائے میں شراکت اختیار کرنے والے شیئر ہولڈرز کے حقوق کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مصری سِول قانون کی دفعہ ۵۰۵، اور شامی سِول قانون کی دفعہ ۴۷۳ میں کمپنی کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ:

کمپنی ایک ایسا عقد ہے جس کے بموجب دو یا دو سے زائد اشخاص اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک سرمایہ یا محنت کا ایک حصہ پیش کر کے کسی مالی اسکیم میں شراکت اختیار کرے گا، اور اس اسکیم سے پیدا شدہ نفع یا نقصان آپس میں تقسیم ہوں گے۔

موجودہ تجارتی قانون کے ماہرین کی اس تعریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ: شیئرز وہ

Marfat.com

دستاویزات ہیں جنہیں شیئرز کمپنی جاری کرتی ہے، اور یہ کمپنی کے اصل سرمائے اور اس کے ضمن میں حاصل ہونے والے حقوق میں مشترک حصص کی نمائندگی کرتے ہیں، کمپنی کے اصل اثاثے اور اس سے حاصل شدہ حقوق کا دارومدار کمپنی کی خالص املاک، اس کی آمدنیوں اور اس کے انتظام وانصرام پر ہوتا ہے، لہذا کمپنی ایک قسم کا عقد ہے، کیونکہ یہ شرکاء کے اتفاق کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔

شیئر کمپنی کے اصل اثاثے کے ایک جزو کی نمائندگی کرتا ہے، اور اس کا مالک شیئر ہولڈر ہوتا ہے، شیئرز کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں [۱]:

۱۔ یہ مساوی درجہ (Face Value) کے حامل ہوتے ہیں: یہ وہ قیمت ہے جو شیئرز کے اجراء کے وقت طے پاتی ہے اور اسی کے ساتھ شیئرز جاری کئے جاتے ہیں، یہی وہ قیمت ہے جس کی تحدید قانونی طور سے دنیا کے بعض ملکوں جیسے متحدہ عرب امارات میں ایک اور سو درہم کے درمیانی تناسب سے کی جاتی ہے۔

۲۔ یہ ناقابل تجزی ہوتے ہیں: یعنی کمپنی کے مقابلہ میں ایک سے زائد شیئر ہولڈرس کی صورت میں یہ کسور کی شکل میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔

۳۔ تجارتی طریقے سے رواج پذیر ہوتے ہیں: یعنی معروف تجارتی طریقوں سے اور کمپنی کی طرف سے بغیر کسی سِول آرڈر کے شیئرز کی ملکیت ایک شخص سے دوسرے تک منتقل ہو سکتی ہے، اگر شیئر شیئر ہولڈر کی اجازت یا اس کے حکم سے جاری کیا گیا ہو تو اس کی منتقلی توثیق سے ہوگی اور اگر وہ Bearer Share ہو تو اس کی منتقلی محض دستی حوالگی ہی سے ہو جائے گی، شیئر ہولڈرس پر حکومتی نگرانی و سرپرستی کی ضمانت کی خاطر، عموماً شیئرز نامزد ہوتے ہیں۔ جہاں تک بانڈز (Bonds) کا تعلق ہے تو وہ متعین نام سے بھی ہوتے ہیں اور Bearer بھی ہوتے ہیں۔

الغرض شیئرز کمپنی کے سرمائے میں حصص کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر شیئرز اپنی

Marfat.com

فطرت وحقیقت کے اعتبار سے مستقل بالذات نقود اور کمپنی کی عینی املاک یعنی فرنیچرز، عمارتوں، مشینوں، اوزار، مصنوعات اور تیار شدہ ساز وسامان، یا غیر تیار شدہ خام یا پختہ مال، اور دوسروں کے ذمہ کمپنی کی واجب الاداء دیون کا مجموعہ قرار پاتے ہیں، یہ تمام اشیاء شیئرز اور اس کی تشکیل کے ذیل میں آتی ہیں۔ اب ایسی صورت میں شیئرز کی خرید وفروخت نقد کی نقد کے ساتھ خرید و فروخت نہیں بلکہ یہ نقود کا اپنے بالمقابل نقود واملاک کے مجموعہ سے تبادلہ ہے۔

شیئر ہولڈر اگر اپنا شیئر فروخت کر دے تو اس کے بالمقابل حصہ کا وہ مالک قرار پائے گا، اسی طرح کمپنی کے تحلیل ہونے کی صورت میں بھی وہ اپنے شیئرز کے بالمقابل حصص کا بحیثیت مالک مستحق ہوگا، اور اگر شیئر میں نفع ہوگا تو اس میں بھی اس کا حق ہوگا۔ اور اگر کمپنی کو خسارہ ہو تو وہ اپنی زیر ملکیت شیئرز کے تناسب سے خسارہ بھی برداشت کرے گا، اس کے برعکس جو عمل بھی ہوگا اس سے کمپنی کے عقد کے تقاضوں کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

شیئرز کی حیثیت اداشدہ رقوم کی دستاویزات جیسی ہرگز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تو ان قرضہ جات کے ذرائع ہیں جن پر متعین شرح سے سود واجب الاداء ہوتے ہیں، ان کے مالکان کو کمپنی میں شراکت کا حق حاصل نہیں ہے، اور نہ ہی شیئرز کی شیئرز کے ساتھ بیع وشراء نقد کی نقد کے ساتھ بیع وشراء ہے، اور قرضہ جات ایک متعین قیمت کی نمائندگی کرتے ہیں، لہذا مقروض کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں اس کی املاک ضبط کی جاسکتی ہیں، اس کا کمپنی کی املاک اور اثاثوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیئرز کی اس حیثیت کا تعین کر کے اس کے مناسب شرعی احکام اس پر مرتب کئے جاسکتے ہیں، خواہ اس کا تعلق شیئر ہولڈرس کے ذمہ ادائیگی زکاۃ کے وجوب سے ہو، یا شیئرز کو متداول اور قابل بیع وشراء بنانے سے، یا کمپنی کے کاروبار کے نتیجہ میں حاصل شدہ منافع کے واجب الاداء ہونے سے، یا کمپنی کے مالکان کو ہر شیئر کی واضح ملکیت کے تناسب سے پیش آمدہ خسارے کو برداشت کرنے کا پابند بنانے سے۔

Marfat.com

۲۔ کمپنی کے کاروبار شروع کرنے سے پہلے خریدے گئے شیئرز کی بیع:

کمپنی کے قیام کے بعد اور اس کے کاروبار کے آغاز اور اس اسکیم کو جس کے پیش نظر کمپنی کا قیام عمل میں آیا ہے، روبعمل لانے سے قبل خریدے گئے شیئرز کی بیع درست ہے، بشرطیکہ عقد صرف کے شرائط اور اس کے ضوابط کا تحقق ہو، اس لئے کہ یہ نقد کی نقد کے ساتھ خرید و فروخت ہے، اور حرام (ربا) میں پڑنے سے بچانے کے لئے اس پر بیع صرف کے احکام منطبق ہوں گے۔

مختصراً بیع صرف کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

ا۔ ادھار سود (**ربا النسیئۃ**) کی زد سے بچانے کے لئے مجلس معاملہ سے متعاقدین کے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کا تحقق۔

۲۔ مماثلت: اگر نقد کی بیع اس کی جنس سے ہو جیسے سونے کی بیع سونے سے، یا چاندی کی چاندی سے، یا نقدی نوٹ کی بیع اس کے مثل سے ہو، تو مقدار میں مماثلت واجب ہے، دونوں ثمن میں وزن کے اعتبار سے، اور نقدی نوٹوں میں تعداد کے اعتبار سے، اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی جائز نہیں ہے۔

۳۔ عقد میں خیار شرط نہ ہو: اس لئے کہ اس عقد میں عوضین پر قبضہ شرط ہے، اور خیار شرط (اختلاف فقہاء کے اعتبار سے) ثبوت ملک یا تکمیل ملک کے لئے مانع ہے، اور خیار، قبض مشروط میں مخل ہوتا ہے، قبض مشروط سے مراد وہ قبضہ ہے جس سے تعیین کا حصول ہوتا ہے، لہذا اس خیار کی شرط لگاتے ہی عقد فاسد ہو جائے گا۔

۴۔ اس میں کوئی مدت نہ ہو: اس لئے کہ عقد میں متعاقدین کے جدا ہونے سے پہلے عوضین پر قبضہ مطلوب ہے، اور مدت سے قبضہ مؤخر ہوگا، لہذا یہ عقد فاسد ہوگا۔

اخیر کی دو شرطیں بیع صرف میں واجب قبضہ سے متفرع ہیں، اور شروع کی دو شرطیں **ربا النسیئۃ** میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے لگائی گئی ہیں۔

Marfat.com

جدہ اسلامک فقہ اکیڈمی کی چوتھی کانفرنس (منعقدہ ۱۴۰۸ھ۔مطابق ۱۹۸۸ء) کے فیصلہ میں مقارضہ بانڈز یا دستاویزات مضاربہ پر گفتگو کے ضمن میں درج ذیل صراحت موجود ہے:

فقرہ ۔اَ: اگر جمع شدہ مال قراض (مضاربہ) اندراج کے بعد اور سرمائے سے کاروبار کے آغاز سے قبل نقود کی شکل میں برقرار ہوں، تو مقارضہ بانڈز (MBs) کی منتقلی اور اس کا تداول نقد کا نقد سے تبادلہ قرار پائے گا، اور اس پر بیع صَرف کے احکام منطبق ہوں گے۔

۳۔ایسی کمپنی کے شیئرز کی بیع کا حکم جس کا سرمایہ سودی وغیر سودی دونوں طرح کے مال پر مشتمل ہو:

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بعض شیئرز کی بیع کمپنی کے قیام اور اس کے کاروبار کے شروع ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے، لیکن اگر ایسی صورت میں کمپنی کا اصل سرمایہ حرام سے مخلوط ہو، اس طور پر کہ مجموعہ مال ربوی اور غیر ربوی دونوں پر مشتمل ہو تو یہ بیع ضرورت یا حاجت کے پیش نظر درست ہوگی اور یہ آمدنی مشتبہ قرار پائے گی، لہذا ان سودی قرضہ جات کے تناسب سے جن سے یہ آمدنی حاصل ہوئی ہے منافع کا ایک حصہ نکالنا واجب ہے، اور یہ ناجائز آمدنی ضرورت مندوں پر صرف کی جائے گی۔اس سے کسی شخص کے ذمہ عائد ہونے والے اخراجات نہیں پورے کئے جاسکتے، نہ ہی یہ رقم ان لوگوں پر خرچ کی جاسکتی ہے جن کا نفقہ اس کے ذمہ لازم ہو، اور اس سے سوائے اس ٹیکس کے جو اس آمدنی کے ساتھ مخصوص ہو، دوسرے حکومتی ٹیکس نہیں ادا کئے جائیں گے، لہذا عام ضرورت وحاجت کے نہ پائے جانے کی صورت میں اس قسم کی بیع وشراء جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اصل سرمائے کی حرمت کو تقویت پہنچانے والا شبہ موجود ہے، ہاں اگر اصل سرمایہ سود سے پاک ہو تو اس قسم کی خرید وفروخت جائز ہے۔

مذکورالصدر فقہ اکیڈمی کی طرف سے مقارضہ بانڈز کے سلسلے میں کئے گئے فیصلے میں دو فقروں پر مشتمل مندرجہ ذیل باتوں کی صراحت موجود ہے، جو رأس المال کے سود سے پاک

Marfat.com

ہونے کی صورت میں شیئرز کی بیع وشراء اوران کی منتقلی پر منطبق ہوتی ہے:

ب: اگر مال مقارضہ دیون کی شکل میں ہوتو عقد دیون کے احکام مقارضہ بانڈز کے تداول پر منطبق ہوں گے۔

ج: اگر مال مقارضہ نقود، دیون، اعیان اور منافع کے مجموعی اثاثے کی صورت میں ہو تو فریقین کے درمیان طے شدہ قیمت کے مطابق مقارضہ بانڈز کا تبادلہ درست ہے، بشرطیکہ اس صورت میں اعیان ومنافع غالب ہوں، لیکن اگر نقود یا دیون غالب ہوں تو تبادلہ میں نقود کے تبادلہ یا دیون کی بیع کے سلسلہ میں طے شدہ شرعی احکام ملحوظ رکھے جائیں گے۔

یہ واضح رہے کہ نقود کی بیع کا عقد صَرف کے مذکورہ احکام کا تابع ہونا ضروری ہے، دیون کی ایک دوسرے کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی مختصر تفصیل یہ ہے [۱]:

☆ اگر دَین کی بیع نقد ہو، تو مذاہب اربعہ میں مقروض کو دَین کی بیع یا اس کے ہبہ کرنے کا حق ہے، اس لئے کہ اس صورت میں حوالگی کی ضرورت نہیں ہے، مذہب ظاہریہ اور حنفیہ کے نزدیک دَین کی بیع مدین کے علاوہ کے لئے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بیع میں حوالگی مفقود ہے۔

☆ اور اگر دَین کی بیع ادھار یعنی ایک مدت کو مؤخر ہو جیسے ''بیع الکالی بالکالی'' یعنی دَین کی دَین سے بیع، تو یہ شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے ''بیع الکالی بالکالی'' سے منع فرمایا ہے [۲]۔

لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دَین کی دَین سے بیع جائز نہیں ہے، خواہ یہ مدین سے ہو یا غیر مدین سے اور دین: مبیع کے ثمن، قرض کے بدل، عورت کے مہر، منفعت کے بدلہ اجرت، معاوضۂ جنایت، تاوان اتلاف، عوض خلع اور سامان سلم کے مثل ہے۔

''البرکہ'' بینک کے چھٹے سمینار کی طرف سے جاری کردہ فتوی نمبر ۵ میں ان شراکت دار کمپنیوں کے شیئرز خریدنے سے متعلق جن کو بعض اوقات سودی قرض کے لین دین کا معاملہ کرنا پڑتا ہو، مندرجہ ذیل تفصیل ملتی ہے:

Marfat.com

(الف) مسلم ممالک میں قائم عام کمپنیوں کے معاملات کو اسلامائز (Islamise) (کرنے کی خاطر ان کے شیئرز خریدنا ایک امر مطلوب ہے، اس لئے کہ اس صورت میں مسلمانوں کے لئے احکام شرع کی پابندی کے زیادہ سے زیادہ مواقع اور امکانات ہیں۔

(ب) غیر مسلم ممالک کی کاروباری کمپنیوں کے شیئرز خریدنا سرمایہ کاروں کے لئے اس صورت میں درست ہے جب انہیں ایسا متبادل نہ ملے جو شائبہ سے پاک ہو۔

(ج) اسلامی مالیاتی اداروں کی طرف سے کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جائز ہے، بشرطیکہ فاضل نقود کی سرمایہ کاری مقصود ہو، اور اس میں شریک ہونے کے لئے افراد کو تعاون دینے کی خاطر سرمایہ کاری کے خصوصی فنڈز قائم کئے جائیں۔

اس تفصیل کی بنیاد پر اسلامی بینکوں کے لئے جائز مقاصد کی حامل کمپنیوں کے شیئرز خریدنا، اسی طرح ان کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جو کبھی کبھار سودی قرض کے لین دین کا معاملہ کرتی ہوں، جائز ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد ان کمپنیوں کے کاروبار کو صحیح اسلامی رخ دینا ہو، اور یہ اس صورت میں جبکہ مشتری کو ظن غالب ہو کہ وہ ایسا کرنے پر قادر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر ان کمپنیوں کے شیئرز کی خرید کا مقصد ان کے معاملات اور کاروبار کو اسلامائز کرنا نہ ہو تو بغیر ضرورت یا حاجت کے اس قسم کے شیئرز کی خرید درست نہیں ہے، اس لئے کہ کمپنی کے اصل سرمایہ کا مالی ربوی اور غیر ربوی دونوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا شبہ موجود ہے۔

اسی طرح ضرورت کے وقت اسلامی بینکوں کے لئے جائز ہے کہ وہ جائز مقاصد کی حامل کمپنیاں اور ان کمپنیوں کے شیئرز خریدیں جن کو کبھی کبھار سودی قرض کے لین دین کا معاملہ کرنا پڑتا ہو، اور یہ بھی اس صورت میں جب کہ اس کا مقصد زائد (Liquidity) کو اسلامی بینکوں میں صرف کرنا اور ضرورت کے وقت انہیں رواں کرنا ہو، ایسا اس لئے کہ اسلامی بینکوں کو شدید ضرورت ہے کہ وہ ان سرگرمیوں کو انجام دیں، تاکہ ان کے اس پیغام کی اشاعت کا سلسلہ

Marfat.com

جاری رہے جس کا مقصد امت مسلمہ کو غیر شرعی معاملات سے نجات دلانا ہے۔

جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے تو ان کے لئے ضرورت یا حاجت کے سوا ان کا خریدنا جائز نہیں، اس لئے کہ شیئرز کمپنی کے اصل سرمایہ میں حرمت موجود ہے۔ بخاری اور مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر کی یہ روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

"إن الحلال بيّن وإن الحرام بيّن، وبينهما أمور مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه و عرضه ، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام....".

(بلاشبہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، تو جس نے شبہات سے پرہیز کیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا، اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑا)۔

شراح حدیث کہتے ہیں: جو مشتبہ امور کو اور ان کی حرمت کو جانتا ہو، اس کے لئے جائز نہیں کہ ان کو اختیار کرے، بلکہ وہ اپنے علم کی ہدایت پر عمل کرے، اس کی تائید گذشتہ حدیث کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو صحیحین میں مذکور ہے:

"ومن اجترأ على ما يشک فيه من الإثم، أوشک أن يواقع ما استبان".

(اور جس کسی نے ایسے امر جس کے گناہ ہونے میں شبہ ہو، کے ارتکاب کی جسارت کی تو قریب ہے کہ وہ صریح گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے)۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے رسول اللہ ﷺ سے مروی حضرت عبد اللہ بن یزید کی یہ حدیث نقل کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع ما لابأس به حذراً لما به بأس".

Marfat.com

(بندہ کا شمار متقیوں میں اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان چیزوں سے پرہیز کرتے ہوئے جس میں کوئی حرج ہے، ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہیں)۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کمالِ تقوی یہ ہے کہ بندہ اللہ سے تقوی کرنے، یہاں تک کہ ایک ذرہ کے برابر اللہ سے تقوی کرے، حتی کہ تقوی کے پیش نظر بعض حلال چیزوں کو ترک کردے اس اندیشے سے کہ (ہوسکتا ہے) وہ حرام ہوں.....

اس کا مطلب ہے کہ اشیاء تین قسم کی ہیں:

اللہ تعالی نے جس کے حلال ہونے کی تصریح فرمادی وہ حلال ہے، اور اللہ تعالی نے جس کے حرام ہونے کی صراحت فرمادی وہ واضح طور پر حرام ہے، اور جہاں تک شبہات کا تعلق ہے تو ان میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کے بارے میں کتاب وسنت کے دلائل مختلف ہوں اور جس کے مفاہیم ومعانی میں متعدد احتمالات ہوں، تو ایسی چیز سے پرہیز غایت درجہ احتیاط اور ورع کی بات ہے۔ مشتبہ امور کے سلسلہ میں علماء کی تین آراء ہیں:

ایک طبقہ جو سد ذرائع کا قائل ہے اس کا کہنا ہے کہ: یہ حرام ہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "استبرأ لدينه وعرضه" اس نے اپنے دین وعزت کو بچالیا، لہذا جو اپنے دین اور اپنی عزت کو نہ بچاسکا وہ حرام میں مبتلا ہوا۔ دوسرا طبقہ جو سد ذرائع کا قائل نہیں ہے، کہتا ہے: یہ حلال ہیں، ان کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "كالراعي يرعى حول الحمى" اس چرواہے کی طرح جو چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حلال ہے، اور اس کو ترک کرنا ورع ہے۔ تیسرا طبقہ کہتا ہے: حدیث میں مذکور مشتبہ امور نہ حلال ہونے کی صراحت کرتے ہیں، نہ حرام ہونے کی، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں حلال صریح اور حرام صریح کے درمیان رکھا ہے، لہذا ہمیں چاہئے کہ اس سلسلہ میں توقف کریں، اور یہ بھی ورع ہی کے باب میں آتا ہے۔

ہماری اس وقت کی گفتگو کا موضوع ان شراکت دار کمپنیوں کے شیئرز کی خرید ہے جن کا

Marfat.com

اصل سرمایہ ربوی اور غیر ربوی دونوں کے مجموعہ مال پر مشتمل ہو: اس کا تعلق حرام کی اس نوع سے ہے جس کی حرمت معلوم ہے، اور جو صرف ضرورت ہی کے وقت مباح ہے، چونکہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح بنا دیتی ہیں، اور حاجت ضرورت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔

لہذا ضرورت کے وقت ایسی کمپنی کے شیئرز کا لینا درست ہے جس کا مقصد جائز ہو، لیکن اس کو سودی قرض لینا پڑتا ہو، اور شیئرز سالانہ آمدنی والے ہوں، شرط یہ ہے کہ سودی قرضہ جات جن سے آمدنی حاصل ہوئی ہے، کے تناسب سے اس آمدنی کا ایک حصہ نکال دیا جائے، اور ناجائز آمدنی کا یہ حصہ ضرورت مندوں پر خرچ کیا جائے گا، اس سے کسی کے ذمہ عائد ہونے والے اخراجات نہیں پورے کئے جائیں گے، نہ اسے اس شخص پر صرف کیا جا سکتا ہے جس پر کوئی نفقہ لازم ہے، اور نہ اس سے ٹیکس کی ادائیگی کی جائیگی، سوائے ٹیکس کے اس حصہ کے جو اس آمدنی کے ساتھ خاص ہو۔

۴-حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شراکت دار کمپنیوں کی طرف سے شرعاً حرام کاروبار کے سلسلے میں جاری کئے گئے شیئرز کی خرید و فروخت اور ان کی تجارت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، یہ ان حرام امور میں سے ہے جن کی آمدنی کا حصول اور جن سے انتفاع حرام ہے، جیسے شراب کی تجارت، خنزیر کے گوشت کی خرید و فروخت اور اس کی درآمد و برآمد، خواہ مسلم ممالک میں یا غیر مسلم ممالک میں جیسے یورپ، امریکہ، ہندوستان اور جاپان وغیرہ، اسی طرح سودی اسکیموں اور سودی بینکوں میں سرمایہ کاری کرنا حرام ہے، اسی کے ذیل میں بڑی بڑی کمپنیوں کے تحت چلائے جانے والے وہ ہوٹل بھی آتے ہیں جو اپنے کھانوں میں خنزیر کا گوشت اور الکوہل ملے ہوئے مشروبات (Alcoholic Drinks) پیش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"....و حرم الربا"۔ اور اس نے (اللہ تعالی نے) سود کو حرام کیا (البقرہ:۲۷۵)۔

"حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزيروما أهل لغير الله به"

Marfat.com

(المائدہ:۳)۔

''قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق ''(الأعراف:۳۳)۔

اثم: شراب کے مختلف ناموں میں سے ایک نام ہے، اللہ تعالی نے بعض اہل کتاب کی مذمت وتوبیخ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

''سمّاعون للكذب أكّالون للسحت''(المائدۃ:۴۲)۔

اور'' سحت'' مال حرام کو کہتے ہیں، اگر کسی نے حرام کی کمائی کی تو عرب کہتے ہیں: أسحت فی تجارته"۔

۵- حلال کاروبار کرنے والی کمپنی کے شیئرز کا حکم جوانکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لیتی ہے:

یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالی نے سود کھانے والے، اس کے کھلانے والے، اس کی گواہی دینے والے اوراس کے لکھنے والے پرلعنت فرمائی ہے ۱، اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی حرام مثلاً جھوٹی گواہی، حق اور حلال تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا ہے، اورایک ظلم کا مداوا کسی دوسرے ظلم سے نہیں ہوسکتا ہے، لہذا اگر انکم ٹیکس ظالمانہ یا زیادہ ہو، تو اس سے چھٹکارا شراکت دار کمپنی کے اصل سرمائے کوحرام یعنی ربا سے مخلوط کرکے نہیں حاصل کیا جاسکتا ہے، بنا بریں عام ضرورت کے سوا اس قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کے لئے سودی قرض لینے کی وجہ سے کمپنی کا اصل سرمایہ حرام سے مخلوط ہوتا ہے، اس لئے کہ اس قرض کی ادائیگی اوراس کا سود شیئر ہولڈرز کے حساب میں جاتا ہے، اوراتنا حصہ منافع سے منہا کرلیا جاتا ہے۔

ہاں اگر کمپنی کے اصل سرمائے سے سودی مال مخلوط نہ ہواور کمپنی کے بعض منتظمین تبرعاً قرض کے سود کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لیں، جس کا تصور عموماً ممکن نہیں، تو ایسی صورت میں اس

Marfat.com

قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کا خریدنا جائز ہے، اس لئے کہ اس صورت میں کمپنی حرام سودی مال سے پاک ہوگی، لیکن یہ محض ایک فرضی بات ہے جس کا عام حالات میں وقوع نہیں ہوتا۔

۶-ایسی کمپنیوں کے شیئرز کا حکم جنہیں اپنے سرمایہ کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہوں:

اگر کوئی کمپنی ازروئے قانون اپنے سرمائے کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع کرنے کی پابند ہو یا ضرورت کے شرعی اصول وضوابط کے اعتبار سے ایسا کرنے پر مجبور ہو، یا اسے سیکورٹی بانڈز (Security Bonds) خریدنے پڑتے ہوں، جن کی وجہ سے اسے سود بھی ملتا ہو، تو اس قسم کی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید ممنوع نہیں ہے، بشرطیکہ اس سود سے جتنی جلد ممکن ہو چھٹکارا حاصل کرلیا جائے اور اسے رفاہی امور میں صرف کر دیا جائے یا ضرورت مندوں یا مفادات عامہ پر خرچ کر دیا جائے، اسے کمپنی کے بجٹ یا اس کے اصل سرمائے میں شامل کرنا درست نہیں، اس لئے کہ ضرورت یا حاجت کا اعتبار اسی قدر کیا جاتا ہے جس قدر ضرورت ہو، اور کمپنی کو حرام یا ناجائز آمدنی میں ملوث کرنا ضرورت نہیں ہے۔

۷-سودی قرضوں سے حاصل شدہ منافع کا کیا حکم ہے، کیا یہ جائز اور مفید ملک ہیں؟

صرف فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ سود پر مشتمل عقد خواہ وہ بیع ہو یا ایسا قرض جس کے نتیجہ میں کوئی منفعت حاصل ہو، ''عقد فاسد'' ہے، اور ان کے خیال کے مطابق عقد فاسد ''مِلک خبیث'' کا فائدہ دیتا ہے، جس سے چھٹکارا حاصل کرنا واجب ہے، خواہ معاملہ کی درستگی کے ذریعہ اور اس سے سود کا ازالہ کرکے، یا اسے محتاجوں پر صدقہ کرکے۔ بنا بریں سود پر حاصل کئے گئے قرضہ جات سے پیدا شدہ منافع قبضہ سے زیر ملکیت تو آجائیں گے، البتہ یہ ملکیت ''ملک خبیث'' کی نوعیت کی ہوگی، جس کو نہ شریعت درست ٹھہراتی ہے، نہ اس میں کوئی برکت ہوگی، نہ وہ حاصل کرنے والے کے لئے شرعاً حلال ہے، اور نہ اس سے انتفاع جائز ہے۔

Marfat.com

جمہور فقہاء کے نزدیک سودی قرض سرے سے مفید ملک ہی نہیں، بالفاظ دیگر اس سے حاصل شدہ منفعت علی الاطلاق درست نہیں، اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک عقد باطل اور عقد فاسد میں کوئی فرق نہیں ہے، ان کے نزدیک معاملات میں یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔

رہے احناف تو انہوں نے باطل اور فاسد کے درمیان فرق کیا ہے، ان کے نزدیک بیع باطل قبضہ کے باوجود مفید ملک نہیں ہے، جہاں تک بیع فاسد کا تعلق ہے تو اس میں مالک کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت سے قبضہ کر لینے کی صورت میں ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، مالک کی اجازت سے قبضہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ مشتری مجلس عقد ہی میں بائع کے سامنے مبیع پر قبضہ کر لے اور بائع اس پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ یہ رائے جمہور فقہاء کی رائے کے خلاف ہے، ان کا خیال ہے کہ ''بیع فاسد'' بھی بیع باطل کی طرح سرے سے مفید ملک ہی نہیں۔

۸- کیا کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے، اور کیا اس بورڈ کا عمل ان کے عمل کے قائم مقام ہے؟

موجودہ قوانین تجارتی اور شہری کمپنیوں کو محض ان کی تشکیل کی بنیاد پر ایک قانونی اور معنوی حیثیت دیتے ہیں، چنانچہ مصری سول قانون کی دفعہ ۵۰۶ اور شامی سول قانون کی دفعہ ۴۷۴ میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ:

۱۔ کمپنی محض اپنی تشکیل کی بنیاد پر ایک قانونی حیثیت کی حامل تسلیم کی جائے گی، مگر اس کی یہ حیثیت لوگوں کیلئے اس وقت تک دلیل نہیں بن سکتی جب تک کہ قانون کی طرف سے طے کردہ تشہیری کارروائیوں کی تکمیل نہ ہو جائے۔

۲۔ اس کے باوجود دوسرے کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے کو کمپنی کی اس حیثیت سے وابستہ رکھے اگرچہ کمپنی نے اب تک طے شدہ تشہیری کارروائیاں مکمل نہ کی ہوں۔

اب جب کہ کمپنی کو ایک قانونی حیثیت حاصل ہوگئی تو متعدد وجوہ سے اس کی حیثیت

Marfat.com

عام افراد کی سی ہوگئی، چنانچہ اس کا ایک نام، پتہ، مقام اور اس کی ایک قومیت ہوگی، اسی طرح اسے کچھ حقوق حاصل ہوں گے اور اس پر چند ذمہ داریاں عائد ہوں گی، اس طرح شرکاء کی مسئولیتوں سے آزاد اور الگ خود اس کی ایک مالی مسئولیت (liability) ہوگی۔ شرکاء کی مسئولیتوں سے الگ کمپنی کی اپنی ایک علاحدہ مسئولیت سے دو اہم نتیجے برآمد ہوں گے:

الف۔ حصص کی ملکیت کمپنی کی طرف منتقل ہو جائے گی اور کمپنی کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار ہوگا، اور کمپنی کے تعلق سے شراکت دار کا حق شخصی التزامات کے ضمن میں شمار ہوگا، جو قابل انتقال ہیں، لہذا جب کمپنی تحلیل ہوگی تو اس کے باقی ماندہ اثاثے شرکاء پر تقسیم کئے جائیں گے۔

ب۔ کمپنی کی مالی مسئولیت شرکاء کی مسئولیتوں سے مختلف ہوگی، اور اس کا ایک علیحدہ وجود ہوگا جو خود کمپنی کے وجود سے مربوط ہوگا، اسی طرح شرکاء کی مسئولیتیں کمپنی کی مسئولیت سے جداگانہ ہوں گی، چنانچہ شراکت دار کمپنی کے قرضہ جات کے سلسلے میں صرف اپنے حصص کے تناسب سے جواب دہ ہوگا، سوائے شیئرز کی شہری کمپنیوں یا مشترکہ مسئولیت کی تجارتی کمپنیوں (Commercial Company of Joint Liability) کے، ان صورتوں میں شراکت دار شخصی ذمہ داری کے اعتبار سے کمپنی کے قرضہ جات کے سلسلے میں جواب دہ ہوگا

(الشرکات التجاریۃ: از ڈاکٹر علی یونس: ص ر ۵۱۔ ۶۳)۔

جہاں تک فقہ اسلامی کا تعلق ہے تو اس کی اب تک کی تاریخ میں اس کلیہ کا پتہ نہیں چلتا کہ کمپنی ایک معنوی اور حکمی وجود کی حامل ہوتی ہے، جس کی مسئولیت شرکاء کی مسئولیت سے جداگانہ اور مختلف ہوتی ہے، بلکہ وہاں تو سرے سے یہ بات ہی نہیں ملتی کہ کمپنی کسی مالی مسئولیت کی بھی حامل ہوتی ہے، اس وجہ سے اسلامی فقہ میں جو چیز ''کمپنی'' کی حیثیت سے معروف ہے وہ قریب قریب وہی ہے جو انگریزی اور سوڈانی قانون میں شراکت کے نام سے معروف ہے، اور یہ شراکت ''وکالت'' اور ''امانت'' پر مبنی ہوتی ہے، چنانچہ ہر وہ شراکت دار جو کمپنی کے عقد کے

Marfat.com

بموجب کاروبار کرتا ہے وہ کمپنی میں اپنے حصص کے تناسب سے اس معاملہ کے ایک حصہ میں اصیل ہوگا، اور باقی ماندہ اجزاء میں دوسروں کا وکیل ہوگا، اور ان اجزاء میں اس کے تصرفات احکام وکالت جیسا عمل کریں گے۔

اسلامی تصور کے مطابق کمپنی سے متعلق یہ شرعی احکام شرکاء کے لئے حکم عقد یا مقتضائے عقد ثابت کرتے ہیں (یعنی کمپنی کے اثاثے میں ملکیت کی منتقلی)، اسی طرح حنابلہ کے نزدیک (حقوق عقد یعنی مبیع کی حوالگی اور ثمن کی وصولی کی پابندیاں) مؤکل کے لئے ثابت ہوں گے، لیکن دیگر فقہاء کے نزدیک حقوق وکیل کے لئے ثابت ہوں گے، ان حقوق میں دَین وثمن کا مطالبہ اور ان اشیاء کی حوالگی اور وصولی بھی شامل ہے جن پر معاملہ طے ہوا ہو۔

رہیں عقد سے پیدا شدہ پابندیاں تو وہ شرکاء کی مسئولیتوں میں اس طرح ثابت ہوں گی کہ ان کا ثبوت ان کی مسئولیتوں میں موت تک برقرار رہے گا، اور یہ کمپنی کے راس المال سے ان کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں ان کے مخصوص اموال اور سرمایوں تک ممتد ہوگا۔ کمپنی کے اثاثے اور اس کی جائدادوں میں ہر ایک شراکت دار کا قبضہ ''قبضہ امانت'' ہوگا، لہذا اگر کمپنی کے کاروبار کے دوران کوئی قابل ضمان شئی برباد یا صرف ہوتی ہے، تو اس کا ضمان تمام شرکاء پر عائد ہوگا، نہ کہ صرف برباد کرنے والے یا صرف کرنے والے پر۔ موجودہ قانون کے مطابق ان کی مثالیں مشترکہ مسئولیت کی تجارتی کمپنیوں (Commercial Company of Joint Liability) اور اس طرح کی دوسری کمپنیوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، بنابریں ہمارے اسلامی تصور کے مطابق کمپنی وکالت اور امانت کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے، اور کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے، اور اس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل تصور کیا جائے گا، لیکن انجام کار یہ تمام ذمہ داریاں خود شرکاء کی ضمانتوں میں ثابت ہوں گی۔

Marfat.com

۹- کیا کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے کے فیصلہ سے اختلاف کرنا اسے حرام کی جواب دہی سے بری الذمہ کردے گا؟

اگر انتظامی بورڈ کے ممبران میں کا کوئی شیئر ہولڈر سودی قرض لینے کے فیصلے سے اختلاف کرے، اور کثرت رائے سے طے شدہ فیصلے سے اپنے اختلاف کا اظہار بھی کر دے، جب بھی اس کا یہ اختلاف کرنا سودی قرض کے وبال یا اس کے گناہ سے اسے بری الذمہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ انتظامی بورڈ اور انتظامی کونسل کے چیئر مین کے تصرفات تمام شرکاء کی طرف سے بطور امین اور وکیل ہوتے ہیں، اور تمام شرکاء مالی ذمہ داریوں کے پابند ہوتے ہیں، ان ہی ذمہ داریوں میں کمپنی کے حقوق اور ذمہ داریوں میں شریک ہونے کی حیثیت سے ان کی طرف سے قرض اور اس کے سود کی ادائیگی بھی ہے، اور یہی وہ شرکاء ہیں جو پیش آمدہ شرعی اور قانونی مخالفتوں کو بطور اشتراک گوارا کرتے ہیں، اس کی تفصیل سابقہ مسئلہ میں گذر چکی ہے، زیادہ سے زیادہ س کے اس عمل کو صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی قرار دے سکتے ہیں۔

۱۰- کیا شیئر ہولڈر کے لئے سود سے پیدا شدہ معلوم منافع کے بقدر صدقہ کر دینا کافی ہے؟

کمپنی کی انتظامیہ اور اس کے چیئر مین کی ذمہ داری ہے کہ ہر اس عمل سے کمپنی کو دور رکھیں جو اسے حرام میں ملوث کرتا ہو، خواہ اس عمل کا تعلق کمپنی کی تجارتی سرگرمیوں سے ہو یا صنعتی اور دیگر سرگرمیوں سے، یعنی دھوکہ، غبن، ضرر اور شریعت کی حرام کردہ اشیاء کی پیداوار سے کلی اجتناب کیا جائے، اسی طرح دوسروں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں، خواہ کمپنی کا سابقہ فرد سے پڑے یا حکومت سے یا کسی ادارے سے، بہر صورت شریعت کی حرام کردہ صورتوں سے پرہیز کیا جائے، لہذا کمپنی کے کسی معاملہ کا شریعت سے متصادم امور پر مبنی ہونا درست نہیں ہے،

Marfat.com

شریعت سے متصادم صورتوں میں سے سب سے اہم صورت یہ ہے کہ کوئی معاملہ سود یا سودی قرض پر مشتمل ہو۔

چونکہ فقہ اسلامی کے مطابق شرکاء کی ذمہ داری، ذمہ داریوں کے اٹھانے اور حقوق کے ثبوت کے معاملہ میں شراکت پر مبنی ہے، اس لئے کوئی شراکت دار دوسرے سے الگ نہیں قرار دیا جائے گا، اور شرکاء کی حیثیت مؤکلین کی ہے، اور انتظامیہ کی حیثیت وکیل کی، انتظامیہ کے تصرفات کا نتیجہ خود شراکت داروں پر منحصر ہوگا، چنانچہ کسی شراکت دار کا اپنے حصص کے بقدر سود سے پیدا شدہ متعین نفع کو نکال کر صدقہ کر دینا اسے سودی عقد کے فساد کی ذمہ داری اور اس کے گھناؤنے مالی اثرات سے بری الذمہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں منافع تمام کے تمام عقد فاسد سے پیدا ہوں گے، اور عقد فاسد حرام ہے جس کی درستگی اور اس کے شرعاً ممنوع اثرات کا ازالہ واجب ہے، تا کہ آمدنی شرعاً جائز اور درست ہو سکے۔

اس کے باوجود تقوی کا تقاضا ہے کہ شیئر ہولڈر اپنی ذمہ داری کو ہلکا کرنے کے لئے سود سے حاصل شدہ متعین منافع کے بقدر اپنے مال سے صدقہ کر دے، تا کہ اس کا مال اور اس کی آمدنی مشتبہ اور حرام سے مخلوط نہ رہے، اور ''جس نے شبہات سے پرہیز کیا تو اس نے اپنا ایمان اور اپنی آبرو بچالی''۔

۱۱- کیا کل آمدنی میں مخلوط سود سے حاصل شدہ منافع کے بقدر صدقہ کر دینا شیئر ہولڈر کے لئے کافی ہے؟

یہ صورت بھی سابقہ صورت ہی کی طرح ہے، بس فرق یہ ہے کہ اس صورت میں سود کل آمدنی میں مخلوط ہوتا ہے، اس کا پتہ یا تو اندازے سے لگایا جا سکتا ہے یا کمپیوٹر کے دقیق حساب کے ذریعہ، اس صورت میں بھی آمدنی حرام ہوگی، اور فاسد سودی عقد حرام قرار پائے گا، اور کل آمدنی میں مخلوط سود کے بقدر حاصل ہونے والے منافع سے صدقہ کر دینے سے شیئر ہولڈر کی ذمہ داری ختم نہیں ہوگی، اس کے باوجود حرمت سے چھٹکارا پانے کا واحد راستہ منافع کے اس حصہ کو صدقہ

Marfat.com

کردینا ہی ہے، اس لئے کہ مال حرام کا علاج یہی ہے کہ اسے صدقہ کردیا جائے، تاکہ وہ حلال مال سے مخلوط نہ ہو، تاکہ ایک مسلمان کسب حرام کی آمیزش سے کسی ضرر میں مبتلا نہ ہو۔

صاحب مال کی طرف سے نکالی گئی مقدار کے بارے میں متعین طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہی عین سودی رقم ہے، کیونکہ روپۓ تعین سے متعین نہیں کئے جاسکتے۔ تفسیر قرطبی (۳۶۶/۲) میں ربا سے متعلق احکام اور اسے حلال سمجھنے والے اور اس کے ارتکاب پر اصرار کرنے والے کی وعید پر مشتمل چھتیسویں مسئلہ میں مندرجہ ذیل تفصیل آئی ہے:

بعض غالی قسم کے اہل تقوی کا خیال ہے کہ اگر حلال مال سے حرام مال اس طرح مخلوط ہوگیا کہ حلال وحرام کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو اور پھر اس میں سے مخلوط مال حرام کے بقدر نکال لیا جائے تب بھی وہ مال حلال اور طیب نہ ہوگا، کیونکہ اس کا امکان ہے کہ جو مال نکال دیا گیا ہو وہی حلال ہو اور جو بچ گیا ہو وہی حرام ہو۔ ابن العربی فرماتے ہیں: یہ دین میں غلو ہے، اس لئے کہ ہر وہ مال جس میں حلال اور حرام کے درمیان امتیاز نہ کیا جاسکتا ہو، اس میں مقصود اس کی مالیت ہے نہ کہ اس کی عینیت، اگر وہ تلف ہوگیا تو اس کا مثل اس کے قائم مقام ہوگا، اور اختلاط مال کی ''تمییز'' کے اتلاف ہی کا نام ہے جیسا کہ ''اہلاک'' ''عین مال'' کے اتلاف کا نام ہے، اور ہلاک شدہ شئے کا مثل اس کے قائم مقام ہوتا ہے، یہ کلیہ حسی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے واضح ہے۔

قرطبی اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے علماء کا قول ہے کہ سود کے ذریعہ حاصل ہونے والے مال سے (جو کسی کے قبضہ میں ہو) چھٹکارا کی صورت یہ ہے کہ اسے اس شخص کو واپس کیا جائے جس سے اس نے بطور سود لیا تھا، اور اگر وہ موجود نہ ہو تو اسے تلاش کرے، اور اگر اس کی موجودگی سے مایوس ہوگیا ہو تو اس رقم کو اس کی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر ظلماً اس نے یہ مال حاصل کیا ہو تو یہ طریقہ اس آدمی کے سلسلہ میں بھی اختیار کرے جس پر اس نے ظلم کیا ہو، لیکن اگر معاملہ اس پر مشتبہ ہو اور اپنے پاس موجود رقم میں وہ حلال وحرام کے

Marfat.com

درمیان امتیاز نہ کرسکتا ہو تو پہلے وہ اپنے پاس موجود رقم میں سے اتنی رقم کا ٹھیک اندازہ لگائے جتنے کی واپسی اس پر واجب ہے، یہاں تک کہ جب اسے اس بات میں کوئی شک نہ ہو کہ جو کچھ بچ رہا ہے وہ خالصتاً اسی کا ہے تب وہ یہ رقم ان لوگوں کو لوٹائے جن سے اس نے ظلماً یہ رقم لی ہو یا جن کے ذمہ اس نے سود عائد کیا ہو، اور اگر ان لوگوں کی موجودگی سے مایوس ہو چکا ہو تو ان کی طرف سے اتنی رقم صدقہ کر دے۔

اور اگر ظلماً حاصل کی گئی رقم اس کے پورے حصص کو محیط ہو اور اسے یہ معلوم ہو کہ اس کے ذمہ سود کی اتنی زیادہ رقوم واجب الادا ہیں جن کی ادائیگی وہ کبھی نہیں کرسکتا، تو اس کی توبہ یہ ہے کہ اپنے پاس موجود پورے مال کو اپنی ملکیت سے الگ کر دے، یا تو فقراء کو دے دے یا مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے راستے میں صرف کر دے، یہاں تک کہ اس کے پاس اتنی رقم رہ جائے جو نماز میں اس کے لباس (یعنی ناف سے گھٹنوں تک کے قابل ستر مقامات کو ڈھکنے کے لئے) اور ایک دن کی روزی کے لئے کفایت کرتی ہو، اس لئے کہ اس صورت میں اس کا حال اس شخص کا ہے جس پر حالت اضطرار میں دوسروں کا مال لینا واجب ہے، اگرچہ اس کا یہ عمل ان لوگوں کے لئے ناپسند ہو جن کا مال وہ لے۔

۱۲-قیمتوں کے بڑھنے کی صورت میں شیئرز کی تجارت (یعنی نفع کے ساتھ اس کی بیع) کا کیا حکم ہے؟

اگر کوئی شخص قیمتوں کے بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کرنے کے مقصد سے کچھ شیئرز خریدے تو اس سے خواہ کتنا ہی زیادہ نفع ہو شرعاً اس قسم کے شیئرز کی تجارت یعنی (نفع کے ساتھ ان کی فروخت) ممنوع نہیں ہے، اس لئے کہ شیئرز شرعاً، قانوناً اور عرفاً قابل تداول ہیں، اور یہ نقود اور کمپنی کے بعض اثاثے یعنی اعیان، منافع، سامان تجارت، خام یا تیار شدہ مال کی نمائندگی کرتے ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ اثاثے نقود سے زائد ہوں، جیسا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ۵۱ فیصد یا اس سے بھی زائد فیصدی تناسب سے ان

Marfat.com

اثاثوں کا غلبہ ہونا چاہئے، تا کہ دَین کی دَین سے یا نقد کی نقد سے بیع لازم نہ آئے۔ دَین کی دَین سے بیع کی صورت نہ پیدا ہونے دینے کے لئے شرط ہے کہ بیع کے متصلاً بعد ہی شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ ہو، خواہ یہ قبضہ حکماً ہی کیوں نہ ہو۔

شیئرز کی اس قسم کی تجارت پر احتکار (ذخیرہ اندوزی) کا حکم منطبق نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ احتکار کی حرمت کا پہلو ان اشیاء صرف سے متعلق ہے جن کے بیع کی ممانعت کے نتیجہ میں لوگوں کو ضرر لاحق ہوتا ہو، جیسے غلہ یا چارہ۔ کسی سامان تجارت کی خرید اور مستقبل میں اعلی قیمت پر اسے فروخت کرنے کے انتظار سے ممانعت کی شرعاً کوئی وجہ نہیں ہے، اور شیئرز جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں، نقود، اعیان اور منافع کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لئے کہ شرعی طور پر یہ اصول متعین ہے یعنی اقتصادی آزادی اور تبادلہ کی آزادی، اور اس میں منافع کے انتہا کی کوئی تحدید نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل حضرت جابر سے مروی وہ روایت ہے جس کی تخریج بخاری کے علاوہ پوری جماعت نے کی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا يبع حاضر لباد، دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض (منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ۵ / ۱۶۴)۔

کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ بعض کو بعض سے روزی دے۔

۱۳- فیوچر سیل (جس میں نہ بائع کی طرف سے مبیع کی حوالگی ہوتی ہے اور نہ مشتری کی طرف سے ثمن کی ادائیگی) کا شرعاً کیا حکم ہے؟

اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں ایک قسم کی بیع ہوتی ہے جسے فیوچر سیل (Future Sale) کہتے ہیں، اس بیع کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے داموں کے ساتھ نفع و نقصان کو برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، مثلاً زید نے سو شیئرز کا سودا بہ حساب سو روپے یا سو ریال فی شیئر کیا، اور ادائیگی اور وصولی کی تاریخ ۳۰ / مارچ مقرر کی، اب جب مذکورہ تاریخ آئی تو اس شیئر

Marfat.com

کی قیمت ڈیڑھ سو روپے یا ڈیڑھ سو ریال ہوگئی، تو ایسی صورت میں وہ پانچ ہزار ریال یا روپے منافع کے طور پر لے لے گا، اور اگر مذکورہ تاریخ کو اس شیئر کی قیمت گھٹ کر پچاس روپے یا پچاس ریال ہوگئی تو اسے پانچ ہزار ریال یا روپے کا خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔

اس صورت میں عقد کا دارومدار صرف اوراق مالیہ (Bonds) پر ہوتا ہے، نہ مبیع کی حوالگی ہوتی ہے نہ ثمن کی ادائیگی، چنانچہ اس صورت میں نہ مشتری ثمن ادا کرتا ہے اور نہ بائع مبیع حوالے کرتا ہے، لیکن مقررہ تاریخ آنے پر شیئرز کے دام بڑھنے کی صورت میں نفع حاصل ہوتا ہے، یا شیئرز کے دام گھٹنے کی صورت میں خسارہ ہوتا ہے۔

اس قسم کے فیوچر سیلز کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ عقود حرام اور فاسد ہیں، اس لئے کہ یہ دَین کی بیع دَین سے ہے، اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے بیع کی یہ صورت شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے بیع کالی بالکالی سے منع فرمایا ہے، اور یہ دَین آجل کی بیع دَین مؤجل سے ہے، جو شرعاً فاسد ہے اور اس کی آمدنی شرعاً ناپاک اور ممنوع ہے، وہ اس کے حاصل کرنے والے کے لئے حلال نہیں، اسے ضرورت مندوں پر خرچ کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا واجب ہے۔

۱۴- مستقبل کی طرف منسوب عقد (Forward Sale) کا کیا حکم ہے؟

عقد بیع کا تقاضا قطعیت ہے، یعنی اس کے اثر کی افادیت تب ظاہر ہوتی ہے جب مبیع کی ملکیت مشتری کی طرف منتقل ہوتی ہے اور مشتری کے ذمہ بائع کا ثمن واجب الاداء ہوتا ہے، لہٰذا اسے معلق بالشرط کرنا درست نہیں، مثلاً معاملہ بیع کے وقت یہ الفاظ کہنا کہ: اگر میرے والد حجاز سے آگئے تو میں نے فلاں جائداد تم سے فروخت کردی۔ اسی طرح اس کی اضافت مستقبل کی طرف بھی کرنا درست نہیں، مثلاً یہ کہنا کہ: سال آئندہ ۱۹۹۷ کے آغاز سے میں نے یہ سامان یا یہ زمین یا یہ شیئر تم سے بیچا، اسی بنا پر یہ بیع درست نہیں ہے، اس طرح کی بیع کا سرے سے کوئی اثر ہی نہیں پڑے گا، کیونکہ یہ بیع باطل ہے، اور باتفاق علماء بیع باطل کے نتیجہ میں مبیع کی ملکیت منتقل

Marfat.com

نہیں ہوتی۔ لیکن بیع سلم کسی ایسی شئ پر درست ہوتی ہے جو ذمہ میں معلوم ہو، اور جو مجلس عقد ہی میں مکمل ثمن کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ مستقبل تک موخر ہو۔

ہاں اگر بیع کسی ایسی غائب شئے کے سلسلے میں ہو جسے اس کے متعین اوصاف کے ساتھ رؤیت نہ پائی گئی ہو تو جمہور فقہاء کے نزدیک ایسی بیع جائز اور درست ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک بغیر رؤیت اور بغیر وصف کے بھی درست ہے، اس صورت میں ان کے نزدیک عاقد (معاملہ دار) کو خیار رؤیت حاصل ہوگا، اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ: "من اشترى مالم يره فهو بالخيار إذا رآه" (جس نے دیکھے بغیر کوئی چیز خرید لی تو دیکھنے کے بعد اسے اختیار حاصل ہوگا)۔ شافعیہ نے اس بیع کو باطل قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس میں غرر یعنی جہالت ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے غرر سے منع فرمایا ہے۔

اگر متعین وقت کے بدلہ میں قیمت کی ایک متعین فیصدی رعایت کی بنیاد پر ادائیگی کے وقت سے پہلے ہی تاخیر سے ادا کئے جانے والے کاروباری دستاویز یا شیئرز فروخت کر دیئے جائیں تو اس بیع کی صورت یہ ہوگی کہ دَین آجل کی بیع کم رقم پر نقد عاجل سے کی جائے، اس قسم کی بیع ربا محرّم میں شمار ہوگی۔ حرام اور سود ہونے میں اس کا حال بھی وہی ہے جو کاروباری ڈرافٹ کے ڈسکاؤنٹ (چھوٹ) کا ہے، یہ حکم "البرکہ بینک" کے پہلے سیمنار کے فتوی ۱۲ میں صراحت کے ساتھ آچکا ہے۔

۱۵- حکمی قبضہ سے متصف شیئرز کی اس خرید کا کیا حکم ہے جس میں شیئرز سرٹیفکیٹ پر حسی قبضہ تاخیر سے ہو؟

عموماً نئے مالک کے نام سے شیئرز سرٹیفکیٹ کی وصولی یا اس پر قبضہ میں بعض انتظامی اسباب کی وجہ سے ایک سے تین ہفتے تک کی تاخیر ہوتی ہے، اور کمپنی شیئرز خریدتے وقت اپنے اثاثے اور اپنی املاک میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کو تسلیم کرتی اور اس کی ضمانت لیتی ہے، اور ایسی صورت میں حقوق اور ذمہ داریاں مشتری کی طرف منتقل ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ اس بیع کا کیا

Marfat.com

حکم ہوگا، کیا حکمی یا معنوی قبضہ کافی ہے یا حسی اور عملی قبضہ ضروری ہے؟

فقہاء کا اصول یہ ہے کہ شئے کی ماہیت کے اعتبار سے قبضہ کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، چنانچہ اشیاء غیر منقولہ میں تخلیہ سے اور اشیاء منقولہ جیسے سامان تجارت، سرمائے، مشینیں، اوراوزار وغیرہ میں عملی قبضہ یا تخلیہ سے قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے، یا کسی ایسے طریقہ سے جو عرف و عادت میں قبضہ متصور ہوتا ہو، چنانچہ حنفیہ کے سوا جمہور فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ منقولات جیسے سامان زندگی، چوپائے اور جانوروں میں قبضہ ان کی نوعیت کے اعتبار سے یا لوگوں کے درمیان رائج عرف کے مطابق تسلیم کیا جائے گا۔

لہٰذا کمپنیوں کے نظام میں عرف و عادت کے مطابق قبضہ کا تحقق ہو جائے گا، اگر اس بیع میں کمپنی کی طرف سے شیئرز کی حوالگی کی تصدیق یا ضمانت کی ضرورت پیش آئے تو اختیار کردہ طریقہ کار کے مطابق کمپنی کے لئے ایسا کرنا واجب ہوگا۔

۱۶۔ عملی یا حسی قبضہ سے پہلے شیئرز کی بیع کا کیا حکم ہے؟

شیئرز کمپنی کے اثاثے یعنی اعیان و منافع اور ان کے علاوہ نقود اور دیون کی نمائندگی کرتے ہیں، اور ان کی منتقلی اور خرید و فروخت عام قاعدے کے مطابق ان پر قبضہ کے بعد یا کمپنی یا بائع کی طرف سے ان کی ادائیگی کے بعد ہوا کرتی ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شیئرز سرٹیفیکٹ کے حصول سے قبل شیئرز کی بیع درست ہے؟ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ محض بیع و شراء ہی سے شیئرز کے منافع مشتری کی ملکیت میں آجاتے ہیں اور اس کے ضمان میں بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

قبضہ سے پہلے کسی چیز کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں علماء کی تین قسم کی آراء ہیں۔

۱۔ حنفیہ کی رائے ہے کہ: مبیع منقول میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے غیر مقبوضہ شئے کی بیع سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ابوداؤد نے حضرت ابن عمر کے حوالہ سے اس روایت کی تخریج کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے ان سے کہا کہ آپ ﷺ

Marfat.com

نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ سامان تجارت کو اس جگہ فروخت کیا جائے جہاں سے اسے خریدا جائے، یہاں تک کہ تاجر اسے اپنے کجاوے تک منتقل کرلیں۔ جہاں تک جائداد غیر منقولہ کا تعلق ہے جیسے زمینیں اور مکانات تو شیخین یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک استحساناً قبضہ سے پہلے ان کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ اشیاء غیر منقولہ میں کوئی غرر نہیں، کیونکہ نہ تو ان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے، اور نہ ہی عام حالات میں بیع ہو جانے کے بعد اور قبضہ سے پہلے ان کے تبدیل ہونے کا خدشہ ہے، اس مسلک کے مطابق قبضہ سے پہلے شیئرز کی بیع جائز نہیں۔

۲۔ شوافع، محمد بن الحسن اور امام زفر کا خیال ہے کہ: جس چیز کی ملکیت ثابت نہ ہوئی ہو اس کی بیع قبضہ سے پہلے علی الاطلاق جائز نہیں، خواہ اس کا تعلق اشیاء منقولہ سے ہو یا اشیاء غیر منقولہ سے، اس لئے کہ غیر مقبوضہ اشیاء کی خرید وفروخت سے ممانعت عام ہے، اسی سے یہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ قبضہ سے پہلے شیئرز کی بیع درست نہیں۔

۳۔ مالکیہ اور حنابلہ کا خیال ہے کہ: صرف غلہ کی بیع قبضہ سے پہلے درست نہیں، اور حنابلہ نے اسے اس بات سے مقید کیا ہے کہ غلہ کیلی یا وزنی یا عددی (یعنی ناپی، تولی اور شمار کی جانے والی چیزیں) ہونا چاہئے، لہذا ایسے شیئرز کی بیع قبضہ سے پہلے درست ہے جن کا تعلق غلہ سے نہ ہو، اس خیال کی تائید ''البرکہ بینک'' کے چھٹے سیمینار کے فتوی نمبر ۱۴ میں کی گئی ہے، جس کا مفہوم اس طرح ہے: کمپنیوں اور بینکوں کے لئے ایسے سامانوں کی بیع درست ہے جن پر ابھی تک ان کا قبضہ نہ ہوا ہو یا جو ان کی زیر ملکیت نہ آئے ہوں بشرطیکہ وہ سامان غلہ نہ ہوں، کیونکہ اشیائے غیر مقبوضہ کی بیع کی ممانعت صرف غلہ تک محدود ہے۔

میرے نزدیک اس سلسلے میں شیئرز اور ان بانڈز کے تعلق سے جو تجارتی سیکورٹیز کی نمائندگی کرتے ہیں، سب سے مناسب رائے حنفیہ اور شوافع کی ہے، اس لئے کہ قبضہ سے پہلے ان کی تجارت یا ان کی منتقلی محض ان عقود کی ایک علامت ہوگی جو بانڈز کے ذریعہ کئے جاتے ہیں، چونکہ اس میں نہ تو وصولی ہے اور نہ ہی قبضہ، اور اس میں ایسا واضح غرر ہے جو شریعت کی اس

Marfat.com

ممانعت سے متصادم ہے جو اس بیع کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے، جیسا کہ اس روایت میں ہے جسے امام احمد نے حضرت حکیم ابن حزام کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا یحل سلف و بیع، ولا ربح مالم یضمن، ولا بیع ما لیس عندک"۔ اور یہ بیع بھی اشیائے غیر مضمونہ کی بیع سے متعلق ہے، جس کا مفہوم اشیائے غیر مقبوضہ ہی ہے، کیونکہ تلف ہونے سے پہلے سامان تجارت مشتری کے ضمان میں نہیں ہوتا ہے، ایسی صورت میں جب وہ تلف ہوتا ہے تو بائع کے مال سے تلف ہوتا ہے۔

۱۷- اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکر (ایجنٹ) کی حیثیت سے کام کرنے کا کیا حکم ہے؟

اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکر یا ایجنٹ عموماً بازار میں شیئرز کی رائج قیمتوں سے واقف ہوتے ہیں اور ایجنٹ کی حیثیت سے خرید وفروخت کی کارروائی کا اندراج کرتے ہیں، اس تصرف میں تھوڑی تفصیل ہے:

(الف) اگر بروکر کا یہ تصرف ایجنٹ کی "انابت" یا "توکیل" کے بغیر ہے تو ان کا یہ تصرف فضولی کے تصرف کے حکم میں ہوگا جو ایجنٹ کی اجازت پر موقوف ہوگا، یہ مسلک صرف احناف اور مالکیہ کا ہے، لہذا اگر ایجنٹ نے اجازت دے دی تو یہ تصرف نافذ ہوگا، اس لئے کہ بعد میں دی جانے والی اجازت سابقہ وکالت کی طرح ہے، اور اگر ایجنٹ نے اس کی اجازت نہ دی تو یہ تصرف باطل اور لغو ہوگا، اور بروکر یا ایجنٹ خود اس کا ذمہ دار ہوگا۔

جہاں تک اجرت کا تعلق ہے تو اگر بروکر نے مفت یہ عمل کیا ہے تو وہ ابضاع ہے، اور اس کی دلیل اصحاب سنن اور دیگر محدثین کی روایت کردہ یہ حدیث ہے: "باع قدحاً ببیع من یزید" کہ آپ ﷺ نے ایک پیالہ کو بولی لگا کر فروخت کیا۔ اور اگر اس نے متعین اجرت کے عوض یہ کام کیا ہے تو وہ اجیر خاص ہے، اور اگر منافع کی ایک شرح کے عوض اس نے یہ کام انجام دیا ہے تو یہ مضاربہ ہے۔

Marfat.com

(ب) اور اگر بروکرز مؤکل کی طرف سے وکیل بنائے جانے کے بعد یہ تصرف کریں، تو ایسی صورت میں ان کی حیثیت ایسے وکلاء کی ہوگی جن پر وکالت کے احکام منطبق ہوں گے خواہ یہ وکالت حسب اتفاق اجرت متعین کر کے ہو یا بغیر اجرت کے ہو۔

خلاصۂ بحث

زیر نظر مقالہ میں اس موضوع سے متعلق ۱۷ نکات ہیں:

موجودہ زمانہ میں شیئرز اور سندات جیسے تجارتی بانڈز کے ذریعہ کاروبار کا عام رواج ہو چکا ہے۔ جہاں تک کسی ایسی کمپنی کے شیئرز کا تعلق ہے جس کا کاروبار یا جس کی اسکیم حلال ہو تو وہ جائز ہیں، رہے بونڈز تو وہ جائز نہیں، کیونکہ یہ سود بردار قرض کے ذرائع ہیں، کبھی کبھی حلال کاروبار کرنے والی کمپنیاں بھی سودی قرضے حاصل کرتی ہیں، لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور کی شراکت دار کمپنیوں کے ان افعال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۱- شیئرز کی حیثیت مساوی قیمت کی حامل اور تجارتی طریقوں سے رواج پذیر دستاویزات کی ہے، شیئرز کمپنی کے اصل اثاثے اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے حقوق میں مشترک حصص کی نمائندگی کرتے ہیں، کمپنی کے اصل اثاثے اور اس سے حاصل شدہ حقوق کا انحصار اس کی خالص املاک، اس کی آمدنیوں اور اس کے انتظام وانصرام پر ہوتا ہے۔ شیئرز کی حیثیت صرف ادا کردہ رقوم کے دستاویزات کی نہیں ہے، کیونکہ یہ دستاویزات (خواہ کمپنی نفع میں جارہی ہو یا خسارہ میں) ان قرضہ جات کا لازمہ ہیں جن پر متعین سود واجب الاداء ہوتا ہے، ان دستاویزات کے حاملین کو کمپنی میں شراکت کا اختیار نہیں ہوتا ہے، یہ قرضہ جات ایک متعین قیمت کی نمائندگی کرتے ہیں جو مقروض کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں ضبط کی جاسکتی ہے۔ کمپنی کی املاک اور اس کے اثاثوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

وضعی قوانین میں کسی حصہ دار کے قرض دہندہ گان کو مقروض شیئرز ہولڈر کے حصص کے سلسلہ میں جب تک کمپنی قائم ہے، کوئی حق تنفیذ حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ شرکاء کی ذمہ داریوں

Marfat.com

سے الگ خود کمپنی کی ایک مالی ذمہ داری ہوتی ہے، دائن کو صرف حصہ دار مدیون کو حاصل ہونے والے منافع کے تناسب سے تنفیذ کا حق ہوگا، لیکن چونکہ فقہ اسلامی نے کمپنی کی ایک معنوی حیثیت (مستقل مالی مسئولیت) کی صراحت نہیں کی ہے، اسلیئے اس کے نزدیک شراکت دار کے حصص کی ضبطی کی اجازت ہوگی۔ فقہ اسلامی اور موجودہ قانون دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ بعض حالات میں شراکت دار کے سرمائے میں عمل دخل کے سلسلے میں شراکت دار کے قارضین کمپنی کے قارضین کے تابع ہوں گے، کیونکہ شرکاء کی ذمہ داریوں (liabilities) سے الگ خود کمپنی کی اپنی علیحدہ اور مستقل مسئولیت پورے طور پر مطابق قانون نہیں ہے۔

۲- کمپنی کے وجود میں آنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے خریدے گئے شیئرز کی خرید وفروخت درست ہے، بشرطیکہ بیع صرف کے اصول واحکام ملحوظ رکھے جائیں، اس لئے کہ یہ نقد کی نقد کے ساتھ خرید وفروخت ہے، لہذا مجلس عقد ہی میں قبضہ اور سود (ربا النسیئۃ) کی زد سے بچنے کے لئے یکسانیت ضروری ہے، اور معاملہ کا کسی مدت یا خیار شرط سے متعلق ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ بیع صرف میں عوضین پر قبضہ شرط ہے۔

۳- ضرورت یا حاجت کے وقت سالانہ آمدنی کی حامل اور سودی قرض لینے والی کمپنی کے شیئرز حاصل کرنا درست ہے، اس قسم کے شیئرز کی بیع بھی درست ہے، بشرطیکہ آمدنی کا ایک حصہ ان سودی قرضوں کے تناسب سے جن سے آمدنی حاصل ہوئی ہے نکال دیا جائے، ایسی آمدنی کو ضرورت مندوں پر خرچ کر دیا جائے، اس طرح کی رقوم سے نفقے یا شیئر ہولڈرس کے ذمہ عائد ہونے والے ٹیکس (Taxes) کی ادائیگی نہیں کی جائے گی۔

۴- وہ کمپنیاں جن کا کاروبار حرام ہے، جیسے شراب، خنزیر کے گوشت، لہو ولعب کے سامانوں کی خرید وفروخت اور سودی اسکیموں یا بینکوں میں روپیہ لگانا، ایسی کمپنیز کے شیئرز کی خرید وفروخت قطعی حرام ہے، اسی ذیل میں وہ کمپنیاں بھی آتی ہیں جن کے بڑے بڑے ہوٹل اپنے

Marfat.com

کھانوں میں خنزیر کے گوشت اور الکوہل ملے ہوئے مشروبات(Alcoholic drinks) پیش کرتے ہیں، اسی طرح موسم گرما گذارنے کا انتظام کرنے والی وہ کمپنیاں بھی اسی زمرہ میں آتی ہیں جو عورتوں اور مردوں کے درمیان مخلوط تیراکی کے لئے سواحل سمندر (Beach) پر کیبنز (Cabins) بناتی ہیں۔

۵- عام ضرورت وحاجت کے سوا ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنا جائز نہیں جن کا کاروبار اور مقصد تو جائز اور درست ہو، لیکن انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کیلئے انہیں کبھی کبھار سودی قرضے لینے پڑتے ہوں، اس لئے کہ ایسی صورت میں اصل سرمایہ حرام سے مخلوط ہو جاتا ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ ایک ظلم کا حل کسی دوسرے ظلم یا حرام سے نہیں نکالا جاسکتا ہے، لہذا ضرورت وحاجت کے وقت اور گراں اور ظالمانہ ٹیکسیز کی وجہ سے اس قسم کے شیئرز خریدنا جائز ہے۔

۶- اگر کوئی کمپنی از روئے قانون اپنے سرمائے کا ایک حصہ سینٹرل ریزرو بینک میں جمع (Deposit) کرنے کی پابند یا ضرورت کے شرعی اصول وضوابط کے اعتبار سے اس پر مجبور ہو یا اسے سیکورٹی بانڈز (Security Bonds) خریدنے پڑتے ہوں جن کی وجہ سے اسے سود بھی ملتا ہو تو یہ ممنوع نہیں ہے، بشرطیکہ اس سود سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرلیا جائے اور اسے رفاہی امور میں صرف کردیا جائے، اس کے مستحق نہ کمپنی کے شرکاء ہیں اور نہ ہی کمپنی کی انتظامیہ کمیٹی۔

۷- احناف کی رائے کے مطابق سودی قرضوں سے حاصل شدہ منافع مفید ملک تو ہیں، مگر یہ ملک، ملک خبیث ہے، یعنی یہ منافع اس کے لئے جائز اور حلال نہیں ہیں جس نے انہیں حاصل کیا ہو، جیسا کہ حنفیہ کے نزدیک بیع فاسد کے حکم کے سلسلہ میں مقرر ہے، چنانچہ ان کے نزدیک عقد فاسد ملک خبیث کا فائدہ دیتا ہے، ایسے عقد کا فسخ کرنا، اس کے فساد کے اسباب کا ازالہ کرنا اور ایسے مال کا محتاجوں پر صدقہ کرنا واجب ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک ایسے منافع نہ مفید ملک ہیں اور نہ حلال۔

Marfat.com

۸- کمپنی کا بورڈ آف ڈائریکٹرز شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے، اس کی حیثیت سرمائے کے امین کی ہے، بورڈ آف ڈائریکٹرس اسی صورت میں سرمائے کا ضامن ہوگا جب اس کی طرف سے سرمائے کی حفاظت کے سلسلے میں تعدی یا کوتاہی پائی جائے گی، بورڈ کا عمل شیئر ہولڈرس کے عمل کا قائم مقام ہے، ایسا اس لئے کہ فقہ اسلامی کے نقطۂ نظر سے کمپنی کی حیثیت ایک ٹرسٹ (Trust) اور شراکت (Partnership) کی ہے، اور جہاں تک ماہرین قانون کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک کمپنی کا ایک قانونی اور معنوی وجود ہوتا ہے، چنانچہ اس کا ایک نام، پتہ، مقام اور اس کی ایک قومیت ہوتی ہے، وہ حقوق حاصل کرتی ہے اور ذمہ داریوں کی پابند ہوتی ہے، اور جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ شراکت داروں کی مسئولیت (Liabilities) سے الگ خود کمپنی کی اپنی ایک مالی مسئولیت ہوتی ہے، لیکن شراکت دار صرف اپنے حصص کے بقدر ہی کمپنی کے قرضہ جات کا ذمہ دار ہوگا، شراکت دار کے قرض دہندگان کو اس کے حصص ضبط کرنے یا اس میں کسی طرح مؤثر ہونے کا اختیار نہیں ہے، انہیں یہ اختیار صرف اس کے منافع میں ہے۔

۹- کمپنی کی مینیجنگ کمیٹی کے کسی ممبر کا سودی قرض لینے کے فیصلے سے صرف اختلاف کرنا اسے بری الذمہ قرار دینے لئے کافی نہیں، کیونکہ انتظامی بورڈ اور ڈائرکٹر کے اقدامات وتصرفات کے اثرات موکل ہونے کی حیثیت سے تمام شرکاء کو محیط ہوں گے، زیادہ سے زیادہ اس ممبر کا یہ عمل صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار پاسکتا ہے اور بس۔

۱۰- سود پر مبنی معاملہ کی خرابی کا اثر تمام شرکاء پر پڑے گا، اور وہ سب کے سب اس کے ذمہ دار قرار پائیں گے۔ جہاں تک شراکت دار کے مال کو حرام کے اختلاط سے بچانے اور اس کے ضرر سے دور رکھنے کا سوال ہے تو اس کے لئے شراکت دار کو ایک اقدام کرنا ہوگا اور وہ یہ کہ سود سے پیدا شدہ متعین منافع میں سے اس کے بقدر صدقہ کر دیا جائے، اس طرح شراکت دار حرام شئے سے انتفاع کے وبال سے بچ جائے گا اور اپنے آپ کو حرام کے ارتکاب سے بچالے گا۔

۱۱- اسی طرح اگر شیئر ہولڈر کل آمدنی میں مخلوط سودی منافع میں سے اس کے تناسب سے

Marfat.com

صدقہ کر دے تو اپنے مال کو حرام سے مخلوط کرنے کے گناہ سے بچ سکتا ہے، کل آمدنی میں مخلوط سودی منافع میں سے اسی کے بقدر رقوم تخمینہ سے بھی نکالی جاسکتی ہیں اور موجودہ دور کے کمپیوٹر کے دقیق حساب کے مطابق بھی، عین مال حرام کا نکالنا ضروری نہیں، اسلئے کہ مال کا تعین ممکن نہیں جیسا کہ اس حقیقت کی طرف مالکی مسلک کے دو بزرگوں ابن العربی اور قرطبی نے اشارہ کیا ہے۔

۱۲- شیئرز کی تجارت یعنی قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ اس کی خرید وفروخت شرعاً ممنوع نہیں، بشرطیکہ قبضہ پایا جائے، خواہ حکمی ہی سہی، شیئرز کا یہ کاروبار احتکار (ذخیرہ اندوزی) کے ذیل میں نہیں آتا، اس لئے کہ سامان تجارت فی نفسہ مارکیٹ میں موجود ہے، اور شیئر ہولڈر کا اپنے شیئرز کی بیع کے لئے قیمتوں کے بڑھنے کا انتظار صرف کنندہ (Consumer) کے حق میں ضرر رساں نہیں۔

۱۳- فیوچر سیل (Future Sale) جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا، اس میں شیئرز سرٹیفیکٹ کی نہ حوالگی ہوتی ہے اور نہ ثمن کی وصولی، بلکہ اس کا مقصد بڑھتے گھٹتے داموں کے ساتھ نفع ونقصان کے توازن کو برابر کرنا ہوتا ہے، ایسی بیع شرعاً حرام اور فاسد ہے، اس لئے کہ یہ دَین کی دَین سے بیع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بیع کالی بالکالی سے (یعنی دَین کی بیع دَین سے) منع فرمایا ہے، اور اس قسم کی بیع کے فاسد ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

۱۴- غائب سودا (Forward Sale) جن کا انعقاد مستقبل میں ہونے والا ہو، درست نہیں ہے، اس لئے کہ بیع کا تقاضا قطعیت ہے، لہذا نہ تو اسے کسی شرط پر معلق کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاسکتی ہے، جب تاخیر سے واجب الادا شیئرز کی بیع اس کی قیمت سے کم پر ادائیگی کے وقت سے پہلے نقداً کی جائے تو ایسی بیع فاسد ہے، اس لئے کہ یہ دَین آجل کی اقل نقد عاجل کے ساتھ بیع ہے جیسے بل ڈسکاؤنٹ (Bill Discount)، البتہ بیع سلم کسی ایسی شئے میں درست ہے جو ذمہ میں معلوم ہو اور جس کی حوالگی مستقبل میں کسی وقت تک مؤخر ہو، بشرطیکہ مجلس عقد ہی میں پورا ثمن ادا کر دیا جائے۔

Marfat.com

۱۵- فروخت کردہ شیئرز پر حکمی قبضہ میں کوئی ممانعت نہیں ہے، اسلئے کہ کمپنی انتظامی اسباب کی وجہ سے نئے مالک کے نام سے شیئرز سرٹیفکیٹ کی حوالگی میں تاخیر کے باوجود اس بیع کو تسلیم کرتی ہے، اور شیئرز کے نئے خریدار کے حصص کی ضمانت لیتی ہے۔ حنفیہ کے سوا جمہور ائمہ نے صراحت کی ہے کہ ہر چیز پر قبضہ اس کی نوعیت کے اعتبار سے عرف وعادت کی بنا پر ہوتا ہے، لیکن شیئرز کے اس نئے مالک کے لئے شیئرز سرٹیفکیٹ پر قبضہ سے پہلے اس شیئر کی بیع درست نہیں ہوگی، جیسا کہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں ہے۔

۱۶- قبضہ سے پہلے شیئرز کی خرید وفرخت یا اس کی منتقلی درست نہیں ہے، اس لئے کہ غرر کا اندیشہ ہے، اور اسی طرح شیئرز کے داموں کے بڑھنے کی صورت میں عدم حوالگی کا امکان ہے، اور آپ ﷺ نے غرر اور قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۷- اسٹاک ایکسچینج مارکیٹ میں بروکر (ایجنٹ) کا معاملہ کرنا مؤکل کے معاملہ کرنے کی طرح ہے اگر مؤکل اسے اپنے معاملہ کا وکیل یا نائب بنادے، اس لئے کہ اگر توکیل نہ پائی جائے تو حنفیہ اور مالکیہ کے مطابق ''بروکر'' کا تصرف ''فضولی'' کے تصرف کے حکم میں ہوگا، اگر مؤکل اجازت دیدے تو معاملہ کا نفاذ ہوگا، ورنہ عقد باطل ہو جائے گا، اور خریداری کے معاملہ کا ذمہ دار ایجنٹ ہوگا۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کے شرعی احکام

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی☆

۱- کمپنی کے شیئرز کے بارے میں یہ سوال کہ وہ کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے؟

اس سلسلہ میں علماء کرام کی یہ رائے صحیح ہے کہ کمپنی کے شیئرز کمپنی میں دی گئی رقم کی صرف دستاویز نہیں بلکہ کمپنی کے سیال (نقد) وجامد اثاثوں میں ملکیت کے سرٹیفکیٹ ہیں۔

اورعرف وقانون میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ کمپنی میں شیئر ہولڈر کے متناسب ملکیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کمپنی باہمی قرارداد سے تحلیل ہوجائے تو شیئر ہولڈر کو اسکے شیئرز کے تناسب سے کمپنی کے اثاثوں میں حصہ ملتا ہے، اسی طرح اگر نفع ہوتو اسکے لگائے ہوئے سرمایہ سے زائدرقم ملتی ہے، یا خسارہ ہوتو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے، برخلاف بانڈس وغیرہ دیگر مالی دستاویزات کے کہ جن پر کمپنی تحلیل ہونے کی صورت میں صرف لگی ہوئی رقم سود کے ساتھ واپس ملتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کمپنی کو ابتداءً قائم کیا جاتا ہے تو اس کے زمینی وجود سے پہلے بازار میں اسکے شیئرز پیش ہوتے ہیں اور لوگوں کو خریدنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ چنانچہ عوام وخواص حسب خواہش اس کے شیئرز خرید کر ممبر بنتے ہیں۔ عرف میں تو ابتدائی شیئرز لینے کو بھی خرید وفروخت سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر حقیقت میں وہ خرید وفروخت نہیں ہوتی ہے، کیونکہ شیئرز

☆ ناظم امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

Marfat.com

لینے والا تو روپیہ دیتا ہے مگر اسکے عوض میں مبیع کوئی شئی نہیں ہوتی ہے۔ چونکہ کمپنی نے نہ تو اب تک اپنا کام شروع کیا ہے اور نہ اسکے املاک واثاثے وجود میں آئے ہیں، پس حقیقت یہی ہے کہ شیئر لینے والا کمپنی میں حصہ دار ہوتا ہے۔ اور حصہ داری کی جو سرٹیفکیٹ ملتی ہے اسکی حیثیت کمپنی میں ملکیت کی نمائندگی کی دستاویز کی ہے۔

۲۔ اس صورت میں جب کہ کمپنی کے پاس کوئی اثاثہ یعنی بلڈنگ، زمین وغیرہ کی نوعیت کا نہ ہو بلکہ صرف نقد رقوم ہوں تو ایسی صورت میں شیئر خریدنے والا اگر اسے فروخت کرتا ہے تو اسے شیئرز کی اصلی قیمت سے کم یا زائد لینا یا دینا جائز نہیں ہوگا۔

۳۔ کمپنی کے وجود میں آنے کے بعد اگر سیال وجامد دونوں طرح کے اثاثے واملاک ہوں تو ایسی صورت میں شیئرز کی بیع کمی بیشی کے ساتھ جائز ہوگی، کیونکہ اس صورت میں نقد ثمن کے مقابلہ میں مبیع نقد اور سامان دونوں ہیں، اور جب ایسی صورت ہو تو اس پر بیع صرف کے احکام جاری نہیں ہوں گے، کیونکہ یہاں مال ربوی (نقد) سے غیر ربوی (نقد وسامان) کی خریداری عمل میں آرہی ہے (دیکھئے: ردالمحتار ۵/۲۶۵)۔

۴۔ بنیادی طور پر کمپنیوں کا شیئر لینا یا فروخت کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر ایسی کوئی کمپنی ہو جس کا بنیادی کاروبار حرام ہو، جیسے شراب، خنزیر کا گوشت، سودی بینک وغیرہ کی کمپنی تو کسی مسلمان کے لئے ان کا شیئرز خریدنا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے: درمختار ۵/۶۴-۶۵)۔

۵، ۶، ۷- البتہ ایسی کمپنیاں جن کا بنیادی کام حلال کا ہے جیسے انجینئرنگ یا عام استعمال کی چیز تیار کرنا، اگر وہ ضرورتاً یا انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرضے لیتی ہیں تو ان کا شیئرز خریدنا جائز ہے، اس لئے کہ جب کوئی شخص سود پر قرضہ لیتا ہے تو باوجودیکہ وہ گناہ کا عمل کرتا ہے مگر وہ لئے ہوئے قرضے کا مالک بن جاتا ہے، اس شئی میں حرمت داخل نہیں ہے، بلکہ اس پر جو سود دینا پڑتا ہے وہ ایک خارجی عمل ہے جو مستوجب عقاب ہے، اس لئے اس قرضے سے جو بھی کاروبار کیا جائے گا یا اس سے جو بھی آمدنی حاصل ہوگی وہ حلال ہوگی۔

Marfat.com

۸،۹- یہ صحیح ہے کہ کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس قانونی طور پر شیئر ہولڈر کا وکیل ہوتا ہے، اس لئے اگر وہ کمپنی کے لئے سودی قرضے لیتے ہیں تو اس کی نسبت حسب تناسب شیئر ہولڈر کی طرف ہوگی، مگر اس سے شرعی طور پر ایک مسلمان کے لئے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی نارضامندی کا اظہار کر دے۔ یہی رائے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہے۔

۱۰،۱۱- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو جائے جبکہ اس کا بنیادی کاروبار غیر سودی ہے، تو اس صورت میں شیئر ہولڈر کو سودی منافع کی مقدار کا علم ہونے پر اس کے بقدر بلا نیت ثواب صدقہ کر دینا ضروری ہوگا۔

۱۲- جس طرح ابتدائی طور پر کمپنی کے شیئرز لینا جائز ہے اسی طرح ان شیئرز کو فروخت کرنا بھی جائز ہے، نیز کسی سے خریدنا بھی جائز ہے۔ کبھی کبھی شیئرز کی خرید و فروخت کمپنی میں ملکیت و حصہ داری کی نیت سے نہیں ہوتی بلکہ (Capital Gain) کے مقصد سے ہوتی ہے جس میں شیئرز کے خریدار کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ آئندہ جب قیمت بڑھ جائیگی تو فروخت کر کے نفع حاصل کرے گا۔ یہ خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

البتہ شیئرز کی خرید و فروخت کا وہ طریقہ جس میں شیئرز کا لین دین مقصود نہیں ہوتا بلکہ شیئر مارکیٹ میں خرید و فروخت کی آواز لگا کر اخیر میں آپس کا ڈیفرینس برابر کر لیا جاتا ہے، جو ایک طرح کی سٹہ بازی (قیاس و تخمین آرائی) ہے، جس میں شیئرز پر نہ تو قبضہ ہوتا ہے اور نہ ہی قبضہ پیش نظر ہوتا ہے، یہ صورت جائز نہیں ہے۔

۱۳- فیوچر سیل (بیاعات مستقبلیات) کے طور پر شیئرز کی خرید و فروخت جس میں مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع و نقصان کو برابر کر لینا ہوتا ہے، نہ خریدار ثمن دیتا ہے، اور نہ فروخت کرنے والا مال یعنی شیرز سرٹیفکیٹ دیتا ہے، بلکہ کاغذی کارروائی خرید و فروخت کی ہوتی ہے۔ اس طرح خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع منعقد ہوتی ہی نہیں ہے، لہذا اس کا منافع لینا بھی کسی فریق کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

Marfat.com

۱۴- شیئرز کی ایسی خرید وفروخت جس میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ یعنی باتفاق فقہاء یہ بیع منعقد نہیں ہوتی ہے، البتہ مستقبل میں بیع کا وعدہ کیا جاسکتا ہے، وقت آنے پر اس کی بیع باقاعدہ کرنی ہوگی۔

۱۵،۱۶- شیئرز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں ہے، لیکن یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ہر شئی کا قبضہ حسی طور پر ضروری نہیں ہے، بعض اشیاء حکماً بھی قبضہ میں آجاتی ہیں۔ شیئرز کے کاروباری ضابطے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی حاضر سودا شیئرز کا ہوجاتا ہے تو گرچہ خریدار کے ہاتھ میں شیئرز کی سرٹیفکٹ فوری طور پر منتقل نہیں ہوتی ہے، اور حسی قبضے میں عموماً تاخیر ہوتی ہے، مگر اس کے باوجود شیئرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں، اور وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیئرز پر حسی قبضہ سے پہلے اگر کمپنی کسی حادثہ کے نتیجے میں بالکل نیست ونابود ہوجائے تو نقصان مشتری کا سمجھا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرٹیفکٹ کے ہاتھ میں آنے سے پہلے بھی شیئرز کی بیع جائز ہو، لیکن عرف کے اوپر نگاہ کی جائے تو یہ کہنا پڑیگا کہ عرف میں شیئرز کا قبضہ اسی وقت سمجھا تا ہے جب سرٹیفکٹ ہاتھ میں آجائے، اس لئے احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ سرٹیفکٹ پر قبضہ کئے بغیر شیئرز کو آگے نہ بیچا جائے۔

۱۷- اسٹاک ایکسچینج بازار میں شیئرز کی خرید وفروخت کے لئے بروکر بننا اور اس پر کوئی اجرت لینا جائز ہے۔ مگر بروکر بائع اور مشتری دونوں سے کسی ایک ہی کام کی ڈبل اجرت نہیں لے سکتا ہے، اس لئے کہ دلال یعنی بروکر شرع میں اجیر کو کہتے ہیں، اور اس پر کمیشن اصطلاح شرع میں اجرت کا نام ہے، اور اجیر جس کا کام کرتا ہے اسی سے اجرت پانے کا مستحق ہوتا ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص دونوں کا کام الگ الگ کرے تو الگ الگ کام ہونے کی بنا پر بائع اور خریدار دونوں سے متعارف اجرت لے سکتا ہے (دیکھئے: ردالمحتار ۴/۴۲)۔

☆☆☆

Marfat.com

حصصِ کمپنی کے شرعی احکام

مفتی محمد زید ندوی ☆

۱-شیئرز کی حقیقت:

زیر بحث مسئلہ میں شیئرز کمپنی کی وہ صورت متعین کرنا ضروری ہے جو کہ اقرب الی الصحت والجواز ہو، کمپنی سے خرید کردہ شیئر کی بابت اگر چہ بعض علماء نے اس کے قطعاً ناجائز اور حرام ہونے کا فتوی دیا ہے (کفایت المفتی ۱۰۹/۸) نیز بعض علماء نے شیئر کو صرف اس بات کی علامت وشہادت قرار دیا ہے کہ اس شخص نے کمپنی کو اتنی رقم دے رکھی ہے (سوالنامہ بابت شیئرز کی شرعی حیثیت)۔

لیکن دلائل کے اعتبار سے مضبوط اور جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ یہ صورت شرکت عنان کی ہے (امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۴) کیونکہ شرکت عنان کی تعریف اس پر صادق آتی ہے جس میں ایک شریک کی طرف سے مال اور دوسرے شریک کی طرف سے مال وعمل دونوں ہوتے ہیں (عطر الہدایہ/ ۱۱۴)، البتہ اگر ایک شریک کا صرف مال اور کمپنی کی طرف سے صرف کام ہو تو یہ صورت مضاربت کی ہوگی اور اس میں مضاربت کے احکام جاری ہوں گے۔ اور اس شرکت کے نتیجہ میں اس کو جو شیئرز سرٹیفیکٹ حاصل ہوگا وہ درحقیقت اس شخص کی اس کمپنی میں متناسب حصہ کی ملکیت کی نمائندگی کر رہا ہے (فقہی مقالات مولانا تقی عثمانی/ص ۱۴۳)۔

☆ جامعہ عربیہ اسلامیہ، ہتھورا، باندہ۔

Marfat.com

۲- کمپنی سے خریدے ہوئے شیئر کی بیع:

شیئر کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد اس کی خرید و فروخت کا حکم بھی واضح ہے۔ جب شیئر کی یہ حقیقت متعین ہوگئی کہ یہ شرکت عنان کی صورت ہے اور شیئر کمپنی کے متناسب حصہ کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، لہذا جس نے بھی کمپنی سے شیئر خریدے وہ اس کمپنی کا حصہ دار بن گیا، اور اب جو شخص اس شیئر کو اس (کمپنی کے حصہ دار) سے خریدے گا وہ دراصل ملکیت کے اس متناسب حصہ کو خرید رہا ہے جو اس پہلے شخص کا اس کمپنی میں آتا ہے۔ یہ حقیقت ہے شیئرز کی خرید و فروخت کی جو بالکل جائز ہے۔

لیکن وہ صورت جس کا سوال میں ذکر ہے کہ کمپنی نے ایسے وقت شیئرز فروخت کئے جس وقت کہ کمپنی کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتیں محض ایک تجویز اور خاکہ و منصوبہ ہوتا ہے، ظاہر بات ہے کہ کمپنی سے شیئر کا خریدار تو کمپنی کا شرکت دار بن گیا لیکن ایسی حالت میں خود اس شریک کا اپنے شیئر کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ کمپنی کے پاس کچھ املاک ہی نہیں کہ اس کی بابت یہ کہہ دیا جائے کہ یہ متناسب حصہ کی بیع ہے۔

چونکہ اس طرح شیئر کی خرید و فروخت کا عرف و تعامل ہے لہذا اس کو بھی جائز ہونا چاہئے، ورنہ دوسرے مسالک کی روشنی میں اس کے جائز ہونے کا فتوی دینا چاہئے۔ البتہ شبہ ربوا سے بچنے کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ اصل شریک دار نے جتنے کا حصہ خریدا ہے اتنی ہی قیمت کا فروخت کرے اس سے زائد قیمت نہ لے۔

۳- کمپنی کا مال اگر مال ربویہ و غیر ربویہ کو متضمن ہو:

کمپنی کا مال اگر مخلوط یعنی اموال ربویہ و غیر ربویہ دونوں کو متضمن ہو (اور ایسی صورت میں شیئرز کی خرید و فروخت کی جائے) تو اس میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ معاملہ ناجائز ہو جائے گا۔ ایک تو یہ کہ اموال ربویہ کے مساوی حصہ میں نقد ضروری ہے ادھار جائز نہیں، دوسرے یہ کہ اموال ربویہ کے مساوی و مقابل حصہ سے ثمن کچھ زائد ہونا چاہئے تا کہ ربوی مال

Marfat.com

باہم مساوی ہو جائے (جو بیع صرف ہوگی) اور زائد ثمن دیگر سامان کے مقابلہ میں ہوگا، ورنہ پھر سود ہو جائے گا۔

۴-سود میں ملوث کمپنیوں میں شرکت اوران کے منافع کا حکم:

ایسی کمپنیاں جو بنیادی طور پر حرام کام کرتی ہیں ان میں شرکت قطعی حرام ہے انکی اعانت بھی جائز نہیں (امداد الفتاوی ۳/۱۳۰)۔

۵،۶- ایسی کمپنیاں جن کا کاروبار بنیادی طور پر حلال ہو اس میں شرکت بلاشبہ جائز ہے، اور انکم ٹیکس یا اور دوسرے ناجائز ظالمانہ ٹیکسوں سے بچنے کے لئے ظاہر میں بینک سے قرض لینا پڑے یا اور کسی قانونی مجبوری سے بینک میں جمع کرنا پڑے، چونکہ مقصود دفع مضرت ہے لہذا ایسی صورت میں کمپنی کا (دفع مضرت یا حفظ مضرت) کے لئے بینک میں رقم جمع کرنا اور لینا دونوں جائز ہے جیسے کہ دفع مضرت کے لئے جھوٹ بولنا اور رشوت دینا جائز ہے۔ جب یہ جائز ہے تو ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا بھی جائز ہے۔

لیکن یہ جواز اسی وقت تک ہے جب تک کہ واقعی مقصود دفع مضرت ہو ورنہ اگر کمپنی کا مقصود جلب منفعت ہے اور اغلب یہی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ سود ہے اس کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے، اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کمپنی سودی طریقہ سے مال میں اضافہ کرتی اور سودی کاروبار کرتی ہے ایسی کمپنیوں میں شرکت کرنا، اس کے شیئرز خریدنا بھی درست نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے خرید لئے تو اگر کمپنی دوسرے جائز کاروبار بھی کرتی ہے نیز اس میں سودی نفع بھی شامل ہوتا ہے ایسی صورت میں تجارت کے واسطے سے حاصل شدہ نفع حلال ہوگا اور سودی نفع کا صدقہ ضروری ہوگا۔

۷- سودی قرض کے واسطے سے جو تجارت کی جائے اور اس سے جو آمدنی ہوگی وہ حلال اور طیب ہوگی، مفید ملک بھی ہوگی، لیکن سودی قرض لینے کا گناہ ہوگا (ملاحظہ ہو: امداد الفتاوی ۳/۱۷۰)۔

Marfat.com

۸-کمپنی کے افراد حصہ داروں کے وکیل ہیں اور ناجائز معاملہ کی توکیل ناجائز ہے:

کمپنی اور شیئرز ہولڈر کے معاملہ کو شرکت کہا جائے یا مضاربت، دونوں ہی صورتوں میں کمپنی کے ذمہ دار وعمال شیئرز ہولڈرس کے وکیل ہوں گے۔ محقق تھانویؒ نے بھی کمپنی کے افراد کو حصہ داروں کا وکیل ہونا تحریر فرمایا ہے (امداد الفتاوی ۳/۱۳۰)، اب رہا یہ مسئلہ کہ ایک مسلمان کا کسی غیر مسلم کو اس طرح کا وکیل بنانا درست ہے یا نہیں جس میں کہ وہ غیر مسلم یقیناً ناجائز کاروبار اور سودی معاملات بھی کرے گا؟ سو اس مسئلہ میں امام صاحب اور دیگر ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک تو یہ توکیل قطعاً ناجائز اور باطل ہے کیونکہ وکیل کا عمل مؤکل کا عمل ہے، وہ جو بھی تصرف کرے گا اس کے مؤکل ہی کا عمل سمجھا جائے گا، ہدایہ، مغنی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

لأن ما يثبت للوكيل ينتقل إلى المؤكل فصار كأنه باشره بنفسه فلا يجوز (ہدایہ فتح القدیر ۶/۷۵)۔

محقق تھانویؒ نے بھی صاحبین کے اسی قول کو اختیار فرما کر ایسی کمپنی میں شرکت کو ناجائز قرار دیا ہے (امداد الفتاوی ۳/۱۳۰)، البتہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بیع میں حقوق وکیل ہی کی طرف عائد ہوتے ہیں اور سارے احکام بھی اسی سے متعلق ہوتے ہیں۔ وکیل ابتداء عاقد لنفسہ یعنی اپنے لئے معاملہ کرتا ہے، اس لئے یہ توکیل جائز ہے۔ اور جائز کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ کا انعقاد ہو جائے گا، اس کو باطل نہ قرار دیا جائے گا، ورنہ ایسی توکیل کی اشد کراہت یعنی اس کا مکروہ تحریمی ہونا (جو کہ حرام کے قریب قریب ہے) خود امام صاحب سے بھی منقول ہے۔ نیز ایسی توکیل سے جو آمدنی ہو اس کا صدقہ کر دینا بھی واجب ہے۔ مبسوط سرخسی (۲۲/۱۲۵) شامی (۴/۱۲۰) بحر (۶/۸۴) وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

Marfat.com

۹-حصہ دار کا اپنے وکیل سے سودی کاروبار کو منع کر دینا اور اس سے اختلاف کرنا کافی ہے:

جب ایسی توکیل کا ناجائز، اور مکروہ تحریمی ہونا معلوم ہو گیا تو اب زیر بحث مسئلہ میں سوال پیدا ہوگا کہ کمپنی کی مروجہ صورت میں کسی شیئرز ہولڈر کا محض ناجائز کاروبار، سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا یا اس کی شرط لگا دینا وکیل کے عمل سے مؤکل (شیئرز ہولڈر) کو بری کر دے گا یا نہیں، اور وہ معاملہ درست ہوگا یا نہیں؟ سو اس سلسلہ میں احقر کی ناقص رائے وہی ہے جو حضرت تھانویؒ، مفتی محمد شفیع صاحب، اور مولانا تقی عثمانی صاحب کی ہے کہ شیئرز ہولڈر (کمپنی کے حصہ دار) کا سودی قرض اور سودی معاملات، حرام کاروبار سے معاملہ کے وقت اختلاف کرنا، یا شرط لگانا اور اس سے براءت کرنا خود اس کی براءت کے لئے کافی ہوگا، اور اس کے بعد جو نفع ہوگا وہ اس حصہ دار کے لئے حلال ہوگا، الا یہ کہ متعین طور پر سودی نفع دیا جائے تو اس سودی نفع کا صدقہ کرنا ضروری ہوگا جس کی دلیل ماقبل میں گذر چکی (فقہی مقالات، شیئرز کی خرید و فروخت رص ۱۵۰، امداد الفتاوی ۳ر۴۹۱)۔

۱۰، ۱۱-نفع بھی حلال ہے:

رہ گیا دوسرا مسئلہ۔ یعنی یہ کہ کمپنی سے جو نفع حصہ دار کو ملا ہے، سو اغلب تو یہی ہے کہ اس میں سودی اور ناجائز نفع بھی شامل ہوگا، لیکن جب مؤکل (حصہ دار) پہلے ہی صراحت و براءت کر چکا کہ سودی کاروبار اور ناجائز نفع میں اس کی شرکت نہ ہوگی، اس کو صرف وہ آمدنی اور نفع چاہئے جو غیر سودی اور حلال ہو، ایسی صورت میں کمپنی والے جو نفع اس کو دیں گے وہ کل کا کل حلال ہوگا، الا یہ کہ متعین طور پر یہ معلوم ہو جائے یا وہ کمپنی اس صراحت کے ساتھ اس کو نفع دے کہ اس منافع میں سودی نفع اتنا ہے جو تمہارے حصہ میں آیا ہے، اس صورت میں صرف اتنے حصہ کا صدقہ کرنا ضروری ہوگا (خانیہ ۴ر ۳۶۳، امداد الفتاوی ۳ر ۴۹۸)۔

Marfat.com

۱۲-شیئرز کی تجارت کا شرعی حکم:

شیئرز کی تجارت فی نفسہ جائز ہے، بشرطیکہ جملہ حدود و قیود اور شرائط کا لحاظ کیا جائے۔ اور چونکہ عام طور پر ان حدود و قیود اور شرائط جواز کا لوگوں کو علم نہیں ہوتا اور اس کی رعایت نہیں کرتے جس کی وجہ سے مختلف خرابیوں کے وقوع اور فساد کا احتمال بکثرت ہوتا ہے، اس لئے اس تجارت سے خالص تجارت کرنا زیادہ بہتر ہے جس میں فساد کا احتمال کم ہے۔ حاصل یہ کہ فتوی کی رو سے بلا کراہت جائز ہے گو تقوی و احتیاط کے خلاف ہے۔

بعض ناجائز صورتیں:

۱۳-فیوچر سیل (بیع المستقبلیات) اس تفصیل کے ساتھ جس کا سوال میں ذکر ہے قطعی ناجائز و حرام ہے۔ مولانا تقی عثانی صاحب نے مع دلائل اس کی تصریح فرمائی ہے (فقہی مقالات رص ۱۵۲)۔

۱۴- یہ شکل بھی ناجائز ہے (ایضا رص ۱۵۵)۔

۱۵-سرٹیفیکٹ پر قبضہ سے پہلے شیئر کی بیع ناجائز ہے:

ضمان و قبضہ دونوں علیحدہ شئی ہیں اور دونوں میں کوئی تلازم نہیں، حدیث پاک میں مستقل طور پر دونوں کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قبضہ حسی کی طرح قبضہ معنوی بھی ہوتا ہے اور ہر شئی پر اس کی خاص نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے جس میں عرف و عادت کا بھی اعتبار ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ضمان و قبضہ دونوں علیحدہ شئی ہیں۔ کسی شئی کے محض ضمان میں آجانے اور کاغذی کاروائی ہو جانے سے قبضہ کا تحقق نہیں ہوتا جب تک کہ واقعی وہ شئی (یا اس کے قائم مقام) قبضہ میں نہ آجائے۔ مثلاً صورت مسئولہ میں قبضہ معنوی کافی ہے، لیکن قبضہ معنوی کی تکمیل بھی اس پر موقوف ہے کہ سرٹیفیکٹ اور اس کی سند قبضہ میں آجائے جو کہ قبضہ حسی کے قائم مقام ہے، اس کے بغیر قبضہ

Marfat.com

معنوی بھی ناقص و ناکافی ہوگا۔

۱۶- سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے قبل یعنی قبضہ معنوی کی تکمیل سے پہلے اس کی بیع ناجائز ہے۔حدیث وفقہ میں ربح مالم یضمن کی طرح قبل القبض بیع کی مستقلاً ممانعت وارد ہوئی ہے:

نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع ما لیس عندک و عن ربح مالم یضمن

(مصنف عبدالرزاق ۳۹/۸)۔

اور محض ضمان میں آجانے سے قبضہ کا تحقق ضروری نہیں۔

۱۷-شیئرز کمپنی کی دلالی جائز ہے:

اس کی حیثیت اجیر ودلال کی ہے، جو حکم اجیر ودلال کا ہوتا ہے وہی اس کا بھی ہوگا یعنی جائز عقود کی دلالی اور اس کی اجرت جائز ہے اور ناجائز کی ناجائز، یعنی جو حکم وکالت کا ہے وہی اس کا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کی خرید وفروخت اور اس کے شرعی احکام

مفتی احمد دیولوی☆

۱-شیئرز کی حقیقت:

شیئرز کو اردو میں حصے اور عربی میں سہوم سے تعبیر کرتے ہیں، یہ شیئرز کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئرز ہولڈرس کی ملکیت کے ایک مناسب حصے کی نمائندگی کرتے ہیں، اور شیئرز خریدار کو جو کاغذ یعنی شیئر سرٹیفیکٹ کی شکل میں ملتا ہے وہ خریدار کی کمپنی میں ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ شیئر خریدنے کی وجہ سے خریدار کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں اپنے حصے کے تناسب سے مالک بن جاتا ہے، جب کمپنی ابتداءً وجود میں آتی ہے تو اس وقت جو شخص بھی شیئر خریدتا ہے وہ درحقیقت کمپنی کے کاروبار میں حصہ دار بن جاتا ہے اور کمپنی کے ساتھ شرکت کا معاملہ کرتا ہے، اور اگرچہ عرف میں اس کو شیئر خریدنا کہا جاتا ہے لیکن شرعاً وہ خرید وفروخت نہیں ہے بلکہ یہ عقد شرکت کی صورت ہوتی ہے۔

۲- کمپنی قائم کرتے وقت اس کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتی ہیں اس صورت میں نقد کا مقابلہ نقد سے ہوتا ہے، لہذا اس وقت کمپنی کے شیئرز کو فیس ویلو سے کم یا زیادہ پر فروخت کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ برابر سرابر خریدنا ضروری ہے، کیونکہ دس روپے کا شیئر دس روپے کی ہی نمائندگی کرتا ہے۔ اس وقت ایسا ہی ہوگیا جیسے کہ دس روپے کے نوٹ کو گیارہ روپے یا نو روپے میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات۔

Marfat.com

۴۔ شیئرز کمپنیوں کا کاروبار سودی اور غیر سودی دونوں قسم کے سودوں پر مشتمل ہوتا ہے، لہذا خریداروں کو ملنے والا نفع بھی مختلط بالحلال والحرام ہوگا، تو اس سلسلہ میں قاضی خاں فرماتے ہیں کہ اگر ہدیہ کرنے والے کا غالب و اکثر مال حلال ہے تو ہدیہ قبول کر کے کھا سکتا ہے، جب تک کہ اس کے حرام ہونے کا واضح ثبوت نہ ہو حلال ہے۔ کیونکہ لوگوں کے اموال حرام کی کسی قدر آمیزش سے خالی نہیں ہوتے ہیں، لہذا غالب کا اعتبار ہوگا۔

وإذا مات عامل من عمال السلطان و أوصى أن يعطى الحنطة للفقراء قالوا إن كان ما أخذه من أموال الناس مختلطا بماله لابأس به وإن كان غير مختلط لا يجوز للفقراء أن يأخذوه إذا علموا أنه مال الغير وإن لم يعلم الآخذ أنه من ماله أو مال غيره فهو حلال حتى يتبين أنه حرام (فتاوی قاضی خاں بحوالہ امداد الفتاوی ۳؍۴۹۷)۔

بہر حال فقہائے کرام کی عبارات میں توسعات اور دار الحرب میں سودی مسائل میں تخفیف وغیرہ ابحاث سے مسئلہ میں گنجائش کا پہلو ضرور موجود ہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ سود کی آمیزش قباحت سے خالی نہیں ہے۔ حضرات فقہاء کرام کی جانب سے گنجائش مبتلی بہ کے لئے ہے جو حرام سے بچ نکلنے کا راستہ فراہم کرتی ہے، لیکن زیادتی مال کے لئے بالارادہ (اصالۃً) اس قسم کے کاروبار میں مشغولیت اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کی آمیزش کے قطعی علم کے ساتھ ایک مومن کے لئے قطعاً مناسب نہیں ہے، اس لئے جہاں تک ممکن ہو اس سے اجتناب ہی صحیح راستہ ہے۔

۵۔ کمپنی کا سودی کاروبار:

اکثر کمپنیاں اپنی سرمایہ کاری حصص قرض (Bonds) اور بینک کے سودی قرضے وغیرہ شامل کر کے ہی کرتی ہیں لہذا منافع میں سود کا اختلاط ضرور ہی ہوگا جو شرعی نقطہ نگاہ سے ایک تشویشناک صورت ہے، لیکن فقہاء کرام کی عبارتوں اور کتابوں میں چند ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں

Marfat.com

جواس کے جواز کی مشیر ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۶)۔

۶- بانڈز (سندات حصص قرض) کی خرید وفروخت سودی کاروبار ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

۷- کمپنی کاروبار میں جتنے مسائل ہیں ان میں سب سے زیادہ پریشان کن امر کمپنی کا سودی کاروبار ہی ہے، اسی لئے بہت سے فقہائے کرام نے کمپنیوں کے حرام کاموں میں ملوث ہونے کی وجہ سے شیئرز کی خرید وفروخت کو ناجائز کہا ہے، اور دلیل یہ دی ہے کہ جب ہم شیئرز کی خرید وفروخت کریں گے تو اس کاروبار میں شریک ہوگئے اور اس کاروبار کا ایک شریک دوسرے شریک کا وکیل اور ایجنٹ ہے تو گویا کہ شیئر ہولڈران کو اس کام کے لئے ایجنٹ اور وکیل بنا رہا ہے کہ تم سودی قرضے کو اور سودی آمدنی کو بھی حاصل کرو۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اس قسم کے سوال کے جواب میں عدم جواز ہی کو پسند فرماتے ہیں (کفایت المفتی ۸/ ۱۲۳، ۱۲۲)۔

۸- حضرت تھانویؒ اس کو شرکت سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ حقیقت اس معاملہ کی شرکت ہے یعنی متعدد حصہ دار اپنا سرمایہ جمع کر کے تجارت کرتے ہیں اور اس سے جو نفع ہوتا ہے وہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں، اور تحریر بالا میں جو عبارت ہے کہ یہ لوگ ایک لاکھ روپئے کے ایک ہزار حصے فی صد سو روپئے قائم کرتے ہیں اور حصص فروخت کرنا شروع کرتے ہیں تو اس کو اصطلاحاً فروخت کرنا کہا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ شرکت ہے اور کارکنان کمپنی تمام کاروبار میں ان حصہ داروں کے وکیل ہیں، اور شرکت کے دو جز ہیں: ایک جز یہ کہ جو اعیان وسامان اس کارخانہ میں موجود ہوتے ہیں تو ہر شریک بواسطہ کارکنان کمپنی اس سامان کے مالک ہوتے جاتے ہیں، مثلاً اگر کسی نے سو روپئے داخل کئے تو گویا وہ سامان موجودہ کا ہزارواں حصہ اس نے خرید لیا۔ اور دوسرا جزیہ کہ آگے جو کاروبار میں نفع ہوگا وہ حصہ رسد پر شریک کی ملک ہوگا، اور اگر اس حصہ کے داخل کرنے کے بعد کچھ سامان خریدا گیا تو اسی نسبت سے یہ حصہ دار مذکور اس کا بھی مالک ہوگا۔

Marfat.com

۹- حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب حضرت تھانویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی طرف سے جواز کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ کمپنیوں میں سودی لین دین کی خرابی پائی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کمپنی کا بنیادی کاروبار مجموعی طور پر حلال ہے تو پھر دو شرطوں کے ساتھ اس کمپنی کے شیئرز لینے کی گنجائش ہے: اول شرط یہ ہے کہ سالانہ میٹنگ میں یہ آواز اٹھائی جائے کہ ہم سودی لین دین کو درست نہیں سمجھتے ہیں اس لئے اس کو بند کر دیا جائے، اور یہ نقار خانہ میں طوطی کی آواز چاہے مسترد کر دی جائے لیکن یہ آواز اٹھانا بقول حضرت تھانویؒ انسان کا اپنی ذمہ داری پوری کر دینا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ منافع کی تقسیم کے وقت نفع کا جتنا حصہ سودی ڈپازٹ سے حاصل ہوا ہو اس کو صدقہ کر دے، مذکورہ شرطوں پر عمل کر لینے کی شکل میں اس کے خرید وفروخت کی گنجائش ہے۔

۱۰،۱۱- حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنا حصہ صدقہ کرنے کا حکم ورع اور تقوی پر محمول ہے، اور اگر وجوب پر محمول کریں تو یہ اس وقت جبکہ صرف شراب اور خنزیر کی بیع کی ہو اور اس کے علاوہ کی نہ ہو، اور سودی کاروبار کی شکل میں صاحبین کے نزدیک جو بیع کو فاسد قرار دیا گیا ہے تو وہ ہمارے دعوی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وکیل بالبیع بذات خود عاقد کے مانند ہے اور ذمی کے حق میں بیع کا فساد مسلمان کے حق میں نفع کی حرمت کو مستلزم نہیں ہے، کیونکہ ملکیت کا تبادلہ فساد کے خبث کو دور کر دیتا ہے، پس ایسی صورت میں مال مستفاد میں حرمت نہیں ہوگی جبکہ کمپنی قائم کرنے والے کافر ہوں، البتہ کفار کی کمپنیوں میں شرکت مکروہ ہے جیسا کہ علامہ سرخسی کے قول سے معلوم ہوتا ہے:

يكره للمسلم أن يدفع إلى النصراني مالا مضاربة وهو جائز في القضاء (مبسوط ۲۲/۱۲۵)۔

اور مبسوط ہی میں یہ بھی ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ صفقہ کا ولی تو وکیل ہے اور

Marfat.com

شراب اس کے حق میں مال متقوم ہے تو وہ اپنے لئے خرید سکتا ہے لہذا دوسرے کے لئے بھی خرید سکتا ہے، اور وجہ یہ ہے کہ اس جگہ اسلام کے سبب سے شراب کا عقد کرنا منع ہے نہ کہ ملکیت کے سبب سے (دیکھئے: مبسوط ۱۲/۲۱۶ بحوالہ امداد الفتاوی ۳/۴۹۷)۔

۱۲- حصص کی تجارت:

مال کی تعریف میں فقہاء کرام نے چند شرطیں لگائی ہیں۔ ابن عابدین لکھتے ہیں:

المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم والتقوم يثبت به وبإباحة الانتفاع به شرعاً۔

فقہائے احناف نے اگرچہ بیع میں مبیع کے عین ہونے کی شرط لگائی ہے لیکن ان لوگوں نے حق مرور کی بیع کو جائز قرار دیا ہے، اور جواز کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک ایسا حق ہے جو عین سے متعلق ہے لہذا جواز بیع میں اس کو عین کا حکم حاصل ہوگا (دیکھئے: فتح القدیر ۵/۲۵۶)۔

اعیان سے تعلق رکھنے والے حقوق کا احناف کے یہاں وہی حکم ہے جو خود اعیان کا ہے، اور بعض اشیاء کو اموال میں داخل کرنے میں عرف کو بڑا دخل ہے جیسا کہ ابن عابدین نے فرمایا ہے کہ مالیت لوگوں کے مال بنا لینے سے ثابت ہو جاتی ہے، یہ جملہ فرما کر بہت سی چیزوں کو کچھ شرائط کے ساتھ مال کی تعریف میں داخل کر دیا ہے، اور عرف کی وجہ سے فقہائے کرام نے بہت سے حقوق کی بیع جائز قرار دی ہے، لہذا جو چیز عرف میں مال متقوم سمجھی جاتی ہے اور لوگ اس کے ساتھ مال جیسا معاملہ کرتے ہوں تو اس کی بیع جائز ہوگی بشرطیکہ وہ فی الحال ثابت ہو اور صاحب حق کیلئے اصالۃً ثابت ہو، دفع ضرر کے لئے نہ ہو، وہ حق ایسا ہو جو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو سکے، تحدید کرنے سے اسی حق کی تحدید بھی ہو جاتی ہو، غرر یا جہالت کو مستلزم نہ ہو، تاجروں کے عرف میں یعنی دین کے سلسلہ میں اس حق کو اموال واعیان کی حیثیت حاصل ہو۔

Marfat.com

مذکورہ شرائط کی روشنی میں جب ہم شیئرز کے معاملہ کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تجار کے عرف میں اس کو مال متقوم مانا جاتا ہے، بلکہ وہ اقتصادیات کی دنیا میں اتنا عام ہے اور اس کا شیوع اس قدر ہو چکا ہے کہ لوگوں کے اذہان میں اس کی مالیت کے انکار کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کمپنی کی طرف سے اس پر زبردست اعتماد کیا جاتا ہے لہذا اس کی خرید و فروخت اور رہن جائز ہوگا، جیسے کہ ثمن اصطلاحی کی پشت پر حکومت اور عوام کا اعتماد ہی کام کر رہا ہے بلکہ لوگوں نے اس کو ہی ثمن اصلی شمار کر لیا ہے۔

حقیقت میں تو اثاثہ تجارت کے جزء شائع کا ہی بدل ہے لیکن عرف میں اس کا اعتبار کر کے کمپنی کسی کو جزء شائع سے کچھ واپس نہیں کرتی ہے بلکہ شرکت بھی خود رد نہیں کرتی، بلکہ دلال کے ذریعہ ہی کاغذات کی منتقلی ہوتی ہے اور اس کو حصص کی بیع سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے کہ ثمن اصطلاحی کی پشت پر حکومت کے خزانہ کا سونا ذمہ دار اور مدار ہوتا ہے لیکن کوئی بھی بینک اب سونا واپس نہیں کرتا ہے اگر چہ کاغذی نوٹوں پر وثیقہ لکھا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح شیئرز میں حصہ دار کو کاغذات سے ہی واسطہ ہوتا ہے۔

۱۳- فیوچر سیل کا مقصد جب خریدنا ہے ہی نہیں بلکہ صرف نفع نقصان برابر کر لینا مقصود ہے لہذا یہ جائز نہیں ہوگا، اور جب اس میں بیع و شراء کا تحقق ہی نہیں ہوتا تو پھر اس کو بیع کہنا بھی صحیح نہیں ہے، یہ حرام ہے۔

۱۴- غائب سودا کی وضاحت نہیں معلوم ہو سکی لہذا اس کا حکم بھی متعین نہیں ہو سکتا۔ اگر سوال نمبر ۱۳ کی ہی طرح ہوتا ہے کہ صرف آپس کا فرق (ڈیفرنس) برابر کر لیا جاتا ہے، اور سٹہ بازاری کی شکل ہوتی ہے تو یہ صورت بھی ماقبل کی فیوچر سیل والی شکل کی طرح حرام ہے۔

۱۵- اگر اس کے ضمان میں حقوق و ذمہ داری منتقل ہو جاتی ہیں تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا، چاہے شیئر سرٹیفکیٹ بعد میں ملے۔ اصل رسید ملنے کو ہی عرف میں شیئر خریدنا کہتے ہیں، بعد میں دو یا تین مہینے بعد ہی سرٹیفکیٹ ملتا ہے، اس سے پہلے رسید کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

۱۶- جب یہ مال متقوم کے درجہ میں ہے تو اعیان کی طرح اس کی خرید وفروخت اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا بھی جائز ہے بالخصوص جبکہ شیئرز کا ضمان خریدنے کا معاملہ کرنے کے ساتھ ہی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہو۔

۱۷-دلال کے ذریعہ شیئرز کی خرید وفروخت:

آج کل کے کاروباری دنیا میں دلال کے بغیر کوئی بھی کام نہیں ہوتا ہے، اکثر تجارت و کاروبار دلال کے ذریعہ ہی مکمل ہوتے ہیں، لہذا فقہائے کرام نے دلال کے ذریعہ کاروبار کو جائز قرار دیا ہے اور دلال کے لئے اجرت بھی جائز قرار دیا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال في التاتارخانية و في الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه. إن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم. وفي الحاوي سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال أرجو أنه لابأس به وإن كان في الأصل فاسد لكثرة التعامل و كثير من هذا غير جائز فجوزه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام (شامی ۵/ ۴۴)۔

اور اسی تعامل اور حاجت کی وجہ سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ دلال کی اجرت کام اور محنت کے موافق لینا اور دینا جائز ہے بشرطیکہ ظاہر کر کے رضا مندی سے لیا جاوے، اور جو خفیہ طریقہ سے لیتے ہیں وہ حرام ہے (امداد المفتین ۲/ ۱۷۱، فتاوی محمودیہ ۴/ ۱۷۵)۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز سے متعلق مسائل

مفتی عبدالرحمٰن پالنپوری

۱- کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی شرکت وملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، اور یہی نقطۂ نظر صحیح ہے۔

۲- کمپنی قائم کرتے وقت جب تک کمپنی کے پاس کچھ بھی املاک اور اثاثے نہ ہوں اس وقت تک کمپنی کا خرید کردہ شیئر خرید قیمت سے کم یا زیادہ پر فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شرعاً یہ سود ہے۔ شیئر کو خرید قیمت کے برابر قیمت پر بیچنا شرعاً جائز ہے۔

۳- کمپنی، نقد اور املاک (مال ربوی وغیر ربوی) دونوں پر مشتمل ہو تو شیئر کے حصہ میں جتنا نقد مال ربوی آتا ہے اس سے زیادہ پر شیئر کو فروخت کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے، اس کے برابر یا کم قیمت پر بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً دس روپے کے شیئر کے حصہ میں اگر آٹھ روپیہ نقد، مال ربوی کے مقابل ہیں اور دو روپے اثاثوں، املاک کے مقابل ہیں تو شیئر کی بیع آٹھ روپے یا اس سے کم میں جائز نہ ہوگی۔ البتہ نو روپئے یا اس سے زائد میں جائز ہوگی (اسلام اور جدید معیشت وتجارت رص ۸۷)۔

۴- ایسی کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے۔ جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت یا سودی اسکیموں میں روپیہ لگانا۔ ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت ناجائز اور حرام ہے۔

۵- ایسی کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حلال ہونے کے باوجود انہیں بعض اوقات انکم ٹیکس

Marfat.com

وغیرہ کی زد سے بچنے کے لئے بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے ایسی کمپنیوں میں شیئرز خریدنے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ سالانہ میٹنگ میں سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھائی ہو۔

۶ - بنیادی حلال کاروبار کرنے والی جن کمپنیوں کو بھی قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے یا سیکورٹی بانڈس خریدنے پڑتے ہیں ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنے کی گنجائش ہوگی، بشرطیکہ نفع میں سے سود کی مقدار بلا نیت ثواب صدقہ کردے۔

۷ - سودی قرض لینے کی صورت میں اس قرض سے حاصل ہونے والی آمدنی ومنافع حلال شمار ہونگے اور یہ قرض مفید ملک ہوگا لیکن سودی قرض کا معاملہ کرنا سخت گناہ کا کام ہوگا، اور قرض کی واپسی کے وقت قرض سے زائد رقم دینا سود ہے جو گناہ کبیرہ اور حرام ہے (امداد الفتاوی ۳/۱۷۰)۔

۸ - کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے اور اس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل شمار ہوگا۔

۹ - کمپنی میں شیئر ہولڈر کا سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھانے اور ناجائز امور سے منع کرنے کے بعد شیئر ہولڈر وکیل کے عمل کی ذمہ داری سے بری الذمہ شمار ہوگا۔

۱۰ - کمپنی کے منافع میں اگر سود شامل ہو اور اس کی مقدار معلوم ہو تو شیئر ہولڈر کے لئے منافع سے سود کی مقدار کا صدقہ کرنا ضروری ہے، اور اگر سود کی مقدار معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے سودی مقدار کا صدقہ کرنا کافی ہوگا۔

۱۱ - اگر سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو سودی آمدنی ونفع دونوں کا صدقہ کرنا ضروری ہے (ہدایہ ۳/۴۵۶)۔

۱۲ - شیئرز کی خرید وفروخت کے جواز کے شرائط کے ساتھ شیئرز کی تجارت کرنے کی اجازت ہے۔ شیئرز کو اس نیت سے خریدنا کہ قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کردوں گا

Marfat.com

اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہر تخمین اور قیاس آرائی ممنوع نہیں ہے، بلکہ وہ تخمین اور قیاس آرائی ممنوع ہے جس میں شرعی شرائط کی رعایت نہ کی گئی ہو (اسلام اور جدید معیشت و تجارت رص ۹۰)۔

۱۳- فیوچر سیل (بیاعات مستقبلیات) یعنی شیئرز کی ایسی بیع وشراء کہ شیئر لینا دینا مقصود نہ ہو، محض نفع نقصان برابر کر کے نفع کمانا مقصود ہو، یہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے (اسلام اور جدید معیشت و تجارت رص ۹۱)۔

۱۴- غائب سودے جن میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے وہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ بیع کی وقتِ مستقبل کی طرف اضافت یا تعلیق باتفاق فقہاء ناجائز ہے، البتہ مستقبل میں بیع کا وعدہ کیا جا سکتا ہے، لیکن وقت آنے پر بیع باقاعدہ کرنی ہوگی (جدید معیشت و تجارت رص ۹۱)۔

۱۵- شیئرز کے نقد سودے ہو جانے کے بعد شیئرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں، وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان کی بیع سرٹیفیکٹ پر قبضہ سے پہلے جائز ہونی چاہئے، لیکن عرف میں شیئر کا قبضہ اسی وقت سمجھا جاتا ہے جب سرٹیفیکٹ ہاتھ میں آ جائے، لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ سرٹیفیکٹ پر قبضہ کئے بغیر آگے بیع کی اجازت نہیں ہے (حوالہ بالا رص ۹۱ - ۹۲)۔

۱۶- خرید کردہ شیئر کو اگر خریدار سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے پہلے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے تاکہ سٹے بازی کا سدباب بھی ہو۔

۱۷- جن شیئرز کی خرید وفروخت شرعی شرائط کے ساتھ ہوتی ہو ان شیئرز کی خرید وفروخت میں بروکر وایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہے۔ اور جن شیئرز کی خرید وفروخت میں شرعی شرائط کی رعایت نہ ہوتی ہو ان شیئرز کی خرید وفروخت میں بروکر اور ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

شیئرز-شریعت کی نظر میں

مولانا ابوالحسن علی☆

۱-شیئرز کی حقیقت:

اردو میں اس کو حصص اور عربی میں سہوم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ شیئرز کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئر ہولڈرس کی ملکیت کے ایک مناسب حصے کی نمائندگی کرتے ہیں اور شیئر خریدار کو ملنے والے کاغذ یعنی سرٹیفیکٹ خریدار کی کمپنی میں ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے شیئر خریدنے کی وجہ سے خریدار کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں اپنے حصے کے تناسب سے مالک بن جاتا ہے۔ جب کمپنی ابتداءً وجود میں آتی ہے تو اس وقت جو شخص بھی شیئر خریدتا ہے وہ درحقیقت کمپنی کے کاروبار میں حصہ دار بن جاتا ہے اور کمپنی کے ساتھ شرکت کا معاملہ کرتا ہے اگرچہ عرف میں اس کو شیئر خریدنا کہا جاتا ہے لیکن شرعاً وہ خرید وفروخت نہیں ہے بلکہ عقد شرکت کی صورت ہوتی ہے۔

۲-نئی کمپنی کے شیئرز-نقد کا نقد سے مقابلہ:

جب کسی کمپنی کے شیئرز ابتداء میں جاری(Issue) ہوتے ہیں اور اس کے پاس املاک منجمد شکل میں نہ ہو بلکہ نقد اور سیال(Liquid - Assets) کی شکل میں ہو تو اس وقت ہمارے شیئرز اتنے ہی روپیہ کی نمائندگی کرتے ہیں جتنے روپے ہم نے کمپنی میں دیئے ہیں، جیسے دس روپئے کا نوٹ دس روپے کی ہی وکالت کرتا ہے، اس شکل میں اس کو کمی زیادتی سے بیچنا جائز نہ ہوگا بلکہ سود ہونے کی وجہ سے حرام ہوگا، کیونکہ یہ بیع صرف کی شکل ہوگی جس میں کمی زیادتی

☆ شیخ الحدیث، دارالعلوم ماٹلی والا، بھروچ گجرات۔

Marfat.com

جائز نہیں ہے۔

۳- اثاثے کا مخلوط ہونا:

جب کمپنی کے کچھ اثاثے منجمد (Fixed - Assets) کی شکل میں ہیں مثلاً اس نے کوئی بلڈنگ بنائی یا مشینری خریدی یا کچا مال خرید لیا تو اب اس کے شیئر کو کمی یا زیادتی سے بیچنا جائز ہوگا۔

بہت سے مسائل فقہاء کرام نے انفرادی اور علی سبیل البدلیت ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس میں تفاضل کی شکل ہو کر سود ہو جاتا ہے، اور جب مجموع کا مجموعہ سے تقابل کیا جاتا ہے تو جواز کی گنجائش نکل آتی ہے کیونکہ مختلف جنسوں کا باہم تقابل ہوتا ہے۔

۴- جن کمپنیوں کا کاروبار حرام ہے ان کے شیئرز کی خرید و فروخت ناجائز ہے، نہ تو ابتداء میں Float (جاری) ہوتے وقت جائز ہے، اور نہیں بعد میں اسٹاک مارکیٹ سے لینا جائز ہے۔

۵،۶- کمپنی کا سودی کاروبار:

اکثر کمپنیاں انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے یا دوسرے قانونی تقاضوں کی وجہ سے بینک سے سودی قرض لیتی ہیں یا ریزرو بینک میں جمع کرتی ہیں، لہذا منافع میں سود کا اختلاط ہو جاتا ہے جو شرعی نقطہ نظر سے ایک تشویشناک صورت ہے، اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی دو جماعتیں ہوگئی ہیں، ایک جماعت سودی کاروبار ہونے کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیتی ہے کیونکہ کاروبار میں ایک شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے تو گویا کہ شیئر ہولڈران کو اس کام کا ایجنٹ بنا دیتا ہے کہ تم سودی قرض لو اور سودی آمدنی حاصل کرو۔

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اگرچہ ان کمپنیوں میں یہ خرابی پائی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کمپنی کا بنیادی کاروبار مجموعی طور پر حلال ہے تو پھر کچھ شرائط کے ساتھ اس کمپنی کے شیئرز لینے کی گنجائش ہے۔

Marfat.com

حضرت تھانویؒ نے ''رسالہ القصص السنی فی حکم حصص کمپنی'' میں جو بعد کی تحریر معلوم ہوتی ہے اس میں شیئرز کے جواز کا حکم بیان فرمایا ہے اور بہت تفصیلی گفتگو فرمائی ہے جس میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے جواب میں ذکر کردہ بہت سے اشکالات کے جوابات بھی آگئے ہیں۔ مولانا مفتی تقی صاحب، حضرت تھانویؒ، اور حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی جانب سے جواز کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ کمپنیوں میں سودی لین دین کی خرابی پائی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کمپنی کا بنیادی کاروبار مجموعی طور پر حلال ہے تو پھر دو شرطوں کے ساتھ اس کمپنی کے شیئرز لینے کی گنجائش ہے۔

ا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ سالانہ میٹنگ میں یہ آواز اٹھائی جائے کہ ہم سودی لین دین کو درست نہیں سمجھتے ہیں اس لئے اس کو بند کر دیا جائے، یہ نقار خانہ میں طوطی کی آواز چاہے مسترد کر دی جائے لیکن یہ آواز اٹھانا بقول حضرت تھانویؒ انسان کا اپنی ذمہ داری پوری کر دینا ہے۔

۲۔ دوسری شرط یہ کہ منافع کی تقسیم کے وقت نفع کا جتنا حصہ سودی ڈپازٹ سے حاصل ہوا ہو اس کو صدقہ کر دے، مذکورہ شرطوں پر عمل کر لینے کی شکل میں اس کی خرید و فروخت کی گنجائش ہے اور یہ جواز کا موقف معتدل اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہے اور لوگوں کے لئے سہولت کا راستہ فراہم کرتا ہے (شیئرز کی خرید و فروخت ص ر ۱۰، ۱۱)۔

فقہاء کرام کی عبارات میں توسع اور دار الحرب میں سودی کاروبار میں تخفیف وغیرہ ابحاث سے مسئلہ میں گنجائش کا پہلو ضرور موجود ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ سود کی آمیزش قباحت سے خالی نہیں ہے۔ حضرات فقہاء کرام کی جانب سے گنجائش مبتلی بہ کے لئے ہے جو حرام سے بچ نکلنے کا راستہ فراہم کرتی ہے لیکن زیادتی مال کے لئے بالا رادہ اس قسم کے کاروبار میں مشغولیت اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کی آمیزش کے قطعی علم کے ساتھ ایک مومن کے لئے مناسب نہیں ہے، اس لئے جہاں تک ممکن ہو اس سے اجتناب ہی صحیح راستہ ہے۔

Marfat.com

۷-سودی قرض کے ذریعہ حاصل شدہ آمدنی:

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وإن أربى فاشترى درهمين بدرهم كان البيع فاسدا ولكن لا يصير ضامنا لمال المضاربة والربح بينهما على الشرط.

مولانا ظفر احمد تھانویؒ اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سودی کاروبار کی شکل میں صاحبینؒ کے نزدیک جو بیع کو فاسد قرار دیا ہے تو وہ ہمارے دعوی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وکیل بالبیع بذات خود عاقد کے مانند ہے اور ذمی کے حق میں بیع کا فساد مسلمان کے حق میں نفع کی حرمت کو مستلزم نہیں ہے، کیونکہ ملکیت کا تبادلہ فساد کے خبث کو دور کر دیتا ہے، پس ایسی صورت میں مال مستفاد میں حرمت نہ ہوگی جبکہ کمپنی کے قائم کرنے والے کافر ہوں، البتہ کفار کی کمپنیوں میں شرکت مکروہ ہے جیسا کہ علامہ سرخسیؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔

ويكره للمسلم أن يدفع إلى النصراني مالا مضاربة وهو جائز في القضاء (مبسوط ۲۲/۱۲۵)۔

مفتی نظام الدین صاحب اسی طرح کے جواب میں فرماتے ہیں: الجواب۔اس فیکٹری کے نفع کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں اس کا نفع لینا تو جائز رہے گا۔پھر آگے فرماتے ہیں کہ اگر شیئر ہولڈر خود بینک سے لون نہیں لیتا ہے بلکہ فیکٹری کا عملہ یہ سب کام خود انجام دیتا ہے اور وہ اکثر غیر مسلم ہے یا کل غیر مسلم ہے تو ایسی صورت میں یہ شیئرز خریدنا جائز رہے گا، منع نہ ہوگا (نظام الفتاوی ۱/۲۰۰)۔

۸-کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کی حیثیت:

ظاہر میں شیئر کی خرید وفروخت کو بیع وشراء سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ شرکت ہے اور کمپنی کے کارکنان تمام کاروبار میں حصہ دار کے وکیل ہیں۔

۹- کمپنی میں شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اور اس کا اعلان کرنا وکیل

Marfat.com

کے عمل کی ذمہ داری سے اسے بری الذمہ تو نہیں کرے گا لیکن بظاہر اس کا اور کوئی حل نہیں ہے، یا تو آدمی شیئرز کی خرید و فروخت ہی نہ کرے یا اپنی مقدور بھر آواز اٹھائے جو حقیقت میں نقار خانہ میں طوطی کی آواز ہے لیکن بقول حضرت حکیم الامت وکیل اپنی ذمہ داری پوری کر دیتا ہے۔

۱۰، ۱۱- سود کی مقدار کو صدقہ کرنا:

فتاوی عالمگیری میں ہے:

إذا دفع المسلم إلى النصرانی مالا مضاربة بالنصف فهو جائز إلى أنه مكروه فإن اتجر فی الخمروالخنزير فربح جاز علی المضاربة فی قول أبی حنيفةؒ وينبغی للمسلم أن يتصدق بحصته من الربح.

مولانا ظفر احمد تھانوی اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ تصدق کا حکم ورع اور تقوی پر محمول ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے، اور اگر وجوب پر محمول کیا جاوے تو یہ اس وقت ہے جبکہ صرف شراب اور خنزیر کی بیع ہو اور اس کے علاوہ کی نہ ہو (امداد الفتاوی ۳/۴۹۷)۔

مولانا تقی صاحب فرماتے ہیں کہ جب منافع (Dividend) تقسیم ہو تو وہ شخص انکم اسٹیٹ منٹ (Income Statement) کے ذریعہ یہ معلوم کرے کہ آمدنی کا کتنا حصہ سودی ڈپازٹ سے حاصل ہوا ہے، مثلاً فرض کیجئے کہ اس کمپنی کو کسی آمدنی کا پانچ فیصد حصہ سودی ڈپازٹ میں رقم رکھوانے سے حاصل ہوا ہے تو اب وہ شخص اپنے نفع کا پانچ فیصد حصہ صدقہ کر دے۔

۱۲- شیئرز کی تجارت:

مال کی تعریف میں فقہاء کرام نے چند شرطیں لگائی ہیں، ابن عابدین لکھتے ہیں:

یعنی مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور وقت ضرورت کے لئے اس کو ذخیرہ کرنا ممکن ہو، اور مالیت تمام لوگوں یا بعض لوگوں کے مال بنانے سے ثابت ہوتی ہے

Marfat.com

اور تقوم مالیت بنانے کے ذریعہ بھی ثابت ہوتا ہے اور شرعاً اس سے انتفاع جائز ہونے سے بھی حاصل ہوتا ہے (شامی ۳/۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اعیان سے تعلق رکھنے والے حقوق کا احناف کے یہاں وہی حکم ہے جو خود اعیان کا ہے، اور بعض اشیاء کو اموال میں داخل کرنے میں عرف کو بڑا دخل ہے جیسے کہ علامہ شامیؒ نے مال کی تعریف میں بتمول الناس کے لفظ سے فرمایا، عرف کی وجہ سے فقہاء کرام نے بہت سے حقوق کی بیع جائز قرار دی ہے، لہذا جو چیز عرف میں مال متقوم سمجھی جاتی ہو اور لوگ اس کے ساتھ مال جیسا معاملہ کرتے ہوں تو اس کی بیع جائز ہوگی، بشرطیکہ وہ فی الحال ثابت ہو، صاحب حق کے لئے اصالۃً ثابت ہو، دفع ضرر کے لئے نہ ہو، وہ حق ایک آدمی سے دوسرے کی طرف منتقل ہو سکے، اس کی تحلیل ہو سکتی ہو، غرر وجہالت کو مستلزم نہ ہو، تاجروں کے عرف میں لین دین کے سلسلہ میں اس حق کو اموال واعیان کی حیثیت حاصل ہو۔

مذکورہ شرائط کی روشنی میں جب ہم شیئر کے معاملہ کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تجار کے عرف میں اس کو مال متقوم سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ اقتصادیات کی دنیا میں اتنا عام اور شائع ہے کہ لوگوں کے اذہان میں اس کی مالیت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، لہذا اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی اور تجارت کے طور پر بیع وشراء کرنا بھی جائز ہوگا بشرطیکہ اصل کاروبار حلال ہو، کمپنی کے کچھ اثاثے منجمد شکل میں ہوں صرف نقد کی صورت نہ ہوں، سودی ڈپازٹ سے حاصل شدہ نفع میں سے اتنا حصہ صدقہ کردے۔

بازار کی صورت حال مختلف احوال وواقعات کی وجہ سے بدلتی رہتی ہے، لہذا اس میں تخمین وانداز ہ سے ہی شیئرز کی قیمت میں کمی زیادتی سمجھی جاتی ہے، اس کی قطعی تعیین خود بروکر اور دلال وغیرہ کو بھی کم ہی معلوم ہوتی ہے۔ البتہ جہاں سٹہ بازاری کا معاملہ چل رہا ہو اور آدمی کو معلوم ہو کہ یہ کمپنی کے منافع کی تقسیم اعتماد وکریڈٹ پر نہیں ہو رہی ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس وقت سٹہ بازاروں کو تعاون دینے والے کی حیثیت بھی اختیار نہ کرے اور " **ولا تعاونوا على الإثم**

Marfat.com

والعدوان'' پرعمل پیرا ہو۔

۱۳- فیوچر سیل:

سوال میں مذکور تفصیل کے مطابق جب اصل سودا محض کاغذی کارروائی ہے، نہ مشتری ثمن دیتا ہے نہ بائع مال دیتا ہے تو یہ بیع ہی نہیں ہوئی، اور نہ مقصود شیئرز کا لین دین ہے بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Difference) برابر کرلیا جاتا ہے، شیئرز کی (Delivery) مقصود نہیں ہوتی ہے بلکہ اصل مقصود یہ ہو کہ اس طرح سٹہ بازاری کر کے آپس کے ڈیفرنس کو برابر کرلیا جائے، تو یہ صورت حرام ہے۔

۱۴- غائب سودا جن میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، جائز ہوگی یا نہیں؟

یہ سوال تشریح طلب ہے، بغیر تشریح وتفصیل کے اس کا صحیح جواب مشکل ہے۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ بظاہر شرائط صحت موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع ناجائز ہے۔

۱۵- سوالنامہ کی تفصیل کے مطابق جب کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں شیئر ہولڈر کی ملکیت آجاتی ہے اور اس کی ضمان میں آکر حقوق وذمہ داری خریدار کی طرف منتقل ہوجاتی ہے تو چاہے شیئر سرٹیفیکٹ نہ ملا ہو معنوی طور پر شیئر پر اس کا قبضہ سمجھا جاوے گا، کیونکہ شریعت میں ہر شئی پر اس کی خاص نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔

لہذا صورت مذکورہ میں شیئر سرٹیفیکٹ حقیقت میں شیئر نہیں ہے بلکہ شیئر تو اس ملکیت کا نام ہے جو اس کمپنی کے اندر ہے، سرٹیفیکٹ تو اس ملکیت کی علامت اور ثبوت وشہادت ہے۔

لہذا اب تنقیح طلب امر یہی ہے کہ کمپنی کا اصل حصہ جس کی یہ شیئر نمائندگی کررہا ہے وہ اس شخص کی ملکیت میں آگیا یا نہیں؟ اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ حصہ ایسا نہیں ہے کہ وہ شخص کمپنی میں جا کر اپنا حصہ وصول کرے اور اس پر قبضہ کرلے، ایسا کرنا ممکن نہیں ہے، لہذا اصل حصہ کی ملکیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص اس حصہ کے فوائد ونقصانات اور اس حصہ کی ذمہ داریوں اور منافع کا

Marfat.com

حقدار بن جائے۔

سوال نامہ کے مطابق جب حقوق و ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور سرٹیفیکٹ نہ ملنے کے باوجود شیئرز پر معنوی قبضہ حاصل ہوگیا ہے، پھر بھی احتیاطی پہلو یہی ہے کہ جب تک ڈلیوری نہ مل جائے اس وقت تک آگے فروخت نہ کیا جاوے۔

۱۶- ماقبل کے جواب سے اس مسئلہ کو بھی حل کرلیا گیا کہ جب شیئر کا ضمان ومنافع خرید نے کا معاملہ کرنے کے ساتھ ہی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو اس کا معنوی قبضہ ہوگیا، اور جب اس کا مالک بننا صحیح ہوگیا تو اسکے لئے دوسرے کو فروخت کرنا بھی صحیح ہوگیا، اور پھر ہر ایک کے معنوی قبضہ کی صورت میں دوسرے کو منتقل کرنا فی نفسہ جائز ہوگا لیکن پھر بھی احتیاطی پہلو ڈلیوری تک انتظار کرنے میں ہی ہے تاکہ حسی قبضہ بھی مکمل ہو جائے۔

۱۷- بروکر اور دلال:

آج کل کی کاروباری دنیا میں دلال کے بغیر کوئی بھی کام نہیں ہوتا ہے، اکثر تجارت و کاروبار دلال ہی کے ذریعہ مکمل ہوتے ہیں، لہذا فقہاء کرام نے دلال کے ذریعہ کاروبار کو جائز قرار دیا ہے اور دلال کے لئے اجرت بھی جائز قرار دی ہے۔

اور اسی تعامل اور حاجت الناس کی وجہ سے فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ دلال کی اجرت کام اور محنت کے موافق لینا اور دینا جائز ہے بشرطیکہ ظاہر کر کے رضا مندی سے لیا جاوے اور جو خفیہ طریقہ سے لیتے ہیں وہ حرام ہے (فتاوی محمودیہ ۴/۱۷۰، امداد المفتین ۲/۱۷۱)۔

حاصل یہ کہ دلال اجرت سے کام کرتا ہے، اب اگر وہ بائع کا کام کرتا ہے تو بائع کا اجیر ہے اور اس سے اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر مشتری کا کام کرتا ہے تو مشتری سے اجرت پائے گا، یہ نہیں ہوسکتا کہ عمل تو کسی ایک کا کرے اور اجرت دونوں سے وصول کرے، یہ ناجائز ہے۔

البتہ اگر وہ دونوں کا کام الگ الگ کرے تو الگ الگ کام ہونے کی وجہ سے دونوں سے عمل کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے اجرت متعارفہ لے سکتا ہے۔

Marfat.com

مسائل حصص پر ایک نظر

مولانا خلیل احمد قاسمی، راجستھان

۱- خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، محض دستاویز نہیں ہے۔

۲- املاک وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں بغیر برابری کے جائز نہیں ہے۔

۳- حیثیت مشترکہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی خرید وفروخت درست ہے۔

۴- جائز نہیں۔

۵- اصل بنیادی کاروبار کا اعتبار کرتے ہوئے شیئرز خریدنا درست ہے۔

۶- اصالۃً جائز ہے مگر بچنے کی کوشش کی جائے۔

۷- اضطراری حالت میں ایسے سودی قرض لینے کی مشروط اجازت ہے اور یہ مفید ملک بھی ہے، اور ایسے قرض سے حاصل ہونے والی آمدنی درست ہے۔

۸- ہاں وکیل سمجھا جائے گا۔

۹- اختلاف کرنے کا نام بری الذمہ ہونا نہیں ہے جبکہ اس میں شریک ہو۔

۱۰- جواز کے لئے اتنی بات کافی نہیں ہے بلکہ اس کو لازم قرار دیا جائے۔

۱۱- بلکہ ضروری ہے۔

Marfat.com

۱۲- نفس شیئرز کا خرید نادرست ہے تو سوال میں مذکورہ صورت بھی درست ہوگی۔

۱۳- شرعاً یہ صورت جائز نہیں ہے۔

۱۴- جائز نہیں ہے، یہ محض وعدہ ہے۔

۱۵- شریعت میں قبضہ عرفی کا اعتبار ہے چاہے جس حیثیت کا ہو۔

۱۶- یہ سرٹیفیکٹ محض ایک وثیقہ ہے، اصل معاملہ خرید وفروخت کا ہے جبکہ ضمان اور منافع خریدار کی طرف لوٹتے ہیں، اور عرفاً قبضہ کی سرٹیفیکٹ کے علاوہ کوئی دوسری علامت ہو جس کے ذریعہ سے تبدیلی منافع کا پتہ چلتا ہو، جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۷- معاملہ خرید وفروخت کے درست ہونے کی صورت میں صحیح ہے۔

خلاصہ کلام:

موجودہ شیئرز کمپنیوں میں سے کوئی کمپنی ایسی نہیں ہے کہ جس میں سودی کاروبار نہ ہو، اور سود کی حرمت منصوص ہے، اس لئے شیئرز کی خرید وفروخت کو علی الاطلاق ناجائز وحرام قرار دینا تو اقرب الی الصواب نہ ہوگا اس لئے کہ اس میں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں جواز کا پہلو ہے، البتہ شیئرز کو نہ خریدنا اقرب الی الصواب ضروری ہے، اور اگر شیئر خریدنا ضروری ہے تو بیان کردہ شرعی حیثیت کو مدنظر رکھا جائے تا کہ شیئر کی آمدنی درجہ جواز میں آ جائے۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص

مولانا عبداللطیف پالنپوری☆

۱۔ کسی بھی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی کے اثاثوں میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا یہ محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس نے کمپنی کو اتنی رقم دے رکھی ہے، اس میں ان علماء کا نقطۂ نظر صحیح معلوم ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شیئر ہولڈر کی کمپنی کے اثاثوں میں متناسب ملکیت ہوتی ہے (اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۵)۔

۲۔ اگر کمپنی نے ابھی تک کسی قسم کے جامد اثاثے (مثلاً بلڈنگ، مشینری وغیرہ) یا سامان تجارت نہیں خریدے بلکہ اس کے پاس صرف نقود ہیں یا کسی کے ذمے دیون ہیں تو اس صورت میں شیئر کی بیع و شراء اس کی اصل قیمت سے کم و بیش پر سود ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اب شیئر صرف نقد کی نمائندگی کر رہا ہے، مثلاً دس روپئے کا شیئر صرف دس روپئے کی نمائندگی کر رہا ہے، اگر اس کو گیارہ روپئے میں فروخت کیا جائے گا تو دس روپئے کی بیع گیارہ روپئے کے ساتھ ہوئی جو کہ ناجائز ہے۔

۳۔ جب نقود کے علاوہ کمپنی کے دیگر اثاثے (مثلاً بلڈنگ، مشینری، خام مال وغیرہ) وجود میں آ گئے اور کمپنی کے اثاثوں میں نقود و غیر نقود دونوں شامل ہو گئے تو اب شیئرز کی بیع و شراء اس کی اصل قیمت سے کم و بیش پر جائز ہوگی، البتہ ہر شیئر کے حصے میں کمپنی کے نقود اور

☆ جامعہ نذیریہ، کاکوسی، شمالی گجرات۔

Marfat.com

دیون کی جتنی مقدار آئی ہے، اگر شیئر کی کل قیمت اس کے برابر یا اس سے کم ہو تو بیع جائز نہ ہوگی، مثلاً دس روپئے کے شیئر میں اگر آٹھ روپئے نقود و دیون کے مقابل ہیں اور دو روپئے جامد اثاثوں کے مقابل تو شیئر کی بیع آٹھ روپئے یا اس سے کم میں جائز نہ ہوگی، البتہ نو روپئے یا اس سے زائد میں جائز ہوگی (اسلام اور جدید معیشت وتجارت/۸۶،۸۷)۔

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے، جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت یا بینکس اور سودی اسکیموں میں روپیہ لگانا، ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے (حوالہ سابق)۔

۵،۶- ایسی کمپنیاں جن کا کاروبار اصلاً تو حلال ہے لیکن کسی نہ کسی طرح وہ سود میں ملوث ہو جاتی ہیں، ایسی کمپنیوں کے سودی لین دین کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ کمپنی قرضہ لے اور اس پر سود ادا کرے، اس صورت میں کمپنی کی آمدنی میں تو کوئی حرام عنصر شامل نہیں ہوا، اس لئے کہ جب کوئی شخص سود پر قرضہ لے تو یہ فعل تو حرام ہے اور ایسا کرنا سخت گناہ ہے مگر وہ قرض کا مالک بن جائے گا، اور اس کے ساتھ کاروبار کر کے جو آمدنی حاصل ہوگی وہ بھی حلال ہوگی۔

کمپنی کے سودی لین دین کی دوسری صورت یہ ہے کہ کمپنی قرضہ دے کر سود لے، جیسا کہ آج کل بیشتر کمپنیاں زائد رقم بینکوں کے سیونگ اکاؤنٹ میں رکھوا کر اس پر سود لیتی ہیں۔ یہاں دو اشکال ہیں: ایک یہ کہ سودی معاملے میں شیئر ہولڈر کی بھی شرکت ہو جائے گی، اس کا حل تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ کمپنی جو منافع تقسیم کرے گی اس میں سود بھی شامل ہوگا اور آمدنی کا جو حصہ سود سے حاصل ہو وہ حرام ہے، اس کا حل یہ ہے کہ نفع کا جتنا حصہ سودی ہے اس کا بلا نیت ثواب صدقہ کرنا لازم ہوگا، رہی یہ بات کہ آمدنی کا کتنا حصہ سود ہے؟ یہ کمپنی کے ذمہ داران سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۷- سودی قرضے لینے کی صورت میں یہ قرض مفید ملک ہوگا، اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی حلال شمار کی جائیگی، البتہ ایسا معاملہ کرنا سخت گناہ ہے (امداد الفتاوی ۳/۱۷۰)۔

Marfat.com

۸- جی ہاں کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے۔

۹- بورڈ آف ڈائرکٹرس میں چونکہ فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے، اس لئے کمپنی میں کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اور اپنے اختلاف کا اعلان کر دینا وکیل کے عمل کی ذمہ داری سے اسے بری الذمہ کر دے گا۔

۱۰- منافع سے سود کی مقدار نکال کر صدقہ کر دینا لازم ہوگا۔

۱۱- اگر سود کمپنی کے منافع میں شامل ہو اور حاصل شدہ سود کو کاروبار میں لگا کر کمپنی نے نفع کمایا ہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف اس سودی آمدنی کا صدقہ کرنا کافی نہیں ہوگا بلکہ اسے کاروبار میں لگا کر جو نفع کمایا ہے اس نفع کو بھی صدقہ کرنا ضروری ہے، اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک صرف اس سودی آمدنی کا صدقہ کرنا کافی ہوگا، اور طرفین کا قول مفتی بہ ہے۔

۱۲- جب یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ شیئرز بیع وشراء کے قابل ہے، شیئرز کی بیع دراصل کمپنی کے اثاثوں میں متناسب حصے کی بیع ہے تو خرید وفروخت جائز ہوگی خواہ کسی بھی نیت سے ہو، خواہ شیئرز اپنے پاس رکھ کر سرمایہ کاری کے لئے ہو یا قیمت بڑھنے پر بیچ کر نفع کمانے کے لئے ہو، ہاں البتہ بیع وشراء کی شرعی شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ر۹۰)۔

۱۳- شیئر مارکیٹ میں فیوچر سیل کے نام سے جو سودا مروج ہے، جس میں شیئرز کا خریدنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع ونقصان کو برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، یہ سودا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک قسم کا سٹہ ہے (اسلام اور جدید معیشت وتجارت رص ۹۱)۔

۱۴- غائب سودا جس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے وہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بیع کی وقت مستقبل کی طرف اضافت یا تعلیق باتفاق فقہاء ناجائز ہے (حوالہ بالا)۔

۱۵، ۱۶- حاضر سودے میں سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے پہلے خرید کردہ شیئر کی بیع کے جواز کا دارومدار اس بات کے معلوم ہونے پر ہے کہ یہ بیع قبل القبض ہے یا نہیں؟ اگر بیع قبل

Marfat.com

القبض ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ یہ بیع قبل القبض ہے یا نہیں؟ پہلے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ شیئر کا قبضہ کس چیز کو کہیں گے۔ ''شیئر'' درحقیقت کمپنی کی املاک میں متناسب حصہ داری کا نام ہے، اور ''شیئر سرٹیفیکٹ'' درحقیقت اس حصہ داری کا تحریری ثبوت ہے، لہذا مبیع وہ تحریری ثبوت نہیں بلکہ کمپنی کے املاک کا ایک مشاع حصہ ہے، یہ مشاع حصہ بیع کی تکمیل ہوتے ہی مشتری کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، چونکہ وہ حصہ مشاع ہے اس لئے اس پر حسی قبضہ تو ہو نہیں سکتا، لہذا اس میں معنوی قبضہ ہی معتبر ہونا چاہئے، حسی قبضہ ضروری نہیں، اور معنوی قبضہ اس وقت ہوگا جبکہ وہ مشاع حصہ مشتری کے ضمان میں آجائے، اور حاضر سودوں میں سودا ہو جانے کے بعد شیئرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں، اور وہ شیئرز خریدار کے ضمان میں داخل ہو جاتے ہیں۔

ان باتوں سے معلوم ہوا کہ حسی قبضہ سے پہلے بھی وہ شیئرز مشتری کے ضمان میں آچکے ہیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سرٹیفیکٹ کے ہاتھ میں آنے سے پہلے بھی شیئر کی بیع جائز ہو، لیکن اگر اس جانب نظر کی جائے کہ ہر چیز کے قبضہ کا طریقہ عرف سے متعین ہوتا ہے، اور عرف میں شیئر کا قبضہ اسی وقت سمجھا جاتا ہے جب سرٹیفیکٹ ہاتھ میں آجائے تو پھر عدم جواز کا حکم ہونا چاہئے، لہذا ان متعارض جہات کی موجودگی میں احتیاط یہی ہے کہ سرٹیفیکٹ پر قبضہ کئے بغیر آگے بیع نہ کی جائے (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ر ۹۱، ۹۲)۔

۱۷- جن شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے ان شیئرز کی خرید وفروخت میں بروکر اور ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہے، اور بنیادی طور پر حرام اشیاء کا کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز اور تمام کمپنیوں کے بونڈز کی خرید وفروخت میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کی خرید وفروخت-ایک عملی جائزہ

مولانا بدر احمد مجیبی ندوی☆

۱- موجودہ زمانے میں رائج کمپنیوں کا جو طریق کار ہے اور اس کے جو اصول وضوابط ہیں ان کو سامنے رکھ کر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ سے سرمایہ کاری کرنا عقد شرکت ہے۔ اگرچہ اس میں شریک ہونے کو عرف عام میں شیئر (Share) کی خریداری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ابتداءً بیع وشراء نہیں ہے بلکہ عقد شرکت ہے، اور شرکت کی قسموں میں سے شرکت عنان کی تعریف اس پر تقریباً صادق آتی ہے۔ کیونکہ شرکت عنان میں تمام شرکاء کی جانب سے محنت وعمل کی شرط نہیں ہوتی۔ بعض شریک کی جانب سے بھی عمل پایا جائے اور سب کی طرف سے سرمایہ، جب بھی شرکت عنان درست ہوجاتی ہے جبکہ نفع ونقصان میں سب فریق شریک ہوں۔

اس لئے شیئرز خریدنا عقد شرکت میں حصہ دار بننا ہے۔ شیئر ہولڈر (Share Holder) اس کمپنی کا شریک ہے۔ وہ کمپنی کے نفع ونقصان میں حصہ دار ہے۔ اس کو اپنے حصہ میں اس کے بقدر تصرف کا اختیار ہے۔ اسی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے کیونکہ کمپنیوں کے اصول کے مطابق اگر کمپنی تحلیل ہوجائے تو ہر شیئر ہولڈر کو اس کے شیئر کے تناسب سے کمپنی کے اثاثوں میں سے حصہ ملتا ہے۔ نفع کی صورت میں اس کے لگائے ہوئے سرمایہ سے زائد رقم ملتی ہے اور خسارہ کی صورت میں اسے بھی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے شیئر کو ادا کردہ رقم کی صرف دستاویز قرار

☆ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

Marfat.com

نہیں دیا جا سکتا بلکہ اسے کمپنی میں اس کے بقدر حصہ کی ملکیت کی دستاویز قرار دیا جائے گا۔

۲۔ کمپنی کے قیام کے وقت جب اس کے پاس کچھ بھی املاک منقول وغیر منقول نہیں ہوتی صرف نقد رقم ہوتی ہے اس وقت خرید کردہ شیئر کو فروخت کرنا بیع النقد بالنقد ہے اس میں تساوی ضروری ہے۔ یعنی ۱۰۰ روپے کے شیئرز ہیں، یہی ان کی قیمت اصلیہ (Face Value) ہے، اب ان کو فروخت کرنا ہے تو ان کو ۱۰۰ روپے میں ہی فروخت کر سکتے ہیں، کم یا زیادہ میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے، لیکن شیئر کی اس بیع کو بیع صرف نہیں کہا جا سکتا۔ بیع صرف میں بدلین کو ثمنین یعنی سونا چاندی میں سے ہونا ضروری ہے، اس کی تعریف یہ ہے:

بيع الثمن بالثمن أى ما خلق للثمنية (درمختار کتاب الصرف، درمنتقی ۱۱۶/۲، مجمع الانہر ۱۱۶/۲)۔

عقد الصرف ما وقع على الأثمان ذهبا وفضة بجنسه أو بغير جنسه (فتح القدیر ۱۵۹/۵)۔

ان عبارتوں میں ما خلق للثمنیۃ اور ذہبا وفضۃ سے یہ واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ عقد صرف کا حکم صرف اثمان خلقیہ پر ہی لگے گا، غیر ثمن پر عقد صرف کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

کمپنی کے خرید کردہ شیئر فروخت کرنے میں بدلین دونوں طرف کرنسی نوٹ ہیں۔ کرنسی نوٹ ثمن عرفی قرار دیئے گئے ہیں، یہ ایک وجہ سے ثمن خلقی سے مشابہت رکھتے ہیں کہ یہ مکمل طور سے ثمن خلقی کا کام انجام دے رہے ہیں، اور ایک وجہ سے فلوس نافقہ سے مشابہت رکھتے ہیں کہ اصلیت کے لحاظ سے یہ ثمن خلقی نہیں ہیں، اس لئے کرنسی نوٹ کے آپس میں تبادلہ یا خرید وفروخت میں ثمن خلقی کا لحاظ کرتے ہوئے تفاضل جائز نہیں ہوگا ورنہ سود کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور فلوس نافقہ کا لحاظ کرتے ہوئے مجلس عقد میں بدلین پر قبضہ ضروری نہ ہوگا، کسی ایک پر قبضہ کر لینا کافی ہے۔ متعدد فقہاء نے فلوس کی دراہم سے بیع کے سلسلے میں صراحت کی ہے کہ بدلین میں سے ایک پر قبضہ کافی ہے، دونوں پر قبضہ ضروری نہیں

Marfat.com

ہے (امام کرخی، امام سرخسی، علامہ ابن ہمام وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے)، اور جب دونوں طرف فلوس ہوں تو بدرجہ اولی یہی حکم ہوگا۔

اس لئے کرنسی نوٹ کے آپس میں تبادلہ کے وقت اس میں تفاضل یعنی کمی بیشی جائز نہیں ہے، اور عوضین میں سے کسی ایک پر مجلس میں قبضہ کافی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کمپنی کے قیام کے وقت جبکہ اس کے پاس صرف نقد رقم ہوتی ہے ایسے وقت میں شیئر کی خرید وفروخت بیع صَرف نہیں ہے، اس لئے کسی ایک ثمن پر بھی قبضہ ہو جانا کافی ہے، لیکن بدلین میں برابری ضروری ہے کہ جس رقم میں شیئر خریدا ہے اسی رقم میں فروخت کریں، اس سے کم یا زیادہ میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ کمپنی قائم ہو جانے کے بعد جب کمپنی نے اپنا سامان، زمین، مشینری، بلڈنگ وغیرہ خرید لیا تو اب اس کا اثاثہ نقد رقم اور منقول وغیر منقول اشیاء سے مخلوط ہو گیا۔ اب اگر کوئی شیئر ہولڈر اپنا شیئر فروخت کرنا چاہتا ہے تو یہ بیع النقد مع غیرہ بالنقد ہے۔ بدلین میں ایک طرف نقد رقم ہے اور دوسری طرف شیئر کے بقدر کمپنی میں اس کا متناسب حصہ جو نقد رقم اور بعض اثاثے پر مشتمل ہے۔ یعنی نقد وغیر نقد کے مجموعہ کی بیع نقد سے ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں ثمن والے نقد کو مخلوط کے نقد سے زیادہ ہونا چاہئے۔

شیئر کی بھی یہی صورت ہے کہ ہر شیئر کے مقابلہ میں اس کے متناسب کمپنی میں نقود و اثاثے ہیں، مثلاً ۱۰ روپے کے ایک شیئر کے مقابلہ میں کمپنی میں ۶ روپے نقد اور ۴ روپے کے اثاثے ہیں، اب اس شیئر کی بیع ۶ روپے یا اس سے کم میں جائز نہیں ہے، البتہ ۷ روپے یا اس سے زائد میں جائز ہے، تاکہ ۶ روپے مبیع کے نقد کے برابر کرنے کے بعد زائد رقم جو ثمن میں ہے وہ مبیع کے اثاثے کے عوض میں ہو جائے۔

۴۔ ایسی کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے۔ مثلاً شراب کی فیکٹری قائم کر رہی ہے، انشورنس کمپنی کھول رہی ہے، سودی بینک چلا رہی ہے یا شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت

Marfat.com

کر رہی ہے، تو ایسی کمپنی میں شرکت کرنا یعنی اس کے شیئرز خریدنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

"تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورہ مائدہ)۔

جب گناہ پر تعاون کی ممانعت ہے تو اس میں شریک ہو کر اس کو فروغ دینا بدرجہ اولی سخت منع ہے۔

۵۔ ایسی کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن اپنی بعض مجبوریوں یا قانونی دشواریوں کی وجہ سے انہیں بینک سے سودی قرضہ لینا پڑتا ہے جس کا بینک کو سود دینا پڑتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ سودی لین دین کی حرمت کی وجہ سے کمپنی کا یہ عمل سخت گناہ کا کام ہے مگر اس سے کاروبار میں کوئی حرام حصہ شامل نہیں ہوا، اور کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہے اس لئے ایسی کمپنی میں بھی شیئر خریدنا جائز ہے۔

۶۔ ایسی کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ انہیں ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے جس کا سود انہیں ملتا ہے، اس طرح وہ سود میں ملوث ہو جاتی ہیں اور یہ سود ضمنی طور سے کاروبار میں بھی لگ جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ بنیادی کاروبار حلال ہونے کی وجہ سے ان کے شیئرز خریدنا درست ہے، البتہ سود کا جو حصہ اس میں آرہا ہے اس سے احتیاط لازم ہے۔

۷۔ حلال کاروبار کرنے والی بعض کمپنیاں جو قانونی دشواریوں کی وجہ سے سودی قرضہ لیتی ہیں اور اس کو کاروبار میں لگاتی ہیں، ان کا لیا ہوا قرضہ ان کی ملکیت ہو جاتا ہے، اس قرضہ کی رقم کو وہ کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کرتی ہیں تو یہ منافع (Profits) حلال ہے، کیونکہ کمپنی نے بینک سے سودی قرضہ (Loan) لیا، اپنے کاروبار میں قرضہ کو لگایا، سود کو نہیں لگایا۔ قرضہ ان کی ملکیت ہے اور حلال ہے، اس لئے اس سے جو نفع ہوا وہ حلال ہے۔ اگرچہ سودی قرض لینا گناہ ہے اس سے بچنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔

۸۔ کمپنی کا طریق کار شرکت عنان سے قریب ہے۔ شرکت عنان وکالت کے ساتھ منعقد

Marfat.com

ہوتی ہے جس کی وجہ سے تمام شرکاء ایک دوسرے کے وکیل ہوتے ہیں۔

وأما شركة العنان فتنعقد على الوكالة دون الكفالة (ہدایہ: کتاب الشرکۃ)۔

کمپنی کے اصول وضوابط کے مطابق اس میں عمل ومحنت کمپنی کے کارکنان (Board of Directors) ہی انجام دیتے ہیں، باقی شیئرز ہولڈرس کا اس میں سرمایہ ہوتا ہے، اس لئے بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کے وکیل ہوں گے، اوران کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل قرار دیا جائے گا۔

۹- شرکت عنان خاص بھی ہوتی ہے۔ خاص کا مفہوم یہ ہے کہ کچھ متعین صورتوں میں کاروبار کرنا طے ہو، یا کاروبار سے کچھ صورتیں مستثنی کردی جائیں کہ فلاں فلاں طریقے سے کاروبار نہیں ہوں گے، چنانچہ شرکت عنان میں اگر کسی شریک نے یہ شرط لگادی کہ بیع ادھار نہیں ہوگی تو یہ شرط لگانا درست ہے، ابتداءً بھی اور بعد میں بھی۔ بعد کی صورت یہ ہے کہ ابتداءً تو نقد و ادھار دونوں پر شرکت منعقد ہوئی تھی، بعد میں ایک فریق نے ادھار سے روک دیا تو اسے روکنے کا حق ہے۔

اگر منع کرنے کے باوجود دوسرے شریک نے ادھار بیع کی تو اس بیع کے نفع ونقصان کا ذمہ دار وہی ہوگا، فریق اول اس سے بری الذمہ رہے گا، اگر بعد میں اس نے اجازت دیدی تو پھر وہ بھی اس میں شریک ہوجائے گا۔

اگر فریق اول نے اس کی اجازت نہیں دی تو اس کے حصے میں یہ بیع باطل ہوجائے گی (دیکھئے: بحرالرائق ۵/۱۸۰، ردالمحتار ۳/۳۷۹)۔

اس تفصیل کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے۔ بورڈ آف ڈائرکٹرس سے بعض شیئر ہولڈرس کا اختلاف سودی لین دین سے متعلق ہوا، انہوں نے اس سے منع کیا لیکن کثرت رائے سے ان کی بات نہیں مانی گئی، اب کارکنان کمپنی اگر سودی لین دین کرتے ہیں تو مانعین سود شیئر ہولڈرس کے وہ سودی لین دین میں وکیل نہیں ہیں، کیونکہ انہوں نے شرکت کو خاص کردیا، بورڈ آف

Marfat.com

ڈائرکٹرس کو سودی لین دین میں جو نفع یا نقصان ہوگا اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں، مانعین سود شیئر ہولڈرس پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

۱۰- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہوگیا ہے اور اس کی مقدار معلوم ومتعین ہے تو شیئر ہولڈر کو اتنی مقدار منافع میں سے نکال کر صدقہ کردینا لازم ہے۔ باقی منافع اس کے لئے حلال وطیب ہوں گے۔

۱۱- کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن کمپنی کی آمدنی میں سود کا حصہ بھی شامل ہوگیا ہے جو کاروبار میں لگ کر منافع میں آ گیا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ کل آمدنی میں سود کی مقدار کتنی فیصد ہے تو شیئر ہولڈر پر اپنے حصہ نفع (Dividend) میں سے اتنا فیصد نکال کر صدقہ کردینا ضروری ہے اور اگر متعین طور سے معلوم نہ ہو سکے کہ آمدنی میں سود کی کتنی مقدار مخلوط ہوگئی ہے تو ایسی صورت میں شیئر ہولڈر غور وفکر کر کے دیانتداری کے ساتھ سود کا تخمینہ کرے گا اور اس تخمینہ کے مطابق سود کی رقم نکال کر صدقہ کردے گا۔

۱۲- شیئرز کی تجارت کرنا یعنی اس ارادہ سے شیئر خریدنا کہ قیمت بڑھ جانے کے وقت اس کو فروخت کر کے نفع کمائیں گے یہ جائز ہے، شیئر قابل فروخت شئی ہے، یہ کمپنی میں اپنے متناسب حصہ کی نمائندگی کرتا ہے، اس کو بیع مشاع کہہ سکتے ہیں اور بیع مشاع جائز ہے۔

بیع المشاع وإعارته جائز (فصول عمادیہ ۸۲۱/۲)۔

تجارت کا اصول یہی ہے کہ کم قیمت پر سامان خرید کر اس کو زیادہ قیمت پر فروخت کیا جائے، اگر اس نیت سے شیئرز خرید رہے ہیں تو اس کے جواز میں شبہ نہیں ہونا چاہئے، لیکن تمام شرائط کے ساتھ یہ بیع ہونی چاہئے۔

۱۳- یہ سودا جو فیوچر سیل (Future Sale) کہلاتا ہے جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا مقصد کمپنی میں حصہ دار بننا نہیں ہوتا اور نہ شیئرز کی تجارت ہوتی ہے، بلکہ اس کا اصل مقصد نفع نقصان برابر کرنا ہے، کہ اگر شیئر کی قیمت طے شدہ مدت کے اندر متعین ثمن سے زیادہ ہوگئی تو بائع مشتری

Marfat.com

سے زائد رقم وصول کرے گا، اور اگر شیئر کی قیمت کم ہوگئی تو مشتری بائع سے اتنی رقم وصول کرے گا، نہ بائع مشتری کو مال دیتا ہے اور نہ مشتری بائع کو ثمن ادا کرتا ہے، اس لئے شرعی طور پر یہ سودا نہ تجارت میں داخل ہے اور نہ شرکت میں، بلکہ یہ سٹہ بازی (Speculation) ہے جو کہ حرام ہے۔

۱۴- غائب سودے (Forward Sale) جن کی بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، یہ بیع نہیں ہے، کیونکہ مستقبل کے صیغے سے بیع نہیں ہوتی۔

وما لا تصح إضافته إلى المستقبل عشرة :البيع وإجازته و فسخه... فإنها تمليكات للحال فلا تضاف للاستقبال (درمختار قبیل باب الصرف)۔

یہ غائب سودے بیع نہیں وعدۂ بیع ہیں، مگر وعدۂ بیع کوئی مستقل عقد نہیں ہے، اصل بیع بعد میں کرنی پڑے گی۔

۱۵- فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ حقیقی بھی ہوتا ہے اور حکمی بھی۔ حقیقی قبضہ کو فقہاء التقابض بالبراجم سے تعبیر کرتے ہیں یعنی بالفعل قبضہ ہونا چاہئے کہ مبیع کو مشتری کے ہاتھ میں دیدی جائے یا مشتری کے جیب میں رکھ دی جائے۔ حکمی قبضہ کو فقہاء تخلیہ سے تعبیر کرتے ہیں، تخلیہ کا مفہوم اذن بالقبض ہے کہ بائع نے مشتری کو مبیع پر قبضہ کرنے کی اجازت دیدی اور اس کے موانع دور کر دیئے اس طرح پر کہ مشتری مبیع پر حقیقی قبضہ کر سکتا ہے۔

شیئرز کی خرید و فروخت کے معاملہ میں قبضہ (Delivery) اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس کی دستاویز (Certificate) شیئر ہولڈر یا اس کے کسی نمائندہ کو مل جائے، کیونکہ شیئر کی بیع دراصل شیئر کے متناسب کمپنی میں نقد اور منقول و غیر منقول اثاثے کی بیع ہے۔ اس میں قبضہ حقیقی تو یہ ہے کہ نقد اور منقول و غیر منقول اثاثے پر بالفعل قبضہ ہو، اور اس کا حکمی قبضہ یہ ہے کہ اس کی دستاویز شیئر ہولڈر کے ہاتھ میں آجائے۔ حقیقی قبضہ تو بہت مشکل ہے اس لئے حکمی قبضہ ہی ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

بنیادی طور پر غور طلب یہ ہے کہ شیئر کی خرید وفروخت جو بیع النقد مع غیرہ بالنقد ہے، اس میں مبیع نقد وغیر نقد پر قبضہ کیا اس طرح درست ہوسکتا ہے کہ مبیع تو بائع کے پاس ہی ہے لیکن یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ وہ مشتری کے ضمان میں آ گیا ہے؟ یا یہ ضروری ہے کہ اس کی دستاویز مشتری کے ہاتھ میں آ جائے تب قبضہ درست ہو؟

میرے خیال میں قبضہ حکمی کے لئے اتنا ضروری ہونا چاہئے کہ شیئر کی دستاویز (Certificate) شیئر ہولڈر یا اس کے کسی وکیل کو مل جائے، اس کے بغیر شیئر پر قبضہ درست نہیں ہونا چاہئے۔

۱۶- شیئر ہولڈر شیئر خریدنے کے بعد اس کی سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے قبل شیئر کو فروخت کرتا ہے تو یہ بیع قبل القبض ہے جو باتفاق فقہاء ناجائز ہے۔ شیئر دراصل کمپنی میں اس کے متناسب نقد اور منقول وغیر منقول اثاثے کی ملکیت کا نام ہے اور بیع بھی اسی کی نسبت سے ہوتی ہے۔

۱۷- شیئر بازار (Stock Exchange) میں جو افراد خرید وفروخت کے لئے بائع و مشتری کے درمیان واسطہ بنتے ہیں جنہیں قیمتوں سے واقفیت اور شیئرز کے خرید وفروخت کے طریقے میں مہارت ہوتی ہے اور اس کارروائی کا اندراج کرتے ہیں، ان کو بروکر کہا جاتا ہے یعنی ان کی حیثیت ایجنٹ کی ہوتی ہے۔ ایجنٹ کا کام کرنا درست ہے لیکن ناجائز بیع اور سود وقمار کی صورتوں میں کام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کمیشن ایجنٹ چونکہ بائع اور مشتری دونوں کا کام کرتے ہیں اس لئے وہ عرف کے اعتبار سے دونوں سے اجرت لے سکتے ہیں (دیکھئے: درمختار کتاب البیوع، ردالمحتار ۴؍۲۶۴)۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص فقہ کی روشنی میں

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی☆

۱- کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی اس حصہ کے بقدر ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔

۲- یہ کہنا بڑی سادگی ہوگی کہ بعض اوقات کمپنی قائم کرتے وقت شیئرز کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتی۔ کمپنی کے قیام کا اعلان کرنے اور اس کے حصص کی فروخت سے قبل اس کے بانیوں کو اچھی خاصی تیاری کرنی پڑتی ہے، اور بہت سے مراحل اور صرفوں کے بعد کمپنی کے پروجیکٹ میں اشتراک کی دعوت دی جاتی ہے، اور اس پر جو سرٹیفیکٹ جاری کیا جاتا ہے وہ نقد نہیں ہوتا۔ کمپنی کے پروجیکٹ کی منفعت، حیویت، اس کے پروموٹرس کا تجربہ، مستقبل کے امکانات وغیرہ کے مطابق اس سرٹیفیکٹ کی ظاہری قدر (Face Value) سے اس کی بازاری قدر زیادہ بھی ہوسکتی ہے اور کم بھی۔ اب اس سرٹیفیکٹ کی فروخت سے ہرگز نقد نقد کے مقابل نہیں ہوگا، اس کے علاوہ دونوں کی سیولت (Liquidity) اور قبولیت (Acceptance) میں فرق ہے جو نقد کو سرٹیفیکٹ سے ممتاز کرتے ہیں، اس لئے میرے خیال میں اس مرحلہ پر بھی کمپنی کے شیئرز کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳- کمپنی کے مخلوط اثاثہ میں نقد کی مقدار ہمیشہ متغیر رہتی ہے جس کی تعیین پُر مشقت ہی

☆ کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ، سعودی عرب۔

Marfat.com

نہیں عام شرکاء کے لئے تقریباً ناممکن ہے، اسی لئے اس مخلوط اثاثہ کے مجموعہ کو جس کی نمائندگی کمپنی کی سند (Share Certificate) کرتی ہے نقد سے ایک الگ ماہیت کی چیز سمجھنا چاہئے۔ اور اس اجتہادی مسئلہ میں سرٹیفکیٹ کے نقد سے تبادلہ کو جائز ہونا چاہئے۔

۴- اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس طرح کی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت حرام ہوگی۔

۵- یہ ہمارے سیاسی و معاشی نظام کی خرابی ہے کہ اس طرح کی آمیزش آ ہی جاتی ہے۔ بہر حال جب تک کوئی اس کا بدل سامنے نہیں آتا بکراہت جائز ہوگا۔

۶- مذکورہ بالا جواب اس کا بھی ہے۔

۷- اس کا اندازہ کر کے اسے رفاہ عام کے کاموں میں لگا دیا جائے۔

۸- کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس عام شیئرز ہولڈر کا ویسے ہی وکیل ہوتا ہے جیسے ملک کا صدر یا وزیر اعظم ہر شخص کا وکیل ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک شیئرز ہولڈر کی اس کے تقرر میں پوری رضامندی حاصل نہ ہو اس کی وکالت مشروط ہوگی یعنی جائز کام کرے تو اس کی وکالت کو اس کام میں آدمی تسلیم کرے، ناجائز ہو تو اسے رد کر دے، اور اس سے اپنی براءت ظاہر کرے۔

۹- اگر غیر اہل ایمان کے ساتھ شرکت و مضاربت اور تجارت صحیح ہو سکتی ہے تو اس کو بھی بدرجہ مجبوری صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ اور جہاں تک بورڈ آف ڈائرکٹرس کی میٹنگ میں کسی شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنے یا اختلاف کا اعلان کر دینے کا تعلق ہے اگر اس کا موقع ملے تو ضرور کرنا چاہئے، لیکن اس کے اور طریقے بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً خط و کتابت، کتابچہ، اور مضامین کی اشاعت، اور تقریر و تحریر کے دوسرے وسائل کے ذریعہ۔

۱۰، ۱۱- انشاء اللہ کافی ہوگا۔

۱۲- شیئرز کی تجارت فی نفسہ جائز ہے، بشرطیکہ ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز سے احتراز کیا جائے۔ کسی نہ کسی حد تک ہر تجارت میں تخمینے اور قیاس آرائی کو دخل ہوتا ہے، البتہ اس تخمینے کو ناجائز ہونا چاہئے جو غبن فاحش کی حدود میں داخل ہو جائے۔

Marfat.com

۱۳- فیوچر سیل جس کا مقصد شیئرز خرید نا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع ونقصان کو برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے حرام ہونا چاہئے۔

۱۴- سوال واضح نہیں ہے۔

۱۵- اصل قبضہ تو سرٹیفکیٹ اپنے نام ٹرانسفر کروالینے کے بعد ہی ہوتا ہے، ورنہ کمپنی میں جس کے نام سرٹیفکیٹ درج ہے اسی کو نفع ملے گا البتہ نقصان سرٹیفکیٹ ہولڈر کو ہوگا، بہرحال جہاں سرٹیفکیٹ کا رواج ہے وہاں کم ازکم سرٹیفکیٹ کا ہاتھ میں آجانا قبضہ سمجھا جاسکتا ہے۔

۱۶- صرف خریدنے کا معاملہ کرنا اور کچھ ادائیگی کرنے کے بعد بالا بالا دوسرے اور تیسرے کو فروخت کرنا بیع قبل القبض ہوگا، کیونکہ اس وقت تک نہ تو اس کا قبضہ تام ہوتا ہے اور نہ ہی ناقص، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کے دو اسٹاک ایکسچینج (OTCE) اور (NSE) میں سرٹیفکیٹ کا رواج ختم ہوتا جارہا ہے، اور کمپیوٹر کے ذریعہ فوراً خریدار کا نام کمپنی کے شیئر ہولڈر کی حیثیت سے منتقل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح بیرون ملک اعلی ترقی یافتہ ملکوں میں بغیر سرٹیفکیٹ ٹرانسفر کے لین دین ہوتے ہیں کیونکہ اس میں وقت، لاگت، اور خریداروں کی مصلحت کی رعایت ہوتی ہے۔ علماء کو اس طریقہ کی شرعی حیثیت پر بھی غور کرنا چاہئے۔

۱۷- بروکر کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہوسکتا ہے بشرطیکہ سودی یا ناجائز کام کرنے والی کمپنیوں کے حصص کی تجارت یا وکالت کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص کے مختلف مسائل کا حکم

مفتی عبدالرحیم قاسمی☆

۱- کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں متناسب حصے کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔

۲- جب تک کمپنی کے پاس جامد املاک نہ ہوں تو اس کے شیئرز کی خرید وفروخت بیع صرف کے حکم میں ہوگی، کمی زیادتی کے ساتھ ان شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں، برابر سرابر معاملہ کرنا ضروری ہے (کمافی امدادالفتاویٰ ۳/ ۱۳۰)۔

۳- کمپنی وجود میں آجانے کے بعد اس کا اثاثہ ربوی اور غیر ربوی دونوں قسم کے مالوں پر مشتمل ہوتا ہے، لہذا کمی زیادتی کے ساتھ اس کے شیئرز کی خرید وفروخت درست ہوگی، اور زیادتی کو غیر ربوی کے مقابل مانا جائے گا (امدادالفتاویٰ ۳/ ۱۳۰)۔

۴- جن کمپنیوں کا کاروبار حرام ہے جیسے شراب، خنزیر کے گوشت کی تجارت، بینکس اور سودی اسکیموں میں روپیہ لگانا، ان کے شیئرز کی خرید وفروخت شرعاً حرام ہے۔

۵، ۶، ۱۰، ۱۱- جن کمپنیوں کا کاروبار بنیادی طور پر حلال ہے مگر کسی قانونی مجبوری کی وجہ سے بینک سے لین دین کرتے ہیں جس میں سود کی آمیزش ہوتی ہے ایسی کمپنیوں میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) سود کے خلاف شیئر ہولڈر کمپنی کی سالانہ میٹنگ میں ضرور آواز اٹھائے۔

(۲) منافع تقسیم ہوتے وقت شیر ہولڈر آمدنی کا حساب لگا کر یہ معلوم

☆ جامعہ خیر العلوم، نور محل روڈ، بھوپال۔

Marfat.com

کرے کہ آمدنی کا کتنا فیصد حصہ سودی ڈپازٹ سے حاصل ہوا ہے، اور جس قدر سودی ڈپازٹ میں رقم رکھوانے سے حاصل ہوا ہو اس کو بلانیت ثواب محتاجوں کو تقسیم کردے (خلاصہ امداد الفتاوی، شیئرز کی خرید وفروخت)۔

۷- قرض پر سود کا لین دین حرام ہے مگر وہ قرض مفید ملک ہوگا، اور اس قرض کو حلال ذریعہ میں لگا کر حاصل کی جانے والی آمدنی میں حرمت سرایت نہیں کرے گی۔

۸- کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے اور اس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا، جس عمل سے شیئر ہولڈر منع کردے تو اس میں وکالت نہیں رہے گی۔

۹- بورڈ آف ڈائرکٹرس کی کمیٹی میں شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کا اعلان اور بیزاری کا اظہار کردینا کافی ہوگا کیونکہ اس کے اختیار میں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

۱۲- شیئرز کو مقصود بنا کر خرید وفروخت کرنا اور قیمت بڑھنے پر ان کو منافع کے ساتھ فروخت کرنا بھی مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

☆ کمپنی کا اصل کاروبار حلال ہو۔

☆ کمپنی کے منجمد اثاثے وجود میں آچکے ہوں۔

☆ اگر کمپنی سودی لین دین کرتی ہو تو اسکی سالانہ میٹنگ میں سود سے براءت ظاہر کی جائے۔

☆ منافع میں سے سودی ڈپازٹ کا حساب لگا کر اسی قدر بلانیت ثواب صدقہ کردے۔

۱۳- اگر شیئرز کا خریدنا مقصود نہ ہو بلکہ بڑھتے گھٹتے داموں کے ساتھ نفع نقصان کو برابر کرلینا مقصود ہو، مثلاً زید نے ایک سو روپئے شیئر کے حساب سے سو شیئرز کا سودا کیا اور ادائیگی کی تاریخ ۳۰/مارچ مقرر کی، جب ۳۰/مارچ تک اس شیئر کی قیمت ڈیڑھ سو روپئے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپئے منافع کے طور پر لے گا، اور اگر ۳۰/مارچ کو اس شیئر کی قیمت گھٹ کر پچاس روپئے ہوگئی تو وہ پانچ ہزار روپئے ادا کرے گا، اصل سودا محض کاغذی کارروائی ہے، نہ مشتری ثمن دیتا ہے نہ بائع مال دیتا ہے، البتہ بڑھتے ہوئی دام کی صورت

Marfat.com

میں منافع اور گھٹتے ہوئے دام کی حالت میں خسارہ ادا کیا جاتا ہے، اس طرح ڈیفرنس برابر کر کے سٹہ بازی کرنا حرام ہے، شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

۱۴- بیع معاومہ سے حدیث میں منع کیا گیا ہے یعنی ایک شخص آئندہ دو تین سال کے لئے بیک وقت اپنے کھیت کی پیداوار یا باغ کے پھل بیچ دے اس کو معاومہ کہتے ہیں، اسی طرح جانور کے ایک یا کئی حمل فروخت کر دے، یہ حبل الحبلہ کہلاتا ہے، اسکی بھی حدیث میں ممانعت ہے، اس قسم کے کاروبار کو غرر اور جوا کی وجہ سے روکا گیا ہے، لہذا مستقبل کے سودے شریعت میں ممنوع ہیں۔

۱۵- اگر بوقت بیع وشراء ہی کمپنی کے اثاثوں اور املاک میں شیئر ہولڈر کی ملکیت آجاتی ہو اور اس کے ضمان میں آنے کی بنا پر حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہوں تو اگرچہ اس کو شیئرز کا سرٹیفیکٹ نہ ملا ہو قبضہً معنوی تصور کیا جا سکتا ہے۔

۱۶- شیئرز خریدنے کے ساتھ ہی اس کے ضمان ومنافع خریدار کی طرف منتقل ہو جاتے ہوں تو سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے قبل خریداران شیئرز کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے۔

۱۷- بروکر کو شرعی اصول کے مطابق وکیل بنایا جائے اور جائز طریقوں سے وہ اپنا کام انجام دے تو بروکر کی حیثیت سے اسکا کام کرنا شرعاً درست ہے (امداد الفتاویٰ ۳/۱۲۹)۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص کے شرعی احکام

مولانا عبدالقیوم پالنپوری☆

۱- کسی کمپنی کے ایکویٹی شیئرز (Equity Shares) کمپنی میں شیئر ہولڈر کی شرکت وملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں، جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی رائے ہے، اور حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ نے اپنی کتاب ''اسلام اور جدید معیشت و تجارت'' (ص/۷۹-۸۳) میں علماء کے مختلف نقطۂ نظر پیش کرنے کے بعد کمپنیوں میں شرکت کو شرکت عنان قرار دیا ہے۔

۲- جب کمپنی کے قائم کرتے وقت شیئرز کا اعلان کیا جاتا ہے، اور اس وقت کمپنی کی املاک، اثاثے موجود نہیں ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے خرید کردہ شیئرز کی بیع اس کی قیمت اسمیہ سے کم و بیش کے ساتھ سود ہونے کی وجہ سے قطعاً جائز نہیں ہے، اور شیئر پر لکھی ہوئی قیمت کے برابر کے ساتھ بیچنا جائز ہے اس لئے کہ یہ بیع صرف نہیں ہے، اور بیع صرف کے لئے ضروری ہے کہ اثمان خلقی ہوں، اور روپیہ ثمن عرفی ہے ثمن خلقی نہیں ہے۔

۳- اس صورت میں جبکہ مجموعہ جو مشتمل ہے مال ربوی (نقد، دیون) وغیر ربوی پر، اس کی بیع نقد کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں جائز ہے بشرطیکہ نقد مجموعہ میں مخلوط مال ربوی سے زیادہ ہو، تاکہ مال ربوی کے مقابلہ میں مال ربوی ہوجائے گا اور زائد (نقد میں سے) مال غیر ربوی کے مقابلہ میں ہوگا، البتہ ہر شیئر کے حصہ میں کمپنی کے دیون ونقود کی (نہ کہ

☆ مدرسہ جامعہ نذیریہ کاکوسی، گجرات۔

Marfat.com

اثاثے کی) جتنی مقدار آئی ہے اگر شیئر کی کل قیمت اس کے برابر، یا اس سے کم ہو تو بیع ناجائز ہوگی، مثلاً دس روپے کے حصہ میں آٹھ روپے اگر نقود اور دیون کے مقابل ہیں اور دو روپے جامد اثاثوں کے مقابل، تو شیئر کی بیع آٹھ روپے یا اس سے کم میں جائز نہ ہوگی، البتہ نو روپے یا اس سے زائد میں جائز ہوگی (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ۸۶،۸۷)۔

۴- ایسی کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے، ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے (حوالہ بالا)۔

أمر المسلم ببيع الخمر والخنزير وشرائهما اى وكّل المسلم ذميًا........صح ذلك عند الإمام مع أشد الكراهة ....وقال لا يصح هو الأظهر وفى رد المحتار (قوله لا يصح) اى يبطل كما فى البرهان (الدر المختار مع رد المحتار ۴/۱۶۶)۔

۵،۶- جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار مجموعی طور پر حلال ہے لیکن ساتھ میں وہ کمپنی بینک سے سودی قرضے لیتی ہے یا قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے کچھ سرمایہ کو ریزرو بینک میں جمع کرتی ہے یا بانڈز خریدتی ہے جس کی وجہ سے اس کو سود بھی ملتا ہے، ایسی کمپنیوں کے شیئرز لینے کی دو شرطوں کے ساتھ اجازت ہے: پہلی شرط یہ ہے کہ اس کی سالانہ میٹنگ میں آواز اٹھائی جائے کہ ہم سودی لین دین کو درست نہیں سمجھتے اور ہم اس پر راضی نہیں ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کمپنی کی آمدنی میں سود شامل ہو تو نفع میں سے اس سود کی مقدار بلانیت ثواب صدقہ کردے۔

۷- سودی قرضہ لینے کی صورت میں حاصل شدہ قرض میں کوئی خبث نہیں ہے، وہ مفید ملک ہے، اور اس سے حاصل ہونے والے منافع اور آمدنی حلال ہوگی، البتہ یہ معاملہ اور قرض کی واپسی کے وقت زائد رقم ادا کرنا سخت گناہ اور سود ہے (امداد الفتاوی ۳/۱۷۰)۔

۸- کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے، اس کا عمل شیئر ہولڈر کا عمل سمجھا جائے گا، الا یہ کہ شیئر ہولڈر کسی عمل کے خلاف آواز اٹھا کر اسے مطلع کردے تو شیئر ہولڈر اپنے وکیل کے عمل سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

Marfat.com

۹۔ سالانہ میٹنگ میں سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھانے سے شیئرز ہولڈر اس سودی لین دین سے بری الذمہ ہوگا۔

۱۰۔ سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھانا، اور منافع میں مخلوط سود کی مقدار معلوم کر کے اتنی مقدار صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔

۱۱۔ اگر سود کمپنی کے منافع میں شامل ہو، اور حاصل شدہ سود کو کاروبار میں لگا کر کمپنی نے نفع کمایا ہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف اس سودی آمدنی کو صدقہ کرنا کافی نہیں ہوگا بلکہ اسے کاروبار میں لگا کر جو نفع کمایا ہے اس نفع کو بھی صدقہ کرنا ضروری ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اس سودی آمدنی کا صدقہ کرنا کافی ہوگا۔ اور طرفینؒ کا قول مفتی بہ ہے (ہدایہ ۳/۴۵۶)۔

۱۲۔ جس طرح ہمیشہ کے لئے کمپنی میں شرکت کی غرض سے اس کے شیئرز کے خریدنے کی اجازت ہے، اسی طرح تجارت، یعنی قیمت بڑھنے کی صورت میں بیچ دینے کے ارادے سے بھی شیئرز خریدنے کی اجازت ہے، اور ہر تخمین وقیاس آرائی ممنوع نہیں ہے، اس کو حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب نے بہت اچھی طرح واضح فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

یہ بات جو مشہور ہوگئی ہے کہ تخمین وقیاس آرائی............ بذات خود حرام ہے، یہ بات غلط ہے، تخمین یہ ہے کہ یہ اندازہ لگایا جائے کہ کس چیز کی قیمت بڑھ رہی ہے اور کس کی قیمت کم ہورہی ہے، جس کی قیمت کم ہونے کا اندیشہ ہو اس کو بیچ دیا جائے اور جس کی قیمت بڑھنے کی امید ہو اس کو رکھا جائے یہ بات بذات خود ممنوع نہیں، یہ تو ہر تجارت میں ہوتی ہے، جو بات ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ بیع وشراء کی شرعی شرائط کی رعایت نہ کی جائے، مثلاً غیر مملوک کی بیع، یا غیر مقبوض کی بیع کی جارہی ہو یا قمار کی شکل بن رہی ہو، قمار دو باتوں سے مل کر بنتا ہے: ایک یہ کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہو، اور دوسری طرف سے موہوم ہو۔ دوسری بات یہ کہ جس طرف سے ادائیگی ہوگئی ہے اس کی رقم دو باتوں میں دائر ہو، یا تو یہ رقم خود بھی ڈوب جائے گی یا اور رقم کو کھینچ لائے گی (اسلام اور جدید معیشت/۹۰)۔

Marfat.com

۱۳، ۱۴-فیوچر سیل:

جس میں شیئر لینا دینا مقصود نہیں ہوتا ہے، محض نفع ونقصان برابر کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔اسی طرح غائب سودے جس میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے وہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بیع کی وقت مستقبل کی طرف اضافت یا تعلیق باتفاق فقہاء ناجائز ہے، البتہ مستقبل میں بیع کا وعدہ کیا جاسکتا ہے لیکن وقت آنے پر بیع باقاعدہ کرنی ہوگی (حوالہ بالا۔ص ر ۹۱)۔

۱۵، ۱۶-جب حاضر سودا ہو جانے کے بعد شیئرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں اور وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان کی بیع سرٹیفیکٹ ہاتھ میں آنے سے پہلے بھی جائز ہے، البتہ عرف میں شیئرز پر قبضہ اس وقت سمجھا جاتا ہے جب سرٹیفیکٹ ہاتھ میں آجائے، نیز اس طرح سٹے کے کاروبار کی حوصلہ افزائی بھی ہوسکتی ہے، لہذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ جب تک کمپنی میں شرکت کے سرٹیفیکٹ (کاغذی شیئر) پر قبضہ نہ ہو آگے فروخت نہ کئے جائیں جیسا کہ مفصلاً حضرت مولانا مفتی تقی عثانی صاحب نے تحریر فرمایا ہے (اسلام اور جدید معیشت ر ۹۱، ۹۲)۔

۱۷- جن شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے ان شیئرز کی خرید وفروخت میں بروکر اور ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہے، اور بنیادی طور پر حرام اشیاء کی کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز اور تمام کمپنیوں کے بونڈز کی خرید وفروخت میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کی خرید وفروخت

شرعی حکم

مفتی نسیم احمد قاسمیؒ ☆

۱-شیئرز سرٹیفیکٹ کی حیثیت:

کمپنی کی طرف سے جاری کردہ حصے خرید کر لوگ اپنا سرمایہ لگاتے ہیں تو خریدار کو کمپنی کی طرف سے سرٹیفیکٹ جاری کی جاتی ہے جو اس بات کی سند ہوتی ہے کہ اس شخص کا کمپنی میں لگائے ہوئے سرمایہ کے تناسب سے حصہ ہے۔ یہاں فقہی نقطۂ نظر سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی بھی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے یا یہ محض اس بات کی سند اور دستاویز ہے کہ اس نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں:

☆ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ کمپنی کا شیئر سرٹیفیکٹ کمپنی کے عروض اور اثاثوں میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی نہیں کرتا ہے، بلکہ یہ صرف اس بات کا وثیقہ اور دستاویز ہے کہ اس شخص نے اتنی رقم کمپنی کو دے رکھی ہے جیسے دیگر قرضہ جات کی دستاویزات ہوتی ہیں۔

☆ دوسری رائے جو راجح اور زیادہ قرین قیاس ہے، یہ ہے کہ شیئر سرٹیفیکٹ کمپنی کی املاک، جائداد اور اثاثوں مین شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، اور شیئر ہولڈر کی کمپنی کی املاک اور اثاثوں میں متناسب ملکیت ہوتی ہے جس کا تحریری ثبوت شیئر سرٹیفیکٹ ہے۔

☆ سابق نائب ناظم، امارت شرعیہ، پٹنہ۔

Marfat.com

مولانا تقی عثمانی نے اسی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

کمپنی کے ظاہری تصور کے اعتبار سے اور اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی روشنی میں واقعتاً یہ سمجھا جاتا ہے کہ شیئر ہولڈر کی کمپنی کے اثاثوں میں متناسب ملکیت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر باہمی قرارداد سے کمپنی تحلیل ہو جائے تو شیئر ہولڈرس کو صرف ان کی لگی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی بلکہ کمپنی کے اثاثوں کا متناسب حصہ ہر شیئر ہولڈر کو دیا جاتا ہے (اسلام اور جدید معیشت و تجارت/۸۵)۔

۲- کمپنی کے ابتدائی مرحلے میں شیئرز کی بیع:

کمپنی کی تشکیل کے ابتدائی مرحلے میں جبکہ کمپنی کے پاس صرف نقدی کی صورت میں سرمایہ جمع ہوتا ہے، املاک، مشینریاں، جامد اثاثے، سامان تجارت وغیرہ میں سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر کمپنی اپنے شیئرز کی فروخت کا اعلان کرتی ہے تو گویا یہ نقد کی بیع نقد کے عوض ہے جسے اصطلاح فقہ میں '' بیع صرف '' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بیع صرف میں ثمن اور مبیع دونوں ہی اثمان اور نقود کی قبیل سے ہوتے ہیں۔ بیع صرف میں برابری اور نقد تبادلہ ضروری ہے، لہذا دس روپئے کے شیئر کو صرف دس روپئے کے عوض فروخت کرنا جائز ہوگا اور ادھار کی گنجائش نہیں ہوگی۔ شیئر کی خرید وفروخت کی صورت میں شیئر ہولڈر کی طرف سے صرف دستاویز کی ادائیگی ہوتی ہے جب کہ خریدار اس کے عوض میں نقد روپئے ادا کرتا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو طرفین کی جانب سے شیئرز کی خرید وفروخت میں نقد ادائیگی نہیں پائی جاتی ہے، اس لئے اس صورت کے جواز کی گنجائش نہیں ہوگی۔

۳- کمپنی کے وجود میں آجانے کے بعد شیئرز کی بیع:

جب کمپنی وجود میں آجاتی ہے تو اس کا اثاثہ مخلوط ہوتا ہے جس میں نقد، قابل وصول دیون، جامد اثاثے اور سامان تجارت وغیرہ شامل ہوتے ہیں، ایسی صورت میں جبکہ مجموعہ مال ربوی وغیر ربوی دونوں پر مشتمل ہے، اگر اس کے شیئرز کی بیع کی جاتی ہے تو اس کا شرعی حکم کیا

Marfat.com

ہوگا؟ اس سلسلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ ایسے مال کو جو ربوی و غیر ربوی سے مخلوط ہو خالص مال ربوی کے عوض فروخت کیا جائے، مثلاً ایسی تلوار جس پر سونا لگا ہوا ہو، اسے دینار کے عوض فروخت کیا جائے، تو اس میں ایک طرف تلوار ہے جو غیر ربوی ہے اور اس پر لگا ہوا سونا مال ربوی ہے، اسے دینار کے عوض فروخت کرنا گویا مال ربوی اور غیر ربوی کے مجموعہ کو خالص مال ربوی کے عوض فروخت کرنا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسی صورت جائز ہے جب کہ حضرت امام شافعیؒ اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح سے فقہاء نے دو درہم اور ایک دینار کے مجموعہ کی بیع کو ایک درہم اور دو دینار کے عوض جائز قرار دیا ہے۔ لہذا کمپنی کے اثاثے کے مخلوط ہو جانے کے بعد شیئر ہولڈر کے لئے اپنے حصے کی بیع کمی بیشی کے ساتھ جائز ہوگی۔

۴- ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا:

وہ کمپنیاں جن کے کاروبار بنیادی طور پر حرام ہیں، جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت، خون اور دیگر حرام اشیاء کی تجارت اور اکسپورٹ، یا بینکس اور سودی اسکیموں میں روپیہ لگا کر منافع حاصل کرنا۔ ایسی کمپنیز کے شیئرز کی خرید و فروخت حرام اور ناجائز ہے۔

۵- انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لینا:

ایسی کمپنیاں جو حلال کاروبار کرتی ہیں اور حرام کاروبار سے بچتی ہیں، صرف کاروباری مجبوری اور ملکی قانون کے پیش نظر سودی قرض لینے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ مثلاً انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لینا ایک ضرورت اور حاجت ہے۔ ضرورت و حاجت کی بنیاد پر سودی قرض لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے:

ویجوز للمحتاج الاستقراض بالربح (الاشباہ والنظائر)۔

لہذا ان کمپنیوں کے لئے انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لینے کی گنجائش ہوگی اور ان کے شیئرز کی خرید و فروخت جائز رہے گی۔

۶- چونکہ حلال کاروبار کرنے والی کمپنیاں قانون ملکی کے تحت مجبور ہو کر اپنے سرمایہ کا

Marfat.com

مخصوص حصہ ریزرو بینک میں جمع کرتی ہیں یا بانڈس خریدتی ہیں، لہٰذا اس کی وجہ سے ان کے کاروبار میں حرمت پیدا نہیں ہوگی اور ان کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز رہے گی، البتہ ان کمپنیوں کو ریزرو بینک یا بانڈس خریدنے کی وجہ سے جو سودی رقم ملے گی اس رقم کا استعمال کمپنی کے مصارف میں جائز نہیں ہوگا بلکہ فقراء مسلمین پر بلانیت ثواب تصدق ضروری ہوگا یا پھر رفاہ عام کے کاموں میں بھی اسے صرف کیا جا سکتا ہے۔ اگر کمپنی غیر مسلم ہونے کی صورت میں سودی رقم کو اس کے مصارف میں صرف نہ کرے تو پھر مسلم شیئر ہولڈرس کی ذمہ داری ہوگی کہ اپنے حصہ میں آئی ہوئی رقم کو بلانیت ثواب صدقہ کردیں یا رفاہ عام کے کاموں میں لگادیں۔

۷- سودی قرض لینے کی صورت میں منافع کی شرعی حیثیت:

سودی قرضہ ضرورت وحاجت اور قانون ملکی کے تحت مجبور ہوکر حاصل کیا جائے یا محض کاروبار کو فروغ دینے کی خاطر، ہر دو صورت میں قرض سے حاصل ہونے والے منافع جائز ودرست قرار پائیں گے، کیونکہ قرض لی ہوئی رقم میں کسی طرح کا خبث نہیں پایا جاتا، اور قرض لینے والا قرض کے ذریعہ حاصل کی گئی رقم کا مالک قرار پاتا ہے، لہٰذا اس رقم سے حاصل شدہ نفع بھی جائز اور مباح ہوگا۔ البتہ دوسری صورت میں جبکہ سودی قرض بلا حاجت شرعیہ محض کاروبار کو فروغ دینے کی خاطر حاصل کیا گیا تو کمپنی کا عملہ اصالۃً استقراض بالربح کے عقد حرام کے ارتکاب کی وجہ سے اور شیئر ہولڈرس وکالۃً اس کے ارتکاب کی وجہ سے عنداللہ گنہ گار ہوں گے۔ فقہاء کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ سودی رقم پر بھی قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہے تو سودی قرض پر قرض لینے والے کی بدرجہ اولی ملکیت ثابت ہو جائے گی (دیکھئے: البحر الرائق ۶/۱۲۵)۔

۸- کمپنی کے عملہ کی حیثیت:

کمپنی کا عملہ جسے بورڈ آف ڈائرکٹرس کہا جاتا ہے، کی حیثیت فی الجملہ مالکان حصص

Marfat.com

کے وکیل کی ہے، اور وکیل کا عمل مؤکل کا عمل قرار پاتا ہے۔ لہذا کمپنی کے عملہ کا عمل اور ان کا تصرف مالکانہ حصص کا تصرف اور عمل سمجھا جائے گا، اور شرعاً ان کا فعل مالکان حصص کی طرف منسوب ہوگا۔

۹۔ شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کر دینا کافی ہوگا:

اصولی طور پر وکیل کے افعال مؤکل کی طرف منسوب ہوتے ہیں، تاہم اگر کوئی شیئر ہولڈر سودی قرض لینے سے اپنی ناراضگی اور اختلاف کا اظہار و اعلان کر دے تو یہ اظہار و اعلان اس کے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی ہوگا۔

۱۰۔ کمپنی کے منافع میں سے سودی رقم نکال دینا کافی ہوگا:

اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار ہی حرام اشیاء کی تجارت ہو، سودی قرضہ جات دے کر سود حاصل کرنا ہو، تب تو ایسی کمپنیوں کے حصص اور شیئرز کی خریداری جائز نہیں ہوگی، البتہ اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار تو حلال ہو لیکن قانونی پیچیدگی کے تحت کچھ سرمایہ ڈپازٹ (Deposit) کرنا پڑتا ہو یا بانڈز (Bonds) خریدنے پڑتے ہوں جس سے کمپنی کو سودی رقم بھی حاصل ہوتی ہو، ایسی صورت میں شیئر ہولڈرس کا اپنے منافع میں سے سودی رقم نکال کر بلا نیت ثواب فقراء و مساکین پر صدقہ کر دینا یا رفاہ عام کے کاموں میں صرف کر دینا ان کے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی ہوگا (دیکھئے: بدائع الفوائد لابن القیم ۲/۲۷۵)۔

۱۱۔ اگر کمپنی کے منافع میں سود شامل ہو تو اسے کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی رقم کو کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں مال حلال کے ساتھ مال حرام بھی مخلوط ہو گیا ہے، اس لئے جتنا فیصد سود کل آمدنی میں مخلوط ہو گیا ہے شیئر ہولڈر کے لئے اسی تناسب سے ملنے والے منافع سے سودی رقم وضع کر کے بلا نیت ثواب فقراء و مساکین مسلمین پر صدقہ کر دینا یا رفاہ عام

Marfat.com

کے کاموں میں صرف کردینا کافی ہوگا، اور باقی ماندہ نفع اس کے لئے حلال ودرست قرار پائے گا۔

۱۲- شیئرز کی تجارت:

حلال کاروبار پر مبنی شیئرز کی تجارت فی نفسہ جائز ودرست ہے اور شیئرز کی بیع درحقیقت شیئر ہولڈر کے اس حصہ کی بیع ہے جو سرمایہ کے تناسب سے کمپنی کے نقود، قابل وصول دیون، جامد اثاثے، سامان تجارت اوران چیزوں سے حاصل ہونے والے منافع میں اسے پہونچتا ہے، جس کی نمائندگی شیئر سرٹیفیکٹ کرتی ہے۔ پس وہ اپنے موجود و مملوک حق کی بیع کرتا ہے نہ کہ معدوم وغیر مملوک کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ شیئرز کی بیع کو "بیع حظوظ ائمہ" پر قیاس کرتے ہوئے اس کے جواز کی صراحت فرمائی ہے (امداد الفتاوی ۳/۴۹۵)۔

اب رہا یہ سوال کہ شیئرز کی تجارت میں تجار حضرات تخمین وقیاس سے کام لیتے ہیں۔ شیئرز کی خریداری کے وقت ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ قیمت بڑھنے کی صورت میں نفع کے ساتھ فروخت کردیں گے یا جب شیئرز کی قیمت کم ہوگی تو خرید کر اپنے پاس رکھ لیں گے پھر قیمت بڑھنے کی صورت میں فروخت کردیں گے۔ تو اس سے شیئرز کی تجارت کے جواز میں فرق نہیں پڑے گا، اس لئے کہ مطلقاً تخمین وقیاس عقود ومعاملات میں ممنوع نہیں ہے اور نہ ہی تجارتیں عام طور پر اس قسم کے تخمین وقیاس سے پاک ہوتی ہیں۔

۱۳- فیوچر سیل کا حکم:

شیئر مارکیٹ میں ایک سودا جسے فیوچر سیل (Future Sale) اور عربی میں بیاعات مستقبلیات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس معاملہ کا مقصد شیئرز کی خریداری نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان کو برابر کرلینا مقصود ہوتا ہے۔ اس صورت معاملہ میں نہ تو خریدار کی طرف سے قیمت کی ادائیگی ہوتی ہے اور نہ ہی بائع کی طرف سے مبیع کی حوالگی، بلکہ محض کاغذی کارروائی ہوتی ہے، لہذا فیوچر سیل جائز نہ ہوگا۔

Marfat.com

۱۴-غائب سودے کی بیع کا حکم:

غائب سودے جن میں حقیقۃً بیع وشراء نہیں ہوتی ہے بلکہ بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، اس طرح کا معاملہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ خرید وفروخت ان عقود ومعاملات کی قبیل سے ہے جن کی اضافت مستقبل کی طرف کرنا یا تعلیق باتفاق فقہاء ناجائز ہے۔ البتہ مستقبل میں بیع کا وعدہ کیا جاسکتا ہے لیکن وقت آنے پر باضابطہ بیع کے معاملات طے کرنے پڑیں گے۔

۱۵-خرید کردہ شیئر کی سرٹیفیکٹ حاصل کرنے سے پہلے بیع:

اس سوال کے جواب کا دارومدار اس پر ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس صورت میں بیع قبل القبض لازم آتی ہے یا نہیں؟ اگر یہ بیع قبل القبض ہے تو اس کے جواز کی گنجائش نہیں ہوگی، اور اگر بیع قبل القبض نہیں ہے تو یہ صورت جائز ہوگی۔ اب رہا سوال کہ یہ بیع قبل القبض ہے یا نہیں؟ تو یہ تو ظاہر ہے کہ شیئر درحقیقت مال عین نہیں ہے بلکہ کمپنی کے املاک میں متناسب حصہ داری سے عبارت ہے اور شیئر سرٹیفیکٹ اس حصہ داری اور کمپنی کے اثاثے اور املاک میں شیئر ہولڈر کی شرکت کا تحریری ثبوت ہے، لہذا شیئرز کی بیع کی صورت میں مبیع شیئرز سرٹیفیکٹ نہیں بلکہ کمپنی کی املاک واثاثے کا ایک مشاع حصہ ہے۔ چونکہ وہ حصہ جو مبیع ہے مشاع ہے، اس لئے اس پر حقیقی قبضہ کا تحقق مشکل ہے، اس لئے اس میں معنوی قبضہ ہی معتبر ہونا چاہئے، اور عرف عام میں شیئرز پر قبضہ اسی وقت تسلیم کیا جاتا ہے جب خریدار کے ہاتھ میں شیئر سرٹیفیکٹ آجائے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں خریدار کے نام شیئر سرٹیفیکٹ کی منتقلی سے پہلے شیئر پر اس کا حقیقی قبضہ نہیں سمجھا جائے گا اور خریدار کے لئے شیئرز کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ ہر شئے پر اس کی خاص نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، جس کا مدار عرف وعادت پر ہوتا ہے، یعنی عرف وعادت میں جس چیز پر قبضہ کی جو نوعیت سمجھی جاتی ہو وہی معتبر ہوگی، ہر صورت میں قبضہ حسی ضروری نہیں ہوگا۔

Marfat.com

۱۶- سرٹیفیکٹ کے حصول سے پہلے شیئر کی بیع:

جب تک خریدار شیئر سرٹیفیکٹ حاصل نہ کرلے اور اسے اپنے نام منتقل نہ کرالے اس وقت تک شیئر پر خریدار کا حقیقی قبضہ تسلیم نہیں کیا جائے گا، اور اگر قبضہ سے پہلے خریدار کسی دوسرے شخص کے ہاتھ شیئرز کی بیع کرتا ہے تو یہ بیع حقیقی قبضہ کے تحقق سے پہلے ہوگی جو شرعاً جائز نہیں ہے۔

۱۷- بروکر کی اجرت کا حکم:

جائز اور حلال کاروبار پر مبنی شیئرز کی خرید وفروخت میں کسی مسلمان کے لئے بروکر بننا اور اس پر اجرت لینا درست وجائز ہے، ایسے درمیانی اشخاص کو جو خرید وفروخت کے معاملات میں واسطہ بنتے ہیں، فقہاء کی اصطلاح میں دلال کہتے ہیں۔ دلالی کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے کہ:

ابن سیرین، عطاء، ابراہیم اور حسن سے منقول ہے کہ ان حضرات کے نزدیک دلالی کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے (فتح الباری لابن حجر عسقلانی ۹/ ۴۱۴)۔

علامہ شامی نے اس سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ:

تجب الدلالة على البائع أو المشترى أو عليهما بحسب العرف.

بائع اور خریدار یا دونوں پر عرف ورواج کے مطابق دلالی کی اجرت واجب ہوگی۔

لہذا صورت مسئولہ میں کسی مسلمان کے لئے اسٹاک ایکسچینج میں بروکر بننا اور اس کی اجرت لینا جائز ودرست ہوگا۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز

فقہی تناظر میں

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی ☆

۱- احقر کی رائے یہ ہے کہ شیئر خریدنے والے کا مقصد عموماً یہی ہوتا ہے کہ وہ کمپنی میں بحیثیت شیئر ہولڈر شرکت کرے اور یہ تجار کے مقصد کے زیادہ قریب بھی ہے جیسا کہ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: "یہ شیئر درحقیقت کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کے ایک متناسب حصے کی نمائندگی کرتا ہے (فقہی مقالات رص ۱۴۳)۔

۲- اولاً دونوں جانب نقد کی صورت میں خرید وفروخت کے متعلق ائمہ اربعہ کا مسلک پیش خدمت ہے، اسی کی روشنی میں شیئرز کے بیع وشراء کا مسئلہ بھی واضح ہوجائے گا۔

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ایک پیسہ کی بیع دو پیسوں سے جائز نہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک علت ربا ثمنیت ہے، خواہ حقیقی ہو یا عرفی بہر دونوع تفاضل جائز نہیں، اس کی دلیل المدونۃ الکبری کی عبارت "لأن مالكا قال لا يجوز فلس بفلسين" ہے (المدونۃ الکبری ۷؍۱۰۴)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ وابو یوسفؒ کے نزدیک یہ کمی وبیشی صحیح ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک سکے خلقی طور پر ثمن نہیں ہیں اصطلاحاً ثمن ہیں، اس لئے متعاقدین کو چاہئے کہ ان سکوں کی تعیین کرکے ان کی ثمنیت اصطلاحی باطل کردیں، ایسا ہوجانے کے بعد ان سکوں کا درجہ سامان

☆ شیخ الحدیث وپرنسپل، دار العلوم مئو۔

Marfat.com

وعروض کا ہو جائے گا، بنابریں قلت وزیادت جائز ہوگی۔

حضرت امام محمدؒ کے نزدیک قلت وزیادت موجب للربا ہوگی، کیوں کہ جب یہ سب کے اصطلاحی ثمن قرار دیئے جاچکے تو صرف بائع اور مشتری کے ثمنیت باطل کرنے سے باطل نہ ہوگی تاوقتیکہ تمام لوگ اسے باطل قرار نہ دے دیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قلت وزیادت جائز ہے، کیوں کہ سکے عددی ہیں اور علت ربا وزن ہے۔ ''إذا فات الشرط فات المشروط'' یہ پہلا قول ہے۔

امام مذکور کا دوسرا قول عدم جواز کا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ سکے فی الحال تو عددی ہیں لیکن اصلاً دھات ہونے کی وجہ سے وزنی ہیں، اس لئے دونوں جائز نہیں۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک ربا کی علت خلقی ثمنیت ہے اور یہ علت یہاں مفقود ہے، اس لئے کمی وبیشی کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے۔

اس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ اگر اس کمپنی یا فیکٹری میں جس کے شیئرز خریدے گئے ہیں کچھ بھی منجمد اثاثے خواہ بلڈنگ کی شکل میں ہوں یا مشین وغیرہ کی شکل میں، ابھی تک خریدے نہیں گئے ہیں یعنی ابھی دونوں جانب نقد ہی نقد ہے، تو اس صورت میں اس کی بیع وشراء کمی وبیشی کے ساتھ جائز نہیں، سو روپے کا شیئر سو ہی روپے میں فروخت کیا جاسکتا ہے کمی وبیشی موجب للربا ہوگی۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

جتنے لوگوں نے اس کمپنی میں اپنی رقم سبسکرائب (Subscribe) کی ہے اس رقم سے ابھی تک کوئی سامان نہیں خریدا گیا اور نہ اس سے کوئی بلڈنگ بنائی گئی اور نہ کوئی مشین خریدی گئی اور نہ ہی کوئی اثاثہ وجود میں آیا بلکہ ابھی وہ تمام پیسے نقد کی شکل میں ہیں، تو اس صورت میں دس روپیہ کا شیئر دس روپے کی نمائندگی کرتا ہے، لہذا جب دس روپے کا شیئر دس روپے کی نمائندگی کرتا ہے تو اس صورت میں اس شیئر کو گیارہ روپے

Marfat.com

میں یا نو روپئے میں فروخت کرنا ہو جائے گا جو سود ہو جانے کی وجہ سے قطعاً جائز نہیں (فقہی مقالات رص ۱۴۵)۔

۳۔ کمپنی کے وجود میں آجانے کے بعد بالفاظ دیگر اثاثہ ونقد کے پائے جانے کی صورت میں اس شیئر کی بیع وشراء کمی وبیشی کے ساتھ جائز ہے۔ کیوں کہ اب شیئر مرکب ہو گیا جس میں اموال ربویہ وغیر ربویہ دونوں پائے جاتے ہیں، اس لئے دس روپے کا شیئر دس روپیہ سے زائد میں فروخت کیا جا سکتا ہے، دس روپئے تو دس روپئے کے مساوی ہو جائے گا اور زیادتی بلڈنگ واثاثہ وغیرہ کے بالمقابل ہو جائے گی جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

۴۔ اگر کمپنی کسی مسلمان کی ہے اور وہ حرام کاروبار میں ملوث ہے (جس کی بہت ساری صورتیں ہیں چند صورتیں سوال میں مذکور بھی ہیں) تو اس کمپنی کے شیئرز خریدنا جائز نہیں۔ حضرت مولانا تقی عثانی صاحب تحریر کرتے ہیں:

ایسی کمپنی کے شیئرز لینا کسی حال میں جائز نہیں، نہ ابتداء جاری (Float) ہونے کے وقت لینا جائز ہے اور نہ ہی بعد میں اسٹاک مارکیٹ سے لینا جائز ہے (فقہی مقالات رص ۱۴۴)۔

کمپنی غیر مسلم کی ہو اور یقین سے معلوم ہو کہ وہ سودی لین دین نہیں کرتا تو اس کی خرید و فروخت صحیح ہے، اور اگر اس کی بابت علم نہیں تو اس کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہوگی۔ کراہت تحریمی کی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں سودی کاروبار میں کوئی قباحت نہیں۔

۵۔ بنیادی کاروبار حلال ہوتے ہوئے بعض ممالک میں خصوصاً ہندوستان میں اضطراراً سود لینا پڑتا ہے، اگر ایسا نہ کیا جائے تو نت نئے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو تجار سے مخفی نہیں، اس لئے اسے حاجیات کی قبیل سے مان کر اس طرح کی کمپنیوں سے شیئرز خریدے جاسکتے ہیں۔

۶۔ اس سوال کا جواب بھی احقر کے نزدیک وہی ہے جو سوال نمبر ۵ کے ضمن میں گذرا۔

۷۔ اگر سارا دارومدار سودی قرض پہ ہے، اپنی جائز اور حلال کمائی کی اکثریت نہیں، تو اس

Marfat.com

صورت میں سود سے حاصل ہونے والی رقم ظاہر ہے سود ہے، بناء فاسد علی الفاسد فاسد ہے، وہ مفید للملک کیسے ہوسکتی ہے۔

۹- کمپنی کی میٹنگ میں اگر شیئر ہولڈر اس سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھائے تو وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے گا، حکیم الامت حضرت تھانوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔

۱۰، ۱۱- پہلے اور دوسرے سوال میں جزوی فرق ہے مگر جواب دونوں کا ایک ہی ہے، جتنی بھی سود کی رقم ہو باقاعدہ اہتمام کے ساتھ حساب لگا کر بلا نیت ثواب صدقہ کر دیں۔ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''جب منافع تقسیم ہو تو اس وقت جتنا نفع کا جتنا حصہ سودی ڈپازٹ سے حاصل ہوا ہے اس کو صدقہ کر دے'' (فقہی مقالات رص ۱۵۱)۔

۱۲- شیئرز کی خرید و فروخت، شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے صحیح ہے، ہر کوئی تاجر یہ سوچ کر اور اس غالب ظن سے خرید و فروخت کرتا ہے کہ آئندہ اسے نفع حاصل ہوگا۔ ہاں نفع کی شرط کے ساتھ بیع جائز نہیں۔

۱۳- یہ صورت قطعاً حرام ہے اور اس کا شمار بھی سٹہ میں ہوگا جو کہ ناجائز ہے۔ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب رقمطراز ہیں:

لیکن اس خرید و فروخت کو درست کہنے کی دشواری اس سٹہ بازی کے وقت پیش آتی ہے جو اسٹاک ایکسچینج کا بہت بڑا اور اہم حصہ ہے، جس میں بسا اوقات شیئرز کا لین دین بالکل مقصود نہیں ہوتا بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Deference) برابر کر لیا جاتا ہے اور شیئرز پر نہ تو قبضہ ہوتا ہے اور نہ ہی قبضہ پیش نظر ہوتا ہے، اس لئے جہاں یہ صورت ہو کہ قبضہ بالکل نہ ہو اور شیئرز کا نہ لینا مقصود ہو اور نہ دینا مقصود ہو بلکہ اس طرح سٹہ بازی کر کے آپس کے ڈیفرنس کو برابر کر لینا مقصود ہو تو یہ صورت بالکل حرام ہے اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں (فقہی مقالات رص ۱۵۲)۔

Marfat.com

۱۴- ایک تو سودا وہ ہے جس میں بیع کی نسبت کسی بھی زمانہ کی طرف کی جائے وہ باطل یا فاسد ہے، جیسے لبن فی الضرع، سمک فی الماء، طیر فی الھواء، سمن فی اللبن، حبل الحبلۃ یا ملاقیح و مضامین وغیرہ کی بیع۔ کیوں کہ ان تمام صورتوں میں مبیع معدوم ہے، جہالت فاحشہ کا وجود ہے اور قدرت علی تسلیم المبیع ناممکن ہے۔

دوسرا سودا وہ ہے جو موجود تو ہے مگر حاضر نہیں غائب ہے، اب اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو وہ جسے پہلے سے دیکھا جا چکا ہے اور اس کے اوصاف بھی معلوم ہیں تو اس صورت میں بصیغۃ المتعارف اس کی بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر دیکھا نہیں ہے تو بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی بیع صحیح ہوگی اور اسے خیار رؤیت حاصل ہوگا اور عدم رؤیت کی وجہ سے جو غرر یسیر پیدا ہوا تھا وہ خیار رؤیت سے مرتفع ہو جائے گا، کیوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''من اشتری مالم یرہ فھو بالخیار إذا رآہ''۔

۱۵- قبضہ کی اولاً دو قسمیں ہیں:

(۱) حقیقی (۲) حکمی

حقیقی قبضہ تو حبس اور تسلیم سے ہوگا، اور حکمی قبضہ استیلاء، تمکن، اشارہ، تخلیہ و تمیز سے کتاب اور سنت و نصوص فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ مبیع کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے، اور جہاں کا جیسا تعامل ہوگا حجت قرار پائے گا۔

۱۶- راقم کے خیال میں جب تک خریدار شیئر سرٹیفیکٹ حاصل نہ کرلے اس وقت تک شیئر فروخت نہیں کر سکتا، گو کہ معاملہ متعاقدین کے درمیان شیئر کی قیمت ادا کرنے ہی سے ہو گیا، مگر تمامیت بیع موقوف ہوگی ڈلیوری کی وصولیابی پر، اور یہی ڈلیوری قبضہ حقیقی کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں قبضہ حکمی کے مرادف ہوگی۔

۱۷- شیئرز کی وہ خرید و فروخت جو جائز اور درست ہے اس میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا صحیح ہے، اس کے ماسوا میں نہیں۔

Marfat.com

شرعی اعتبار سے شیئرز کی حیثیت

مولانا سلطان احمد اصلاحی☆

۱- کسی کمپنی کے خرید کردہ شیئر کے مسئلے میں یہی بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے کہ وہ محض رقم کی دستاویز نہ ہو کر اس کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور وہ نقد کے ساتھ کمپنی کے اثاثوں اور اس کی املاک میں حسب تناسب حصہ دار ہوتا ہے۔ اس طرح اس پر بیع صرف کے احکام وارد نہ ہونے چاہئیں۔ دیوالیہ ہونے کی صورت میں کمپنی کے اثاثے قرق نہ کر کے اس کی املاک کی ضبطی سے اس کے قرضے ادا کئے جانے کے سلسلے میں کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ قانون کی یہ دفعہ بحیثیت مجموعی کمپنی کے مفاد کے مدنظر رکھی گئی ہے، جس سے کہ کمپنی کے دیگر شرکاء کے لئے اس کے دیوالیہ ہوئے حصے کو دوبارہ بحال کرنے میں غیر معمولی دقتوں اور دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

۲- کمپنی قائم کرتے وقت شیئرز کا جو اعلان کیا جاتا ہے جبکہ اس وقت اس کے پاس کچھ بھی املاک نہیں ہوتیں، اس وقت کمپنی کے خرید کردہ شیئر کی بیع پر بیع صرف کے احکام وارد ہوں گے، یہ اصلاً نقد کا نقد سے تبادلہ ہوگا، اور اس پر کسی قسم کا تفاضل جائز نہ ہوگا، ایک شیئر جتنی رقم جمع کر کے خریدا گیا ہے اسے اتنی ہی رقم پر فروخت کیا جانا ضروری ہوگا۔

۳- کمپنی کے وجود میں آجانے کے بعد اس کے مخلوط اثاثہ میں جس میں ربوی اور غیر ربوی دونوں طرح کے مال کی شمولیت ہوتی ہے، اس کی نقد کے ساتھ فروخت جائز ہوگی۔ ربا

☆ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، دودپور، علی گڑھ۔

Marfat.com

اور انٹرسٹ کا حوالہ اس سے آگے بھی آرہا ہے اس لئے ابتداءً ہی اس کے سلسلے میں چند نکات کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے جس سے کہ آئندہ اس کی تکرار کی ضرورت نہ رہے۔

(الف) دراصل آج کے دور میں بینک کے انٹرسٹ کے مسئلہ پر ہی نئے سرے سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن وسنت میں حرام کردہ ربا کا سخت گیر اطلاق ہر حال میں اس پر درست معلوم نہیں ہوتا۔ بینک کا کردار بہر صورت صرف امانت دار ہی کا نہیں ہوتا بلکہ آج کے دور میں اس کا اصل کردار مضارب در مضارب کا ہے۔ جس میں وہ اب تک کی معروف اسلامی مضاربت کے متناسب منافع کے بجائے جمع کردہ بالواسطہ کاروبار میں لگی رقم پر متعین فیصد پر منافع دینے کا اہتمام کرتا ہے۔ آج علماء کی ایک مقتدر جماعت جب مضاربت کی اس صورت کو جائز قرار دیتی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامک فقہ اکیڈمی کے اجلاس گزشتہ میں ہمارا پیش کردہ مقالہ ''شریعت کا اصول عرف و عادت اور موجودہ حالات میں اس کی معنویت'') تو اس مضاربانہ کردار کے ساتھ بینک کے انٹرسٹ کو مطلقاً حرام وممنوع ربوا کے ہر حال میں قائم مقام رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

(ب) دوسری بات فقہ کے اس جزئیہ کی ہے جسے بالکل ہی نظر انداز کیا جارہا ہے، اور وہ یہ کہ: لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب (ہدایہ ۳/ ۷۰، نیز شرح السیر الکبیر ۳/ ۱۱۲)۔

ہندوستان جیسے ملکوں کو آج من کل الوجوہ ''دار الحرب'' تسلیم نہ بھی کیا جائے تب بھی معاملات ربویہ کی تعیین وتحقیق میں اس کا کچھ نہ کچھ لازمی اثر پڑنا چاہئے۔ جبکہ دوسرے موقع پر حضرت امام اعظم کی طرف سے اس پر اضافہ ہے کہ دار الحرب میں اسلام لائے دو مسلمانوں کے درمیان اس معاملے پر بھی اسی حکم کا اطلاق ہوگا۔

وقال أبو حنيفة: لا يجرى الربا بين مسلم و حربى فى دار الحرب، و عنه فى مسلمين أسلما فى دار الحرب لا ربا بينهما (المغنی لابن قدامہ ۴/ ۴۵)۔

Marfat.com

اس کی دلیل وہ حضرت مکحولؒ کی روایت سے دیتے ہیں جس کے مطابق نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

لا ربا بین المسلمین وأهل الحرب فی دار الحرب۔(مغنی ۴/۴۵،۴۶)۔

دور حاضر میں دعوت اسلامی کی مطلوب مصالح کے مدنظر فقہ اسلامی کی اس رخصت کو چاہے ضرورت سے زیادہ وسعت نہ دی جائے، لیکن مسائل کی توجیہ وتحقیق میں اس کو بالکل نظر انداز کردینا بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

۴- ہر چند کہ دور اول میں ذمی سے خنزیر کی تو نہیں لیکن شراب کی قیمت سے جزیہ وصول کرنے کی نظیر موجود ہے (شرح السیر الکبیر للسرخسی ۴/۲۲۷-۲۲۸) تاہم وہ کمپنیاں جن کا کاروبار خالص شراب اور خنزیر کے حرام پر مشتمل ہو، ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت درست نہیں معلوم ہوتی۔

۵- حلال کاروبار کی کمپنیاں جنہیں انکم ٹیکس وغیرہ سے بچنے کے لئے مجبوراً بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے ان کے شیئرز کا خریدنا جائز ہے۔

۶- دوسری حلال کاروبار کی کمپنیاں جن کو قانونی تقاضوں کی تکمیل کی غرض سے سرمایہ بینک میں جمع کرنا پڑتا ہے یا سیکورٹی بانڈز خریدنے پڑتے ہیں، جن کی وجہ سے انہیں سود بھی ملتا ہے، ایسی کمپنیوں کا شیئرز خریدنا جائز ہے۔

۷- جواب نمبر ۲ کی تنقیح سے اس کا جواب بھی صاف ہے، سودی قرضہ سے حاصل ہونے والا منافع جائز ہے۔ یہ قرض مفید ملک ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہوگی۔

۸- ہاں! کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے، اور اس کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا۔

۹- جواب نمبر ۲ کی تنقیح کے حوالہ سے بینک سے سودی قرضے کی سودی نوعیت ہی جب

Marfat.com

محل نظر قرار پائی تو پھر اس اختلاف کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ہے۔ اپنے مضاربانہ کردار سے جس طرح جمع شدہ رکاروبار میں لگائی گئی رقم پر بینک متعین فیصد کا منافع دیتا ہے، ایسا ہی منافع وہ دوسرے ان لوگوں سے وصول کرتا ہے جنہیں ملنے والی رقم کا ایک نام ''قرض'' دیا جاتا ہے، جبکہ بینک اسے عملاً مضاربت کی صورت قرار دیتا ہے۔

۱۰- جواب نمبر ۲ کے حوالہ سے صدقہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ اس کی جائز آمدنی ہے جسے وہ بے کھٹک زیر استعمال لاسکتا ہے۔

۱۱- تنقیح محولہ جواب نمبر ۲ سے اس کا جواب بھی واضح ہے۔ صدقہ کی ضرورت نہیں، سود کی روایتی شمولیت کے باجود اس کی آمدنی جائز ہے۔

۱۲- شیئرز کی تجارت جائز ہے۔ کاروبار کا مطلب ہی ہے کہ آدمی منافع کا تخمینہ اور اس کی پیش بینی کر سکے، جس کے اندر یہ صلاحیت نہیں وہ کاروبار کرنے کا اہل نہیں۔ یہ تخمین اور قیاس آرائی تو ہر کاروبار میں شامل ہوتی ہے، اس لئے شیئرز کی تجارت کی پیش بینی اور قیاس آرائی شریعت میں ممنوع تخمین و قیاس آرائی کے دائرے میں نہیں آتی۔

۱۳- فیوچر سیل اپنی اس تفصیل کے ساتھ ناجائز ہے۔ یہ دراصل خالص قمار کی صورت ہے جسے ''بیاعات مستقبلیات'' کا خوبصورت نام دے دیا گیا ہے۔ یہ نہ بیع صرف ہے جس میں نقد کا نقد سے تبادلہ ہوتا ہے، نہ یہ شیئر کے دائرے میں آتا ہے جس میں اثاثے اور نقد کی خرید و فروخت نقد سے کی جاتی ہے۔ پس اس کے لئے تیسری صورت قمار کی ہی رہ جاتی ہے جو شریعت میں صراحۃً ممنوع ہے۔

۱۴- غائب سودا جس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جائے نادرست ہے (دیکھئے: مغنی ۲۸۸/۴)۔

۱۵- شیئرز کے نقد سودے میں قبضہ کے تحقق کے لئے شیئرز سرٹیفکیٹ کا فوری طور پر قبضے میں آجانا ضروری نہیں ہے، سودے کی تکمیل کے بعد عرف میں معتبر شیئر پر جو معنوی قبضہ حاصل

Marfat.com

ہوجاتا ہے عقد کی صحت کے لئے وہ کافی ہے، قبضہ حسی پر اصرار کی کوئی ضرورت نہیں۔

۱۶- جب اس طرح شیئر کی خریداری درست قرار پا گئی تو پھر اسے دوسرے تیسرے اور چوتھے خریدار کو بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب شیئر کا ضمان ومنافع خریدنے کے ساتھ خریدار کی طرف منتقل ہوگیا تو وہ ''بیع مالا یضمن'' کے دائرے سے اپنے آپ نکل گیا اور آگے کے لئے اس کے لئے اپنے شیئر کی خرید وفروخت میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی۔

۱۷- اسٹاک ایکسچینج کے بروکر اور ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ سودے جن کی بروکری اور ایجنٹی کا وہ کام کر رہا ہے، فی نفسہ ان میں کوئی حرمت اور ممانعت کا پہلو نہ ہو۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز

مقاصد شریعت کے دائرہ میں

مولانا ابوسفیان مفتاحی☆

۱۔ ابتلاء عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں شرکت کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، اور شیئرز اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں بلکہ اس کی پشت پر جو املاک واثاثے ہیں وہ اصل چیز ہے، لہذا شیئرز کی خرید وفروخت دراصل کمپنی کے اثاثوں میں متناسب ملکیت کی خرید وفروخت ہے، اور اس خرید و فروخت کے جواز کے لئے چار شرائط ہیں:

۱۔ اصل کاروبار حلال ہو، ۲۔ اس کمپنی کے منجمد اثاثے وجود میں آچکے ہوں، رقم صرف نقد کی شکل میں نہ ہو، ۳۔ اگر کمپنی سودی لین دین کرتی ہے تو اس کی سالانہ میٹنگ میں آواز اٹھائی جائے، ۴۔ جب منافع تقسیم ہوں اس وقت نفع کا جتنا حصہ سودی ڈپازٹ سے حاصل ہو رہا ہو اس کو صدقہ کردے۔

۲۔ صورت مسئولہ میں خرید کردہ شیئرز کی بیع جائز ہے۔

۳۔ صورت مسئولہ میں بشرط مذکور خرید و فروخت جائز ہے۔

۴۔ صورت مسئولہ میں بنیادی حرام کاروبار والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت حرام ہے کیونکہ جواز کے لئے کمپنی کے کاروبار کا حلال ہونا شرط ہے۔

۵۔ صورت مسئولہ میں ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنا جائز ہے جن کا کاروبار حلال ہے، اس

☆ جامعہ عربیہ مفتاح العلوم، مئو۔

Marfat.com

شرط کے ساتھ کہ سود کے خلاف آواز اٹھائی جائے، اور تجارت پر انکم ٹیکس ادا کرنا جو قانون حکومت ہے اس کی رعایت لازم ہونے کی وجہ سے بینک سے سودی قرضہ لے سکتے ہیں۔

۶۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جائز ہے اور ملنے والی سودی رقم فقراء و مساکین کو بلا نیت ثواب صدقہ کر دینا لازم ہے۔

۷۔ صورت مسئولہ میں مجبوری میں سودی قرض لینا جائز ہے اور حلال کاروبار و تجارت کے واسطے لینے کی وجہ سے جو کاروبار سے منافع حاصل ہوں گے وہ شرعاً حلال اور مفید ملک ہوں گے اور اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہوگی۔

۸۔ صورت مسئولہ میں کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہوکر اس کا عمل شیئرز ہولڈرس کا عمل ہوگا۔

۹۔ صورت مسئولہ میں شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اور اپنے اختلاف کا اعلان کر دینا اسے بری الذمہ کر دے گا۔

۱۰۔ صورت مسئولہ میں منافع میں سے سود کا صدقہ کر دینا اور رفاہ عام کے کاموں میں لگا دینا کافی ہوگا۔

۱۱۔ صورت مسئولہ میں چونکہ سودی لین دین کا غلبہ ہے تو جو حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا ہے تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اتنا فیصد ملنے والے منافع سے نکال کر صدقہ کر دینا کافی ہوگا۔

۱۲۔ شیئرز کی تجارت جائز ہے، اور مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں : یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ تخمین و قیاس آرائی بذات خود حرام ہے یہ بات غلط ہے، تخمین یہ ہے کہ اندازہ لگایا جائے کہ کس چیز کی قیمت بڑھ رہی ہے اور کس کی قیمت کم ہو رہی ہے، جس کی قیمت کم ہونے کا اندیشہ ہو اس کو بیچ دیا جائے اور جس کی قیمت بڑھنے کی امید ہو اس کو رکھا جائے، یہ بات بذات خود ممنوع نہیں ہے، یہ تو ہر تجارت میں ہوتی ہے، جو بات ممنوع ہے

Marfat.com

وہ یہ ہے کہ بیع وشراء کی شرعی شرائط کی رعایت نہ کی گئی، مثلاً غیر مملوک کی بیع یا غیر منصوص کی بیع کی جارہی ہو، یا قمار کی شکل بن رہی ہو، قمار دو باتوں سے ملکر بنتا ہے: ایک یہ کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہو اور دوسری طرف سے موہوم ہو، دوسری بات یہ ہے کہ جس طرف سے ادائیگی ہوگئی ہے اس کی رقم دو باتوں میں دائر ہے ، یا تو یہ رقم خود بھی ڈوب جائے گی یا اور رقم کو کھینچ کر لائے گی (اسلام اور جدید معیشت وتجارت رص ۹۰)۔

۱۳- صورت مسئولہ میں فیوچر سیل شرعاً جائز نہیں ہے۔

۱۴- صورت مسئولہ میں غائب سودا جن میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ تمام رکن اور انعقاد بیع کے لئے صیغۂ ماضی یا حال شرط ہے، اور صیغۂ استقبال سے بیع جائز نہیں ہے۔

۱۵- شیئرز پر قبضہ کا مطلب:

شیئرز در حقیقت کمپنی کی املاک میں متناسب حصہ داری کا نام ہے اور شیئر سرٹیفیکٹ در حقیقت اس حصہ داری کا تحریری ثبوت ہے، لہذا مبیع وہ تحریری ثبوت نہیں بلکہ کمپنی کی املاک کا ایک مشاع حصہ ہے، اس لئے اس پر حسی قبضہ تو نہیں ہوسکتا لہذا اس میں معنوی قبضہ ہی معتبر ہوگا۔ اب دو صورتیں ہیں: یا تو یوں کہا جائے کہ معنوی قبضہ اس وقت ہوگا جب سرٹیفیکٹ ہاتھ میں آجائے، یا پھر یوں کہا جائے کہ جس وقت وہ مشاع حصہ مشتری کے ضمان میں آجائے اس وقت معنوی قبضہ متصور ہوگا، اور ہر چیز کے قبضہ کا تصور عرف سے متعین ہوتا ہے اور عرف میں شیئرز کا قبضہ اس وقت سمجھا جاتا ہے جب سرٹیفیکٹ ہاتھ میں آجائے۔

۱۶- صورت مسئولہ میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سرٹیفیکٹ پر قبضہ کئے بغیر آگے بیع نہ کی جائے۔

۱۷- صورت مسئولہ میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمپنی کے شیئرز اور ان کا شرعی حکم

مفتی انور علی اعظمی ☆

۱- کمپنی کے شیئرز کے بارے میں دو نقطۂ نظر ہیں:

ایک یہ کہ شیئرز سرٹیفیکٹ محض کمپنی کو دیئے ہوئے پیسے کی دستاویز ہے، کمپنی کے اثاثوں اور اسکی املاک میں حسب تناسب حصہ دار ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، یہی نظریہ درست ہے۔

۲- کمپنی کے قیام کے وقت جبکہ اس کے صرف سیال اثاثے یعنی نقد روپے ہیں، ابھی اس کمپنی نے نہ کوئی بلڈنگ خریدی ہے اور نہ مشینری، نہ اس کے پاس خام مال ہے اور نہ تیار مال ہے، اس وقت کمپنی کے شیئر کا کمی بیشی کے ساتھ بیچنا خریدنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب کمپنی کے پاس نقد رقم کے علاوہ اور کوئی ملکیت نہیں ہے تو اس صورت میں دس روپئے کا شیئر دس روپئے ہی کی نمائندگی کر رہا ہے، لہذا اس کو نو روپئے میں بیچنا یا گیارہ روپئے میں خریدنا، ایسے ہی ہے جیسے دس روپئے کے نوٹ گیارہ روپئے کا بیچنا یا خریدنا، جو کہ ناجائز ہے۔

۳- جب کمپنی کے پاس سیال اثاثے کے علاوہ کچھ منجمد اثاثے مثلاً بلڈنگ، مشینری، خام مال وغیرہ ہو گئے تو اس وقت اس کے شیئرز کی بیع کمی بیشی کے ساتھ جائز ہوگی، لیکن اس صورت میں ایک بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ جب کمپنی کا کاروبار ترقی کر جائے اور کمپنی کے واجب الوصول قرضے اور نقد کی مقدار بڑھ جائے تو شیئر کے مقابلہ میں واجب الوصول قرض اور نقد کی جو

☆ مفتی دار العلوم مئو، مئو۔

Marfat.com

مقدار آتی ہے اس سے زیادہ میں بیچنا ضروری ہوگا، اس کے برابر یا کم میں بیچنا جائز نہیں، مثلاً ابتداء میں ایک کمپنی کی کل رقم سو روپے قرض لی گئی اور اجزاء اس طرح تھے۔

واجب الوصول قرض	بلڈنگ	مشینری	مال	نقد
۱۰	۴۰	۲۰	۲۰	۱۰

لیکن ترقی کے بعد کمپنی کے اثاثوں کی مالیت دو سو بیس (۲۲۰) ہوگئی۔

واجب الوصول قرضے	نقد شیئرز	بلڈنگ	مشینری	خام مال
۷۰	۷۰	۴۰	۲۰	۲۰

اب کمپنی کے شیئر کی ویلو دس سے بڑھ کر بیس ہوگئی، لہٰذا اس وقت دس روپے کے شیئر کی مجموعی مالیت اکیس روپے ہوگئی، اکیس میں سے چودہ نقد اور واجب الوصول قرضے اور بقیہ سات میں بلڈنگ، مشینری اور خام مال وغیرہ، اب صورت میں دس روپے کے شیئر کو چودہ روپے سے کم کا فرخت کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ چودہ روپے سے زیادہ بیچنا ضروری ہوگا، تاکہ چودہ کے مقابلہ میں نقد اور واجب الوصول قرضے کے چودہ ہو جائیں اور زائد کے مقابلہ میں بلڈنگ مشینری اور خام مال کا حصہ ہوگا۔

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے، جیسے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت اور اکسپورٹ، یا بینکس اور سودی اسکیموں میں روپے لگانا، ان کے شیئرز خریدنا جائز نہیں۔

۵- موجودہ حالات میں انکم ٹیکس وغیرہ کا جو غیر عادلانہ قانون رائج ہے اس سے بچنے کے لئے سودی قرض لینا ایک مجبوری ہے اور یہ مجبوری شخصی کاروبار میں حائل ہوتی ہے اور کمپنی کو پیش آسکتی ہے، لہٰذا اگر کمپنی نے بدرجہ مجبوری سودی قرضے لئے تو اس کے شیئرز خریدنا جائز ہوگا۔

البتہ شیئرز ہولڈر اس بات کی کوشش کرے کہ مجبوری ختم ہونے کے بعد بلا ضرورت سودی قرض میں کمپنی ملوث نہ رہے، دوسرے یہ کہ جتنا حصہ سودی اکاؤنٹ سے حاصل ہوا اتنا حصہ بلا نیت ثواب صدقہ کرے۔

Marfat.com

۶۔ دو شرطوں کے ساتھ ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنے کی اجازت ہوگی: ایک تو یہ کہ شیئر ہولڈر اپنی استطاعت بھر سودی آلودگی سے کمپنی کو بچانے کی کوشش کرے، اور دوسرے یہ کہ کمپنی کے اجلاس میں اس کے خلاف آواز اٹھائے۔

۷۔ سودی قرض لینے کی صورت میں اس قرض سے حاصل ہونے والے منافع جائز ہونگے، وہ قرض مفید ملک ہوگا، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہوگی، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنی کتاب ''اسلام اور جدید معیشت وتجارت'' میں تحریر فرماتے ہیں: بعض علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ کمپنی سودی کاروبار اصلاً کر رہی ہو یا تبعاً، سودی کاروبار کم ہو یا زیادہ، اس کے شیئرز لینا جائز نہیں خواہ اسکا حقیقی کاروبار درست ہو، لیکن صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کے سودی لین دین کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ کمپنی قرضہ لے اور اس پر سود ادا کرے، اس صورت میں کمپنی کی آمدنی میں کوئی حرام عنصر شامل نہیں ہوا، اس لئے کہ جو کوئی شخص سود پر قرض لے تو یہ فعل حرام اور سخت گناہ ہے مگر وہ قرض کا مالک ہو جائیگا، اس کے ساتھ کاروبار کی جو آمدنی حاصل ہوگی وہ بھی حلال ہوگی (صفحہ ۸۷)۔

۸۔ کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئر ہولڈرس کا وکیل ہے لیکن یہ وکالت شرکت کی وکالت سے مختلف ہے، اس لئے کہ شرکت میں ہر شریک کی وکالت اس درجہ قوی ہوتی ہے کہ اگر ایک شریک بھی کسی کاروبار سے اختلاف کر دے تو وہ کاروبار نہیں کیا جاسکتا، لیکن کمپنی کے سیکڑوں شرکاء ہوتے ہیں بلکہ کبھی کبھی یہ تعداد ہزار تک پہنچ جاتی ہے، لہذا یہاں شیئر ہولڈرس باجود شریک ہونے کے اتنا پاور نہیں رکھتے کہ اپنی تنہا رائے سے کمپنی کے اجتماعی فیصلے کو رد کرسکیں، اس لئے ان کا کمپنی کے اجلاس میں سودی کاروبار سے اختلاف کر دینا اور بقول حضرت تھانویؒ کمپنی کے ذمہ داران کو اس مضمون کا خط لکھ دینا کافی ہوگا، اور اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کر لینے کے بعد شیئر ہولڈر بورڈ آف ڈائرکٹرس کے اس عمل کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

۹۔ کمپنی کی میٹنگ میں شیئر ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اور اپنے اختلاف

Marfat.com

کا اعلان کر دینا وکیل کے عمل کی ذمہ داری سے اسے بری الذمہ کر دے گا۔

۱۰- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور اسکی مقدار معلوم ہو تو شیئر ہولڈر کو منافع سے اس کی بقدر نکال کر صدقہ کرنا بھی ضروری ہوگا۔

۱۱- اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا اتنا فیصد ملنے والے منافع سے نکال کر صدقہ کر دینا شیئر ہولڈر کی بقیہ منافع کو جائز بنانے کے لئے کافی ہوگا۔

۱۲- شیئر ز کی خریداری دو مقصد سے ہوتی ہے: ایک تو باقاعدہ کمپنی کا حصہ دار بن کر اسکا سال بسال نفع حاصل کرنے کے لئے، دوسرے شیئر ز کو سامان تجارت کے طور پر بیچنے خریدنے کے لئے۔ شیئر ز خریدنے والے کمپنی کے نفع کو سامنے رکھنے کے بجائے شیئر ز کی قیمت میں اتار چڑھاؤ کو سامنے رکھتے ہیں، جب کسی کمپنی کا شیئر گھٹ جاتا ہے تو اسکا شیئر خرید لیتے ہیں اور بڑھ جانے کے بعد بیچ دیتے ہیں۔ اس دوسرے مقصد سے بھی شیئر کی خرید وفروخت جائز ہے، اور اس خریداری میں اور فروختگی میں جس قیاس آرائی اور تخمین کو دخل ہے وہ شرعاً ممنوع نہیں ہے، اس طرح کی قیاس آرائی تو ہر قسم کی تجارت میں چلتی ہے۔ البتہ تخمین اور قیاس آرائی کی بنیاد پر شیئر ز کی خرید وفروخت وہاں ناجائز ہوگی جہاں شرعی اصول کی رعایت نہ کی جائے، مثلاً جہاں غیر مملوک کی بیع یا غیر مقبوض کی بیع ہو یا قمار کی شکل بن رہی ہو، مثلاً کمپنی کے وجود میں آنے سے پہلے اس کے منجمد اثاثوں کی بیع کی جائے، کمپنی کا ابھی صرف وجود ذہنی ہے خارج میں کچھ بھی نہیں، اور اس کے دس روپئے کے شیئر کو پچاس روپئے کا بیچا جائے، خواہ نیت سرمایہ کاری کی ہو یا شیئر بیچ کر نفع کمانے کی۔

۱۳- فیوچر سیل یا بیاعات مستقبلیہ:

شیئر ز مارکیٹ میں مروج فیوچر سیل یعنی بیاعات مستقبلیہ کا سودا ناجائز ہے، کیونکہ یہ ایک جوا ہے، مقصد کسی چیز کی خرید وفروخت نہیں بلکہ صرف سٹے بازی اور ڈیفرنس برابر کرنا ہے، یہ

Marfat.com

صورت بالکل حرام ہے، اس لئے کہ اس بیع میں مشتری نہ تو مبیع پر قبضہ کرتا ہے اور نہ بائع ثمن پر، بلکہ یہ مقصد ابتداء ہی سے معدوم ہوتا ہے، دونوں کے درمیان قبضہ کی تاریخ طے ہوتی ہے اور اس تاریخ پر اگر شیئرز کی قیمت گھٹ گئی تو یوم خرید اور یوم قبضہ کا فرق مشتری بائع کو دیتا ہے، اور اگر شیئرز کی قیمت بڑھ گئی تو دونوں تاریخوں میں قیمت کا فرق بائع مشتری کو دیتا ہے، شرعی ضابطہ سے یہ بیع بالکل ناجائز ہے، اور اسی قسم کے تخمین اور قیاس آرائی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

۱۴- غائب سودے جن میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے وہ بھی شرعاً ناجائز ہے، مستقبل میں بیع کا وعدہ کیا جا سکتا ہے لیکن وقت آنے پر باقاعدہ بیع ضروری ہوگی۔ بیع کی مستقبل کی طرف اضافت یا تعلیق بہ اتفاق ناجائز ہے (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ر ۹۱)۔

۱۵-شیرز کا قبضہ:

کمپنی کے شیئر ہولڈر یعنی حصہ دار سے حصہ خریدنے کے بعد خریدار اس حصہ کا مالک ہو جائے گا، چاہے اس سے اپنے حصہ کا سرٹیفیکٹ ملا ہو یا نہ ملا ہو، جیسے مکان کا خریدار نفس خرید سے مکان کا مالک ہو جائے گا، چاہے رجسٹریشن کا کاغذ ملا ہو یا نہ ملا ہو، شیئرز ہولڈر کا شیئر سرٹیفلکٹ پر اگرچہ حسی قبضہ نہیں ہوا لیکن کمپنی کے حصہ پر اسکا معنوی قبضہ ثابت ہو جائے گا، اس لئے کہ اسٹاک ایکسچینج کے قانون کے حساب سے خریدنے والا خریدنے کے وقت سے اسکے نفع نقصان کا ذمہ دار مانا جاتا ہے، یعنی اگر خریداری کے بعد سرٹیفلکٹ ملنے سے پہلے کمپنی تباہ ہوگئی تو نقصان مشتری کا ہوگا بائع کا نہیں ہوگا۔ مفتی محمد تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں: اسٹاک ایکسچینج کے لوگوں سے تفصیلی گفتگو کے نتیجے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ حاضر سودا ہو جانے کے بعد شیئرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں، وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو جاتے ہیں، اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ شیئر کے بیع ہی سے خریدار مالک ہو جائے گا اور اس کا قبضہ سرٹیفلکٹ کی حصولیابی پر موقوف نہیں ہوگا۔ لیکن دوسری دلیل اسکے خلاف کی متقاضی ہے، وہ یہ کہ عرف

Marfat.com

میں سرٹیفکٹ پر قبضہ کو ہی شیئر پر قبضہ تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ کمپنی کے حصہ مشترکہ پر قبضہ حسی کی کوئی شکل نہیں، لہذا جب تک سرٹیفیکٹ نہیں مل جاتا عرف میں وہ آدمی اپنے شیئر پر قابض نہیں ہوا، اس دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ سرٹیفکٹ حاصل کرنے سے پہلے اس کی بیع دوسرے کے ہاتھ نہ کرے۔

۱۶- سرٹیفکٹ حاصل کرنے تک ابھی شیئر پر قبضہ مشتبہ ہے، اس لئے اس کی بیع احتیاط کے خلاف ہے اور اس کی اجازت سٹہ بازی کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے، اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کے احکام

مفتی شبیر احمد قاسمی☆

کمپنی کے حصص اور شیئرز خریدنا:

اگر کوئی براہ راست کمپنی سے شیئرز کا فارم خرید کر شرکت کر لیتا ہے اور حصص کے تناسب سے نفع ونقصان اور راس المال سب میں شریک ہو جاتا ہے تو شرعاً یہ معاملہ شرکت عنان کے دائرہ میں داخل ہو کر جائز اور درست ہو جائے گا (مستفاد امداد الفتاوی ۳ر ۴۹۴، ۳ر ۴۹۰) اس لئے کہ شرکت عنان میں ہر فریق کا عمل میں شریک ہونا لازم نہیں ہے بلکہ اس میں وکالت کا مفہوم موجود ہونے کی وجہ سے عمل میں شرکت کے بغیر بھی درست ہو جاتی ہے (مستفاد فتاوی عالمگیری ۲ر۳۱۹) روپے دینے والے اس کمپنی کے شرکاء ہیں اور کارکنان کمپنی ان کے وکیل ہوتے ہیں (امداد الفتاوی ۳ر۴۹۱)، لہذا کمپنی کے حصص اور شیئرز کا خریدنا اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز اور حلال ہوگا (ایضاح النوادر ۱ر ۱۰۲)۔

مارکیٹ سے شیئرز خریدنا:

ہمارے ہندوستان میں یہ طریقہ رائج ہے کہ بعض لوگ کمپنی کے ایجنٹ بن کر ایجنسی کھول کر کمپنی سے کافی مقدار میں شیئرز لے کر بازار میں شیئرز فارم فروخت کرتے ہیں، تو کیا اس طرح ایجنسی سے کمپنی کے شیئرز خریدنا جائز ہو سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی تین شکلیں زیادہ واضح نظر آتی ہیں:

☆ دارالافتاء مدرسہ شاہی، مرادآباد۔

Marfat.com

۱۔خریدار کی نگاہ میں یہی بات پیش نظر ہوتی ہے کہ شیئرز کا فارم خرید کر متعلقہ کمپنی میں شرکت حاصل کرتا ہے اور تناسب کے حساب سے نفع ونقصان میں شریک ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں اگر ایجنسی نے کمپنی کو ان حصوں کا عوض ادا نہیں کیا ہے تو ایجنسی من جانب کمپنی وکیل ہے اور شیئرز کے خریدار کمپنی کے شریک ہوں گے، اور اگر ایجنسی نے ان حصوں کا عوض ادا کر دیا ہے تو ایجنسی کمپنی کی شریک ہوگی، اور جب ایجنسی اپنے حصص بازار میں جا کر دوسروں کے ہاتھ عوض لے کر منتقل کر دے گی تو ایجنسی درمیان سے نکل جائیگی اور خریدار کمپنی کی شرکت میں حصہ دار بن جائیں گے (مستفاد امداد الفتاوی ۳؍۴۹۲)۔

۲۔خریدار کے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی ہے کہ کمپنی میں شرکت کرنا ہے بلکہ اس کے ذہن میں صرف یہ بات ہوتی ہے کہ آئندہ چندروز کے بعد ان حصص کا بھاؤ بڑھ جائے گا اور اس سے زیادہ قیمت میں فروخت ہو سکتے ہیں لہٰذا اب خرید لئے جائیں، تو اس طرح شیئرز کی خرید و فروخت بھی شرعاً بقول امام ابو یوسف جواز کے دائرہ میں داخل ہو کر جائز اور حلال ہو جائے گی۔

وقال أبو يوسف لا يكره هذا البيع (الى قوله) حتى لو باع كاغذة بألف يجوز الخ (شامی ۵؍۳۲۶، فتح القدیر ۷؍۲۱۲)۔

(حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع مکروہ نہیں ہے حتی کہ اگر کوئی کاغذ ایک ہزار میں فروخت کیا جائے تو بھی جائز ہے)۔

۳: کمپنی کے ایجنٹ تو نہیں بلکہ کوئی شخص براہ راست شخصی طور پر شیئرز خرید لیتا ہے اور پھر اپنے شیئرز کو کسی وجہ سے فروخت کر دیتا ہے اور خریدار اس سے کمپنی میں شرکت کی غرض سے یا آئندہ شیئرز کے بھاؤ بڑھنے پر اچھی شرح پر فروخت کرنے کی غرض سے خریدتا ہے تو یہ بھی شرعاً جواز کے دائرہ میں داخل ہو کر درست ہو جائے گا (ایضاح النوادر ۱۰۳، امداد الفتاوی ۳؍۴۹۲، ۳؍۴۹۵)۔

Marfat.com

مسلم کمپنی کے شیئرز خریدنا:

اگر مسلمان کی کمپنی ہے اور کمپنی میں جائز کاروبار ہے اور سودی کاروبار کرنا شیئرز کے خریدار کو یقین سے معلوم نہیں ہو سکا ہے تو ایسی کمپنی سے شیئرز کا خریدنا بلاشبہ جائز اور حاصل ہونے والا نفع حلال ہوگا، لہٰذا اگر کمپنی فی الواقع سودی لین دین کرتی ہے تو اس کا وبال کمپنی کے ذمہ داروں پر ہوگا شیئرز کے خریدار پر نہ ہوگا۔ ہاں البتہ اگر مسلم کمپنی کا سودی کاروبار یقین سے معلوم ہو جائے تو اس شیئرز کا خریدنا ناجائز اور ممنوع ہوگا (امداد الفتاوی ۳/۴۹۱)۔

اور امداد الفتاوی میں یہ بات صراحت سے بیان کی گئی ہے کہ اگر کمپنی کے سودی کاروبار سے خریدار مطلع ہو جائے اور خریدار کمپنی کو سودی لین دین سے صراحت سے منع کر دے تو ایسی صورت میں لین دین کا ذمہ دار خریدار نہ ہوگا اور اس کے لئے نفع حلال ہو جائے گا اور ذمہ دار کمپنی کے عملہ ہوں گے (امداد الفتاوی ۳/۴۹۷)۔

سودی کاروبار میں حصہ لینے والی مسلم کمپنی کے شیئرز:

اگر کسی شخص نے سودی کاروبار میں حصہ لینے والی کمپنی کے شیئرز خریدے ہیں اور اس نے کمپنی کے عملہ سے صراحۃً کہہ دیا ہے کہ سودی کاروبار جائز نہیں ہے تو ایسی صورت میں عقود فاسدہ کے لین دین کے ذمہ دار بقول حضرت تھانویؒ کمپنی کے عملہ ہوں گے، شیئرز کا خریدار نہ ہوگا، اور اگر پھر بھی کمپنی نے سودی کاروبار میں حصہ لے لیا ہے تو یہ کمپنی کے عملہ سے معلوم کرے کہ سالانہ آمدنی میں سے کتنا فیصد سودی کاروبار کی وجہ سے منافع ہوا ہے تو یہ خریدار اپنے حاصل شدہ منافع میں سے اتنا ہی فیصد نکال کر صدقہ کر دے، یہ شیئرز کے معاملہ میں حرام مال سے بچنے کے لئے ایک بہترین شکل ہے (فقہی مقالات/ص ۱۵۰)۔

غیر مسلم کمپنی کے شیئرز خریدنا:

اگر کمپنی غیر مسلم کی ہے اور اس میں سودی کاروبار نہیں ہے تو بلاشبہ غیر مسلم کی ایسی کمپنی

Marfat.com

کے شیئرز کا خریدنا اور اس کے منافع حاصل کرنا جائز اور حلال ہوگا، اور اگر غیر مسلم اپنی کمپنی میں سودی کاروبار بھی کرتا ہے یا حالات معلوم نہیں ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان کے یہاں سودی لین دین مذموم نہیں ہے تو ایسی صورت میں غیر مسلم کی کمپنی کے شیئرز خریدنا شرعاً مکروہ تحریمی ہوگا (امداد الفتاوی ۳/۴۹۷، ایضاح النوادر ۱/۱۰۶)۔

اگر غیر اسلامی ممالک میں کمپنی کے شیئرز کا معاملہ چل رہا ہے تو شیئرز کمپنی کی تین قسمیں ہیں:

قسم اول - غیر اسلامی ممالک کی مسلم کمپنی:

غیر اسلامی ممالک کی مسلم کمپنی کی تین شکلیں زیادہ واضح ہیں:

۱۔ کمپنی مسلمانوں کی ہو، چاہے اس میں کام کرنے والے غیر مسلم بھی ہوں پھر بھی اس کو مسلم کمپنی قرار دیا جائے گا، اگر ایسی مسلم کمپنی کا پورا کاروبار سودی لین دین پر ہے اور اس کمپنی میں کوئی بھی جائز معاملہ نہیں کیا جاتا ہے، مثلاً فکس ڈپازٹ کی کمپنی ہے یا لائف انشورنس کی کمپنی ہے یا شراب کی کمپنی ہے، تو ایسی مسلم کمپنی میں شیئرز خرید کر شرکت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۲۔ مسلم کمپنی جائز معاملہ کرتی ہے، مثلاً پلاٹ اور عمارت کا کام کرتی ہے یا خود اس کمپنی میں اشیاء تیار ہوتی ہیں، مثلاً جوتا، چپل یا کپڑا یا صابن یا گاڑی وغیرہ خود اس کمپنی میں بنتے ہیں تو ایسی کمپنی کی شرکت اور اس کے شیئرز خرید کر منافع حاصل کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے، اس لئے کہ یہ معاملہ شرعی طور پر مضاربت یا شرکت کے دائرہ میں داخل ہو کر جائز اور درست ہو جاتا ہے۔

۳۔ مسلم کمپنی کا اصل کاروبار جائز تجارت یا جائز چیزوں کی ایجاد ہے لیکن ضمناً فکس ڈپازٹ وغیرہ بھی کرتی ہے یا سرکار سے سود پر قرض لے کر بھی کام کرتی ہے تو ایسی مسلم کمپنی سے شیئرز خریدتے وقت صاف کہہ دیا جائے کہ ہم سودی معاملہ کو جائز نہیں سمجھتے ہیں اور ہمارے اسلام میں سودی معاملہ جائز نہیں ہے اس لئے آپ سودی معاملہ نہ کیجئے، پھر بھی اگر کمپنی سودی معاملہ کر بیٹھے تو سال کے آخر میں منافع تقسیم کرتے وقت کمپنی سے معلوم کر لیا جائے کہ کتنے فیصد

Marfat.com

منافع سودی لین دین سے حاصل ہوا ہے تو خریدار اپنے منافع میں سے اتنا فیصد صدقہ کر دیا کرے (مستفاد فقہی مقالات رص ۱۵۱)۔

قسم دوم۔ مسلم وغیر مسلم کی مشترک کمپنی:

اگر غیر اسلامی ممالک میں کمپنی مسلمان وغیر مسلم کے درمیان مشترک ہے اور ایسی کمپنی کا شیئرز خریدا جارہا ہے تو اس میں وہ سارے احکام لاگو ہوں گے جو خالص مسلم کمپنی سے شیئرز خریدنے کے متعلق ذکر کیے جاتے ہیں، جو صورتیں مسلم کمپنی کے شیئرز میں جائز ہیں وہ مشترک کمپنی میں بھی جائز ہوں گی، اور جو شیئرز مسلم کمپنی کے جائز نہیں ہیں وہ مشترک کمپنی کے بھی جائز نہ ہوں گے۔

قسم سوم۔ غیر مسلم کمپنی کے شیئرز:

اگر کمپنی کے مالک غیر مسلم ہیں اگر چہ اس میں کام کرنے والا بعض عملہ مسلمان کیوں نہ ہو، اس پوری کمپنی کو غیر مسلم کمپنی کہا جائے گا، اور غیر مسلموں کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرنا یا شرکت عنان کا معاملہ کرنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ صرف شرکت مفاوضہ میں حضرات طرفین اور حضرت امام ابویوسف کا اختلاف ہے، حضرات طرفین کے نزدیک شرکت مفاوضہ میں مساوات فی الدین شرط ہے، اور حضرت امام ابویوسف کے نزدیک مساوات فی الدین شرط نہیں ہے۔ اور کمپنی کے شیئرز کے معاملہ میں شرکت مفاوضہ کی تعریف یوں ہی صادق نہیں آتی ہے بلکہ شرکت عنان یا مضاربت کی تعریف صادق آتی ہے، اس لئے شیئرز کی خریداری میں مضاربت یا شرکت عنان کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسئلہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اور مضاربت اور شرکت عنان مسلم وغیر مسلم کے درمیان جائز ہوتا ہے، ان میں مساوات فی الدین شرط نہیں۔ لہذا مسلمان کے لئے غیر مسلم کمپنی کے شیئرز خریدنا بلاتردد جائز ودرست ہوگا[۱]

غیر مسلم کمپنی میں سودی کاروبار:

اگر مسلمان نے غیر مسلم کمپنی سے شیئرز خرید لیا ہے اور وہ غیر مسلم عقود فاسدہ اور ربا کا

Marfat.com

معاملہ بھی اپنی تجارت میں کرتا ہے تو ایسی صورت میں کمپنی کے شیئرز سے ملا ہوا منافع مسلمان کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ عقود فاسدہ اور ربا کا معاملہ کرنے میں مسلمان کا کوئی دخل نہیں ہے، سارا دخل اور اختیار اور معلومات اس غیر مسلم ہی کو حاصل ہے اور عقد کے حقوق بھی اسی غیر مسلم پر لاگو ہوں گے، اور خریدار مسلمان کو پوری طرح حقیقت بھی معلوم نہیں تو ایسی صورت میں حاصل شدہ منافع اس مسلم کے لئے حلال ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے، اس لئے کہ ہم کو شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان کو ان کے معاملات پر چھوڑ دیں، وہ اپنے اعتقاد کے اعتبار سے معاملہ کرتے رہیں، اور عقود فاسدہ اور سودی معاملہ ان کے دین کے اعتبار سے جائز ہے، اس لئے اگر غیر مسلم کمپنی نے اپنی کمپنی کے اندر سودی لین دین کر رکھا ہے تو اس کا وبال خریدار مسلم پر نہیں پڑے گا اس لئے کہ معاملہ کو طے کرنے میں مسلمان کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ غیر مسلم کمپنی کا دخل رہا ہے، لہذا غیر مسلم اپنے طور پر معاملہ کر کے جو منافع حاصل کرتا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے اور جب وہ مسلمان کو دے گا تو اس کے لئے بھی حلال ہو جائے گا، لیکن جان بوجھ کر ایسا معاملہ کرنا مسلمان کے لئے مکروہ ہے البتہ تجارت کا منافع حلال ہوگا (اعلاء السنن ۱۴/۱۱۱۔۱۱۲)۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کا شرعی حکم

مولانا محمد رضوان القاسمیؒ☆

۱- کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر، کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، یا محض اس بات کی دستاویز ہے کہ اس نے اتنی رقم کمپنی کو دی ہے۔ اس سلسلے میں علماء کرام کی رائیں مختلف ہیں۔ تاہم کمپنی کی حقیقت اور خصوصیات سے اس گروہ کی تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ وہ ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ کیوں کہ اگر کمپنی شرکاء کی باہمی قرارداد سے تحلیل ہو جائے تو ہر ایک کو کمپنی کے اثاثہ واملاک کا متناسب حصہ ملتا ہے، نفع حاصل ہونے کی صورت میں ہر شیئر ہولڈر کو راس المال کے تناسب سے حصہ ملتا ہے اور خسارہ کی صورت میں اسی تناسب سے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

۲- جب کمپنی کا وجود عمل میں نہ آیا ہو تو ظاہر ہے کہ شرکاء کے حصص صرف نقود کی شکل میں ہوں گے، تو ایسے شیئر کی بیع میں نقد کا مقابلہ نقد سے ہوگا، جس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ مجلس میں قبضہ ہو، لہذا اس شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے ایسے شیئر کو خریدنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ نقد کے مقابلہ میں نقد ہے۔

۳- کمپنی کے وجود میں آجانے کے بعد اس کا سرمایہ نقود واملاک کا مجموعہ ہوتا ہے، تو اس کا شیئر خریدنا جائز ہے جب کہ ثمن کے مقابلہ میں نقد کم ہو، تا کہ بقیہ ثمن املاک کے مقابل ہو جائے، جیسا کہ فقہاء چاندی سے ملمع کی ہوئی تلوار وغیرہ کی بیع میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ ثمن کے مقابلے

☆ سابق بانی وناظم، دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد۔

Marfat.com

میں چاندی کم ہو، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

والأصل انه متی بیع نقد مع غیره کمفضض و مزرکش بنقد من جنسه شرط زیادة الثمن۔

اصل یہ ہے کہ جب نقد اور غیر نقد سے مخلوط شئی مثلاً چاندی سے ملمع کی ہوئی چیز اور زری والے کپڑے کی بیع خالص نقد کے ساتھ کی جائے تو اگر دونوں نقد کی جنس متحد ہو تو ثمن کی زیادتی شرط ہے۔

۴- وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حرام ہے تو ان کا شیئرز خریدنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے، اور کتاب وسنت اور فقہاء کی عبارات اس کے حرام وممنوع ہونے پر ناطق ہیں۔

۵- اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہو لیکن وہ عائد ہونے والے ناواجبی ٹیکس مثلاً انکم ٹیکس وغیرہ کی زد سے بچنے کے لئے سودی قرض لیتی ہو تو یہ احتیاج وضرورت کی وجہ سے جائز ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

یجوز للمحتاج الا ستقراض بالربح (الاشباہ والنظائر ص ۹۲)۔

(محتاج کے لئے سودی قرض لینا جائز ہے)۔

۶- اور اگر قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے سرمایہ کا کچھ حصہ ریزرو بینک میں جمع کرنا پڑتا ہو تو یہ بھی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، اس لئے ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنے کے جواز میں بھی کوئی کلام نہیں۔

۷- سودی لین دین عقود فاسدہ میں سے ہے، اس لئے اس پر قبضہ کرنے سے ملکیت آجائیگی، اگر یہ معاملہ ضرورتاً کیا گیا ہو تو اس سے حاصل ہونے والے منافع بھی حلال ہوں گے، چونکہ اس میں کوئی حرام عنصر شامل نہیں ہوا ہے، اور ضرورتاً لئے جانے کی وجہ سے اس میں خبث بھی نہیں ہے، لیکن اگر بلا ضرورت قرض لیا گیا ہو تو وہ مال خبیث سمجھا جائے گا، اس لئے منافع بھی حلال نہ ہوں گے۔

Marfat.com

۸، ۹- کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈرس کا وکیل ہے، لیکن شیئر ہولڈر اگر ڈائرکٹرس کے کسی عمل سے صراحتہً براءت کا اظہار کردے تو وہ اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

۱۰- مذکورہ تمام صورتوں میں سودی منافع کا صدقہ کردینا کافی ہوگا، جیسا کہ مال حلال وحرام کے خلط ملط ہوجانے کا حکم ہے کہ جب حرام مال کی مقدار معلوم ہو تو صرف اس کو صدقہ کردینا کافی ہوگا۔

۱۱- اگر سودی آمدنی کو کاروبار میں لگایا جاتا ہو اور سبھی شیئرز کمپنیاں ایسا کرتی ہوں تو ان کے شیئرز خرید کرنا جائز ہے۔

۱۲- شیئرز کی خرید وفروخت درحقیقت کمپنی کے اثاثوں میں متناسب حصہ کی خرید وفروخت ہے، گویا اسے تجارت کی حیثیت حاصل ہے، اس لئے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کی تجارت جائز ہے، بیع کے جواز وعدم جواز میں قیاس وتخمین کا کوئی دخل نہیں ہے۔

۱۳، ۱۴- غائب سودا جس میں بیع کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، نہ جائز ہے اور نہ معتبر، چنانچہ وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:

البيع المضاف: هوما أضيف فيه الايجاب إلى زمن مستقبل كأن يقول شخص لغيره: بعتک هذه السيارة بكذا من أول الشهر القادم .....اتفق الفقها ء على عدم صحة البيع المعلق أو المضاف (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۶۱)۔

(بیع مضاف وہ ہے جس میں ایجاب کی کیفیت زمانہ مستقبل کی طرف کی جائے، جیسا کہ کوئی شخص دوسرے سے کہے: میں نے تیرے ہاتھ یہ گاڑی اتنے میں فروخت کیا لیکن اسے آئندہ مہینہ کے شروع میں حوالہ کردونگا.......فقہاء کرام بیع معلق یا بیع مضاف کے صحیح نہ ہونے پر متفق ہیں)۔

۱۵، ۱۶- فقہاء احناف کے یہاں تخلیہ کو حکماً قبضہ سمجھا گیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ مشتری

Marfat.com

بلا رکاوٹ ومشقت مبیع میں تصرف کر سکے، یہ کیفیت شیئر ہولڈر کو بوقت شراء ہی حاصل ہو جاتی ہے، جیسا کہ کمپنی کی خصوصیات وقوانین سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام حقوق وذمہ داریاں اور دیگر تصرفات کا حق بوقت شراء ہی حاصل ہو جاتا ہے، لہذا عقد تام ہوتے ہی یہ سمجھا جائے گا کہ وہ مبیع (کمپنی کے املاک کا متناسب حصہ) پر قابض ہے، لہذا شیئر (تحریری ثبوت) پر قبضہ کئے بغیر اس کی بیع درست ہوگی، چونکہ اصل مبیع اس کے ضمان میں آچکی تھی۔

۱۷- بروکر یعنی ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنا درست ہے، چنانچہ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں:

أما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع (درمختار ۵۶۰/۴)۔

اگر دلال مالک مال کی اجازت سے مال خود فروخت کرے تو اس کی اجرت بائع پر ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حصص سے متعلق شرعی نقطۂ نظر

مفتی شکیل احمد سیتاپوری

شیئرز کی ماہیت اوراس کی تعریف کیا ہے؟ اس سلسلے میں اگر کسی معتبر کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کا شائع کردہ مواد ترجمہ کر کے سوالنامہ کے ساتھ منسلک کیا جاتا تو شیئرز کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوتی۔ غالبًا یہ بھی ایک طرح کا نظام ہے جس طرح بینکنگ ایک نظام ہے، اس لئے نظام چلانے والے ادارے اپنے نظام کے تعارف کے لئے جو مواد شائع کرتے ہیں اسی سے اسکی ماہیت سمجھ میں آتی ہے۔ ماہیت سمجھنے کے بعد ہی کوئی حکم لگانے کا مرحلہ آتا ہے، نیز بعض مسلم ممالک میں بھی یہ نظام رائج ہے، وہاں کے علماء کے خیالات معلوم ہو جاتے تو آسانی ہوتی، مناسب ہوتو اگلے سمینار میں اسی مسئلہ کو زیادہ شرح وبسط کے ساتھ دوبارہ لایا جائے تاکہ بصیرت کے ساتھ رائے قائم کی جاسکے۔

ا۔ بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شیئرز دستاویز ہیں، لیکن اس طرح کی دستاویز نہیں ہے جیسی ڈالر، پاؤنڈ، ریال، اور روپے ہیں۔ ثانی الذکر زرمبادلہ ہے اور اول الذکر ایک طرح کا اسٹامپ ہے زرمبادلہ نہیں ہے، چنانچہ شیئرز کے بدلے اگر کوئی شخص اناج کی منڈی میں اناج خریدنا چاہے تو اس کو اناج نہیں ملے گا، شیئرز کا چلن تو صرف شیئرز کے مارکیٹ میں ہوتا ہے۔ اس لئے شیئرز کو نوٹوں کے بدلے خریدنا بیع صرف کیونکر ہوسکتا ہے، بیع صرف تو جب ہوتی جب دونوں جانب زرمبادلہ ہوتا، یہاں ایک جانب زرمبادلہ یعنی روپئے ہیں اور دوسری جانب ایک مخصوص قسم کا اسٹامپ ہے۔

Marfat.com

جب شیئرز نہ مبیع ہے نہ ثمن بلکہ متعینہ حصص کی تفصیل اور اسکی ضمانت ہے تو اس کے معاملہ کو عقد بیع کہنے کے بجائے عقد شرکت کہنا درست معلوم ہوتا ہے۔

شیئرز کا معاملہ شرکت عنان ہے جس میں تمام شرکاء اپنا مال بھی لگاتے ہیں اور محنت بھی کرتے ہیں، شیئرز میں شرکاء کا مال لگانا تو ظاہر ہے، اور محنت لگانا یہ ہے کہ ان ہی کے پیسوں سے تمام کام کرنے والوں کو اجرت دی جاتی ہے، گویا ان کا نائب ان کی طرف سے کام کررہا ہے۔

ومعنى شركة العنان أن يشترك رجلان بماليهما على أن يعملا فيهما بأبدانهما والربح بينهما وهي جائزة بالاجماع (المغنی ۱۲/۵)۔

(یعنی شرکت عنان کا معنی ہے کہ دو آدمی اپنا مال بھی لگائیں اور اپنی محنت بھی لگائیں اور نفع آپس میں بانٹ لیں، اس طرح کی شرکت بالاتفاق جائز ہے)۔

ولایجوز أن یکون رأس مال الشركة مجهولا ولا جزافاً (المغنی) (عقد شرکت میں راس المال کا مجہول ہونا یا اس کا اٹکل پر مبنی ہونا درست نہیں ہے)۔

وشركة العنان مبنيّة على الوكالة والأمانة لأن كل واحد منهما بدفع المال إلى صاحبه أمّنه وبإذنه له في التصرف وكّله (بحوالہ سابق)۔

(یعنی شرکت عنان کی بنیاد وکالت اور امانت پر ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک نے اپنا مال دوسرے کو دیکر اس کو امین بنادیا ہے، اور اس کو تصرف کی اجازت دیکر وکیل ٹھہرادیا ہے)۔

۴۔ جو کمپنیاں ناجائز مال تیار کرتی ہیں ان کے شیئرز خریدنا ناجائز ہے۔

۶،۵ - سود کی مجبوری:

جس صورت میں کمپنی اپنے طور پر پوری طرح سود سے بچنے کی کوشش کررہی ہے، لیکن قانونی مجبوری کی وجہ سے اور انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے اس کو سودی قرض لینا پڑا ہے، یا اس نے بادل ناخواستہ سود لے کر اتنا صدقہ کردیا ہے، تو یہ صورت تمام صورتوں میں سب سے زیادہ اور اہون ہے۔ لیکن مال کو بڑھانے اور مالدار بننے کے لئے سودی قرض لینا حرام اور انتہائی قبیح ہے۔

Marfat.com

اگر کوئی کمپنی جائز الاستعمال مال تیار کرتی ہے اور اس میں شرکت کے وقت ہر شریک کا راس المال متعین کر دیا گیا ہے اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کی نسبت یعنی نصف، ثلث، ربع، ثمن کے طور پر ذکر کی گئی ہے تو اس کے شیئرز کا خرید نا درست ہے۔

۱۲- شیئرز کی تجارت:

شیئرز جب نہ ثمن ہیں اور نہ مبیع، تو ان کی تجارت کیونکر درست ہو سکتی ہے، راس المال یا ثمن وہ زر مبادلہ ہے جو شیئر ہولڈر ادا کرتا ہے، اور مبیع وہ سامان ہے جو فیکٹری میں تیار ہوگا، شیئر ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے، لہذا اس کی بیع وشراء درست نہیں ہے، نیز جب شیئر کا معاملہ عقد شرکت ہے تو شریک کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ اپنا حصہ دوسرے کو فروخت کر دے۔

۱۳- فیوچر سیل درست نہیں ہے، کیونکہ یہ قمار ہے۔

عن عبدالله بن مسعود قال نهى النبيّ ﷺ عن صفقتين في صفقة رواه أحمد، قال سماک يبيع البيع فيقول هو بنسأ بكذا وبنقد بكذا و قال الشوكاني والعلة في تحريم بيعتين في بيعة عدم استقرار الثمن في صورة بيع الشيئ الواحد بثمنين (نیل الاوطار ۵/۱۵۳)۔

(حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بیع دو بیعوں کی صورت میں کرنے سے منع فرمایا، سماک کہتے ہیں کہ اسکی صورت یہ ہے کہ کہے یہ مال ادھار لو تو اتنے میں اور نقد لو تو اتنے میں۔ قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ علت نہی یہ ہے کہ ثمن میں استقرار نہیں ہے)۔

جس صورت میں شیئرز خرید نا درست ہے اس صورت میں بروکری بھی درست ہے۔

ولا بأس أن يأخذ السمسار أجره قال البخاري في صحيحه لم ير ابن سيرين وعطاء وإبراهيم والحسن بأجر السمسار بأسا، وقال ابن عباس لابأس بأن يقول بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهولک، وقال ابن سيرين إذا

Marfat.com

قال بعه بکذا فما کان من ربح فھو بینی وبینک فلا بأس به، وقال النبی ﷺ المسلمون عند شروطھم (الحلال والحرام فی الاسلام/۲۳۸)۔

یعنی اگر ایجنٹ اجرت لے لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن سیرین اور عطاء بن ابی رباح اور ابراہیم اور حسن بصری ایجنٹ کی اجرت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ یہ کپڑا بیچ دو اور جو زیادہ پیسے ملیں گے وہ تمہارے ہونگے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابن سیرین کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ یہ چیز فروخت کر دو جو نفع ہوگا وہ ہمارے اور تمہارے درمیان نصف نصف ہوگا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمانوں کو اپنی شرط پوری کرنی چاہئے۔

☆☆☆

Marfat.com

شیئرز کے چند مسائل

مفتی محبوب علی وجیہی☆

۱- جو شخص کسی کمپنی یا فیکٹری کے شیئرز خریدتا ہے تو وہ اس کمپنی کے ہر حصہ اور ہر چیز میں اپنے شیئرز کے تناسب سے مالک ہوجاتا ہے، اس لئے یہ شیئرز اس کی ملکیت کا نمائندہ ہے، پس شیئرز کی یہ حقیقت ہے کہ نقد، اثاثوں، اس کی زمین، مشینیں وغیرہ شیئرز کے ذریعہ اس کی ملکیت میں آجاتی ہیں، اس لئے شیئرز کی خریداری یا فروخت نقد کی نقد کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کے شیئرز کے حصے کے بقدر جو چیز بھی کمپنی کی ملک ہے اس کی اس پر ملک ہوجاتی ہے، اور جو قانون گورنمنٹ کا ہے وہ ہمارے نقطہ نظر سے غلط ہے، اس میں شیئرز ہولڈر کے شیئرز کے بقدر کمپنی کے اثاثے یا اتنی رقم کمپنی کی قرق ہونا ضروری ہے۔

۲- اگر کمپنی کا کوئی وجود نہیں ہے صرف کاغذ پر ہے تو شیئرز خریدنا جائز نہیں ہے، جب کمپنی کا وجود کچھ نہ کچھ ہوجائے مثلاً میٹریل وغیرہ تعمیر کے لئے آگیا، زمین خرید لی تو پھر فروخت کرسکتا ہے، یہ بیع بیع صرف ہوگی۔

۳- اگر کمپنی کے اثاثے نقد کے مقابلہ میں نمایاں طور پر غالب ہیں تو شیئرز خریدنا درست ہے کیونکہ اس سے بچنا بہت دشوار ہے اور معاملات کا دارومدار سہولت پر ہے۔ فقہ کا مشہور مقولہ ہے جو احناف کے یہاں بطور دلیل موجود ہے: "للأ کثر حکم الکل" اگر حرام اور حلال میں حلال غالب ہے تو کھانا پینا حلال ہے، اور حرام غالب ہے تو حرام، کیونکہ اس میں غالب کے

☆ دارالعلوم فرقانیہ، انگوری باغ، رامپور۔

Marfat.com

اعتبار سے حکم ہوگا۔

۴- ان کمپنیوں کے شیئرز خریدنا مسلمان کے لئے حرام ہے۔

۵- چونکہ ان کمپنیوں کا نظام ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے، اس لئے ان کے شیئرز کا خریدنا جائز ہوگا، پھر گورنمنٹ کی طرف سے بہت سے ایسے قوانین ہیں جن سے بچنا مسلمان کے اختیار میں نہیں ہے اس لئے "المشقة تجلب التيسير" کے تحت ان شیئرز کا خریدنا اور بیچنا جائز ہے، اسی طرح" الضرورات تبيح المحظورات" بھی اس پر دلیل جواز ہے۔

۶- اگر یہ قانون گورنمنٹ کی طرف سے بالجبر ہے اور اس جبر کو دفع کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے تو سیکورٹی بانڈس خریدنا یا ڈیز رو بینک میں جمع کرنا جائز ہے، البتہ اس سے حاصل ہونے والا سود گورنمنٹ کو جو سود دینا پڑتا ہے اس میں دیدے، یا کوئی امدادی فنڈ غرباء کے لئے کھول دے اس سود کی رقم سے، اور یہ رقم اس میں خرچ کردے۔

۷- یہ قرض مفید ملک نہیں ہوگا اور اس شے حاصل ہونے والی آمدنی حلال نہیں ہوگی، قرض لینا خوشی سے نہ تھا مجبوری سے تھا اس لئے لینا پڑا، لیکن اب اس سے انتفاع جائز نہ ہوگا کیونکہ نفع اختیاری ہے۔

۸- وکیل کا کام مؤکل کی منشاء اور اس کے کہنے کے مطابق عمل کرنا ہے، لہذا اگر وکیل مؤکل کے کہنے اور مؤکل کی مرضی اور منشاء کے مطابق کام کرے گا تو اس کا عمل مؤکل کا عمل سمجھا جائے گا۔

۹- جی ہاں! اگر مؤکل وکیل کے کام سے اختلاف کرے تو پھر اس کام میں وہ اس کا وکیل نہیں رہے گا اور یہ وکیل کے عمل سے بریٔ الذمہ ہو جائے گا۔

۱۰- جی ہاں! مؤکل پہلے تو اپنے وکیل کے سود کے عمل میں اختلاف کر کے اس سے بریٔ الذمہ ہوگا، اب اس کے حصہ میں جو سود کی رقم آئے اس کو تصدق علی الفقراء کردے تو یہ عنداللہ بریٔ الذمہ ہو جائے گا۔

۱۱- جی ہاں کافی ہوگا۔

Marfat.com

۱۲- تجارت میں خرید وفروخت کے اندر بالعموم ظن وتخمین ہی کام کرتا ہے، آج بڑا تاجر بہت سا سامان اس لئے خرید کر رکھتا ہے کہ آئندہ دام بڑھیں گے اور میں نفع پر اس کو فروخت کروں گا، اسی طرح فیکٹری موجود ہے حلال سامان تیار ہورہا ہے، یا فیکٹری بننے والی ہے پلان منظور ہوگیا یا بن رہی ہے، یا فیکٹری چل رہی ہے اس کے مال کی کھپت منڈی میں خوب ہے، پس ایسی فیکٹری کے اس خیال سے شیئرز خریدنا کہ اس میں نفع ہوگا بالکل جائز ہے، لیکن وہ فیکٹریاں جن کا ابھی وجود نہیں ہے صرف کاغذ پر ہیں ان کے شیئرز دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتا تاوقتیکہ وہ تعمیر نہ ہونے لگیں اور ان کا وجود نہ ہوجائے۔

۱۳- قانون شریعت کے مطابق یہ خرید وفروخت ناجائز ہے۔

۱۴- اگر بیع سَلَم کی تعریف اس پر صادق آتی ہے اور وہ شرائط بیع سلم کے ساتھ ہو تو جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

۱۵- جس وقت شیئرز کی خرید وفروخت کا عمل مابین بائع ومشتری جاری ہوا اسی وقت مشتری اس شئی کا مالک ہوگیا اور قبضۂ حکمی اس کا ہوگیا، سرٹیفیکٹ تو محض ایک دستاویز ہے جس سے اس کی خریداری کا اور بیع کے فروخت کرنے کا ثبوت ہوتا ہے، جیسے ہم نے کسی جائداد کو خریدا، بعد کو رجسٹری کرائی تو رجسٹری ہمارے ہاتھ میں کبھی مہینہ بھر میں کبھی اس کے بھی بعد آتی ہے مگر جانبین میں عمل دخل اسی وقت سے شروع ہوجاتا ہے، لہذا یہاں عرف وعادت کی بنا پر قبضہ حکمی کافی ہوگا، حسی قبضہ ضروری نہیں۔

۱۶- مشتری نے شیئرز کی قیمت ادا کردی، سودا پکا ہوگیا تو اب سرٹیفیکٹ کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے وہ تو صرف کاغذی ثبوت ہے، مشتری اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے۔

۱۷- ایسے آدمی کو شرع کی اصطلاح میں سمسار کہتے ہیں، آج کل کی اصطلاح میں بروکر کہتے ہیں، بروکر کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہے، یہ شخص عرف وعادت کے مطابق اپنا کمیشن بھی لے سکتا ہے اور طے کرکے بھی لے سکتا ہے۔

Marfat.com

کمپنیوں میں سرمایہ کاری اور شیئرز

احکام ومسائل

مولانا اختر امام عادل☆

''کمپنی'' مشترکہ کاروبار کی ایک نئی شکل ہے، ورنہ خود مشترکہ کاروبار کا تصور نیا نہیں، فقہاء متقدمین کی کتابوں میں شرکت کی مختلف قسموں اور احکام کا تفصیلی ذکر ملتا ہے، کمپنی اسی شرکت کی ایک جدید قسم ہے، جس کا پس منظر حضرت مولانا تقی عثمانی کے بقول یہ ہے کہ:

''یورپ میں صنعتی انقلاب رونما ہونے کے بعد سترہویں صدی کے آغاز میں بڑے بڑے کارخانوں وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے عظیم سرمایہ کی ضرورت پڑنے لگی، جس کو کوئی شخص اکیلا یا چند افراد مل کر فراہم نہیں کر سکتے تھے، تو اس وقت عام لوگوں کی منتشر بچتیں یکجا کر کے ان سے اجتماعی فائدہ اٹھانے کے لئے کمپنی کا نظام رائج ہوا (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص ر ۵۵)۔

شرکت وکمپنی میں فرق:

کمپنی کو شرکت کی جدید قسم ماننے کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے شرکت کی جو چار قسمیں بیان کی ہیں، اور مضاربت کو بھی شامل کر لیا جائے تو پانچ قسمیں ہو جاتی ہیں، ان میں سے کسی بھی قسم میں کمپنی کو پورے طور پر داخل نہیں کیا جا سکتا، بنیادی طور پر اشتراک ہونے کے باوجود دونوں

☆ ناظم، جامعہ ربانی منورہ شریف، سمستی پور۔

Marfat.com

کے تصور وعمل میں کافی فرق ہے، مثلاً:

۱- شراکت میں ہر شریک کاروبار کے جزو مشاع کا مالک ہوتا ہے، تمام شرکاء ملکیت واختیارات میں برابر ہوتے ہیں، ہر شخص دوسرے کا وکیل اور جواب دہ ہوتا ہے، جبکہ کمپنی میں ایسا نہیں ہوتا، کمپنی کا خود مستقل قانونی وجود ہے، اس کو ''شخص قانونی'' یا ''شخص فرضی'' کہا جاتا ہے، حاملان حصص کو کمپنی کے اثاثوں میں حق ملکیت تو حاصل ہے، مگر حق تصرف حاصل نہیں، کمپنی تحلیل ہونے کے بعد اگر کمپنی کے اثاثوں کی تقسیم عمل میں آئے تو شرکاء کو ان کے متناسب حصہ کے مطابق اثاثہ ملے گا، مگر تحلیل سے قبل وہ کوئی تصرف نہیں کرسکتا، اسی بنا پر کسی حامل حصص کے مدیون ہونے کی صورت میں اگر اس کے سامان کی قرقی عمل میں آئے تو کمپنی میں موجود اس کے حصہ کا اثاثہ قرق نہیں کیا جاسکتا۔

۲- شرکت میں کاروباری سلسلے میں کوئی دعوی ہو تو تمام شرکاء مدعی یا مدعا علیہ بنیں گے، ہر ایک فرد اس کا ذمہ دار قرار پائے گا، اس کے برخلاف کمپنی کا خود مستقل قانونی وجود ہے، وہ خود مدعی یا مدعا علیہ بنے گی، مگر دوسرے حاملان حصص پر اس کی ذمہ داری نہیں آئے گی۔

۳- شرکت میں سے کوئی شریک اپنا معاملہ فسخ کر کے سرمایہ نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے، جبکہ کمپنی سے سرمایہ نہیں نکالا جاسکتا، البتہ شیئرز فروخت کئے جاسکتے ہیں۔

۴- شرکت میں عموماً ذمہ داری کاروبار کے اثاثوں تک محدود نہیں ہوتی، جبکہ کمپنی میں ذمہ داری محدود ہوتی ہے (اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ص ۶۲)۔

ان باہمی وجوہ فرق کی بنا پر کمپنی کے ساتھ مشارکت، یا اس کے شیئرز کی خرید وفروخت کو شرکت کی معروف فقہی قسموں میں سے کسی قسم میں پورے طور پر داخل نہیں کیا جاسکتا۔ اسی بنا پر اس کے جواز وعدم جواز کے بارے میں علماء کی رائیں مختلف ہوگئی ہیں، ایک محدود طبقہ اس کا قائل

Marfat.com

ہے کہ چونکہ شرکت صرف پانچ قسموں میں منحصر ہے، اور کمپنی ان میں سے کسی کے ذیل میں مکمل طور پر نہیں آتی اس لئے یہ جائز نہیں۔

جبکہ اس کے بالمقابل علماء کا بڑا طبقہ یہ کہتا ہے کہ کمپنی اگرچہ فقہ کی معروف پانچ قسموں میں داخل نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود یہ جائز ہے، اس لئے کہ شرکت انہی پانچ قسموں میں محصور نہیں ہے، فقہاء نے اپنے زمانہ کی مروجہ صورتوں کا استقراء کر کے یہ قسمیں بیان کی تھیں، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ ان کے علاوہ کوئی نئی قسم پیدا نہیں ہوسکتی، کسی فقیہ نے اس کا دعویٰ نہیں کیا، اور نہ کسی کتاب فقہ میں یہ لکھا ہے کہ ان کے علاوہ جو بھی قسم ہوگی وہ ناجائز ہے، بلکہ اصل چیز یہ ہے کہ شرکت کے اصول منصوصہ کی مخالفت لازم نہ آئے تو ہر نئی قسم جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

ایک تیسرا نقطۂ نظر حکیم الامت حضرت تھانوی کا ہے، حضرت تھانوی کے نزدیک کمپنی اپنی حقیقی روح کے اعتبار سے شرکت عنان میں داخل ہے (امداد الفتاوی ۳/ ۲۶۴)۔

اگرچہ اس میں بعض ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو معروف شرکت عنان میں پائی نہیں جاتیں، لیکن ان کی وجہ سے عنان کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔

شیئرز کی شرعی حیثیت:

اب تک کی گفتگو سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ کمپنیوں کے ساتھ مشارکت کرنا اور اس کے شیئر خریدنا فی نفسہ ناجائز نہیں ہے، اس لئے کہ اگر ہم شرکت کی معروف قسموں میں سے کسی قسم میں اس کو داخل کریں، مثلاً شرکت عنان یا مضاربت میں، تو اس کے بعض امتیازات کے باوجود ان کی قسموں کی روح بنیادی طور پر اس میں باقی رہے گی، اور اگر شرکت کی معروف قسموں کے بجائے کمپنیوں کو ہم نئی قسم قرار دیں تو بھی اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں کوئی ایسا واقعی پہلو نہیں ہے جو شرکت کے بنیادی اصول کے خلاف ہو۔

البتہ یہاں ایک بات پیدا ہوتی ہے جیسا کہ سوالنامہ میں اس کو اٹھایا گیا ہے کہ شیئرز کی

Marfat.com

شرعی حیثیت کیا ہے؟ اصول کی روشنی میں محقق بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیئر دراصل کمپنی میں موجود اثاثوں کی متناسب ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، اور جب کوئی انسان کسی کے ہاتھ شیئرز فروخت کرتا ہے تو وہ دراصل اثاثہ تجارت کے جزو مشاع یا حصہ متناسبہ کی بیع کرتا ہے، اور شیئرز سرٹیفیکٹ اس حصہ کی حقداری کا ایک وثیقہ ہے، جس کے ذریعہ اس متناسب حصہ کی ملکیت کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے، اس لئے شیئرز کی خرید و فروخت میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ شیئر حصہ متناسبہ کی ملکیت کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ وہ محض ایک وثیقہ ہے، جیسے کہ بانڈز یا سندات قرض، اور اس کا مطلب صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اس شخص نے اتنی رقم کمپنی کو ادا کی ہے، گویا شیئر سرٹیفیکٹ محض ادائیگی رقوم کی رسید ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ شیئرز ہولڈر اگر مدیون ہو جائے تو دین مستغرق ہو جانے کی صورت میں مدیون کے صرف اثاثوں کی قرقی ہوتی ہے، کمپنی میں اس کے حصہ متناسبہ کی قرقی نہیں ہوتی، اگر شیئر کمپنی میں ملکیت متناسبہ کی نمائندگی کرتا تو جہاں اس کے دیگر اثاثوں کو قرق کیا گیا وہیں کمپنی میں اس کے حصوں کو بھی قرق کیا جانا چاہئے تھا۔ لیکن ان حضرات کی یہ دلیل اس لئے صحیح نہیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ حق تصرف و اختیار کے فقدان کا ثبوت ملتا ہے، نفس ملکیت کے فقدان کا نہیں، چونکہ کمپنی کے اصول میں سے یہ ہے کہ کوئی شیئر ہولڈر اپنے حصہ کا سرمایہ کمپنی کے تحلیل ہونے سے پہلے نہیں نکال سکتا، ہاں وہ شیئر فروخت کر سکتا ہے، اس بنا پر مدیون حامل حصص کے اثاثوں کی قرقی کے وقت کمپنی سے اس کے حصۂ متناسبہ کے نکالنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

حصۂ متناسبہ کی ملکیت کی دلیل یہ ہے کہ اگر کمپنی تحلیل ہو جائے تو اس کے اثاثوں کی تقسیم کے وقت ہر شیئر ہولڈر کو اپنے حصۂ متناسبہ کے مطابق اثاثہ ملے گا، خواہ اس کی مالیت اس کی لگائی ہوئی رقم سے زیادہ ہو یا کم، اگر شیئر ہولڈر کمپنی کے اثاثوں میں ملکیت نہ رکھتا تو تحلیل ہونے کے وقت اس میں اس کو حصہ کیسے ملتا؟

Marfat.com

شیئرز خریدنے کے مقاصد:

شیئرز خریدنے کے دو مقاصد ہوتے ہیں: (۱) کبھی مقصد نفع ونقصان میں شریک ہونا اور کمپنی سے سالانہ یا ماہانہ منافع حاصل کرنا ہوتا ہے، اس کو انگریزی میں "Investment" کہتے ہیں۔ (۲) اور کبھی یہ مقصد نہیں ہوتا، بلکہ تجارت کے طور پر اس کو خریدتے ہیں، یہ لوگ شیئرز کی قیمتوں پر نگاہ رکھتے ہیں، اور جن شیئرز کی قیمتیں آج کم ہیں مگر آئندہ بڑھنے کا امکان ہے، ان کو خرید لیتے ہیں، اور پھر قیمت بڑھ جانے کے بعد بیچ دیتے ہیں، اسی طرح جو شیئر ان کے پاس ہیں، آئندہ ان کی قیمتوں میں اگر گراوٹ کا امکان ہو تو اس کو بیچ دیتے ہیں، اور جن میں بڑھنے کی امید ہے ان کو فی الحال نہیں بیچتے، بلکہ اس مدت کا انتظار کرتے ہیں، اس کو انگریزی میں "Capital Gain" کہتے ہیں، مدتوں کے درمیان قیمتوں میں جو کمی بیشی ہوتی ہے اسی سے وہ نفع اٹھاتے ہیں۔

شیئرز خواہ جس مقصد کے لئے خریدے جائیں کچھ ایسے اصول وشرائط ہیں کہ ان کی رعایت کے ساتھ شیئرز کی خرید وفروخت ہو تو شیئرز کا کاروبار جائز ہوگا، اس کے لئے بنیادی طور پر درج ذیل شرائط ہیں:

(۱) سب سے اولین شرط یہ ہے کہ کاروبار بنیادی طور پر حلال ہو، مثلاً شراب کا کاروبار نہ ہو، اس کی بنیاد سودی لین دین پر نہ ہو وغیرہ۔ حرام کاروبار یا ناجائز اصول تجارت پر مبنی کمپنی کے شیئرز خریدنا بالکل جائز نہیں، نہ جاری ہونے کے وقت لینا جائز ہے، اور نہ بعد میں اسٹاک ایکسچینج سے لینا جائز ہے، اس لئے کہ اس میں شرکت کرنا دراصل خود ان معاملات میں جانتے ہوئے شرکت کرنا ہے جو حرام ہے (امداد الفتاوی ۳؍۱۳۰)۔

(۲) رہی وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار جائز اور حلال ہو، مگر کبھی اس کو سودی لین دین یا ناجائز معاملہ میں بھی ملوث ہونا پڑتا ہے، اور آج کل زیادہ تر کمپنیاں اسی قسم کی ہیں، ان کے ساتھ مشارکت کرنا اور ان کے شیئرز خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ایک اختلافی موضوع ہے۔

Marfat.com

بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ ایسی کمپنیوں کے شیئرز خرید نا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اس صورت میں بھی بالواسطہ ناجائز معاملات میں شرکت لازم آتی ہے۔ لیکن محقق علماء جن میں حضرت تھانویؒ کا نام سرفہرست ہے، ان کا خیال ہے کہ ایسی کمپنیاں جو کبھی کبھار سودی کاروبار میں ملوث ہو جاتی ہیں ان میں شرکت کرنا اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے جائز ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی کمپنی کے سود میں ملوث ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

ا۔ ایک صورت یہ ہے کہ سود پر قرض حاصل کیا جائے یا کسی کاروبار کے فروغ واستحکام کے لئے رشوت دی جائے، جس میں سود کی رقم دینی پڑتی ہے، کوئی ناجائز رقم کاروباری سرمائے میں شامل نہیں ہوتی، اس میں زیادہ سے زیادہ کمپنی کے عمل کو ناجائز کہا جا سکتا ہے، مگر اس سے سرمایہ کی پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں آتا (امداد الفتاوی، کتاب الربا ۳/۱۷۰)۔

رہا کمپنی کا ناجائز عمل تو اس کے لئے حضرت تھانویؒ نے تجویز پیش فرمائی کہ شیئر ہولڈر کسی طرح یہ آواز اٹھادے کہ میں سودی کاروبار پر راضی نہیں ہوں تو اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی، کمپنی کے ذمہ داران کی طرف اس مضمون کا خط لکھ دینا بھی کافی ہو سکتا ہے (امداد الفتاوی ۳/۴۹۱)۔

آج کل اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس کی سالانہ جمعیت میں آواز اٹھائی جائے۔

اس موقع پر مولانا تقی عثمانی نے ایک بہت ہی معقول سوال اٹھایا ہے، اور پھر اس کا عمدہ جواب بھی دیا ہے، مولانا کے سوال وجواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ کمپنی کے ذمہ داران شیئر ہولڈر کے وکیل ہیں، اور شیئر ہولڈر کو معلوم ہے کہ اس کی مخالفت مؤثر نہ ہوگی، پھر وکالت قائم رکھتے ہوئے مخالفت کی آواز اٹھانے سے کیا فائدہ؟ اور اس کے بعد وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش کس طرح ہو جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کمپنی کی وکالت شرکت کی وکالت کی طرح مضبوط نہیں ہوتی،

Marfat.com

شرکت میں تو کوئی ایک شریک بھی کسی کاروبار سے اختلاف کردے تو وہ کاروبار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح ہر شریک جب چاہے اپنا سرمایہ نکال سکتا ہے، جبکہ کمپنی کی وکالت اس قدر مضبوط نہیں ہوتی، یہاں شیئرز ہولڈرس کو نہ اس قدر حقوق تصرف حاصل ہیں، اور نہ ہر شریک کے فیصلہ کو مستقل اہمیت حاصل ہے، یہاں فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں، اقلیت کی رائے اکثریت کے مقابلے میں رد کردی جاتی ہے، اس لئے اگر کوئی شیئر ہولڈر مخالفت میں آواز بلند کرے اور اس کی مرضی کے خلاف کثرت رائے کی بنا پر فیصلہ ہو جائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کاروبار یا کمپنی کا فلاں عمل اس کی مرضی و اجازت سے ہو رہا ہے، اس لئے حضرت تھانوی کی یہ رائے درست معلوم پڑتی ہے کہ مخالفت کی آواز بلند کرنے سے اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

۲۔ مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ سودی لین دین دونوں ہو، کمپنی کبھی قرض بھی جاری کرتی ہو اور اس پر سود بھی لیتی ہو، تو ایسی صورت میں سرمائے کے اندر مال خبیث کا اختلاط ہوتا ہے، اس وقت فیصلہ کی صورت یہ ہوگی کہ اگر مال حرام کا اختلاط بڑے پیمانے پر ہو رہا ہو، یعنی کمپنی کا بنیادی کاروبار ہی حرام و ناجائز ہے، تب تو اس کے شیئرز خریدنا جائز نہ ہوگا، البتہ جن کمپنیوں میں یہ اختلاط بقدر قلیل ہو تو اصول کی روشنی میں اس کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ اموال میں غالب سرمائے کا اعتبار ہوتا ہے، اس بنا پر غالب سرمایہ اگر پاک ہو تو جائز قرار دیا جائے گا، حضرت تھانوی کی یہی رائے ہے (اسلام اور جدید معیشت و تجارت رص ۸۸)۔

اس کی تائید فتاویٰ خانیہ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے:

وإن كان غالب مال المهدى من الحلال لا بأس بأن يقبل الهدية ويأكل مالم يتبين عنده أنه حرام لأن أموال الناس لا تخلوعن قليل حرام فيعتبر الغالب (فتاویٰ خانیہ علی ہامش الہندیہ ۳ر۴۰۰)۔

وكذا في الاشباه في باب الهدية والبيع جميعا (الاشباہ والنظائر ار ۳۴۴)۔

البتہ یہاں شبہ یہ ہوتا ہے کہ ہدیہ کے مال اور شیئرز میں فرق ہے، اگر کسی آدمی کا

Marfat.com

کاروبار حلال وحرام دونوں ہے، اور وہ ہدیہ دے رہا ہے تو یہ احتمال ہے کہ حلال کمائی میں سے دے رہا ہو، جبکہ شیئرز میں جو نفع ہوتا ہے وہ تمام مدات کے تناسب سے ہوتا ہے، اس لئے سود پر جو دیون جاری کئے گئے ان سے جو سود حاصل ہوگا، نفع میں اس کا تناسب بھی جوڑا جائے گا، اس طرح شیئرز مال خبیث سے پاک نہیں ہوسکتا۔ اس صورت میں مولانا تقی عثمانی کی یہ تجویز پسندیدہ ہے کہ کمپنی کے "Income Statements" کے ذریعہ یا کمپنی کے ذمہ داروں سے تقسیم شدہ منافع کا تناسب معلوم کرے، اور شرح سود سے جس قدر نفع آیا ہو اس کو لازماً بلانیت ثواب صدقہ کردے۔ رہا سودی عمل میں کمپنی کے ساتھ بالواسطہ شرکت تو اس کے بارے میں عرض کیا جاچکا ہے کہ اس عمل کے خلاف شیئر ہولڈر کا آواز اٹھادینا کافی ہے، اور وہ اس ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

چونکہ آج کل کوئی کمپنی سودی معاملہ سے بالکلیہ پاک نہیں ہے، اس بنا پر مسلمانوں کو ان کے شیئرز خریدنے سے روکا نہیں جا سکتا، ورنہ مسلمان اقتصادی طور پر اور بھی کمزور ہوجائیں گے، البتہ ان کے مضرات سے بچنے کی ہر امکانی تدبیر کرنی ہوگی، یہ کوئی دانشمندی نہیں کہ حالات کو سمجھے بغیر ظاہری مضرات سے بچنے کے لئے کوئی ایسا اقدام کردیا جائے کہ قوم کو اس سے بھی زیادہ بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑجائے۔

شیئرز کی بیع کمی بیشی کے ساتھ:

کمپنی کے شیئرز کو کمی بیشی کے ساتھ بھی فروخت کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ کمپنی کا سارا سرمایہ بصورت نقود نہ ہو، بلکہ کچھ فکسڈ اثاثے (مثلاً مشینری اور بلڈنگ وغیرہ) حاصل کرلئے گئے ہوں، اگر کمپنی نے ابھی اپنا کاروبار شروع نہ کیا ہو یا اس کا سارا سرمایہ بصورت نقود ہو تو شیئرز کی خرید وفروخت کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں، اس لئے کہ اس وقت یہ شیئرز اپنے حصے کے نقود کی نمائندگی کریں گے، اور خالص نقود میں کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز نہیں، البتہ جس صورت میں نقود کے علاوہ کچھ دیگر منجمد اثاثے بھی حاصل کرلئے گئے ہوں تو یہ شیئرز نقود

Marfat.com

کے ساتھ کمپنی میں موجود اثاثوں کی بھی نمائندگی کریں گے، اور اب شیئرز کی بیع کا مطلب یہ ہوگا کہ کمپنی کے اثاثوں میں ہر ایک کے متناسب حصے کی بیع ہو رہی ہے، اس مسئلہ کا مدار ''سیف محلی'' یا ''منطقہ مفضضہ'' کے مسئلہ پر ہوگا، جو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایسے مال کو جو مال ربوی اور غیر ربوی سے مخلوط ہو خالص مال ربوی کے عوض فروخت کیا جائے، امام شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں جب تک کہ مال مخلوط سے مال غیر ربوی کو الگ نہ کر دیا جائے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی بیع جائز ہے، بشرطیکہ خالص مال ربوی، مخلوط مال ربوی سے زیادہ ہو، اس لئے کہ اس وقت مخلوط مال ربوی اپنے بقدر خالص مال ربوی کے مقابلے میں ہو جائے گا، اور خالص میں جو مقدار زیادہ ہوگی وہ مال غیر ربوی کے مقابلہ میں ہو جائے گی۔

یہاں بالکل یہی صورت ہے کہ شیئرز جو نقود و غیر نقود کی نمائندگی کرتے ہیں ان کی بیع خالص نقود سے ہو رہی ہے، اس لئے امام اعظمؒ کے نزدیک ان کی بیع جائز ہوگی، اور امام شافعی کے نزدیک ایسی حالت میں بیع جائز نہ ہوگی، البتہ بعض شافعیہ اور حنابلہ کے موقف کے مطابق اگر کمپنی کے اثاثے زیادہ ہیں اور نقود کم ہیں، تو شیئرز کی بیع جائز ہوگی، اور اگر نقود زیادہ اور دیگر اثاثے کم ہیں تو شیئرز کی بیع ناجائز ہوگی۔ آج کل علماء عرب زیادہ تر یہی فتویٰ دے رہے ہیں۔

بانڈز اور ڈبینچرز:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کمپنی کو سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے، تو بجائے شیئرز کے عوام کو قرضے دینے کی دعوت دیتی ہے، اس کے لئے دو طرح کی دستاویزات کمپنی جاری کرتی ہے، جس کو لے کر لوگ کمپنی کو قرضے دیتے ہیں، ایک دستاویز کو سند (بانڈ Bond) اور دوسرے کو شہادۃ الاستثمار (ڈبینچر ـ Debenture) کہتے ہیں، یہ دونوں قرض ہی کے دستاویز ہوتے ہیں، جو معینہ مدت کے لئے لئے جاتے ہیں، ان دونوں میں اس قدر تو مشترک ہے کہ دونوں قسم کے دستاویز حاصل کرنے والے لوگ کمپنی میں حصہ دار نہیں ہوتے، بلکہ محض دائن ہوتے ہیں، جن کو

Marfat.com

کمپنی کی طرف سے سالانہ سود دیا جاتا ہے،اور وقت مقرر پر رقم واپس کر دی جاتی ہے، جس کی ضمانت دی جاتی ہے، البتہ دو لحاظ سے فرق ہے: ایک فرق تو یہ ہے کہ بانڈ محض سند قرض ہے، جبکہ ڈبینچر قرض کے ساتھ رہن کا بھی وثیقہ ہے۔ بعض اوقات سند قرض کو تحفظ دینے کے لئے ایک دستاویز جاری کی جاتی ہے، جس میں اس سند کو کمپنی کی کسی ایک جائداد یا بہت سی جائدادوں کے ساتھ متعلق کر دیا جاتا ہے، کہ اگر یہ قرضے ادا نہ ہوئے تو ان متعلقہ جائدادوں سے ادا کر دیئے جائیں گے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر کمپنی دیوالیہ ہو جائے تو حقوق کی ادائیگی کی ترتیب میں ڈبینچرز اس جائداد کی حد تک قانوناً مقدم ہوں گے، جس کو رہن بنایا گیا تھا، بانڈز کی ادائیگی اس کے بعد ہوتی ہے۔

بانڈز کی ایک قسم ایسی ہے جو شیئرز میں تبدیل ہو سکتی ہے، اس کے لئے کبھی مدت مقرر ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی، کبھی اس کے لئے کچھ مخصوص شرائط ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے، ایسے سندات قرض کو انگریزی میں (Convertible Bonds) کنورٹیبل بانڈز کہتے ہیں (اسلام اور جدید معیشت وتجارت رص ۶۴)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بانڈز، ڈبینچرز، یا کنورٹیبل بانڈز اصلاً سندات قرض ہیں اس لئے ان سے سرمایہ کاری نہیں کی جاسکتی، اور ان سندات کے حاملین کو صرف اتنی ہی رقم لینا درست ہوگا، جس قدر اس نے جمع کی ہوگی، اس سے زیادہ جو کچھ ملتا ہے وہ سود ہے حرام ہے، اس کو نفع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ سندات قرض کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ سندات جمع کردہ رقم کی محض رسید ہیں، یہ کمپنی کے اثاثوں میں کسی قسم کی ملکیت کی نمائندگی نہیں کرتے ہیں، اس لئے ان کی بیع کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں۔

بانڈز کی بیع دراصل کمپنی سے اپنے وصولیٔ قرض کے حق کو دوسرے کی طرف منتقل

Marfat.com

کرنا ہے، یعنی اب کمپنی سے قرض اس کے وصول کرنے کے بجائے فلاں شخص وصول کرے گا اور اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، البتہ کمی بیشی کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ سود قرار دیا جائے گا۔

سندات قرض کو رہن رکھا جاسکتا ہے، اس لئے کہ رہن کی بنیاد اصلاً اعتماد پر ہے، اور یہ بات اس میں پائی جاتی ہے۔

ولأن الكفالة والرهن شرعاً للتوثق (بدائع الصنائع، کتاب الاجارہ ۴/ ۲۰۳)۔

اگر کسی کمپنی میں حصص تجارت حاصل کرنے کی گنجائش نہ ہو تو بدرجہ مجبوری قابل تبدیل سندات قرض (Convertible Bonds) خریدے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہو، اور شیئرز میں تبدیل ہونے کی مدت تک جو سود ملے وہ اپنے استعمال میں نہ لایا جائے بلکہ صدقہ کردیا جائے۔

سندات قرض کی خرید وفروخت میں فیس ویلو (Face Value) کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا، اس میں مارکیٹ ویلو کا لحاظ کرنا درست نہیں اگر وہ فیس ویلو سے مختلف ہو، اس لئے کہ یہ محض وصولی حق کی رسید ہے، کمپنی کے جزو مشاع کا بدل نہیں کہ اس کی قیمت میں اضافہ یا نقصان ہو۔

حصص کی تقسیم حصہ دار کے حقوق کے لحاظ سے:

پریفرنس شیئرز (Preference Share) جس کو اردو میں ترجیحی حصص اور عربی میں السہم الممتاز بھی کہتے ہیں، یہ نہ پوری طرح حصہ تجارت ہے اور نہ پوری طرح سند قرض ہے، دراصل حصص کی ایک تقسیم حصہ دار کے حقوق کے اعتبار سے ہوتی ہے، یعنی نفع وصول کرنے یا کمپنی کی پالیسی میں مداخلت کے اعتبار سے حصص کی دو قسمیں ہیں:

(۱) آرڈینری شیئر (Ordinary Share) جس کو عربی میں السہم العادی کہتے ہیں، (۲) دوسری قسم وہی پریفرنس شیئر ہے۔

Marfat.com

ان دوقسم کے حصص میں بنیادی فرق یہ ہے کہ پریفرنس شیئر کے حامل کو نفع تقسیم کرنے یا حق رائے دہی میں آرڈینری شیئر کے حامل سے مقدم رکھا جاتا ہے۔مولانا تقی عثمانی نے ان کے درمیان وجوہ فرق کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے:

(۱) السہم الممتاز کا نفع اس کے لگائے ہوئے سرمائے کی خاص شرح کے مطابق مقرر ہوتا ہے، مثلاً اس کے لگائے ہوئے سرمائے کا دس فیصد (10%) پہلے السہم الممتاز کے حاملین میں نفع تقسیم کر کے ان کا معینہ نفع ان تک پہونچایا جاتا ہے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو السہم العادی کے حاملین کو ملتا ہے، ورنہ وہ نفع سے محروم رہیں گے۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سال کمپنی کو نفع نہیں ہوا تو ایسی صورت میں بھی السہم الممتاز کا نفع محفوظ رہتا ہے، آئندہ سال جب نفع ہوگا تو پہلے ان کو دیا جائے گا، اس کے بعد نفع بچا تو السہم العادی کو ملے گا۔

(۲) بعض اوقات ترجیح کی صورت یہ ہوتی ہے کہ السہم الممتاز کے نفع کی شرح السہم العادی سے زیادہ رکھی جاتی ہے۔

(۳) کبھی ترجیح اس طرح ہوتی ہے کہ کمپنی کے سالانہ اجلاس میں السہم الممتاز والوں کو ووٹ کا حق ہوتا ہے۔السہم العادی والوں کو ووٹ کا حق نہیں ہوتا۔

(۴) کبھی السہم الممتاز والے کو زیادہ ووٹ کا حق ہوتا ہے اور السہم العادی والے کو کم ووٹ کا، مثلاً یہ کہ السہم الممتاز والے کو دو ووٹ کا اور السہم العادی والے کو ایک ووٹ کا حق ہوگا۔

حاصل یہ کہ السہم الممتاز ترجیحی حصے کا نام ہے، پھر ترجیح کی شکلیں مختلف ہوسکتی ہیں، اس کی ضرورت عموماً اس وقت پیش آتی ہے، جبکہ کسی خاص بڑی پارٹی مثلاً انشورنس کمپنی وغیرہ سے سرمایہ لینا ہو، اب وہ اس پر آمادہ نہیں کہ عام حصہ دار (شیئر ہولڈر) کی حیثیت سے رقم لگائے اس لئے کہ اس میں نفع طے شدہ نہیں ہے، اور اس پر بھی آمادہ نہیں کہ محض قرض دہندہ (دائن) کی طرح سود پر قرض دے، اس لئے کہ محض قرض دہندہ کی حیثیت میں وہ کمپنی کی پالیسیوں پر اثر انداز نہیں ہوسکے گی، ایسی پارٹی سے سرمایہ لینے کے لئے اس کو ترجیحی حصص دیئے جاتے ہیں،

Marfat.com

تا کہ اس کو مقررہ نفع بھی ملے اور کمپنی میں حصہ دار بھی ہو، چنانچہ یہ ایک اعتبار سے دائن اور ایک اعتبار سے حصہ دار ہوتی ہے (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص ۶۰)۔

شیئرز کی خرید وفروخت کے مختلف طریقے:

اسٹاک ایکسچینج میں شیئرز کی خرید وفروخت کے مختلف طریقے رائج ہیں:

(۱) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کمپنی کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کے شیئرز کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے، ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی بیع وشراء جائز نہیں، اس لئے کہ جب کمپنی کا وجود ہی نہیں تو یہ شیئرز کس چیز کی نمائندگی کریں گے، اس لئے یہ بیع غیر مملوک ہے جو اصولاً ناجائز ہے۔

(۲) جو کمپنیاں موجود ہیں ان کے شیئرز کی خرید وفروخت کے بھی کئی طریقے ہیں، ایک طریقہ فیوچر سیلز (Future Sales) کہلاتا ہے، اس میں شیئرز لینا دینا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ محض مدت کے لحاظ سے نفع نقصان کی کمی بیشی برابر کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ قمار ہے جو جائز نہیں۔

(۳) دوسرا طریقہ غائب سودا کا ہے، جس میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، یہ بیع بھی صحیح نہیں اس لئے کہ بیع کی تعلیق یا مستقبل کی طرف اس کی اضافت باتفاق فقہاء جائز نہیں، اس کو محض وعدۂ بیع قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۴) تیسرا طریقہ حاضر سودا کا ہے، جس میں شیئرز کی بیع وشراء ایک ہی مجلس میں ہو جاتی ہے، اور عقد تام ہو جاتا ہے، البتہ شیئرز کا قبضہ کرانے میں کچھ تاخیر ہوتی ہے، شیئرز دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک کو رجسٹرڈ شیئر (Registered Share) کہتے ہیں وہ حامل حصص کے نام پر کمپنی میں رجسٹرڈ ہوتا ہے، دوسرا بیئرر شیئر (Bearer Share) کہلاتا ہے، وہ کسی کے نام پر رجسٹرڈ نہیں ہوتا، جس کے قبضہ میں ہو اسی کا کہلاتا ہے، بیئرر شیئر کا قبضہ کرانے میں تو کوئی دیر نہیں ہوتی، البتہ رجسٹرڈ شیئرز کا قبضہ کرانے میں عموماً ایک ہفتہ سے تین ہفتوں تک کی تاخیر ہو جاتی ہے، اس میں بائع کو اپنے نام کی جگہ مشتری کا نام رجسٹرڈ کرنا پڑتا ہے، اس کی دفتری کارروائی میں

Marfat.com

تاخیر ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس دوران کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشتری جس کے نام پر اب تک شیئر رجسٹرڈ نہیں ہوا ہے وہ رجسٹرڈ ہونے سے پہلے ہی کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشتری اول کے نام رجسٹرڈ ہونے تک آگے چار پانچ ہاتھوں میں شیئر فروخت ہو چکا ہوتا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیئرز کا بغیر قبضہ میں آئے ہوئے فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں قبضہ کی حقیقت کو سمجھنا ہوگا، اتنی بات تو طے ہے کہ قبل القبض بیع دو وجہ سے ناجائز ہے:

۱۔ایک تو اس بنا پر کہ یہ ابھی مقدور التسلیم نہیں ہے، اور اس پر کوئی تصرف نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔دوسرے اس بنا پر کہ یہ ابھی بائع کے ضمان میں داخل نہیں ہوا، اور ربح مالم یضمن جائز نہیں۔

اس لئے شیئرز کی بیع سے قبل قبضہ بہر حال ضروری ہے، مگر شیئرز کے قبضہ کی نوعیت کیا ہوگی؟ ہر چیز کا قبضہ اس کے لحاظ سے ہوتا ہے، قبضہ حسی ہر جگہ ضروری نہیں، حکماً قبضہ بھی بعض جگہوں پر کافی ہو جاتا ہے، شیئرز کی صورت حال یہ ہے کہ محض شیئرز سرٹیفیکٹ تو مبیع نہیں، مبیع در اصل وہ حصہ متناسبہ ہے جو کمپنی کے اثاثوں میں شامل ہے، اس لئے اس پر قبضہ حسی بہر حال ناممکن ہے، اس بنا پر قبضہ حکمی ہی کو کافی قرار دینا ہوگا، قبضہ حکمی یہ ہے کہ مبیع مشتری کے قبضہ میں آجائے، اور اس کا غرم وغنم بھی مشتری کی طرف منتقل ہو جائے۔ مولانا تقی عثمانی کے بقول کمپنیوں کے ذمہ داروں سے کافی بات چیت کے بعد پتہ چلا کہ مبیع مشتری کے ضمان میں منتقل ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر بیع کے بعد اور شیئرز قبضہ میں آنے سے قبل منافع کی تقسیم ہو جائے تو کمپنی تو بائع کے نام پر ہی منافع تقسیم کرے گی، اس لئے کہ رجسٹر میں اسی کا نام درج ہے، مگر اسٹاک ایکسچینج کی ذمہ داری ہے کہ وہ بعد عقد تقسیم ہونے والے منافع مشتری کو دلائے، اسی طرح اگر نقصان ہوگا تو یہ مشتری کو برداشت کرنا ہوگا، اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ عقد کے بعد ہی شیئر مشتری کے قبضہ

Marfat.com

میں چلا جاتا ہے۔

مگر وہیں یہ بات بھی کھٹکتی ہے کہ شیئرز کی خرید و فروخت کا معاملہ اصل تو کمپنی سے ہے، اسٹاک ایکسچینج سے نہیں، اور کمپنی کے نزدیک شیئرز کا قبضہ اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جاتا جب تک کہ نام پر منتقل نہ ہو جائے، اسی طرح عرف میں جس چیز کو قبضہ کہا جائے گا وہی قبضہ کہلائے گا، اور رجسٹرڈ شیئرز کا قبضہ کمپنی میں نام درج کرانے اور اس کی رسید مل جانے کے بعد ہی مانا جاتا ہے، اس کے بغیر عرفاً قبضہ نہیں مانا جاتا، اس کا تقاضا ہے کہ بغیر رجسٹرڈ ہوئے شیئرز کی بیع درست نہ ہو، احتیاط یہی ہے کہ شیئرز اپنے نام پر منتقل ہوئے بغیر فروخت نہ کئے جائیں۔

البتہ اسٹاک ایکسچینج میں جو لوگ ممبر بن کر شیئرز کی خرید و فروخت کرتے ہیں وہ دراصل کمپنیوں کے وکیل ہوتے ہیں، ان کے نام پر شیئرز نہیں ہوتے وہ کمپنیوں کی اجازت سے شیئرز خریدتے اور بیچتے ہیں، اس لئے ان کے لئے قبضہ رجسٹرڈ کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے، اور یہ ممکن بھی نہیں، اس لئے کہ روزانہ سیکڑوں شیئرز کی خرید و فروخت ہوتی ہے، ہر ایک کے بارے میں یہ اہتمام کرنا کہ بیچنے والا ممبر پہلے اپنے نام پر منتقل کرائے پھر فروخت کرے، یہ ناممکن ہے، اس لئے خیال یہ ہوتا ہے کہ یہاں وہی قبضہ معتبر ہونا چاہئے جو اوپر ذکر کیا گیا، کہ اگرچہ شیئرز نام پر نہیں ہوتے لیکن کمپنیوں کی اجازت اور لوگوں کے تعامل کی بنا پر غرم و غنم دونوں ہی اسٹاک ایکسچینج کے ممبروں کے قبضہ میں سمجھے جاتے ہیں، یہ قبضہ حکمی ہے جو کافی ہونا چاہئے۔

خلاصۂ جوابات:

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں مختصر جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

۱۔ کسی کمپنی کا خرید کردہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈر کی متناسب ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، یہی نقطۂ نظر راجح اور حقیقی ہے، رہا یہ کہ شیئر ہولڈر کے دیوالیہ ہونے کے وقت کمپنی میں اس کے متناسب حصہ کی قرقی نہیں ہوتی، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ملکیت نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کمپنی کی تحلیل سے قبل ہولڈر کو تصرف کا اختیار نہیں ہوتا، اور تصرف کا اختیار نہ ہونا ملکیت کو نقصان

Marfat.com

نہیں پہنچاتا۔

۲- اگر کمپنی نئی قائم ہوئی ہو، اس کے پاس کچھ املاک نہ ہوں، تو ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت صرف اس کے فیس ویلو سے درست ہوگی، مارکیٹ ویلو کے لحاظ سے کمی بیشی جائز نہیں، اس لئے کہ یہ بیع صرف ہوگی۔

۳- البتہ اثاثہ مخلوط ہونے کی صورت میں جبکہ مجموعہ مال ربوی وغیر ربوی دونوں پر مشتمل ہو، کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔

۴- جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہے ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جائز نہیں۔

۵، ۶- البتہ جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہے مگر بعض اوقات کسی مصلحت یا مجبوری کی بنا پر بعض ناجائز چیزیں کرنی پڑتی ہیں، ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا جائز ہے، بشرطیکہ بورڈ کے سامنے ان چیزوں کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کردے، اور اگر کچھ سودی یا ناجائز حصہ اس کے منافع میں آرہا ہو تو اسکے تناسب سے بلانیت ثواب صدقہ کردے۔

۷- سود پر حاصل شدہ قرض سے ہونے والے منافع شرعی طور پر طیب ہیں، البتہ یہ عمل بلا ضرورت جائز نہیں۔

۸- کمپنی کا بورڈ آف ڈائرکٹرس شیئرز ہولڈر کا وکیل ہے، مگر اس کی وکالت اس قدر مضبوط نہیں جس قدر کہ شرکت کی عام قسموں میں ہوتی ہے، جس کی بنا پر عمل کی نسبت کے باب میں قدرتی طور پر فرق واقع ہوگا۔

۹- بورڈ آف ڈائرکٹرس کا فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے، اس لئے اس میں کسی شیئرز ہولڈر کا سودی قرض لینے سے اختلاف کرنا اور اپنے اختلاف کا اعلان کردینا وکیل کے عمل کی ذمہ داری سے اسے بری الذمہ کردے گا۔

۱۰، ۱۱- اس کا جواب ۵ اور ۶ کے تحت آچکا ہے۔

۱۲- شیئرز کی تجارت کرنا درست ہے، ہر تخمین وقیاس آرائی ممنوع نہیں ہے، تجارت میں

Marfat.com

اموال تجارت کی خرید انسان مارکیٹ کی طلب ورسد کے لحاظ سے قیمتوں کے تناسب کا اندازہ کر کے ہی کرتا ہے، خواہ وہ کسی قسم کا مال تجارت ہو، اس لئے محض یہ عدم جواز کے لئے بنیاد نہیں بن سکتا۔

۱۳- شیئرز مارکیٹ میں فیوچر سیل کا طریقہ جائز نہیں، یہ قمار کی ایک شکل ہے۔

۱۴- غائب سودا کا طریقہ بھی درست نہیں، اس لئے کہ بیع کی تعلیق یا مستقبل کی طرف اس کی اضافت باتفاق فقہاء درست نہیں، اس کو محض وعدۂ بیع قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۵- شیئرز کی خرید وفروخت کے لئے قبضۂ حسی ضروری نہیں اور ممکن بھی نہیں، قبضۂ حکمی کافی ہے، اور اس میں اعتبار عرف کا ہے، رجسٹرڈ شیئرز میں احتیاط اس میں ہے کہ اندراج نام سے قبل قبضہ تسلیم نہ کیا جائے۔

۱۶- اسٹاک ایکسچینج کے تعامل کے لحاظ سے تو غرم وغنم کے بعد ہی فروخت کرنا لازم آتا ہے، مگر کمپنی کے قانون کے لحاظ سے یہ ربح مالم یضمن میں داخل ہے، اس لئے اندراج نام یا تبدیلی نام سے قبل اگلے مشتری سے معاملہ کرنا بطور احتیاط درست نہیں۔

۱۷- بروکر کمپنی کا وکیل ہوتا ہے، اس لئے اس کے لئے رجسٹرڈ قبضہ ضروری نہیں، ورنہ اس میں حرج عظیم لازم آئے گا، قبضہ کا مقصد مقدور التسلیم ہونا اور مشتری کا فریب سے محفوظ رہنا ہے، اور یہ دونوں مقاصد تعاملاً بغیر رجسٹرڈ قبضہ کے بھی حاصل ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مناقشہ

شیئرز

Marfat.com

Marfat.com

مناقشہ بابت شیئرز

قاضی صاحب:

........مثلاً ایک شیئر آج زید نے خریدا،لیکن پندرہ دن کے بعد اس کا نام رجسٹر پر درج ہوگا،اور عمر جس نے بیچا ہے،اور جو انتقال شیئر کے لئے تیار تحریر پر جو دستخط کیا ہے،فرض کر لیجئے کہ وہ دستخط اس کے اصلی دستخط سے علاحدہ ہے تو بظاہر ایسا لگتا ہے کہ کمپنی اس کو واپس کر دے گی اور اس کو خریدار کے نام پر ٹرانسفر نہیں کرے گی،اور اس کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ شیئر کا دام بہت آگے بھاگ جاتا ہے،اب بائع کی نیت خراب ہوتی ہے،اور وہ نہیں چاہتا کہ پرانے دام پر اسے بیچے،تو وہ گڑ بڑ کر سکتا ہے، یہ جو معاملہ ہمارا اس کے درمیان ہوا تھا اس معاملہ کے فسخ ہو جانے کا اندیشہ ہے،غرر انفساخ ہے،کیا ایسا ہوتا ہے یا ایسا نہیں ہوتا؟،اس کی وضاحت آپ حضرات کو کرنا ہے؟

شیئرز سے متعلق مسائل کی تفصیل آپ حضرات کے سامنے آچکی ہے،سوالات بھی آپ کے سامنے ہیں، جوابات بھی آپ کے سامنے ہیں،اس کا خلاصہ بھی آیا اور دلائل بھی ذکر کئے گئے،جیسا کہ میں بار بار کہتا رہا ہوں،پھر اس کو دہراتا ہوں کہ ہمارے ماہرین کا کام ہے تصویر مسئلہ،اور علماء اور فقہاء کا کام ہے تطبیق حکم شرعی،دونوں ہی چیزیں جب مل جاتی ہیں تب صحیح نتیجہ تک پہنچنا آسان ہوتا ہے،اور دونوں کام اپنی جگہ پر کسی بھی حکم شرعی کے جاننے کے لئے ضروری ہیں،اگر صورت مسئلہ صحیح طور پر سامنے نہیں آئی تو مفتی کا فتویٰ اور فقیہ،کا استخراج اُحکام کبھی صحیح نہیں ہوسکتا،اس لئے حقیقت واقعہ کا ادراک بہت ضروری ہے،اب مثلاً اس میں ایک سوال ہے کہ اگر کمپنی کے پاس صرف نقد ہی نقد..........کے لئے ہی کمپنی قائم کی جاتی ہے اور

Marfat.com

لینڈنگ کا کاروبار اس میں ہوتا ہے، وہاں بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی دیگر Assets کا بنیادی طور پر امکان ہے، یہ ہے وہ ہے، اس کو چھوڑ دیتے ہیں، لیکن دیگر کوئی مشینری ہو یا کوئی اور ایسی چیز ہو وہاں نظر نہیں آتی یا رومیٹریل (Raw Material) ہو، پیسہ آتا ہے پیسہ جاتا ہے۔ پہلا مرحلہ وہ ہوتا ہے جس وقت کمپنی قائم کی جارہی ہوتی ہے، جب کمپنی قائم کی جاتی ہے تو کھلی ہوئی بات ہے کہ شرکت کے لئے سرمایہ اکٹھا کیا جاتا ہے، وہ مرحلہ جو بنیادی مرحلہ ہوتا ہے وہاں پر کسی اثاثے کا سوال نہیں پیدا ہوتا ہے، اور عام طور پر طریقہ یہی ہے کہ پیسہ جمع کر کے کاروبار شروع کر دیا جاتا ہے، تو بتائیں کہ کون سی صورتیں ایسی ہیں جن میں صرف نقد ہی نقد ہوتا ہے، عام حالات میں تو نقد کے ساتھ Assets بھی ہوتے ہیں لیکن کیا ایسی صورتیں ہیں؟ اگر ہیں تو اس کی وضاحت ہونی چاہئے، اسی طرح دوسرے سوالات ہیں، میں یہ چاہوں گا کہ ان سارے سوالات پر بات کی جائے، پہلے ہم ماہرین کی بات سنیں گے اور پھر ہم صورت مسئلہ کے تعین کے بعد اس پر تحقیق حکم فقہی کریں گے، اس دوران میں اپنے تینوں سکریٹری صاحبان مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب سے یہ چاہوں گا کہ جو جملہ جوابات علماء کے آئے ہیں اس میں جن امور پر متفق ہیں سب لوگ تقریباً، اب قول شاذ ہو تو الگ ہے، مولانا سلطان صاحب کی وہ بات تو ظاہر ہے کہ پوری قوم نہیں مانے گی کہ بینک کا سود منافع ہے، لیکن اس طرح کے قول شاذ کو تھوڑی دیر کیلئے نظر سے ہٹا کر باقی جو مسائل اجماعی آگئے ہیں ان کو الگ رکھ لیں، اور جو مسائل مختلف فیہ ہیں ان پر ہم بات کریں، قبل اس کے کہ اس دلچسپ بحث کا آغاز کیا جائے میں چاہوں گا کہ ہمارے فاضل مہمان ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب جن کا ایک مفصل مقالہ اس موضوع پر ہمارے پاس موجود ہے، ان کے اس مقالہ کو ہم بہت غور اور توجہ کے ساتھ سن لیں، بہترین تجزیہ کے ساتھ ہے، ظاہر ہے کہیں کہیں رائے سے اختلاف بھی ہوگا، اس سے بحث نہیں، لیکن جو تجزیہ ہے ان کا، جس طرح انہوں نے عنوانات مقرر کئے ہیں، اور ہر موضوع پر علاحدہ علاحدہ بات کی ہے، میں سمجھتا ہوں سبھی حضرات کو سن لینا چاہئے، (اس

Marfat.com

کے بعد وہبہ زحیلی صاحب نے اپنا مقالہ پڑھ کر سنایا)۔

قاضی صاحب:

......اب جیسا کہ آپ سب نے جانا کہ یہ چودہ پندرہ سوالات جو ہمارے سوالنامہ میں تھے، ہر سوال کے بارے میں واضح باتیں، ائمہ کی رائے اور کتاب وسنت کی روشنی میں دکتور وہبہ زحیلی نے قائم کی ہے، اور کچھ صورت مسئلہ کی بھی وضاحت ان کی اس تحریر میں موجود ہے، انشاء اللہ ہم لوگ اس سے استفادہ کریں گے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب:

شیئرز کے بارے میں جو سوالات تھے اور جو جوابات اور مقالات آئے ان کا خلاصہ اور تجزیہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا، میں نے عرض کیا تھا کہ جس سوال کے بارے میں جس کو کچھ کہنا ہو، بہتر یہ ہے کہ وہ کسی کاغذ پر نوٹ کر کے دے دیں، تو آسانی ہوگی، اس لئے کہ اس سے پہلے جو ہمارے ماہرین ہیں ان سے بہت سی چیزوں کی وضاحت کروانی ہے، تاکہ حکم لگانے میں آسانی ہو۔ پہلا سوال تو یہ تھا کہ اس سلسلہ میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابھی کمپنی شروع ہوئی ہے، یعنی محض پیسے داخل کئے گئے ہیں اور شیئرز بک رہے ہیں، ابھی اس کمپنی میں کچھ اثاثہ نہیں ہوتا، کچھ املاک نہیں ہوتے، اور اسی مرحلہ میں گویا اس کی بیع وشراء اور خرید وفروخت شروع ہو جاتی ہے، اس سلسلہ میں بعض حضرات نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ ایسا ہوتا نہیں ہے، یہ محض فرضی سوال ہے، ایسا نہیں ہوتا ہے کہ کمپنی کے پاس محض نقد روپئے ہوں، اثاثے نہ ہوں، املاک نہ ہوں، اور اس کے بغیر رجسٹریشن ہو جائے اور اس کے آگے کی کاروائی چلتی رہے بیچنے خریدنے کی، جناب کھٹکھٹے صاحب اس کی وضاحت فرمائیں کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟

کھٹکھٹے صاحب:

جیسا کہ مولانا عتیق صاحب نے فرمایا، یہ سوال ویسے فرضی ہے، بالکل تھیورٹیکل (Theoritical) ہے، کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا ہے کہ کمپنی کے پاس صرف کیش کی صورت

Marfat.com

میں اثاثہ ہو، اثاثے کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ کچھ اور چیز ہوتی ہے، جیسے مثلاً اگر آپ شروع کا مرحلہ لیں جب کمپنی شروع ہو رہی ہے، تو کمپنی جب شروع ہوتی ہے تو اس کے رجسٹریشن وغیرہ کے لئے پہلے ٹرانزیکشن (Transaction) کرنا ہوتا ہے، اس کے علاوہ جب کوئی کمپنی کوئی کاروبار کرنے جاتی ہے تو اس کے لئے اور مزید چیزیں اس میں کام کرتی ہیں، جیسے کہ وہ اس کا رپورٹ بناتی ہے اس کا اندازہ نکالتی ہے کہ اس میں کیا ممکنات (Posiblities) ہیں، اس کے مارکیٹ کیا ہیں، اس کی ٹیکنالوجی کیا ہے، کیسی ٹکنالوجی لینا چاہئے، یہ ساری جو چیزیں ہیں اس میں اس پہ خرچ ہوتا ہے چاہے اس میں Consumer Assets نہیں بنتے ہیں، ایسے اثاثے نہیں بنتے ہیں جسے ہم دیکھ سکتے ہیں مگر اس میں خرچ تو ہوتا ہی ہے، لوگوں کو Hire کیا جاتا ہے، لوگوں کو ملازمت پر رکھا جاتا ہے، ان سے Experties لی جاتی ہیں، تو یہ سارے کام ہوتے ہیں، اور اس وجہ سے کبھی کبھی یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نئی کمپنی ابھی اس کے شیئرز کا اجراء ہو رہا ہے بالکل Initial Issue ہے مگر وہ Premium کہلاتی ہے، دس روپے کا شیئر تیس روپے میں بکتا ہے، مطلب کمپنی خود تیس روپے میں نکال رہی ہے، ہوسکتا ہے مارکیٹ میں اس کے پچاس روپے بولے جائیں، مگر وہ خود تیس روپے میں نکالتی ہے، وہ پبلک خریدتی ہے، اور جتنے شیئرز ہوتے ہیں اس سے زیادہ مانگ ہوتی ہے، یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کمپنی میں کچھ خاص چیزیں ہیں، جیسے یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے کوئی اچھے (Collaborator) ہیں، (Foriegn Collaborate) ہیں، جس کی وجہ سے کمپنی کے شیئرز کے دام بڑھ گئے ہیں، ہوسکتا ہے ان کے پاس کوئی ٹیکنالوجی ہے اس سے کافی Profit ہونے کے Chances ہیں، یا جس کمپنی سے ان کا معاہدہ ہوا ہے، ان کا جو برانڈ ہے وہ بہت چلنے والا برانڈ ہے، یا اس کمپنی کے ساتھ میں ان کا معاہدہ ہوا ہے کہ وہ ان کا مال بیرون ملک میں اچھے دام میں فروخت کر کے دیں گے، تو یہ سب وجہیں ہوسکتی ہیں جس کی وجہ سے خواہ اس کے کوئی خاص اثاثے نہ ہوں پھر بھی اس کے شیئرز کے شروع میں دام زیادہ ہوسکتے ہیں، اس کے علاوہ ایک مرتبہ کام شروع ہو جاتا ہے تو اس

Marfat.com

کے بعد اس مرحلہ میں صرف Cash (نقد) ہونا بہت ناممکن سی چیز ہے، اس میں کچھ نہ کچھ اثاثے تو ہوں گے، اس کے علاوہ دوسری چیزیں تو ہوں گی ہی، گو شروع میں نہ ہوں تو بعد میں تو ضرور ہوسکتی ہیں، اس کے علاوہ اس کی Goodwill کا Proportion اس میں بڑھ سکتا ہے، تو اس بناء پر میرے خیال میں یہ ویسے Practical Problem نہیں ہے۔

اسٹاک ایکسچینج سے جو متعلق چیزیں ہیں اس میں ایک چیز مدنظر رکھنی چاہئے کہ ہم جو بھی کہیں گے وہ آج کے حالات کے اوپر منحصر ہوگا، کیونکہ آج کل اس پورے Financial Sector میں بہت تیزی سے Changes آرہے ہیں، اور ہوسکتا ہے آج جو چیزیں ہیں وہ کل نہ رہیں، دوسرے (Rules) آئیں، یہ آج کے حالات کے مطابق میں بتارہا ہوں۔

قاضی صاحب کا جو سوال تھا کہ اگر کسی نے شیئر خریدا اور اس نے کمپنی کے پاس اس کو تبادلہ کے لئے بھیجا، اور کمپنی میں اس کے دستخط میں کچھ فرق پتہ چلا اور کمپنی نے اس کا وہ شیئر واپس کردیا، تو کیا یہ جو (Perchase) کا (Transaction) ہے، کیا یہ ختم ہوسکتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے شیئر خریدا ہے اور اس نے کمپنی کو ٹرانسفر کے لئے بھیجا ہے، اگر وہ چاہے تو Insist کرسکتا ہے کہ نہیں مجھے یہ شیئر چاہئے، اگر اس نے صحیح کر کے نہیں دیا تو اسکے بروکر کے ذریعہ شیئر کا (Option) ہوگا، اور مارکیٹ میں جو دوسرا آدمی (Option) میں شیئر ڈالے گا وہ شیئر اس کو ملے گا، تو وہ تو (Insist) کرسکتا ہے اور اس کو وہ شیئرز مل سکتے ہیں، اگر جس نے پہلے دستخط کر کے دیا تھا وہ اگر دستخط کرنے سے انکار بھی کردے تو اس میں بیچ کے بروکر کی ذمہ داری ہوتی ہے، اور بروکر کو کسی نہ کسی طرح وہ شیئر اس کو دلانا ہوگا، مگر اس میں یہ اس کو تکلیف ضرور آسکتی ہے کہ جس آدمی نے شیئر خریدا ہے اگر اس نے اس درمیان میں وہ شیئر بیچ دیا، اور اس کے پاس شیئر ابھی واپس آگیا ہے اور وہ (Deliver) نہیں ہوسکتا ہے تو پھر اسی طرح سے جو اس نے شیئر بیچا تھا اس کا (Option) کرے گا اگلے والا آدمی، اور اس کو اس کے پیسے دینے ہوں گے۔

Marfat.com

قاضی صاحب:

اصل میں ہمارے یہاں جو بحث ہے وہ یہ ہے کہ جب تک اس کا(Transfer) لکھا نہیں جاتا تب تک اس بات کا خطرہ ہے کہ جس شخص نے پہلے ہمارے ہاتھ شیئر بیچا ہے، وہ اس سودے کو پورا نہ ہونے دے، اور وہ شیئر ہمارے قبضہ میں نہ آئے، اور جب تک کمپنی کے رجسٹر پر اس کا نام ہٹا کر ہمارا نام درج نہیں ہوتا تب تک شاید اس کے منافع کے بھی ہم حقدار نہیں ہوں گے، منافع اس کو ملے گا جس کا نام اس کمپنی کے رجسٹر میں ہے، اب اس کے لئے بروکر لڑتا رہے، یہ ایک الگ بات ہے، لیکن ٹرانسفر جب تک رجسٹر پر نہیں ہوتا اس وقت تک حصہ کا منافع یا اگر خسارہ ہو تو وہ خسارہ جو پہلا مالک تھا اس کا ہوگا یا جو نیا خریدار ہے اس کا ہوگا؟

کھٹکھٹے صاحب:

نہیں! اس سے مولانا عتیق صاحب کا سوال بھی وابستہ ہے، کہ اگر آپ نے شیئر خریدا ہے تو چاہے آپ نے اپنے نام پہ اس کو(Trarfsfer) کیا ہے یا نہیں کیا ہے۔

قاضی صاحب:

ہم کریں گے یا کمپنی کرے گی؟

کھٹکھٹے صاحب:

نہیں ہم کو کرنا ہے، ہم خود کمپنی کو بھیجیں، یا ہم اپنے بروکر کے ذریعہ بھیجیں، ٹرانسفر کے لئے ہم کو بھیجنا ہے، تو چاہے ہم نے کیا ہو یا نہ کیا ہو، قانوناً جو بھی منافع اس کے بعد میں ڈکلیئر ہوگا، یا کمپنی کے جو بھی حالات ہوں گے، وہ ہمارے اوپر رہے گا، مطلب یہ ہے کہ اگر منافع ہو تو اس کا منافع رہے گا، اگر خسارہ ہو تو ہمارا خسارہ ہوگا، اس کو جو ہم نے شیئرز کے روپئے دے دیئے ہیں وہ اس کے ہوگئے، یہ قانوناً پوزیشن ہے، مگر (Practical Procedure) کے حساب سے پوزیشن یہ ہے کہ جس تاریخ پہ کمپنی اپنا Dividend ڈکلیئر کرتی ہے، اس تاریخ پہ ان کے پاس شیئرز ہولڈرس کی لسٹ میں جو نام درج ہیں، ان کو وہ Dividend بھیجے گی۔ اب اگر

Marfat.com

خریدنے والے نے شیئر ٹرانسفر کے لئے نہیں بھیجا تھا، ظاہر ہے کہ اس کے نام نہیں آئے گا، پچھلے ہولڈر کے ہی نام پہ جائے گا، اب یہ اپنے بروکرس کے تھرو اس سے مطالبہ کر سکتا ہے کہ یہ Dividend نکلا ہے اسے ہم نے پہلے خریدا تھا لہذا آپ ہمیں دیں، اگر وہ دینے سے انکار کرتا ہے تو پھر اس کو یہ Possibility ہے کہ وہ کورٹ میں جا کے لڑ کر اس سے لے، حالانکہ عام طور سے چونکہ ڈیویڈنڈ کی رقم کم ہوتی ہے تو یہ کوئی کرتا نہیں، اگر بہت بڑی ہولڈنگ کسی کی ہو تو یہ اس کے لئے سوچ سکتے ہیں، ورنہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں، شیئرز میں جو زیادہ منافع ہوتا ہے اصلاً اس کی قیمتوں کے بڑھنے کی وجہ سے ہوتا ہے، ڈیویڈنڈ میں جو منافع ہوتا ہے وہ اس کا ایک چھوٹا حصہ ہوتا ہے، یہ سمجھ لیجئے کہ اگر سو روپے کا ٹوٹل منافع ہے تو اس میں شیئرز کا جو منافع ہوگا وہ زیادہ سے زیادہ دس روپے ہوگا یا اس سے کم ہوگا۔ تو قانوناً جو پوزیشن ہے وہ تبادلہ کے اوپر منحصر نہیں ہے۔

قاضی صاحب:

قانونی طور پر کمپنی کے شیئر رجسٹر میں جب تک ٹرانسفر نوٹ نہیں ہوتا کمپنی سے ملنے والے منافع یا کمپنی میں ہونے والے نقصانات کی ذمہ داری اول مالک پر ہوگی۔

کھٹکھٹے صاحب:

اول مالک پر، جہاں تک کمپنی کا سوال ہے کمپنی اس کو منافع دے کر بری ہو جائے گی۔

قاضی صاحب:

کمپنی کی بات میں کہہ رہا تھا، اور یہ بھی طے ہے کہ بزنس میں سب فرشتے تو رہتے نہیں ہیں، اور کبھی کبھی بہت زیادہ منافع اوپر بھاگ جاتا ہے، تو اگر ایک شخص نے دستخط نہیں کیا، اور ظاہر ہے کہ جب تک بائع دستخط صحیح نہیں کرتا ہے کمپنی تو اس کو ٹرانسفر دے گی نہیں، یہ تو طے ہے اگر صحیح دستخط نہیں ملا تو وہ بینک لوٹا دیتا ہے کہ صاحب یہ ہمارے (Customer) کا صحیح دستخط نہیں ہے، اس لئے جب تک ٹرانسفر نہ ہو قانونی طور پر اس کے قبضہ میں یہ شئے نہیں آتی ہے، اور اس کے نفع اور نقصان کا یہ مالک نہیں ہوتا ہے۔

Marfat.com

کھٹکھٹے صاحب:

نہیں قانونی طور سے وہ ہے، Procedurally نہیں ہے، یہ سمجھئے کہ کسی کا فلیٹ ہے، Ownership فلیٹ ہے اب اس کے ساتھ میں اس نے Nominee کے نام کسی کا ڈالدیا، تو اگر وہ مر گیا.........

احسان صاحب:

........ایسے کام جو کہ حسی شخص کر سکتا ہو مثلاً شادی کا معاہدہ تو کمپنی کوئی حس نہیں رکھتی وہ شادی کا معاہدہ نہیں کر سکتی، تو جو کام غیر حسی شخص کر سکتا ہے وہ کمپنی کر سکتی ہے، کمپنی کا Incorporation کمپنی کا پیدائشی سرٹیفیکٹ ہے، اس کے بعد جو (Public Limited Company) ہے اس کو ایک سرٹیفیکٹ اور لینا ہوتا ہے، اور وہ Certificate to commence the business ہوتا ہے، یہ سرٹیفیکٹ ملنے کے بعد کمپنی بالغ ہو جاتی ہے، اور اپنے نام سے معاہدہ کرنے لگتی ہے، حالانکہ کمپنی کی معرفت معاہدہ کمپنی کے وجود سے پہلے ہی شروع ہو جاتے ہیں۔ کچھ Incorporation سے پہلے ہی شروع ہو جاتے ہیں، کمپنی کے نام سے کچھ اثاثے خریدنے کا پلان بنایا جاتا ہے، اس کا کنٹریکٹ بھی پروموٹرس کرتے ہیں کمپنی کے Behalf پہ، اور اپنے پاس سے کچھ ایڈوانس بھی دے دیتے ہیں، لیکن وہ سودا مکمل نہیں مانا جاتا، جب تک کہ کمپنی کو Certificate to commence the business نہ مل جائے، اور جب Certificate to commence the business مل جاتا ہے تو کمپنی کے وجود سے پہلے جتنے سودے کئے جاتے ہیں کمپنی اس کا Ratification کرتی ہے اپنی میٹنگ میں، اور ایک Resolution پاس کرتی ہے کہ اس کمپنی کی معرفت آج تک جتنے سودے کئے گئے ہیں وہ کمپنی ان سب سودوں کو تسلیم کرتی ہے، اور ان سب سودوں کی ذمہ داری کمپنی اپنے اوپر عائد کر لیتی ہے۔ یہ Certificate to commence the business کے بعد ہوتا ہے، تو اب جہاں تک یہ سوال ہے کہ کچھ دیر تک کمپنی کے اثاثے رقم کی شکل میں رہتے ہیں، کمپنی کا جمع

Marfat.com

شدہ سرمایہ رقم کی شکل میں رہتا ہے، اثاثوں میں منتقل نہیں ہوتا، یہ عام طور سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ جس وقت شیئر ہولڈرس کے پاس عام طور سے شیئر سرٹیفیکٹ آتے ہیں اس وقت تک کمپنی کو Certificate to commence the business مل گیا ہوتا ہے اور کمپنی کاروبار شروع کر چکی ہوتی ہے، کچھ نہ کچھ اثاثے اس کی ملک میں آجاتے ہیں، رقم سے اثاثوں میں سرمایہ تبدیل ہو جاتا ہے، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ساری کی ساری رقم .... یوں ہی جمع ہے اور کمپنی نے اپنے پچھلے اثاثوں کا Ratification بھی نہیں کیا ہے جو اس کے نام آنے ہیں، پھر بھی کچھ غیر حسی اثاثے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا اثر شیئر کی قیمت پر ضرور پڑتا ہے، کمپنی کو بہت اچھے Promoters اگر مل گئے ہیں، کمپنی کا پروجیکٹ بھی بہت اچھا ہے، تو ان سب کا ایک جگہ جمع ہو جانا کمپنی کے نام پہ، یہ اس کی قیمت پہ ضرور اثر انداز ہوتا ہے، اور اگر کسی پروموٹر کی Reputation خراب ہو جائے، تو وہ بھی اس کمپنی کی قیمت پہ ضرور اثر انداز ہوتا ہے، تو کمپنی کے پروموٹرس کی جو رپوٹیشن ہے یہ Goodwill تو باقاعدہ کمپنی کے Balance Sheet تک میں کہیں کہیں درج کی جاتی ہے، Patents کمپنی کی بیلینس شیٹ میں بھی اثاثوں کی فہرست میں درج کئے جاتے ہیں، جبکہ نہ Goodwill کو اور نہ Patents کو ہم چھو سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں، پھر بھی ان کی ایک قیمت ہوتی ہے، اور وہ کمپنی بیلنس شیٹ میں درج ہونے کے علاوہ بھی اپنا اثر ضروری نہیں ہے کہ اسی حد تک رکھیں جس کی قیمت اس میں لگائی گئی ہے، اس کا اثر اس سے زیادہ ہوتا ہے، کمپنی کے Assets جو ہیں، جو بیس سال پہلے زمین خریدی گئی ہے، اس کی قیمت وہی لکھی جاتی ہے جو کہ بیس سال رہی جب تک کہ اس کا Revaluation باقاعدہ نہ کیا جائے اور قانونی طور پر اس کے Revaluation کو تسلیم نہ کیا جائے، لیکن اصل میں دس سال قیمت کی جو اس کی Assets File میں لکھی ہوئی ہے قیمت، زمین کی وہ قیمت نہیں ہوتی، اس کی قیمت کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے، لہذا آج مارکیٹ میں بہت سارے شیئر ایسے بھی ہیں کہ ان کی جو قیمت ہے وہ ان کی اصل قیمت سے Book value کمپنی میں دکھائی گئی ہے وہ بہت

Marfat.com

زیادہ ہے، اور کچھ شیئرز ایسے بھی ہیں جو اپنی قیمت اپنی Book value سے بہت کم رکھتے ہیں، کمپنی کے شیئرز کی قیمت کا جہاں تک تعلق ہے یہ آس اور یاس کے اوپر منحصر ہے، اگر آج ہمیں امید ہو جاتی ہے کہ پانچ سال میں کمپنی کو اتنے اتنے زیادہ منافع جات ملنے والے ہیں تو کل ہی مارکیٹ میں اس کی قیمت بڑھ جائے گی، اور اگر کوئی ایسی وجوہات آجائیں کہ جس سے پتہ لگے کہ اگلے پانچ سال میں کمپنی کو یہ یہ نقصانات ہونے والے ہیں تو کل ہی مارکیٹ میں اس کی قیمت اتنی ڈاؤن ہو جائے گی، تو شیئرز کی قیمت گرنا اور اٹھنا اس کا تعلق شیئر کی اصل قیمت سے نہیں ہے، کبھی کبھی مارکیٹ میں Demand Supply کے توازن سے شیئر کی قیمت پر بہت اثر پڑتا ہے، آج کل مارکیٹ میں پیسے کی Liquidity Crunch مانا جا رہا ہے دو سال سے، پیسے کی کمی ہے اور نمبر آف شیئرز بہت موجود ہیں، لہٰذا اصل قیمت سے نیچے ان کی قیمت جا چکی ہے بہت سارے شیئرز کی، تقریباً اس وقت جو ہے پچاس فیصدی شیئرز کمپنی کے اپنی اصل قیمت سے نیچے چل رہے ہیں، اور کبھی کبھی Inflation ہوتا ہے، مارکیٹ میں پیسے ہی پیسے زیادہ ہوتے ہیں، پیسے کے مقابلے میں شیئرز کی تعداد کم ہوتی ہے، اس وقت شیئرز کی قیمت اوپر پہونچ جاتی ہے، جیسے کہ ہرشد مہتہ کے دور میں ہوا تھا، اس وقت Rate of inflation تقریباً سولہ فیصد چل رہا تھا، اس وقت قیمتیں بہت اوپر چلی گئیں تھیں، اب Rate of Inflation چار پانچ فیصد چل رہا ہے، Liquidity Crunch ہے، اب قیمتیں نیچے چل رہی ہیں، تو یہ کہنا کہ جب تک کمپنی کا سرمایہ رقم کی شکل میں ہے تو اس کی خرید و فروخت اس لئے نہیں ہو سکتی کہ ہم پیسے کے بدلے پیسے کو خرید رہے ہیں، وہ شاید مناسب نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا پروجیکٹ، اس کا Colaboration اور اس کے Promoters کی Reputation کا اس کے اندر دخل ہے۔

ایک آواز:

جائداد و زمین وغیرہ کب خریدتی ہے کمپنی؟

Marfat.com

احسان صاحب:

شروع میں خریدتی ہے، اور بیچ میں بھی جب ضرورت ہوتی ہے،......جیسے پروجیکٹ بناتے ہیں، اس پروجیکٹ میں سب دیا ہوتا ہے کہ کب زمین خریدیں گے، کب تک مشین خریدیں گے، اور اس میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے، اس سے Cast of Project بھی بڑھ جاتا ہے، اس کے لئے پھر مزید سرمایہ اکٹھا کرنا پڑتا ہے اور قرض بھی لینا پڑتا ہے، تو یہ پروجیکٹ رپورٹ میں سب دیا جاتا ہے، کب زمین خریدیں گے، کب کیا ہوگا۔

دوسرا سوال تھا شیئرز کے اوپر قبضہ سے متعلق، کمپنی کے شیئرز عام طور سے قابل تبادلہ ہوتے ہیں، یہ عام طور سے اس لئے بات کہی جارہی ہے کہ وہ حتمی طور سے قابل تبادلہ نہیں ہوتے، کبھی کبھی کمپنی اپنے شیئرز Restrictions لگا سکتی ہے، مثال کے طور پر کمپنی یہ کہے کہ ہم اس میں غیر ملکی کو اس سے زیادہ شیئرز نہیں خریدنے دیں گے، اور Number of Shares غیر ملکی لوگوں کو اتنے بک چکے ہیں، اس سے اوپر جو بھی غیر ملکی شیئر خریدے گا، کنٹریکٹ اس کا Valid نہیں مانا جائے گا، کمپنی بھی Restriction لگا سکتی ہے کہ جو شیئر بیچنا چاہے وہ پہلے ہمیں بتائے، اور ہم جو کمپنی کے پرانے شیئر ہولڈرس ہیں، ہم ان کو اختیار دیں گے کہ پہلے اگر وہ خریدنا چاہیں تو وہ شیئرز خریدیں، اور اس کے بعد اگر وہ نہیں خریدنا چاہیں، تو ہم شیئر ہولڈر کو بتائیں گے کہ اب وہ مارکیٹ میں بیچ سکتا ہے، لیکن یہ چونکہ عام طور سے قابل تبادلہ ہوتے ہیں، اور جو شیئرز قابل تبادلہ ہیں ان کے اوپر کوئی Restriction نہیں لگی ہے، وہ جب خریدار نے خرید لئے ہیں، اور بیچنے والے نے اس کو اپنا دستخط کر کے حوالہ کر دیا ہے، ہر چیز کی Delivery کا بھی ایک سسٹم ہے، خرید و فروخت تو ہوتی ہی ہے مال کی، لیکن ملکیت جو ہے ڈیلیوری کے بعد ہی منتقل ہوتی ہے، بغیر ڈیلیوری کے کوئی ملکیت منتقل نہیں ہوتی، اور ڈیلیوری کا طریقہ ہر مال کا الگ ہے، کچھ چیزیں ایسی ہیں جو دست بدست دی جاتی ہیں، اٹھا کے، اور جیسے چیک کی ہے، بیئرر چیک کی ہے، آپ بغیر کسی دستخط کے ڈیلیوری دے سکتے ہیں، وہ valid ہے، اگر وہ چیک آرڈر ہے تو بغیر

Marfat.com

ایگزارمنٹ کے اس کی ڈیلیوری صحیح نہیں مانی جائے گی، اگر وہ آرڈر چیک کسی خاص ایک شخص کے نام کٹا ہے، تو جب تک وہ آرڈر نہیں کرے گا کہ یہ پیسہ دوسرے آدمی کو ملے، تب تک اس کی ڈیلیوری Valid نہیں مانی جائے گی، تو اسی طرح شیئرز کی ڈیلیوری Share Transfer Deed کے ساتھ ہونا ضروری ہے، اور شیئر ٹرانسفر ڈیڈ کے اوپر دستخط شیئر ہولڈر کا ہونا ضروری ہے، جب شیئر ہولڈر اپنے دستخط Transfer Deed کے اوپر کر کے ٹرانسفر سرٹیفیکٹ کے ساتھ دیدیتا ہے، وہ اس وقت ڈیلیوری مانی جاتی ہے، اور شیئر کی ملکیت اسی دم منتقل ہو جاتی ہے خریدار کے پاس، رہا یہ مسئلہ کہ اب وہ جو اس نے ٹرانسفر کے لئے نہیں بھیجے ہیں، وہ صرف Procedural Matter ہے، کمپنی نے اپنی سہولت کے لئے رکھا ہے کہ جن لوگوں کے شیئرز ہمارے نام پر اس تاریخ کو آگئے ہمارے رجسٹر میں درج ہو جائیں گے، وہ تو ہم سے طلب کرے گا Dividends، اور جس نے نہیں بھیجے ہیں تو وہ بیچنے والے سے ڈائرکٹ طلب کرلے، کمپنی اس کے اندر کوئی ذمہ دار نہیں ہوگی، یہ کمپنی کا اپنا طریقہ ہے، بہرحال خریدار اسی وقت شیئرز کے اوپر ملنے والے تمام منافع جات کا حقدار ہو جاتا ہے، جب شیئرز اس کی تحویل میں شیئر ٹرانسفر ڈیڈ کے ساتھ آجاتے ہیں، اب دستخط کا مسئلہ ہے، یہاں معاملہ یہ ہے کہ اگر بیچنے والے نے خود کئے ہیں تو اس کی ملکیت منتقل ہو جائے گی، اور یہ اگر کمپنی کے ریکارڈ میں نہیں ملتے ہیں تو کمپنی اپنے یہاں اس کو ٹرانسفر نہیں کرے گی جب تک کہ ریکارڈ میں نہیں ملیں، یا Notery لکھ کر نہیں دیں کہ میرے سامنے اس شخص نے دو گواہوں کی موجودگی میں دستخط کئے ہیں، تب تک کمپنی اگر دستخط نہیں بھی ملتے ہیں لیکن اس نے Notary کرائی ہوئی ہے، اور Notary وکیل نے لکھا ہوا ہے کہ اسی شخص نے دستخط کئے ہوئے ہیں تب کمپنی ٹرانسفر کر دے گی، چاہے دستخط ملیں یا نہیں ملیں، لہذا Transfer Deed پہ دستخط شیئر ہولڈر کا ہونا ضروری ہے، اگر وہ دستخط Forge ہیں تو Forgery کسی بھی چیز کی ملکیت کو ٹرانسفر نہیں کرتی، وہ Invalid ہوگا، اس کی Delivery ناقص مانی جائے گی۔

Marfat.com

پانچ نمبر سوال میں یہ لکھا ہوا ہے کہ سودی قرض لینے پڑتے ہیں، اس معاملہ میں میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کیا مجبوری ہے، اور قرض کے کیا محرکات ہیں، قرض کیوں لینے پڑتے ہیں، تا کہ آپ اس میں ضرورت اور اباحت دیکھ کر اپنا حکم جاری کرسکیں۔ قرض کے محرکات میں سب سے پہلا محرک یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ منصوبہ بنایا ہے ان لوگوں کو اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ اتنا روپیہ تو ہم پبلک سے جمع کرا سکتے ہیں، خود جمع کرا سکتے ہیں، اور پروجیکٹ پورا کرنے کے لئے باقی رقم کو قرض کے ذریعہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ دوسرا محرک یہ ہے کہ یہ لوگ کمپنی کے اوپر اپنا مکمل کنٹرول رکھنا چاہتے ہیں، قرض دینے والے کا کمپنی کے معاملات میں، Management میں کوئی کنٹرول نہیں ہوتا، اس کو کوئی حق رائے دہندگی حاصل نہیں ہوتا، اگر وہ سارا سرمایہ شیئرز کی صورت میں لیتے ہیں تو سارے شیئر ہولڈرس کو حق رائے دہندگی ہوتا ہے، اور بورڈ آف ڈائرکٹرس کو شیئر ہولڈرس بالکل ایسے ہٹا دیتے ہیں جیسے کہ حکومت کے خلاف عدم اعتماد آتا ہے، اور نیا بورڈ آف ڈائرکٹرس وہ خود قائم کر لیتے ہیں جن کی اکثریت ہوتی ہے، تو یہ وہ اپنے Management میں عدم مداخلت کی وجہ سے قرض لیتے ہیں۔ تیسرا محرک شرح سود کا شرح منافع سے کم ہونا ہے، جتنے بھی Funds وہ اپنی تجارت میں لگاتے ہیں اس کے اوپر اگر بیس فیصدی منافع ان کو حاصل ہوتا ہے، اور قرض کی صورت میں رقم پندرہ فیصد ان کو مل جاتی ہے تو وہ برابر قرض لیتے چلے جاتے ہیں، کیونکہ منافع بیس فیصدی ہو رہا ہے اور پندرہ فیصدی دینا پڑ رہا ہے، پانچ فیصدی یہ ڈیفرنس ہے، یہ شیئر ہولڈرس کا حصہ رہتا ہے جب تک یہ شرح سود شرح منافع سے کم رہتی ہے، تجارتی اصول ہے، یہودیوں کا اصول ہے کہ اس وقت تک قرض لیتے چلے جایئے جب تک یہ دونوں برابر نہ ہو جائیں، یا اوپر نہ چلے جائیں۔ چوتھا محرک ہے ٹیکس کے فائدے حاصل کرنا، جو کمپنی قرض کے اوپر سود ادا کرتی ہے، انکم ٹیکس میں وہ خرچ مانا جاتا ہے، کمپنی کا یہ ایک خرچہ ہے، اور منافع میں سے وہ رقم کم کر دی جاتی ہے، تو اس کے برخلاف جو Dividend دیا جاتا ہے تو اس کو انکم ٹیکس والے خرچ نہیں تسلیم کرتے، اس کو منافع کا ایک حصہ مانتے ہیں، اور وہ

Marfat.com

کمپنی کی انکم میں سے Deduct نہیں ہوتا، اس کے اوپر ٹیکس پورا لگتا ہے، تو ہم لوگوں کی جو پچھلی میٹنگس ہوتی رہی تھیں، ہمارے اندر بھی رائے میں اختلافات ہوئے، اور پہلے ہم لوگ یہ بھی سمجھتے تھے کہ شاید یہ ٹیکس کی اتنی بڑی مجبوری ہے کہ اس کی وجہ سے قرض لینا ہی ضروری ہے، نہیں Competitive Market میں ہم پیچھے رہ جائیں گے اگر زیادہ ٹیکس دیں گے، اور دوسرے لوگ حاوی ہو جائیں گے جو کہ کم ٹیکس دیں گے، لیکن بعد میں ہم لوگوں نے اس کے اوپر اور غور کیا تو ہم نے نتیجہ یہی پایا کہ ایک ٹیکس کی شرح کمپنی کے اوپر جو گورنمنٹ مقرر کرتی ہے اصل ٹیکس تقریبا پچاس فیصدی اس سے کم ادا ہوتا ہے، بہت سارے ایسے Deductions ملتے ہیں، بہت ساری ایسی مراعات ملتی ہیں جن کے اوپر ٹیکس نہیں دینا پڑتا، لہذا کمپنی کے اوپر اگر پینتالیس پرسنٹ سرکار ٹیکس مقرر کرتی ہے، تو Effective Tax اور اصل ٹیکس جو ہے وہ ساڑھے بائیس پرسنٹ ہی تقریباً ہوتا ہے، تو اب چونکہ ٹیکس جو ہے منافع پر ہوتا ہے نقصان کے اوپر تو ہوتا نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ جب ہمیں منافع مل رہا ہے تو پھر ٹیکس دینے میں اس میں کم اور زیادہ تھوڑا بہت جبکہ وہ ساڑھے بائیس پرسنٹ ہے Maximum اگر ہم سارے (Deductions)(Avail) کرلیں تو یہ اتنا بڑا فرق نہیں ہے کہ ہماری تجارت کے اوپر اثر انداز ہو سکے، پھر کمپنی کی منافع کمانے کی صلاحیت میں بہت بڑا فرق ہے، ایک کمپنی دس سال سے نقصان دیتی چلی آ رہی ہے، ایک نئی کمپنی قائم ہوتی ہے اور وہ اپنے دس روپے کے شیئر کو پہلے ہی سال میں دس روپے منافع کما کر دے سکتی ہے، تو ان دونوں میں صلاحیت کا جہاں تک تعلق ہے اس کی کوئی قید نہیں ہے، اگر ہم بھی اپنے اندر صلاحیت ایسی پیدا کرلیں تو ہمیں یہ ٹیکس اتنا ناگوار نہیں ہوگا جتنا ہمیں ڈر لگتا ہے کہ اس سے شاید ہمارا پروجیکٹ ہی فیل ہو جائے، پھر جو یہ معاملہ ہے ہم تو اسے شرعی نقطہ نظر سے دیکھتے چل رہے ہیں، اس کو دوسرے ہمارے ہم وطن نے مادی نظر سے دیکھا ہے، اور ان کی طرف سے جو اخبارات میں یہ Demand آئی ہے کہ جس طرح سے قرض کے اوپر سود کو انکم ٹیکس سے الگ کر دیا جاتا ہے اسی طرح سے Dividend کو

Marfat.com

بھی انکم میں سے الگ کر کے ٹیکس لگایا جائے، اور جب تک ان کے Artcles ایسے پیپر میں نکلے ہیں تب تک میں نے تائید میں صرف مادی نظریہ سے اخبار میں خط دیا ہے اور اس سلسلہ میں میرا پہلا خط "Business Standard" میں شائع ہوا ہے، اور پھر ایک بار "Economic Times" میں ایک Editorial لکھا تھا کہ اب ملٹی نیشنل کمپنیاں ہمارے یہاں آ گئی ہیں، اور ان کی طاقت بہت زیادہ ہے، طاقت ان کی اس وجہ سے ہے کہ ان کا اپنا سرمایہ زیادہ ہوتا ہے، وہ قرض کم لیتے ہیں، اور وہ جو کچھ بھی قرض لیتے ہیں ان کے یہاں شرح سود چار یا پانچ فیصدی ہے، ہمارے یہاں شرح سود سولہ سترہ سے بڑھ کے پچیس تیس پرسنٹ تک پہونچ جاتی ہے، لہذا اس نے اپنے Editorial میں یہ Advise کیا تھا کہ ہماری کمپنیوں کو چاہئے کہ وہ اپنا قرض کا Ratio گھٹائیں، اور اپنا Capital Ratio بڑھائیں، تا کہ ان سے Competition کے مقابلہ میں ان کو طاقت حاصل ہو، اس سلسلہ میں میں نے جو خط "Economic Times" کو اس Editorial کی تائید میں لکھا، تو انہوں نے Good Advise کر کے اسے شائع کیا، میں نے یہ کہا کہ آپ یہ تو Advise کرتے ہیں کہ کمپنیاں اپنی Equity بڑھائیں اور قرض Down کریں لیکن ہمارا Taxation قانون اس سلسلہ میں مانع آتا ہے، جو کمپنی زیادہ سرمایہ رکھتی ہے وہ کم قرض رکھتی ہے، اس کو زیادہ ٹیکس دینا پڑتا ہے جو کمپنی زیادہ قرض رکھتی ہے اس کو کم ٹیکس دینا پڑتا ہے، اور ان کو یہ فارمولہ بھی میں نے تجویز کیا کہ آپ اگر اس فارمولہ کو اپنائیں تو گورنمنٹ کی آمدنی پر بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا، اور قرض لینے والی اور نہ قرض لینے والی دونوں کمپنیوں کو ٹیکس کا Burden برابر ہو جائے گا، تو یہ آوازیں تو غیر مسلم ہی کی جانب سے اٹھی تھیں، تو اس میں ہم نے اپنی آواز لگائی، تو یہ جو چوتھی بات ہے جو ہمیں زیادہ پریشان کر رہی تھی اگر اس کو ہم سلیقہ کے ساتھ حکومت کے سامنے لے جائیں تو یہ مسئلہ ہمارا حل ہو سکتا ہے۔

چھٹے سوال کے اندر لکھا ہے کہ ریزروبینک میں کچھ روپئے جمع کرنے پڑتے ہے، یا سرکاری بانڈز خریدنے پڑتے ہیں جس پر سود ملتا ہے، یہ Finance Company اور

Marfat.com

Banking Company کے معاملہ میں تو بالکل صحیح ہے کہ کچھ روپے ان کو ریزرو بینک میں رکھنا پڑتا ہے، یا گورنمنٹ بانڈز خریدنے پڑتے ہیں، لیکن Commercial & Manufacturing Companies کے لئے یہ معاملہ نہیں ہے، اور شرکت اور مضاربت چونکہ اسلام کی بنیاد ہے، اس لئے ہماری کمپنیوں کے سامنے کم سے کم یہ مسئلہ پیش آنے والا نہیں ہے۔

سودی قرض پر منافع جو ملے اس کے حکم کے بارے میں کچھ سوالات کئے گئے ہیں، تو کمپنی قرض لیتی ہے اور اپنی ساری رقم کے اوپر منافع کماتی ہے، اس میں یہ تخصیص نہیں ہوتی ہے کہ قرض والی رقم کے اوپر کتنا منافع ہوا، اور اس نے جو اپنا سرمایہ لگایا تھا اس کے اوپر کتنا منافع ہوا، پھر بھی ہم ڈائری کو دیکھ کر یہ حساب لگا سکتے ہیں کہ قرض شیئر، سود کی آمدنی کیا ہے، لیکن یہاں مسئلہ یہ آتا ہے کہ کمپنی نے سود کی آمدنی تو حاصل کی اور منافع بھی کمایا، ضروری نہیں کہ جو منافع کمائے کمپنی اسے تقسیم بھی کر دے، اور اگر تقسیم بھی کرے تو ضروری نہیں کہ پورا کا پورا منافع تقسیم کرے، یہ کمپنی کی اپنی پالیسی کے اوپر منحصر ہوتا ہے، اور شیئر ہولڈرس کی اکثریت اگر منافع کو آگے تجارتی فروغ میں لگانا چاہتی ہے تو بھی منافع تقسیم نہیں ہوتا، تو چونکہ کمپنی کی کتابوں میں یہ صرف لکھا ہوا ہے، اس میں پھر یہ حساب لگانا کہ ہم اس کو خیرات کریں یا نہ کریں اپنے حصہ کے بقدر، یہ ذرا ایک مشکل کام ہو جائے گا، اور پھر یہ کہ کمپنی کی جو رپورٹ ہے جس میں کمپنی کے منافع کی خبر آئی ہے اس کا بازار کی قیمتوں کے اوپر کافی اثر پڑتا ہے، خاص طور پر جبکہ بنیادی طور پر دو طرح کے Factors ہوتے ہیں جو کہ شیئر کی قیمت پہ اثر انداز ہوتے ہیں، ایک کو ہم Fundamentals کہتے ہیں، دوسرے کو Technicals کہتے ہیں، Fundamentals تو کمپنی کی خامیوں اور خوبیوں کے اوپر منحصر ہوتے ہیں، اور Technicals بازار کے اندر روپے کی اور شیئرز کی فراہمی کے اوپر منحصر ہوتے ہیں تو ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، کبھی کبھی Fundamental بہت اچھے ہوتے ہیں، لیکن بازار میں

Marfat.com

شیئرز کی سپلائی زیادہ ہوتی ہے، پیسہ کم ہوتا ہے، تو اچھے منافع کے باوجود بھی اس کی قیمتیں نیچے چلی جاتی ہیں، اور کبھی کبھی اس کے برخلاف شیئرز کی قلت ہوتی ہے مارکیٹ میں، پیسہ زیادہ ہوتا ہے، تو نقصان والی کمپنی کا بھی شیئر اپنی چارگنی پانچ گنی قیمت پہ ہوتا ہے، ان حالات میں جب Fundamentals حاوی ہوتے ہیں تو ہر خبر کا اثر شیئر کی قیمت پہ بہت اچھا پڑتا ہے، اگر سودی خبر سے اس کی قیمت بڑھ جائے تو یہ حساب لگانا بڑا مشکل ہوگا کہ ہم اصل جو سود کمپنی کو ملا ہے وہ خیرات کریں یا کمپنی کے شیئرز کی قیمت پہ جو اس کا اثر پڑا ہے اس کو خیرات کریں، یہ کافی مشکل کام ہو جائے گا ہمارے لئے۔

آٹھویں سوال کے اندر بورڈ آف ڈائریکٹرس کا شیئر ہولڈرس کے وکیل ہونے سے متعلق سوال ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس جو شیئر ہولڈرس کی اکثریت کی رائے سے Appoint ہوتے ہیں، یہ اصل میں شیئر ہولڈرس ہی ہوتے ہیں، جس طرح کہ اسمبلی کے ممبران میں سے کوئی چیف منسٹر بنتا ہے اور کیبنٹ بنتی ہے، اسی طرح کمپنی کے شیئر ہولڈرس میں سے بورڈ آف ڈائریکٹرس ہوتا ہے، جیسا کہ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ کمپنی جو ہے وہ ایک شخص اعتباری ہے، یہ قانون کی نظر میں تو ایک شخص ہے، لیکن یہ اپنے حسی شخص میں جسے ہم دیکھ نہیں سکتے ہیں چھو نہیں سکتے، لہذا یہ اپنے معاملات کا انتظام خود نہیں کر سکتی، یہ دوسروں کے اوپر منحصر ہے کہ اس کے معاملات کا انتظام کوئی دوسرے لوگ کریں، اور شیئر ہولڈرس اپنے ہی میں سے کچھ لوگوں کو اپنا وکیل مقرر کر دیتے ہیں، اور ان کو کچھ اختیارات دیتے ہیں کہ روزمرہ کے معاملات میں ان حدود میں رہ کے بورڈ آف ڈائریکٹرس کام کرے گا، پھر بھی جو اہم معاملات ہوتے ہیں وہ کمپنی کی میٹنگ میں ہی طے ہوتے ہیں، جو کمپنی کی پالیسی سے متعلق معاملات ہوتے ہیں وہ کمپنی کی عام میٹنگ میں طے ہوتے ہیں، آج یہ مسئلہ کہ کوئی شیئر ہولڈر اختلاف کرے بورڈ آف ڈائریکٹرس کی رائے سے تو کیا پوزیشن ہوگی اس کی، وہ کہاں تک بری الذمہ ہوگا کمپنی کے جائز کاروبار اور ناجائز کاروبار سے اس میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب کمپنی قائم ہوتی ہے

Marfat.com

،اور بازار میں Issue لارہی ہوتی ہے،تو کمپنی اپنا ایک Prospectus جاری کردیتی ہے، اس Prospectus میں کمپنی کی پروجیکٹ رپورٹ پوری لکھی ہوتی ہے،اس وقت ہر شیئر ہولڈر کو معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی قرض لینے جارہی ہے یا قرض نہیں لینے جارہی ہے، کمپنی حلال کاروبار کرنے جارہی ہے یا حرام کاروبار کرنے جارہی ہے،اس کے علاوہ کمپنی کے Articles of Association میں بھی کمپنی کو پہلے Powers دی جاتی ہیں قرض لینے کی، جب تک Articles of Association میں کمپنی کے رجسٹریشن کے وقت ہی کمپنی کو پاور نہیں ملے گا تب تک کمپنی قرض نہیں لے سکتی ہے، پھر جو پاور آرٹیکلس آف ایسوسی ایشن میں دیا گیا ہے اس کے مطابق Resolution جو بورڈ آف ڈائرکٹرس کی میٹنگ میں پاس ہوتا ہے کہ قرض لیا جائے گا اس معاملہ میں، اتنی چیزیں شیئر ہولڈرس کے سامنے ہوتی ہیں،ان سب کے باوجود وہ شیئر ہولڈرس بنا اس میں قبول کرتا ہے، جبکہ اس کے اوپر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے، اگر ان معاملات سے اس کو اختلاف ہے تو اپنے شیئر بیچ کر وہ باہر بھی ہوسکتا ہے،اور یہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ کہاں تک اس کی مجبوری ہے اس معاملہ میں کہ وکیل کی ذمہ داری اس کے اوپر آتی ہے یا نہیں آتی ہے؟

ایک Back Delivery کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ ایک شخص نے شیئرز بیچے ہیں،اور اس کے دستخط نہیں ملتے ہیں، کمپنی کے پاس اس نے رجسٹریشن کو بھیجا، کمپنی نے واپس کردیا، ایسے میں سودے کی کیا نوعیت رہے گی؟ سودا تو Valid رہے گا، جو شیئرز اس نے بھیجے ہیں اس پہ دستخط نہیں ملے ہیں تو اس کی حوالگی ناقص ہے،اور وہ اس کے نام میں منتقل نہیں ہوسکتی، لیکن بیچنے والے کے اوپر ڈیلیوری واجب ہے،اور وہ اس کو ڈیلیوری کرے گا اور ڈیلیوری کے بعد ہی اس کا Contract پورا ہوگا، اس سے پہلے وہ چھوٹ نہیں سکتا ہے، وہ دوسرے شیئرز کی ڈیلیوری کرے گا، لیکن ان شیئرز کی ملکیت ہماری نہیں مانی جاسکتی کیونکہ ہم نے بھیجے تھے اور اس پر دستخط الگ ہوئے تھے، حالانکہ اس نے ٹرانسفر ڈیڈ پر دستخط کرکے شیئر سرٹیفیکٹ دیا تھا، چونکہ اس پہ

Marfat.com

دستخط آپ کے نہیں تھے اس لئے وہ ڈیلیوری ناقص تھی، اور یہ ہمیں اس وقت پتہ چلا جبکہ کمپنی نے بتایا، اور اس سے پہلے تو ہم اس کو صحیح تسلیم ...... یہ ناقص ڈیلیوری جب بھی پتہ لگ جائے تو اسی وقت سے یہ سارے لوگوں کے اوپر پیچھے Invalid ہوتے ہیں، مان لیجئے ایک شخص سے میں نے شیئرز خریدے، اس کے بعد دوسرے سے بیچ دیئے، دوسرے نے تیسرے کو بیچ دیئے، تیسرے نے چوتھے کو، پانچویں آدمی نے ٹرانسفر کے لئے بھیجے اور پانچویں آدمی کو جواب یہ ملا کہ یہ ناقص ڈیلیوری ہے، تو وہ ناقص قبضہ ہم چاروں پانچوں آدمی کا رہا، کیونکہ Forgery جو ہے وہ کسی بھی ملکیت کو ٹرانسفر نہیں کرتی۔

اس کے علاوہ کوئی اور سوالات ہوں تو (ایک آواز......) ہاں وہی، جو ڈیلیوری کا طریقہ ہے کہ شیئر سرٹیفکیٹ Blank Transfer Deed کے اوپر شیئر ہولڈر دستخط کر کے دیتا ہے تو کوئی دوسرا آدمی پھر دستخط نہیں کرتا، اس کو یونہی Blank ہی بیچتے رہتے ہیں، پہلے آدمی کے دستخط کئے ہوئے کو صحیح ڈیلیوری مانی جاتی ہے شیئر سرٹیفکیٹ کے لئے، جیسے کہ چیک میں اگر آرڈر چیک ہے تو ایک آدمی Endorse کرے گا ایک دوسرے کے نام، پھر اگر وہ دوسرا آدمی کسی کو منتقل کرے گا وہ اس کے نام Endorse کرے گا، شیئر سرٹیفکیٹ کے معاملہ میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ وہ Deed بھرا ہوا نہیں ہے، Blank ہے، اس میں کسی کا نام نہیں لکھا ہوا ہے، تو وہ شیئر سرٹیفکیٹ سب کے پاس اسی طرح ہی چلتا رہے گا اور جب کمپنی کی جانب سے اس کے اوپر دستخط پاس ہو جائیں گے تو سب کی ملکیت ٹھیک مانی جائے گی اور اگر نہیں پاس ہوں گے تو سب کی ناقص ملکیت مانی جائے گی۔

حکیم ظل الرحمٰن صاحب:

قبضہ کی بات جو قاضی صاحب نے کہی تھی وہ اصل بنیادی بات ہے، میں بتانا چاہوں گا کہ کمپنی کیسے قائم ہوتی ہے، سب سے پہلے ایک پروجیکٹ رپورٹ تیار ہوتی ہے، اس کا ایک دستور اساسی بنایا جاتا ہے، اس میں کتنے سرمائے کی جگہ اس کی تفصیلات درکار ہوتی ہیں، اس کے

Marfat.com

ساتھ رجسٹرار کو رجسٹریشن کے لئے درخواست دی جاتی ہے۔

رجسٹریشن کے بعد رجسٹرار قید لگاتا ہے کہ جو Promoter Share Holders ہیں وہ سرمائے کا پچیس فیصدی اپنے پاس سے لگادیں، پروموٹر شیئر ہولڈرس کو درکار سرمایہ کا پچیس فیصدی پہلے لگانا ہوتا ہے، جو تصویر آئی تھی کہ رقم سے رقم کی بات ہوتی ہے وہ بالکل بیجا ہے، پچیس پرسینٹ سرمایہ لگادیں گے، Assets ہو جائیں گے تب جا کر کے وہ پھر رجسٹرار کو درخواست دیں گے کہ اب ہمیں مزید سرمایہ کی ضرورت ہے، شیئرز ڈکلیئر کرنے کے لئے، ایشو کرنے کی اجازت دے دی جائے، چوتھائی سرمایہ جب لگ گیا تو اثاثے کمپنی کے بن گئے اور بغیر اثاثے کے کمپنی نہیں رہی اور نقد کی صورت جو سوال میں تھی وہ بیجا تھی، اس میں چوتھائی سرمایہ میں عام طور پر زمین خرید لی جاتی ہے، کمپنی کے اخراجات میں اپنے پروجیکٹ کے مطابق سرمایہ لگانا پڑتا ہے، مشینیں خریدیں گے، زمینیں خریدیں گے، جو کچھ بھی ہو وہ سرمایہ پچیس فیصدی لگادیں گے، تب رجسٹرار ان کو اجازت دے گا کہ اب آپ Issue (جاری) کر سکتے ہیں، اب ان کو شیئر کی اجازت ملتی ہے، شیئر عموماً دس روپئے کا ہوتا ہے، اچھی کمپنیاں اس کو Premium کے ساتھ فروخت کرتی ہیں، دس روپئے کا شیئر پچاس روپئے میں بھی بکتا ہے، بیس روپئے میں بھی بکتا ہے، اس کے بعد جو لوگ شیئر خریدنا چاہتے ہیں تو ایک فارم ہوتا ہے، جسے درخواست کا فارم کہتے ہیں، وہ ایک درخواست کے ساتھ ایک معینہ رقم اس کے ساتھ بھیجتے ہیں، پوری رقم مطلوبہ نہیں بھیجتے، کمپنی اس پر فیصلہ کرتی ہے کہ اگر ایک آدمی پانچ ہزار شیئرز مانگتا ہے تو کوئی ضروری نہیں کہ وہ پانچ ہزار دے دے، کمپنی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ نہیں ہم تو تمہیں پانچ سو دے سکتے ہیں، پانچ سو دے دیتی ہے، کمپنی کو یہ بھی حق پہنچتا ہے کہ کسی آدمی کو اپنے لئے نامناسب سمجھے تو اس کے شیئر کی درخواست کو بالکل مسترد ہی کر دے، اور اس کے بعد جب وہ لوگ شیئر خرید لیتے ہیں تو اس کا رجسٹریشن مالکان اور حصہ داران کی حیثیت سے کمپنی میں ہو جاتا ہے، جن لوگوں کا نام درج ہو جاتا ہے وہی قانونی حصہ دار کہلاتے ہیں، یہ صورتحال ہوتی ہے، اب ہوتا یہ ہے کہ ان کی حیثیت کیا ہے، شیئر

Marfat.com

ہولڈرس کمپنی کے اصل مالکان ہوتے ہیں، یہ ڈائریکٹرس کو چنتے ہیں، کس کے شیئر کی کیا قیمت ہے، جتنے حصے اس کے پاس ہوتے ہیں اس کے شیئر کا وزن اتنا ہی ہوتا ہے، عام طور پر دس فیصدی جس کسی کے پاس ہو جاتے ہیں تو وہ ڈائریکٹر بن جاتا ہے، اس لئے کہ دس بارہ ڈائریکٹر چنے جاتے ہیں، یہ شکل تو ہوئی کمپنی کے قیام کی، اس سلسلہ میں جب تک اندراج نہیں ہو جاتا کمپنی کے رجسٹر میں وہ مالک قرار نہیں پاتا، اب صورت حال یہ ہے کہ اسٹاک ایکسچینج سے جو شیئرز فروخت ہوتے ہیں، ....تو جب تک کمپنی میں اندراج نہ ہو جائے تب تک آپ کا نام مالکان میں نہیں ہوتا اور کمپنی کو یہ حق پہنچتا ہے جیسا ابھی احسان صاحب نے بتایا کہ مختلف بنیادوں پر کمپنی ریجیکٹ کرسکتی ہے کہ آپ کو نہیں بیچتے، ہم تو اپنے شیئر ہولڈرس کو بیچیں گے، آپ ہم سے پیسہ لے جایئے، تو قبضہ اس وقت شمار ہوتا ہے قانونی طور پر جب کمپنی میں رجسٹریشن ہو جاتا ہے، اس سے پہلے جیسا کہ انہوں نے بتایا کہ ایک Certificate Maintain Letter ہوتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ دستخط کر کے دے دیئے جاتے ہیں، کسی کا نام نہیں لکھا جاتا اور چار چار پانچ پانچ آدمیوں میں وہی بکتا رہتا ہے، اب اگر جیسی صورتحال ہے کہ دستخط نہیں ملے تو کمپنی اس فروخت کی بالکل ذمہ دار نہیں ہے، کمپنی اصل مالک کو شمار کرے گی، Dividend ہوگا تب اس کو بھیجے گی، ووٹنگ کی تاریخ، انجمن کا دعوت نامہ بھیجے گا تو اصل کو جائے گا، یہ صورتحال ہے، ان حضرات کی جو بیچ میں جنہوں نے خریدی ہے، کوئی اسٹیٹس، قانونی حیثیت نہیں ہے، اخلاقی طور پر جو بھی ہو کہ جس سے انہوں نے خریدا ہے وہ جا کر کے ان سے لڑتے رہیں کہ بھائی اصل منافع تو تمہیں کمپنی سے ملا ہے، ہم نے خرید لیا تھا، ہمیں دو، یہ سب ان کا اخلاقی فرض ہے، قانونی طور پر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ایک چیز یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ صرف شیئر ہی بیچنے کا کام کرتے ہیں ،انہیں کمپنی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، بعض حضرات نے لکھا ہے اور میں نے بھی لکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ ایسے شیئرز جنہیں نہ یہ پتہ ہو کہ کمپنی کی کیا صورتحال ہے اور ہم شیئر صرف منافع کے لئے بیچتے ہیں، جیسے ٹھیکے پہ ہوتا ہے، یہ فروخت جو ہے وہ ناجائز ہونی چاہئے، اس کی صورتحال یہ

Marfat.com

ہے کہ قبضہ کی بات جو قاضی صاحب نے فرمائی تھی اس سلسلہ میں یہی عرض کروں گا، ابھی احسان صاحب نے تو فرمایا کہ مالک وہ اسی وقت ہو جاتا ہے جس وقت اس نے شیئرز خرید لیا، میں صاف کہہ رہا ہوں کہ قانونی طور پر مالک وہ اس وقت ہوتا ہے جب کمپنی اس کی خریداری کو قبول کر کے اپنے یہاں اس کا اندراج کر لے۔

کھٹکھٹے صاحب:

یہ جو شیئرز کی خرید و فروخت کا سسٹم ہے اس کو ذرا ہم ایک مرتبہ مرحلہ وار دیکھ لیں، کہ کس طرح سے شیئرز کی خرید و فروخت میں کیا Stages آتے ہیں، آپ یہ سمجھیں کیونکہ یہاں جیسا قاضی صاحب فرما رہے تھے، یہاں بیع قبل القبض کا مسئلہ ہے، تو ہم اگر Sale کر رہے ہیں، شیئرز بیچ رہے ہیں، تو اس میں وہ مرحلے دیکھیں، ایک تو یہ کہ اسٹاک ایکسچینج میں آپ کے پاس شیئرز نہ ہوں تو بھی بیچ سکتے ہیں، تو شیئرز کی خرید سے پہلے شیئرز بیچنا، یہ ایک اسٹیج ہے، دوسرا اسٹیج یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے شیئرز خریدے ہیں، بروکر کو آرڈر دیا ہے، بروکر نے آپ کو کنٹریکٹ دیا ہے کہ میں نے مارکیٹ سے آپ کے شیئرز خرید لئے ہیں، وہ آپ کے پاس کنٹریکٹ موجود ہے، آپ کے نام کے فلاں کمپنی کے اتنے شیئرز میں نے خریدے، اس کے بعد اسٹیج آتا ہے ادائیگی کا کہ جو شیئرز آپ نے خریدے ہیں آپ نے اس کا Payment کیا ہے، یہ سیکنڈ اسٹیج ہے، فرسٹ اسٹیج Transaction ہے، آپ بروکر کو آرڈر دیں، بروکر اسٹاک ایکسچینج سے وہ شیئرز خریدے گا، مطلب وہاں بولی کرے گا اور وہ بیچنے والا کہے گا کہ ٹھیک ہے میں نے اتنے شیئرز آپ کو فلاں رقم میں بیچ دیے۔

قاضی صاحب: ایجاب و قبول ہو گیا؟

کھٹکھٹے صاحب: ہاں ایجاب و قبول ہو گیا۔

قاضی صاحب:

اس نے کہا کہ میں نے بیچا، انہوں نے کہا کہ میں نے لیا، فلاں کے لئے لیا، یہ بیع ہو گئی۔

Marfat.com

قاضی صاحب:

یہ طے ہو گیا کہ آپ نے خریدا۔اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟

کھٹکھٹے صاحب:

اس کے بعد آپ اس کو شیئرز کے لئے Payment کریں گے تب اس کے بعد مارکیٹ سے آپ کو شیئرز کی ڈیلیوری آئے گی، Transfer Formاور Share Certificate، ٹرانسفر فارم جس نے بیچا ہے اس کی دستخط ہو گی، اور اس کے ساتھ سر ٹیفیکٹ ہوگا، آپ کو اس کے اوپر دستخط کر کے کمپنی میں بھیجنا ہے آپ کے نام منتقل کرنے کے لئے، تو یہ ڈیلیوری آ گئی، آپ اگر کمپنی کو بھیجتے ہیں تو وہاں ان کے رجسٹر میں اندراج ہو جاتا ہے اور واپس آپ کو سر ٹیفیکٹ آتے ہیں، تو اس کو ٹرانسفر کہیں گے، یہ پوراTransaction خریدنے کا مکمل ہو گیا، اب اس میں یہ چیز دیکھنے لائق ہے کہ جب آپ نےTransaction کیا، آپ کو بروکر نے خریدنے کا جو کنٹریکٹ نوٹ دیا ہے، اس کے بعد سے جو بھی کمپنی کی چیزیں ڈکلیئر ہوتی ہیں، جیسے آج میں نے خریدا، ابھی میں نےPayment بھی نہیں کیا ہے، کل اگر کمپنی نے Bonus Share ڈکلیئر کیا تو یہ میرا حق ہے، اگرRight Share ڈکلیئر کیا، Dividend ڈکلیئر کیا تو یہ میرا قانوناً حق ہے، اخلاقاً نہیں قانوناً یہ حق ہے، اور یہ بروکر کو دینا ہوگا، اب اس کے بعد اگر آپ Payment کرتے ہیں، اور وہDelivery ہو جاتی ہے تو آپ کا معاملہ اور پکا ہو گیا، مگر جب آپ کوContract آ گیا، اس کے بعد سے وہ بروکر مکر نہیں سکتا ہے، اس کو یہ شیئرز دینا ہے اور وہ سارے اسBenifits کے ساتھ جو اس دن سے اس کمپنی میں آپ کو مل سکتے ہیں، حالانکہ آپ نے اس وقتPayment بھی نہیں کیا ہے، اگر آپPayment میں پھر بعد میں جا کر اگر ڈیفالٹ (Default) کرتے ہیں تو پھر وہ اس کوRevoke کر سکتے ہیں، اگر آپ نے Payment میںDefault نہیں کیا ہے تو پھر سوال ہی نہیں اٹھتا کہ وہRevoke کرے گا۔

Marfat.com

قاضی صاحب:

ڈیلیوری کا لفظ کس اسٹیج میں بولتے ہیں؟

کھٹکھٹے صاحب:

جب آپ کو سرٹیفیکٹ اور ٹرانسفر فارم مارکیٹ سے مل جائے اس کو کہتے ہیں ڈیلیوری۔

قاضی صاحب:

یہ بھی قبضہ ہی ہوا؟

کھٹکھٹے صاحب:

ہاں، اچھا اس میں جیسے حکیم صاحب نے بتایا یا احسان صاحب نے بتایا، یہ جو شیئر ڈیلیوری آ گئی وہ ضروری نہیں کہ ہم اپنے نام پر ٹرانسفر کر کے ہی بیچیں، قانوناً ہم اس کو بیچ سکتے ہیں بغیر اس کو اپنے نام پر ٹرانسفر کئے ہوئے، صرف یہ ہے کہ اس کے درمیان اگر جو بھی منافع آتا ہے یا شیئر ہولڈر کو جو بھی Benifit آتا ہے کمپنی کی طرف سے، وہ ہم کو نہیں ملے گا جب تک کمپنی کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ شیئرز ہمارے ہیں، اور کمپنی کے علم میں لانے کے لئے ہم کو اسے ٹرانسفر کے لئے کمپنی کے پاس بھیجنا پڑتا ہے، تو دیکھئے شیئرز ہم نے کمپنی سے نہیں خریدے ہیں، ہم نے XYZ سے خریدے ہیں، کمپنی تو ایک طرح کا صرف حساب کتاب رکھ رہی ہے کہ کس کے پاس کون سے شیئرز ہیں، کمپنی نے تو شیئرز شروع میں جب اجراء کئے تب بیچ دیئے اور اس کے پیسے لے لئے، اب ہم جو خرید رہے ہیں وہ ایک فرد سے خرید رہے ہیں، اس کے روپے جو ہیں وہ اس فرد کو جا رہے ہیں، تو کمپنی اس Transaction میں نہ Buyer ہے نہ Saler ہے۔

ایک آواز:

تو کیا ڈیلیوری کے آتے ہی قبضہ ہو جاتا ہے اس کا؟

کھٹکھٹے صاحب:

نہیں وہ تو آپ لوگ طے کریں، میں تو اس کی (Characteristics) خصوصیات بتا رہا ہوں۔

Marfat.com

قاضی صاحب:

سوال یہ ہے کہ مان لیجئے کہ کمپنی کے رجسٹر میں یہ جونام کی منتقلی یا ٹرانسفر ہے، یہ تو ویسے ہی ہے جیسے اراضی ہم خریدیں اور ایجاب وقبول ہو گیا، بیع مکمل ہو گئی، لیکن اب تک رجسٹری نہیں ہوئی ہے، تسجیل نہیں ہوئی ہے، لہذا کھتیان میں اور رجسٹر میں جونام رہے گا وہ سابق کا رہے گا، مالگزاری کا مطالبہ اس سے ہو گا، اور اس میں یہ ہے کہ قانونی طور پر یہ حقدار ہو جاتا ہے، Procedure یہ ہے کہ جب رجسٹر میں اندراج ہو گا تب وہ جانے گا کہ ہاں صاحب ان کو نفع دینا ہے یا ان کو اطلاع کرنا ہے۔

کھٹکھٹے صاحب:

اس سلسلہ میں ایک دو چیزیں میں عرض کرنا چاہوں گا، یہ Uncertainty کا جو مسئلہ ہے، جو اکثر ہم لوگ Discuss کر رہے ہیں کہ جو غرر کی صورت ہے، ابھی اس کے خریدنے کا تو اس کا حق ہو گیا، مگر اس کے اوپر اس کے بیچنے کا حق مکمل نہیں ہوا، کیونکہ اگر وہ بیچے گا تو صرف کچھ صورتوں میں ہی، مثلاً آج ہم نے Transaction کیا بروکر کے ساتھ خریدنے کا، اسٹاک ایکسچینج میں ایک مدت ہوتی ہے کہ یہ کام فلاں دن سے فلاں دن تک ہو گا، اس کا حساب مدت پوری ہونے کے بعد فلاں دن کو ہو گا، تو اس مدت میں جو بھی Transactions ہوں گے ایک Date پہ اس کا Settlement ہو جاتا ہے، تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ مدت تو Settlement Period کا ہے، تو اگر کسی Settlement Period میں ہم نے شیئر خریدا ہے، اگر اسی سیٹلمنٹ میں اسی بروکر کے ہاتھ ہم نے وہ شیئر بیچ دیا، تو پھر ہمارے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ شیئر واپس آئے گا، یا کچھ بھی ہو، وہ ٹرانزیکشن کلیئر ہو جائے گا، اس میں بالکل Uncertainty نہیں ہو گی، اگر وہ شیئر بعد میں ہم اسی بروکر کے ہاتھ بیچیں سیٹلمنٹ پورا ہونے کے بعد، تو اس میں پھر Uncertainty رہے گی کہ ہم اس شیئر کو ڈیلیور کر پائیں گے یا نہیں، جیسے مثلاً ہم کو ڈیلیوری مارکیٹ میں آنے میں لیٹ ہو گئی، تو ہم اتار نہیں سکیں گے جب ہمارا

Marfat.com

دینے کا وقت آئے گا، یہ ابھی فی الحال جو قانون ہے اس کے مطابق اسٹاک ایکسچینج اس کے تحت ہے، اس سے پہلے کچھ اور قانون تھا، اس میں بھی وہ چل سکتا تھا اور ابھی جو ہے اگر اسی سیٹلمنٹ پہ اسی بروکر سے ہم نے لیا ہے اسی ایکسچینج پر، تو آپ اسی سیٹلمنٹ میں اس کو بیچ سکتے ہیں، مگر اس میں جو ہے اگر ایسا کریں ہم تو پھر اس میں Speculation کا Element بہت اونچا ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر ہم اس کی اجازت دیدیں کہ بغیر Payment کئے بھی کوئی شخص اسی سیٹلمنٹ میں اس کو بیچ سکتا ہے، تو وہ پھر فرضی جیسا ہو گیا، اور عام طور سے جو Speculation ہوتا ہے وہ ایسے ہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس صرف سو روپے ہیں، ایک شیئر کی قیمت دس روپے ہے، مگر وہ ہزار روپے کے سو شیئرز خرید رہا ہے، دو ہزار روپے کے شیئرز خرید رہا ہے، کیونکہ اس کو پیسے دینا نہیں ہے، اور پھر وہ سیٹلمنٹ ختم ہونے سے پہلے وہ کلیئر کر دے گا، اب اس میں سوال یہ ہوتا ہے کبھی آپ نے ڈیلیوری کے لئے شیئرز لئے ہیں، آپ کے پاس سو روپے ہیں، اور سو روپے کے شیئرز آپ نے لئے ہیں، مگر اس سیٹلمنٹ کے دوران شیئر کے دام کافی بڑھ گئے، اور آپ نے سمجھا کہ ابھی تو اس کے بڑھنے کے زیادہ Chances نہیں ہیں، یہ صورت الگ ہے کہ آپ نے خریدا تھا اس نیت سے کہ اس میں آپ Invest کریں، آپ اس کے روپے دیں اور ڈیلیوری لیں، مگر وقتی طور پر اگر وہ بڑھ گیا، اور آپ نے اس کو Settle کر دیا، یا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے جب خریدا، آپ کے پاس روپے تھے، مگر پیمنٹ کا وقت سیٹلمنٹ پورا ہونے سے پہلے پہلے تک ہے کچھ اور ایسی اشد ضرورت آ گئی کہ آپ کو کچھ روپیہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے، آپ ڈیلیوری نہیں لے سکتے ہیں، تو آپ آخر میں بروکر کو کہیں گے کہ بھائی ہمارے پاس روپے نہیں ہیں، آپ Settle کر دیں، تو اس میں نیت کا دارومدار ہوگا، مگر اس میں یہ Possibility ہے کہ یہ Assets کیا جائے کہ آپ جیسے بھی کریں، اگر اسی سیٹلمنٹ میں آپ کو اسکوائر آف کرنا ہو تو پہلے آپ پیمنٹ کریں، پیمنٹ کر کے اسی سیٹلمنٹ میں اسکوائر آف کر دیں، اگر آپ کو یہ کرنا ہے، اس طرح یہ ہوگا کہ اس میں Speculation کا جو عنصر ہے اس میں بیچ میں اس کو

Marfat.com

Benefit نہیں ہوگا، اگر ہم یہ تصور کرلیں کہ کنٹریکٹ آنے کے بعد میں قبضہ Complete ہو جاتا ہے تو یہ Insist کریں کہ اس شیئرز کا Payment کرنا چاہئے، تبھی اس کے اوپر آپ کا قبضہ ہوگا، ورنہ Speculation کو کافی چھوٹ مل جائے گی....

عبدالقیوم اختر صاحب:

میرے فاضل دوست پروسیجر کے بارے میں زیادہ بات کرتے رہے ہیں، پروسیجر کے بارے میں صحیح بات میں سمجھتا ہوں شاید طے نہیں ہوگی کہ یہ شیئر کا کاروبار جائز ہے یا ناجائز؟ حرام ہے یا حلال؟ بنیادی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ ہندوستان کی معیشت میں اپنے آپ کو اپنے ملک تک ہی محدود رکھ رہا ہوں، ہندوستان کی معیشت Interest Base معیشت ہے، یعنی سود اس کا جز نہیں بنیاد ہے، اس کو آپ اپنے ذہن میں ملحوظ رکھیں، جہاں تک شیئر کا کاروبار ہے یہ اس پر پوری طرح محیط ہے، آپ کھلے دل سے جانئے، میں معذرت چاہتا ہوں اس بات کو کہنے میں کہ ہم نے وقت کی ضرورت کو محسوس کیا ہے، لوگ دو طرح سے اپنا سرمایہ شیئر میں لگاتے ہیں، ایک وہ لوگ جو صرف منافع کمانا چاہتے ہیں، ایک وہ لوگ جو اس کا کاروبار کرتے ہیں، اس بات کو سمجھ لیں کہ آج چاہے مزدور ہو، چاہے کسان ہو، چاہے نوکری پیشہ ہو، اس کے پاس کچھ فاضل Money رہتا ہے، فاضل سرمایہ رہتا ہے، کچھ بچت رہتی ہے، یقینی طور سے ہر آدمی اس بچت سے سونا نہیں خرید سکتا، جائداد نہیں خرید سکتا، یا اور کسی اپنی ضرورت کے لئے بچا کے کچھ وقت کے لئے رکھنا چاہتا ہے، تو یقینی طور سے وہ رکھنے کے لئے محفوظ جگہ تلاش کرتا ہے، کوشش کرتا ہے کہ وہ سرمایہ کہیں لگ جائے، چونکہ آج کل Inflation اتنی پھیل گئی ہے کہ آپ اگر کسی چیز کے بارے میں معلوم کرنا چاہیں تو یہ بہت دشوار گزار بات نہیں ہے، ہم بنیادی طور سے یہاں یہ بات طے کرنے بیٹھے ہیں کہ شیئر مارکیٹ کیا بلا ہے؟ میں چونکہ تسلسل اس کا قائم نہ رکھ سکوں گا چونکہ میرے ذہن میں بہت ساری باتیں ہیں، مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں کس طریقہ سے یہاں اس کو ذکر کروں، یہاں صرف شیئر کی بات کی گئی، شیئر کے بارے میں اگر میں بتاؤں تو شیئرز آٹھ

Marfat.com

دس طریقے کے ہیں، کس شیئر کے بارے میں بات کریں گے، Equity Share ہے، Preference Share ہے جس میں ایک محدود بارہ پرسینٹ پندرہ پرسینٹ حصہ دیا جاتا ہے، ایک نئی چیز آئی ہے، Voting Share ہے، Non Voting Share ہے، ووٹنگ شیئر میں آپ کو کم ملے گا ڈیویڈنڈ، نان ووٹنگ شیئر میں آپ کو کچھ زائد بھی ملے گا، Convertible Share ہے، کچھ وقت کے لئے آپ نے سرمایہ کمپنی کو دیا، انہوں نے سود پر آپ کو کچھ سود دیا، اور اس سود کے بدلہ میں مزید آپ کو ایک شیئر دے دیا۔ Bonus Share ہیں، اور Right Share ہیں......، اس کے بعد Public Undertaking کے شیئرز ہیں، اگر آپ تھوڑی جانکاری رکھتے ہوں تو اس بار جو بجٹ پیش کیا گیا تو حکومت اپنی کمپنیز کے کتنے ہزار کروڑ کے شیئرز Disinvest کرے گی، ایک اس قسم کے شیئرز ہیں، یہ جو Company Formation کی بات ابھی ہمارے دوست کر رہے تھے، تو فورمیشن ہوتے ہی سود کی شرح شروع ہو جاتی ہے، جو سرمایہ Application کے ذریعہ لیا جاتا ہے، وہ بینک میں Fixed Deposit رکھ دیا جاتا ہے، تین مہینے تک آپ کا وہ سرمایہ بینک میں فکسڈ ڈپوزٹ کے طریقہ سے رہتا ہے، وہ اپنے اخراجات کا بہت بڑا حصہ اس سے پورا کرتی ہے، ایک کمپنی کو اپنا ایشو لانے کے لئے کم سے کم دس پندرہ فیصد سرمایہ خرچ کرنا پڑتا ہے، مان لو ایک کروڑ روپئے کا سرمایہ اگر بازار سے جٹانا ہے، تو تقریباً پندرہ بیس لاکھ روپئے خرچ کریں گے، وہ پیسہ تو وہ جو سود سے آئے گا، کچھ اس سے پورا کریں گے، فاضل ہوگا تو کمپنی کی آمدنی میں چلا جائے گا، تو بنیاد کمپنی کی وہیں سے پڑے گی اور سود کا پیسہ وہاں سے شروع ہو جائے گا، دوسری بات جب وہ کاروبار شروع کرے گی، جیسے پروجیکٹ رپورٹ کی بات کی گئی تھی اس میں وہ سرمایہ کی تفصیل دیتے ہیں، اس سرمایہ میں ایک پیسہ وہ ہوتا ہے جو Promoters خود لگاتے ہیں، ایک سرمایہ وہ ہوتا ہے جو پبلک سے Equity Share کے نام پہ لیا جاتا ہے، ایک سرمایہ وہ ہوگا جو گورنمنٹ سے قرض لیا جائے گا، اور ایک سرمایہ ہوگا جو گورنمنٹ Subsidy کے طریقہ سے دے گی،

Marfat.com

(Insenting) کے طریقہ سے دے گی، تو یہ کل ملا کر کے کمپنی کا سرمایہ ہوگا، کمپنی اس سے چلے گی، کمپنی کا Concept یہ سمجھ لیجئے کہ اس طرح نہیں ہے کہ ہم نے جیسے ایک دکان کھولی، سرمایہ لگایا اور جب چاہا چلایا جب چاہا بند کر دیا، جب چاہا دوسرا بدل لیا یا اور کچھ کر لیا، ایک سائڈ چیزیں ہوتی ہیں، جیسا کہ بتایا گیا کہ ایک Prospectus بنتا ہے اور وہ پروسپیکٹس کم سے کم دس قوانین سے مدوّن ہوتا ہے، اور آپ ابھی مجھے معاف کریں، جتنے لوگ یہاں آ رہے ہیں سب ظالمانہ قانون بتا رہے ہیں، انکم ٹیکس کو بھی ظالمانہ قانون اور ان ظالمانہ قانون کی اور فہرست سن لیجئے، Contract Act سے متاثر ہوگا، Company Act سے متاثر ہوگا، Saving Act کے مطابق ہے، پھر Income Tax سے متاثر ہوگا، پھر Local Act جہاں کمپنی لگ رہی ہے وہاں سے متاثر ہوتا ہے، مجھے معاف کیجئے کہ مجھے وہ Terminology نہیں آتی ہے، یہ جو ڈیلیوری کی بات ہوتی ہے، اب یہ نیا Concept آ جائے گا کہ اس میں کہیں لین دین نہیں ہوگا، اصطلاحی طور پر ایک Deposit Act پاس ہو گیا ہے، بس آپ نے جیسے شیئر خریدا، آپ اس کو اطلاع کر دیجئے، آپ کا نام درج ہو جائے گا، آپ کو کوئی لین دین کی کہیں ضرورت نہیں رہے گی، ان تمام قوانین کو اگر آپ ظالمانہ قانون کہیں گے، جو میں نے آپ کو بیان کئے، تو پھر یہ شیئر کے کاروبار کی آپ کو ضرورت نہیں ہے، اور اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہندوستان میں رہنا ہے اور اس ہندوستان کی حکومت میں ہماری برابر کی حصہ داری ہے، تو برائے مہربانی ان الفاظ کا استعمال چھوڑ دیجئے، یہ قوانین ہماری جمہوری حکومت میں Welfare State کے قوانین ہیں، جو کہ آپ اختیار دیتے ہیں ان قوانین کو بنانے کا، جب ووٹنگ میں آپ شیئر کرتے ہیں تو آپ ہی ان لوگوں کو اختیار دیتے ہیں کہ یہ سب قوانین بنائے جائیں، دوسری بات جس کی آج سب سے زیادہ ضرورت ہو رہی ہے، معیشت پھیل گئی، پہلے معیشت کنٹرول میں تھی اور شیئر بازار سب سے زیادہ Sensitive تھی، اگر آج یوپی میں بی جے پی کی حکومت بن جائے تو شیئر مارکیٹ بہت اونچا چلا جائے گا، دیوگوڑا کی حکومت گر جائے تو شیئر مارکیٹ ڈاؤن چلا

Marfat.com

جائے گا، آج فائنانس منسٹر کوئی اعلان کر دیں تو شیئر مارکیٹ اوپر چلا جائے گا، آج شرح سود ایک فیصد کم کر دی جائے تو آج ہی Sensitive Index اوپر چلا جائے گا، تو مختلف صورتحال ہیں، میں اب زیادہ تفصیل میں آپ کی سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا اس سے Confusion بہت پیدا ہوگا، میری گذارش یہ ہے کہ اگر چہ یہ قیاس، اندازے اور پورے طریقہ سے ایک بہت بصیرت افروز چیز ہے، جو شیئر مارکیٹ ہے، اس میں اتنا Vigilant آدمی کو رہنا پڑتا ہے کہ اگر بروکر کو آپ نے صبح کہا، اگر اس نے دوپہر میں سودا کیا تو Transaction بدل جائے گا، اگر آپ نے آج فیصلہ کیا ہے، جو لوگ کاروبار کرنا چاہتے ہیں، جو لوگ صرف منافع کے لئے خریدنا چاہتے ہیں، ان کی بات تو الگ ہے، وہ لوگ جن کے پاس فاضل سرمایہ ہوتا ہے کچھ پیسہ دس بیس ہزار روپئے لگایا، لے کر رکھ لیا، کبھی بیچتے ہیں، کبھی انکم سالانہ آتی ہے، کبھی نہیں آتی ہے، بہر حال فاضل پیسہ ایک Asset کی طرح پڑا ہے، لیکن آپ ان کی تفصیلات میں جائیں گے تو یقین مان لیجئے کہ کوئی کمپنی ہندوستان میں Exist نہیں کرتی ہے، جب سود کا پیسہ اس کے انکم میں شامل نہیں ہوتا ہے، مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہے کہ شاید قاضی صاحب سے بھی ایک بات ہوئی، ہو سکتا ہے مجھے غلط فہمی ہو، میں تو اب بھی اپنی غلط فہمی مان لیتا ہوں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ٹاٹا کے ذریعہ وہ Core Company شروع کرائی گئی، ہمارے Barkat Investment والے بیٹھے ہیں، اس میں یہ تھا کہ ہم کوئی سودی کاروبار نہیں کریں گے، لیکن Cover Sector میں کریں گے، جیسے سڑکیں بنانا، پل بنانا وغیرہ اور وہ جائز کاروبار ہوگا، لیکن انہوں نے اس Prospectus میں یہ Term دی تھی کہ تین سال میں ہم Diversify کر سکیں گے، اور اس وقت اگر آپ کو پیسے کی ضرورت ہو تو، قاضی صاحب کو کسی نے کہا کہ تو انہوں نے اسے ریجیکٹ کر دیا، وہ سیدھے ریجیکٹ نہیں کر سکتے، پروسپیکٹ کا حصہ تھا، انہوں نے جب Application لکھی تو اس میں ظاہر کر دیا تھا کہ SEBI کو اس بات کا اختیار نہیں کہ وہ کسی کو ریجیکٹ کرے یا نہیں کرے، وہ SEBI کا قانون یہ ہے کہ سرمایہ جو آپ نے لگایا وہ کس طرح

Marfat.com

محفوظ رہے، اس میں اس نے اسی کے لئے بہت سارے قوانین بنا دیئے، اور اتنے قوانین ہیں کہ اب ان کمپنیز کو اس کی پابندی کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے، صرف اس لئے کہ Investors کے پیسے کمپنیاں بلالحاظ کسی کے ضائع نہ کریں، لیکن پھر بھی کمپنیاں بہت قائم ہوتی ہیں، اور SEBI کے Rules بھی اپناتی ہیں، کمپنی کے ایکٹ بھی اپناتی ہیں، اور چونکہ ہندوستان کی معیشت میں اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ اس کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ Industrialisation ہو، انڈسٹریلائزیشن کے لئے ضروری ہے کہ کمپنیاں زیادہ سے زیادہ بنیں، اب اس میں مسلمانوں کا کس طرح حصہ ہو، اور کس طریقے کی بات ہو، یہ آپ کے سوچنے کی چیز ہے، جہاں تک بات جائز و ناجائز کی ہے، یہ آپ کے فیصلہ کرنے کی چیز ہے، میری گذارش یہ ہے کہ آپ حضرات کے پاس، جو شرعی نقطہ نظر سے ایک علم ہے، اور جو اکنامک کے Base پر شیئر مارکیٹ کے اتنے سارے قوانین ہیں، ان کے ماہرین بیٹھے ہیں، آپس میں Interaction کریں، اس کے بارے میں جان لیں، اور پھر اس کا اطلاق کہاں ہوتا ہے، ڈلیوری کے لئے قبضہ کے لئے، اور دوسری چیزوں کے لئے صورتحال خود نکالیں، میں یہ بات اس لئے عرض کرر ہوں کہ امت کا پیسہ، ہم لوگوں کا پیسہ، ہمارے برادران وطن اور دوسرے لوگ لے جا رہے ہیں، آج گلی گلی فائنانس کمپنیاں کھل گئی ہیں، اور خاص طور سے مسلم علاقوں کو نشانہ بنایا گیا ہے، چونکہ ہمارے برادران وطن سمجھتے ہیں، اور وہ اپنا پیسہ دوسری جگہ استعمال کرتے ہیں اور رکھتے ہیں، لیکن مسلمانوں کا فاضل سرمایہ خواتین اور مزدوروں کے پاس ہے، ان لوگوں نے اپنے اپنے محلوں میں فائنانس کمپنیاں بنادی ہیں، جس میں آپ نے JVG کا نام اور سہارا کمپنی کا نام سنا ہوگا، ایسی پچاسوں کمپنیاں ہیں، اور ان لوگوں نے مسلم علاقوں میں اپنے دفتر کھول لئے ہیں، بارہ فیصد پندرہ فیصد سود کہہ کے وہ پیسہ لے رہے ہیں، باشرع لوگوں کو وہاں بیٹھا رکھا ہے، اور صالح بے خبر علماء کے تصدیق نامے حاصل کر رکھے ہیں، اور جوق در جوق لوگ وہاں جمع کرا رہے ہیں، جس کی ایک مثال میں بتاتا ہوں کہ جودھپور میں ایک مدراس کی کمپنی بنی ہے،

Marfat.com

ہمارے مسلم دوست اس کے منیجر ہیں، اور وہ دس لاکھ روپئے ہر سال وہاں سے اٹھاتے ہیں، جس میں تیس فیصد پیسہ مسلمانوں کا ہوتا ہے، تو للہ آپ سے گذارش یہ ہے کہ آپ اس اکنامی میں اور معیشت کے اصولوں کو طے کرتے ہوئے آپ اس کا حل جب تک متبادل نہیں دیں گے، تو یہ سودی کاروبار میں پیسہ جاتا رہے گا ہمارے لوگ آپ کے منتظر ہیں، ہم لوگ چاہتے ہیں کہ اسلامی نقطہ نظر سے شرعی نقطہ نظر سے کاروبار ہو، لیکن اگر متبادل نہیں ہوگا، تو یقینی طور سے وہی یہ اٹھائیں گے، اس کے بعد بھی بہت ساری باتیں ہیں، میں مزید سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ یہ نازک مسئلہ ہے، جو اتنی آسانی کے ساتھ Procedure سے دو چار باتوں سے حل نہیں ہوسکتا، اور معاف کیجئے وہ آپ کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتا، میں جو کچھ کہہ پایا ہوں ایک بنیادی بات کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کو ملحوظ رکھیں، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

قاضی صاحب:

جناب عبدالقیوم اختر صاحب نے بہت دردمندی کے ساتھ، تعمق کے ساتھ اور گہرائی کے ساتھ اپنی معلومات سے ہمیں فائدہ پہنچایا، جس کے لئے ہم ان کے شکرگذار ہیں، ویسے ان کو اتنا تو اطمینان دلاتے ہیں کہ استاد اچھا ہو تو شاگرد کمزور ذہن کے باوجود بات سمجھ لیتا ہے، اور یہ مجمع جو آپ کے سامنے بیٹھا ہے، بہت گہری قانونی الجھنوں کو حل کرتا رہا ہے اور انشاء اللہ حل کرتا رہے گا، صرف مسئلہ یہ ہے کہ جو یہ سب نہیں جانتے اس کی تفصیل آپ ہماری زبان میں سمجھانے کی کوشش کیجئے، اور اگر آپ ہماری زبان نہیں جانتے تو آپ ہماری زبان سیکھئے، اور ہم نہیں جانتے تو ہم آپ کی زبان سیکھیں، مجھے ان کی رائے سے قطعی اتفاق ہے کہ شیئر بازار کے جو ماہرین ہیں ان کے درمیان اور جو ہمارے ماہر فقہاء ہیں ان کے درمیان ایک باہم مکالمہ ضرور ہونا چاہئے جس میں بہت تفصیل کے ساتھ بیٹھ کر ان معاملات کو جو آج روز بروز شیئر بازار میں پیش آتے جارہے ہیں، ان کے بارے میں First Hand واقفیت، مکمل اور براہ راست

Marfat.com

واقفیت ہماری ہو سکے، تا کہ ہم حکمِ مسئلہ کی بنیاد پر اس کو رکھ سکیں۔

دوسری بات جیسا کہ میں نے خود شروع میں کہا تھا کہ ہم انشاء اللہ اصول طے کریں گے، اور جزئیات جو روز بدلتی ہیں وہ بہت زیادہ ہمارے زیر بحث نہیں رہیں گی، ہم اصول طے کریں گے، اور جب اصول طے ہوں گے تو اس کو کہیں بھی منطبق کیا جا سکتا ہے، جیسے بھی حالات بدلیں گے ویسے اس اصل کی تطبیق ہوتی رہے گی۔ تیسری بات انہوں نے ٹاٹا کے بارے میں کہی، اس سلسلہ میں مجھے عرض کرنا ہے کہ ہمارے پاس یہ اطلاع بھیجی گئی کہ یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا (UTI) ایک ایسی اسکیم چاہتا ہے جو اسکیم مسلمانوں کے لئے مذہبی طور پر قابل اعتراض نہ ہو، ہمیں اس بات کی خوشی ہوئی کہ جتنا بھی تصلب ہم نے ان مسائل میں اختیار کیا الحمد للہ، چونکہ یہ تو بزنس والے لوگ ہیں، Commercial Approach ہے ان کا، یہ تو بہر حال چاہتے ہیں کہ ہمارا سرمایہ لگے، اس لئے انہوں نے یہ ضرور چاہا کہ صاحب ایسے اصول ہم وضع کریں جن پر وہ ایک ایسے ادارہ کی بنیاد رکھ سکیں جس میں مسلمانوں کو اپنے مذہب کے اعتبار سے سرمایہ لگانے میں کوئی اعتراض نہ ہو، دوسری طرف یہ بھی واقعہ ہے کہ کوئی مسلمان ریٹائر ہو جاتا ہے، اور اس کو لاکھ دو لاکھ روپئے کی رقم ملتی ہے، یا تو وہ بیٹھا بیٹھا اس کو کھا جائے، یا فکسڈ ڈپوزٹ میں رکھے، روپیہ بھی محفوظ اور سود کے نام پہ نفع بھی مل رہا ہے، یا پھر کوئی جائز سرمایہ کاری کا یا استثمار کا راستہ اس کے لئے نکلنا چاہئے، جس سے وہ اپنے سرمایہ کو نہ کھا کر ختم کر دے، اس کا سیدھا راستہ تجارت تھا، اور شریعت اسلامی نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے یا شریعت کی تعلیم سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر شخص کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا اور ہر شخص کے پاس Skill اور ہنر تجارت کا نہیں ہوتا، تو سرمائے کی صلاحیت اور تجارتی سلیقے اور ہنر کی صلاحیت کو جوڑا کیسے جائے، اور اس کا Skill اور اس کا ہنر اور دوسرے شخص کا سرمایہ مل کر ایک سرمائے کو دورے میں رکھتا ہے، اس کو Rotate کرتا رہتا ہے، اس سے منافع حاصل ہوتا رہتا ہے، یا پھر شرکت کا اصول ہے جس میں شریک عامل اور شریک غیر عامل دونوں ہو سکتا ہے، جس میں اس کے ذریعہ بھی سرمایہ لگایا

Marfat.com

جا سکتا ہے، لیکن اس کی کھوج تو ہم پر بہت ضروری ہے کہ کس طرح اس جامد سرمایہ کو جو ہمارے بہت سے بھائیوں کے پاس ہے، زندگی کے سرگرم میدان میں لایا جائے، اور جو سرمایہ زندگی کے میدان میں آتا ہے، وہ جہاں سماج کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے وہیں اس شخص کی ذات کے لئے بھی فائدہ مند ہوتا ہے، جامد سرمایہ نہ اس کے لئے بہتر ہے اور نہ سماج کے لئے بہتر ہے، اس لئے یہ مقصد صحیح ہے، بہر حال جب یہ بات آئی اور UTI پیچھے رہ گیا، لیکن ٹاٹا اس کو لے کر ہم لوگوں کے پاس آیا ہماری میٹنگ میں، میٹنگ میں جناب کھٹکھٹے صاحب بھی موجود رہے ہیں، اور بھی ہمارے کئی دوست، تو اس کا جب ہم لوگوں نے جائزہ لیا تو اس میں دو تین باتیں قابل غور نظر آئیں، ایک بات تو یہ ہے کہ سرمایہ ہمارا لگایا کہاں جائے گا، انہوں نے Core Sector کی صراحت کر کے یہ طے کر دیا کہ حرام کاروبار میں چاہے وہ Landing کا ہو، سرمایہ دے کر اس پر سود کمانے کا کاروبار ہو، یا شراب کا ہو، یا خنزیر کا ہو وغیرہ وغیرہ، اس طرح کی چیزوں میں وہ سرمایہ نہیں لگے گا، تو اتنا اطمینان ہوتا ہے کہ سرمایہ صحیح جگہ لگے گا، دوسرا سوال یہ ہے کہ اس تجارت سے جو منافع ہوگا اس منافع کی تقسیم کس طرح ہوگی، آیا وہ Fixed ہم کو ملے گا جو سود کی شکل ہے، یا جو حسب حصہ رسدی ہوگا جو تجارت کی حیثیت ہے، یہ مان لیا گیا کہ حسب حصہ رسدی ہوگا تو جہاں سرمایہ لگایا گیا وہ صحیح، اور منافع کی تقسیم صحیح، یہ دونوں باتیں بہت اچھی ہیں۔ تیسری چیز، اس میں ایک بڑی خطرناک چیز تھی، جو ہمارے شرعی نقطہ نظر سے قابل اعتراض چیز تھی کہ Generally وہ Equity Share ہی ہوں گے، لیکن کبھی بعض مجبوریوں سے ان میں کچھ دوسرے قسم کے شیئر بھی ہوں گے جن میں حسب حصہ رسدی منافع تقسیم نہیں ہوتا بلکہ متعین سود ملتا ہے، اس پر ہم لوگوں نے اعتراض رکھا، لیکن وہ لازمی طور پر Convertible ہے، یعنی تین مہینے، چار مہینے یا چھ مہینے کی مدت کے بعد وہ Equity Share میں تبدیل ہو جائے گا، تو اولاً ہم کو اس میں اختیار ہے کہ ہم وہ شیئر لیں یا نہ لیں، جو سودی شیئر ہے، اور اگر ہم لیں تو ہم کو اس کا موقع ہے کہ اس نام پر جو سود ملے اس کو ہم صدقہ کر دیں، لیکن بہر حال وہ ایک قابل اعتراض پہلو تھا۔ تیسرا

Marfat.com

حصہ اس کا یہ تھا کہ یہ ایگریمنٹ جو تین سال کے لئے ہوگا، تین سال کے بعد اس کمپنی کو اختیار ہوگا کہ وہ Core Sector کو کراس کر جائے، اور Landing یا دوسرے معاملات میں بھی سرمایہ لگانا شروع کردے، ایسے موقع پر ان کی تحریر کے مطابق کمپنی اس کی پابند ہوگی کہ ایک مہینہ یا تین مہینے پہلے شیئر ہولڈرس کو اطلاع کر دے کہ ہم ایسا کرنے جارہے ہیں، آپ کو اس کے ساتھ شیئر رکھنا منظور ہو تو رکھئے، اور شیئر رکھنا منظور نہ ہو تو آپ اپنا شیئر واپس لے لیجئے، بیچ لیجئے، اس پر ہم لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ ٹھیک ہی ہے، یہ شرط تو ٹھیک ہی ہے، تین سال کے بعد وہ گڑ بڑ ہوتی ہے ہم نہ رکھیں نہ لیں، اختیار ہم کو ہے، لیکن ہمارا اس پر اعتراض تھا کہ تین سال تک ہمارے پیسوں سے اس کمپنی نے اپنا ایک وجود بنایا، اور پھر جب تین سال بیت جاتا ہے تو پھر کمپنی اس کو دوسری طرف لے جاتی ہے، اور ہم کو اس کی حق ملکیت سے محروم کرنا چاہتی ہے، اس لئے یہ ہمیں منظور نہیں، بعد کو مجھے یہ بتایا گیا کہ SEBI میں جب وہ چیز منظوری کے لئے گئی تو (SEBI) نے اس کو تسلیم نہیں کیا، میرا خیال ہے کہ کھٹکھٹے صاحب اس کو بتادیں گے کہ یہ اطلاع میری صحیح ہے یا غلط، اس طرح وہ ایک صورت پیدا ہوتی ہے، SEBI جو اس طرح کی اسکیموں کو کنٹرول کرتا ہے بینکس کو، جو یہاں پر ہندوستان بھر میں سب سے Higher Body ہے، اس کی منظوری کے بعد ہی کوئی چیز منظور اور تسلیم کی جاتی ہے، اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ SEBI کو کوئی بھی کمپنی جب اپنا کوئی ڈرافٹ بھیجتی ہے تو اس میں اس کا استحقاق رہتا ہے کہ کسی حصہ کو وہ باقی رکھے اور کسی حصہ پر وہ اعتراض کرے اور اس کو ریجیکٹ کرے، جہاں تک میری معلومات ہے، میں سمجھتا ہوں کھٹکھٹے صاحب اس کو واضح کریں گے، تو اس روشنی میں ٹاٹا کا کام ہوا ہے، اور کھٹکھٹے صاحب وضاحت کر دیں گے تو بات صاف ہو جائے گی، میں سمجھتا ہوں کہ جس تفصیل کے ساتھ یہاں پر چیز آ گئی ہے، کھٹکھٹے صاحب کی وضاحت کے بعد میں صرف اتنا چاہوں گا کہ جو لوگ اس پر مقالہ لکھ چکے ہیں اور اپنی رائے ان مختلف مسائل پر مثبت یا منفی دے چکے وہ تو خاموش رہیں، ان حضرات کے علاوہ کسی صاحب کو جو مسائل اس سوال میں زیر بحث آئے ہیں کچھ کہنا ہو تو وہ اپنا

Marfat.com

نام ہمیں لکھادیں تو ہمارے پاس تھوڑا سا وقت ہے ان کی بات سنیں گے۔

کھٹکھٹے صاحب:

قاضی صاحب نے دو نقطے Raise کئے ہیں، Tata Core Sector Equity Fund کے سلسلہ میں، پہلا یہ ہے کہ اس کی اسکیم کے تحت وہ Mutual Fund کے پیسے شیئرز ہیں، اور اس کے علاوہ وہ Convertible Debenture میں لگائے جا سکتے تھے، مگر صرف اسی کمپنی کے Convertible Debenture جو Rights کی بنیاد پر ملتے ہیں، مطلب یہ کہ اختیار اسی کمپنی کے شیئر ڈبینچرز میں ہے جس میں Already ہمارے ایکویٹی شیئرز ہیں، اگر ایسے ڈبینچرز کو کمپنی Subscribed نہیں کرتی ہے تو پھر اس کو نقصان ہوگا، وہ اب تفصیل کی بات ہے کبھی اگر کوئی سمجھنا چاہے تو میں فرداً فرداً سمجھا سکتا ہوں، اور اس وجہ سے اس کے اوپر ہم کو اتفاق کرنا پڑا، حالانکہ بعد میں ٹاٹا والوں نے ہم سے کہا، یہ کہیں لکھ کر نہیں دیا ہے مگر انہوں نے کہا ہے کہ ہم اس کی حتی الامکان کوشش کریں گے کہ جہاں Convertible Debenture بھی لئے جائیں گے تو جس Period میں وہ انٹریسٹ Barry ہوں گے تو وہ ہم اپنے دوسرے اسکیم میں رکھیں گے اور جب وہ قابل تبدیل ہوں گے تو اس کو اس میں لے لیں گے، تو یہ انہوں نے ہم کو ایک Assurance دیا ہے کہیں لکھ کر نہیں دیا ہے، تو اس کے اسکیم لاء کے مطابق وہ Convertible Debentures جو Rights کے طور پر ملیں اس میں لگا سکتے ہیں، جو کچھ وقت کے لئے انٹریسٹ بیرنگ ہوں گے اور اس میں انٹریسٹ آئے گی، اس کے بعد وہ شیئرز میں تبدیل ہو جائے گا، دوسرا جو ہے وہ تین سال کے بعد تبدیل ہونے کا ہے، تو یہ چونکہ معاملہ ایسا ہے کہ بہت دیر رک نہیں سکتا، ایک مرتبہ شروع کر دیئے Assets تو وہ جیسے Procedure میں آ گیا، اور پھر اس میں وقت کا بھی بہت لحاظ رکھنا پڑتا ہے، جب ہم مارکیٹ کی طرف جاتے ہیں جیسے اس وقت الیکشن قریب تھا، بجٹ کا زمانہ آ رہا تھا، مانسون کا زمانہ آ رہا تھا، یہ سب چیزیں مدنظر رکھتے ہوئے ایک Situation ایسا تھا کہ ہم کو ابھی جتنی جلدی ہو سکتا ہے

Marfat.com

اس کو نکالنا چاہئے کہ اس وقت ایسا لگ رہا تھا کہ یہ بہت صحیح کام ہے شیئرز میں انویسٹ کرنے کے لئے، ان کی اسکیم میں ایک چیز یہ تھی کہ تین سال کے بعد اگر وہ چاہیں تو دوسری جگہوں پر بھی لگا سکتے ہیں، مگر Existing Share Holders کو نوٹس دینا ہوگا، اس کے بعد وہ جب SEBI میں گیا تو سیبی والوں نے ان کو کافی دن تک Delay کیا، میرے خیال میں ایک مہینہ میں جو ان کو ہاں یا ناں کا جواب دینا تھا اس میں انہوں نے کچھ نہیں تو چار مہینے لگائے، اور اس درمیان کچھ Objection بھی اٹھائے، اس میں ایک Objection انہوں نے یہ کیا تھا، اس کی شاید ہمارے پاس کاپی بھی ہوگی، کہ اس کی جو Basic Scheme ہے اس میں آپ تبدیلی نہیں کر سکتے ہیں، تو اس وقت ہم کو یہ سمجھ میں آیا کہ اس کی Basic Scheme چونکہ Strategy یہی ہے کہ Equities میں ہی انویسٹ کرنا ہے تو اس سے ہمارا جو مسئلہ ہے وہ حل ہوگیا ہے، مگر فائنل جب ان کا پروسپیکٹس وغیرہ آیا ہے تو اس میں وہ تین سال کا پھر بھی تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو انہوں نے SEBI کو Convince کیا ہے یا اس کا انہوں نے جو مطلب لیا ہے کہ بیسک اسکیم میں ردوبدل نہیں کر سکتے، وہ کچھ اور ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ جو آپ نے تین سال کا دیا ہے وہ بھی انہوں نے بیسک اسکیم میں لے لیا ہو، بہرحال یہ کہ وہ تین سال تک تو نہیں جاسکتا، جہاں تک قاضی صاحب کا اندیشہ ہے کہ شروع میں وہ فنڈ ہمارے روپیوں سے بنائے گا اور پھر بعد میں وہ ہم کو نظر انداز کر دیں گے، الگ کر دیں گے، تو میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کچھ تو یہ ہے کہ Judgement کے حساب سے میں نہیں سمجھتا کہ یہ صحیح ہے، کیونکہ یہ جو گروپ ہے ٹاٹا والوں کا، ملک میں یہ سب سے معتبر گروپ سمجھا جاتا ہے، اور ایک مرتبہ جب انہوں نے ہمارے ساتھ میں یہ طے کیا ہے تو وہ اتنی آسانی سے اس کو تبدیل نہیں کریں گے، اس میں ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ یہ کس لئے آپ نے رکھا ہے تو انہوں نے یہ کہا کہ ہوسکتا ہے آئندہ چل کر گورنمنٹ کا قانون بدل جائے، کچھ ہو جائے، تو اس میں ہم کو تبدیلی کرنے میں سہولت ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ شروع کا جو پیریڈ ہے، ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ شروع کے دور میں جتنا منافع ہوگا وہ

Marfat.com

شاید بعد میں نہیں ہوگا، کیونکہ آج کل جو شیئر کی قیمتیں ہیں ایک سال کے اندر کا جو Period ہے یہ کم قیمت کا پیریڈ ہے، اور اس کے بعد ہوسکتا ہے تین سال کے بعد کا جو پیریڈ آئے گا وہ اتنا اچھا نہیں ہوگا سرمایہ کاری کے لئے جتنا کہ ابھی ہے، اور یہ Mutual Fund ہے وہ عام کمپنی سے مختلف ہے، یہ کوئی اپنا پروجیکٹ نہیں لگانے جارہی ہے، جو عام کمپنی ہوتی ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ اس کا پروجیکٹ لگتا ہے، فیکٹری لگتی ہے، Production شروع ہوتا ہے، جب جا کے منافع آتا ہے، جبکہ Mutual Funds میں یہ نہیں ہے، یہ تو مختلف کمپنیز کے شیئرز خریدتے ہیں جو چلتے کمپنیز ہیں، اس میں زیادہ منافع کا وقت وہ ہوتا ہے جب شیئر میں انویسٹ منٹ کرنے کا وقت صحیح ہوتا ہے۔

قاضی صاحب:

مجھے ان تفصیلات میں نہیں جانا ہے، مجھے صرف اتنی بحث ہے کہ ٹھیک تین سال پورا ہونے پر وہ اختیار لیتے ہیں کہ ہم اس پوری اسکیم کو تبدیل کردیں گے، تو شرعی طور پر تو ٹھیک ہے کہ تین سال میں ہم کو لینے کا اختیار ہوگا، لیکن اس طرح ہمارے وہ لوگ جو اس میں لگ چکے اور منافع ان کو مل رہا ہے، ان کو ایک طرح کی تحریص ہے کہ وہ تین سال کے بعد بھی اس میں کم ہی لوگ ہوں گے جو اسکیم کے بدلنے کے بعد پھر وہ اپنا نام واپس لیں، اس طرح ایک خطرہ میں ہم ڈال رہے ہیں لوگوں کو، اس لئے اب وہ بحث ختم کرنی چاہئے۔

کھٹکھٹے صاحب:

ایک اور چیز میں اگر آپ اجازت دیں تو کہنا چاہوں گا کہ دوسری بات یہ ہے کہ اسٹاک کا جو میوچیول فنڈ لانا تھا ہم اس کی کوشش قریب پانچ سال پہلے سے کررہے تھے، دوسرے کچھ اور میوچیول فنڈس سے ہم نے بات کی تھی، UTI سے تو نہیں کی تھی، اور لوگوں سے کہا تھا، مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں تھا کہ یہ Accept کرے کہ ہم صرف شیئرز میں لگائیں گے، وہ کہتے تھے کہ ٹھیک ہے Prospectus میں ہم لوگ دیں گے لوگ اسے پڑھ کر ہی لگائیں گے،

Marfat.com

پھر بھی یہ ہے کہ کل کو اگر شیئرز نیچے آ گئے تو ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم Fix Basis پر لگائیں، تو ہماری اسکیم میں نقصان ہوگا، نام ہمارا خراب ہوگا، تو پہلی مرتبہ ایک ایسی اسکیم ایک غیر مسلم گروپ اور اچھے بڑے گروپ نے اس کو Accept کیا ہے، تو کچھ حد تک تو ہم کو دھیرے دھیرے تبدیلی لانی چاہئے، اگر ہم یہ کہیں کہ ہم پوری طرح سے صحیح ہو کر کوئی اسکیم لائیں تو کبھی بھی یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔

قاضی صاحب:

بہر حال یہ گوارا کی حد تک ہی گوارا کیا جا سکتا ہے، اور آپ لوگوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے، جو آپ لوگ اس کاروبار میں ہیں ماشاء اللہ، کہ آپ کیوں نہیں ایسا Mutual Fund قائم کریں جس میں میوچیول فنڈ کو شرعی بنیادوں پر علماء کی رائے کے مطابق آپ چلائیں، جو اس میں تجارتی امکانات ہیں ان کو سامنے رکھیں، یہ آپ کے لئے تشفی بخش نہیں ہے جو ہوا، مگر آئندہ کے لئے آپ لوگوں کے لئے یہ چیلنج ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کی صلاحیتیں اس کی متحمل ہیں کہ ماشاء اللہ آپ دیندار بھی ہیں، تجارت کے اصولوں کو بھی سمجھتے ہیں، اس لئے آج ہی سے یہ بات دماغ میں دوڑائیے کہ دوسروں کا سہارا لینے کے بجائے کسی ایسے فنڈ کی آپ جلد سے جلد تشکیل کرنے کی کوشش کریں گے، اور اگر Multinational Companies یہاں آ رہی ہیں تو اس میں مسلمان ملکوں کی بھی کمپنیاں ہیں اور ایسے بھی لوگ ہیں جو ربا کو برداشت نہیں کرتے، تو ہو سکتا ہے کہ امکانات اس سلسلہ میں بڑھے ہوں، جلد سے جلد کچھ ایسی صورت نکلنی چاہئے کہ جو مسلمان اللہ اور رسول کا خوف نہیں رکھتا، اور جہاں چاہتا ہے ڈالتا ہے، اس کی ہم کو فکر نہیں ہے، لیکن جو علماء کی ہدایت کا منتظر رہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جہاں جائز ہو وہاں ہم لگائیں، ان کے لئے کوئی راستہ نکلنا چاہئے۔

عبدالعظیم اصلاحی صاحب:

ایک چیز کمپنی کے شیئرز کے سلسلہ میں، کمپنی کی حیثیت کے سلسلہ میں آئی ہے وہ کمپنی کا

Marfat.com

قانونی وجود بلکہ مستقل قانونی وجود ہے، اس بنیاد پر بہت سے لوگوں نے اسے ناجائز کہا ہے، یہ بہت ہی بدعت قسم کی شدت ہے جو ہمارے فقہاء کے یہاں بھی پائی گئی ہے، اور شیخ وہبہ زحیلی نے بھی سوال کا جواب دیتے ہوئے اس چیز کو بنیاد بنایا ہے کہ اس لحاظ سے یہ چیز اسلامی فقہ میں عجیب وغریب ہے، ان کی خدمت میں بھی کچھ عرض کرنا ہے، **ملاحظة لي إلى سعادة الدكتور وهبة الزحيلي ذكرت في إجابة السؤال التاسع عمل الشركة شخصية قانونية مستقلة وأنه لاتوجد في الفقه الإسلامي شخصية قانونية مستقلة، ففي رأيي أن المصطلح شخصية قانونية مستقلة جديدة، ولكن الفكرة ليست جديدة.....شخصية قانونية مستقلة و في خصوصية الإسلام أيضا و مثاله الوقف، فللوقف شخصية قانونيه مستقلة مثل الشركة، وهذا هو المستفاد من رأى سماحة الشيخ مولانا محمد تقي العثماني قاضي قضاة المحكمة الشرعية السابق لباكستان۔**

اس مختصر جملہ کے بعد ایک اور خاص چیز کی کمی مجھے جو یہاں محسوس ہوئی وہ میوچیول فنڈ کے بارے میں ہے، آخر میں اس کا ذکر آیا کہ میوچیول فنڈ خاص طور سے ٹاٹا کے سیکٹر کا جو میوچیول فنڈ ہے، ضرورت اس بات کی تھی ہم جانیں کہ میوچیول فنڈ کیا چیز ہے اور اس میں دوسری کمپنیوں میں کیا فرق ہے، اس سلسلہ میں بھی کچھ وضاحت آتی، اور بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں چند منٹ میں اس کی طرف بھی کوئی اشارہ کردوں، ایک تو کمپنی سوچ سمجھ کے براہ راست کسی پیداوار میں مشغول ہوتی ہے، جیسے کوئی چیز کپڑا یا مشینری وغیرہ پیدا کرتی ہے، اب تک جو گفتگو ہماری ہوئی ہے جو وضاحت ہوئی وہ ایسی ہی کمپنی کے بارے میں تھی، لیکن کچھ استثماری کمپنیاں یا سرمایہ کاری کی کمپنیاں ہوتی ہیں جو صرف براہ راست کسی پیداواری کام میں مشغول نہیں ہوتی ہیں، کوئی پیداواری کام نہیں کرتی ہیں، بلکہ وہ سرمایہ کار یا بچت کار کے درمیان اور پیداواری کرنے والی کمپنیوں کے درمیان ایک طرح سے وسیلہ کا کام کرتی ہیں، اس طرح کی کمپنیوں کو میوچیول فنڈ کہا

Marfat.com

جاتا ہے، یہ کوئی واقعی اور حقیقی پیداوار کا کام نہیں کرتی ہیں، بلکہ بچت کاروں سے پیسہ جمع کر کے اس کو ان کمپنیوں کے شیئرز میں یا ڈبینچرز میں استعمال کرتی ہیں، اب اس طرح کی کمپنیوں کے شیئرز کی کیا حیثیت ہوگی، اس سلسلہ میں بھی ہمیں غور کرنا چاہئے، اور مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی قاضی صاحب سے سن کر کہ یوٹی آئی نے بھی کوشش کی تھی کہ وہ اس طرح کا کوئی میوچیول فنڈ قائم کرنا چاہتے ہیں، جو مسلمانوں کے لئے Acceptable ہو، اب میں یہاں ایک اور بات ذکر کر دوں........ایک طرح کا میوچیول فنڈ Ethical Unit Trust کے نام سے قائم ہو جائے، آتھیکل یونٹ یعنی اخلاقی میوچیول فنڈ، یہ میوچیول فنڈ صرف ان چیزوں میں پیسہ لگاتا ہے جو اخلاقاً قابل قبول ہوں، یعنی حقیقی پیداوار ہو، ایسی پیداوار نہ ہو جو سماجی حیثیت یا اخلاقی حیثیت سے نقصان دہ ہو، جیسے شراب یا اس طرح کے ہوٹل، یہ بڑی اچھی چیز ہے کہ ہم بھی اس طرح کے آتھیکل یونٹ ٹرسٹ ہندوستان میں قائم کرنے کے لئے کوشش کریں، اور اس کے لئے فقہ اکیڈمی جو کہ پہلے بھی اس طرح کے (Intrest Free Banking) کے لئے کافی مجلسیں منعقد کرا چکی ہے، تو اس طرح کی کوشش کے لئے ہم جدوجہد کریں۔

شیئرز سے متعلق جس سطح پر گفتگو ہو رہی ہے ہمارے علماء اور ماہرین کے درمیان، ایک تو مسلم ماہرین معاشیات ہیں جو اس سلسلہ میں کافی غور وخوض کریں، جیسے ہمارے علماء اور اصحاب افتاء اور خاص طور سے علماء اور اصحاب افتاء ایک کثیر المیعاد قسم کا حل اس کے لئے نکالنا چاہتے ہیں، جو ضروری بھی ہے، اس وقت جو صورتحال ہے اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں، ہمارا کیا رویہ ہونا چاہئے، کہاں تک یہ صحیح ہے؟ اور اس وقت جو ہمارے سامنے بحثیں ہیں اس میں یہی چیز ہے کہ موجودہ صورتحال میں ہم کس طریقہ سے یعنی کہاں تک یہ اصول صحیح ہوگا، کہاں تک یہ ہمارے لئے قابل قبول ہے،........دسیوں قسم کے شیئرز ہیں تو ہم کس چیز کے اندر بحث کر رہے ہیں، اصل میں اس وقت جو ہمارے سامنے بحث کا مسئلہ ہے میرے خیال میں وہ Equity Shares ہیں، یعنی وہ شیئرز جو شرکت کی بنیاد پر ہیں، جن میں یعنی نفع نقصان میں دونوں میں

Marfat.com

آدمی شریک ہوتا ہے جس کا کوئی متعین نفع ملتا ہے، باقی اور دوسری طرح کے جو شیئرز ہیں، اس سلسلہ میں رائیں بہت واضح آچکی ہیں کہ وہ ناجائز ہیں، تو ایک تو ہمارے علماء اور اصحاب افتاء کی فکر کا اور غور کا میدان ہے یعنی موجودہ صورتحال میں وہ ہمارے اس ہندوستانی معاشرہ میں یا جہاں بھی جو معاشرہ پایا جاتا ہے، ایک طویل المیعاد حل اور جو خاص طور سے مسلم ممالک کے ماہرین معاشیات کر رہے ہیں، وہ یہ کہ موجودہ شیئر مارکیٹ کو، اس کے اعمال و وظائف کو کس طریقہ سے اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے اور اس سلسلہ میں وہ اپنی رائیں دے رہے ہیں، ریسرچ کر رہے ہیں اور جہاں ان کو اقتدار حاصل ہے، جو موقع حاصل ہے وہ اس طرح کی کوششیں کر رہے ہیں، اس لئے بجائے ہم افسردہ اور گھبرانے کے فاتقوا الله ما استطعتم کے طور پر فی الحال تو یہی ہمیں سمجھنا چاہئے صورتحال میں قیوم اختر صاحب نے بتایا کہ کوئی بھی سود سے بالکل پاک Alternative یا بدل نہیں حاصل ہے، تو ظاہر ہے کہ موجودہ صورتحال میں جو کمترین برائی کے طور پر اپنایا جاسکتا ہے اس کا حل کریں، لیکن بہرحال یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ہمیں اس کا ایک صحیح اور خالص اسلامی حل نکالنے کے لئے جدوجہد اور کوشش اور اس کے لئے گفتگو اور بحث جاری رکھنی ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب:

شكراً للأخ الكريم حول إثارة موضوع الشخصية الاعتبارية فى الفقه الإسلامى، الواقع أن الفقه الإسلامى قرر معانى وأصولاً وأحكام الشخصية الاعتبارية فى بعض الأحوال دونُ البعض الآخر، فقرر أن للدولة شخصية اعتبارية .... إن الإمام الحاكم إذا كان قد ولّى المؤظفين والقضاة والعمال والولاة و غير ذلك، ثم مات هذا الإمام أو....تظل ولاية هؤلاء قائمة، لأن الإمام لا يمثل شخصه، وإنما يمثل الدولة، وذلك باعتبار أن الدولة شخصية اعتبارية، هذا مقرر صراحة، كذلك قرروا أن لبيت مال

Marfat.com

المسلمين شخصية اعتبارية،ولذلك يقولون بيت المال وارث من لا وارث له، فهو يتملك ويملك، ويكون له الحقوق وعليه الالتزامات، كذلك أن المعاهدات تعقدها الدولة مع الأطراف فى خارج الدولة مع الدول غير الإسلامية قرروا أن للدولة شخصية اعتبارية، تظل هذه المعاهدات نافذة، حتى ولو تغيرت شخصية الدولة أو القائمون عليها......أو ثورة أو مشاكل ذلك تغير الدولة شخصية اعتبارية، وهذا مأخوذ من الحديث النبوى الصحيح"ذمة المسلمين واحدة يسعى بها أدناهم وهم يد على من سواهم"، فإذن هناك عدة أحكام فى الفقه الإسلامى أن للدولة شخصية اعتبارية، ولبيت المال شخصية اعتبارية، وكذلك ما ذكره صديقنا وأخونا الشيخ تقى العثمانى أن للوقف شخصية اعتبارية، وللمسجد شخصية اعتبارية، بدليل أن المسجد لله يوقف له ويكون مستحقا ومستحقا عليه، وكذلك نظام الوقف يكون أيضا مستحِقا و مستحَقا عليه، وناظر الوقف حينما يمارس صلاحياته على الأوقاف، إنما يمارسها لا بصفته الشخصية، وإنما باعتبار أن للوقف شخصية اعتبارية، هذا اصطلاح القانون الجديد إذن عرفه الفقه الإسلامى وإن لم يعرف له التسمية ، هذا الكلام فى هذه الأمور صريح و صحيح، ولا يمكن بأن الفقه الإسلامى سبق القوانين الوضعية فى تقرير الشخصية الاعتبارية، ولكن فى الأنظمة، أما العقود كالشركات، هذه عقد قائم على التراضى بين شخصين أو عدة أشخاص إلى هذا المفهوم، وهو إذا كان النظام أو التصرف قائما على عقد لم يقرروا له شيئا من معانى الشخصية الاعتبارية، و حينئذ حتى القانون ، القانون هو الذى أعطى للشخصية القانون الوضعى، هو الذى فرض للشركات المساهمة هذه الشخصية الاعتبارية، فهو إذن منح من الدولة و تقرير من

Marfat.com

الدولة للشركات المساهمة أن لها شخصية اعتبارية، وهنا يأتي السؤال، هل نقيس الشركات المساهمة على نظام الدولة أو بيت المال أو المسجد أو الوقف أو ما شاكل ذلک، الحقيقة هذا يحتاج إلى.....، هل نقيس الشركة على هذه الأنظمة، نحن نقرّر أن شركة الزاد هى عقد يقوم على التراضى، فإدارة الشركة بمثابة الوكلاء، والمساهمون بمثابة المؤكلين، فمن الصعب إلى الآن بحسب الأحكام الفقهية المقررة لدينا لانجد أثرا لهذا القرار، وهو إعطاء شخصية اعتبارية للدولة، و مع ذلک نحن إذا أردنا أن نقرر للشركة المساهمة شخصية اعتبارية، و تمنح الدولة هذا الوصف لهذه الشركات، أنا معک لا مانع من أن نعطى لهذه الشركة شيئا من الشخصية الاعتبارية، وهذا يكون تطورا جديدا فى مفهوم الشركات فى الفقه الإسلامى، لكن الشركات بحسب ما ذكرته فى بحثى، بحسْب ما قرره الفقهاء السابقون لم يشيروا لا عن قريب ولا عن بعيد إلى الشركة القائمة على التراضى، فإذن هناک ..... وهو الدولة و بيت المال والوقف و بين العقود التى يحدث فيها قيام الشركة بما على التراضى بين طرفيه؛........لا يعرف شخصية اعتبارية للشركة فقط، وإنما هى شراكة كنظام القانون البريطانى للشركات، فالواقع الفقه الإسلامى أقرب إلى القانون البريطانى باعتبار أن الشركة هى شراكة تقوم على الوكالة والأمانة ، هذا ما قررته ولا التباس بين هذا المفهوم وبين المفاهيم الأخرى، و شكراً.

قاضی صاحب:

خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ بات کہی تھی کہ شرکت کے باب میں کسی شخصیت اعتباری، شخصیت قانونی کا کوئی تصور شریعت اسلامی میں نہیں ملتا ہے اور ہمارے ڈاکٹر عبدالعظیم

Marfat.com

اصلاحی صاحب نے یہ اظہار فرمایا کہ وقف کی صورت میں شخصیت اعتباری پائی جاتی ہے، ان کا یہ کہنا صحیح ہے کہ شریعت اسلامی میں اس کے نظائر موجود ہیں اور شیخ کا کہنا یہ ہے جو ان کی عبارت میں ہے کہ بعضے شرکت میں نہیں پایا جاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پارٹنرشپ میں کسی شخصی کسی قانونی شخصیت کا تصور شرع اسلامی میں نہیں موجود ہے، یہ بھی صحیح ہے، اور شریعت میں شخصیت قانونی کے اور بہت سے نظائر ہیں یہ بھی درست ہے، اب وقت بہت ہوگیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ پر کئی حیثیت سے اچھی خاصی بحث ہو چکی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو کمیٹی بنادی جائے، ابھی ہمارے پاس دو بہت اہم مسئلے اور ہیں جن پر زیادہ بحث تو نہیں ہوئی ہے، لیکن جو کچھ پچھلی بحثیں ہو چکی ہیں ان کو سامنے رکھ کر کچھ اس پر آپ کو فیصلے کرنے ہیں، اور اب نماز کا وقت بھی ہو رہا ہے جو ٹائم مقرر ہے، اس لئے اب اس بحث کو یہیں ختم کر کے........

ایک آواز:

ایک درخواست یہ ہے کہ ماہرین معاشیات نے جو تقریریں اس سلسلہ میں کی ہیں ان کا خلاصہ تیار کر کے بھیج دیا جائے تمام شرکاء حضرات کے پاس۔

قاضی صاحب:

اچھا مشورہ ہے، اس سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ آپ حضرات کو بیٹھا کر جو ماہرین ہیں ان کے ساتھ ایک آدھ کا آپس میں مکالمہ کرایا جائے، تو مسئلہ کے فہم میں زیادہ سہولت ہوگی، انشاء اللہ دونوں باتوں پر ہم لوگ غور کریں گے، اس سلسلہ میں شیئرز کے جتنے مسائل آئے ہیں، ہم نے یہ بھی تیار کرالیا ہے کہ کتنے مسائل پر سبھی مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے، اور کن مسائل پر اختلاف ہے، یہ بھی کمیٹی کو دے دیں گے، اور جو ساری بحثیں ہوئی ہیں، اور شیخ کا مقالہ اس میں ایک کلیدی مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے، تو اس پر بحث کرنا بھی انشاء اللہ کافی آسان ہوگا، اور جلد ہی اس نتائج تک ہم لوگ پہنچ سکیں گے، اور اس کے باوجود اگر کچھ چیزیں واضح نہیں ہیں تو ہم اسے اگلے سمینار کے لئے جس میں ایک Special Session اس مسئلہ پر ہو، رکھنا چاہیں گے انشاء اللہ، کمیٹی

Marfat.com

کے ارکان کے نام ہیں:

مولانا سید جلال الدین عمری صاحب، مولانا اختر امام عادل صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مفتی جنید عالم ندوی، مفتی اسماعیل صاحب گجرات، جناب ایم ایچ کھٹکھٹے صاحب، جناب احسان الحق صاحب، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب، مفتی محبوب علی وجیہی صاحب، مولانا بدر احمد مجیبی صاحب، مفتی نسیم احمد قاسمی صاحب، مولانا قاضی عبدالاحد ازہری صاحب، مفتی عبداللہ پٹیل صاحب ہانسوٹ، مولانا شفیق الرحمٰن ندوی صاحب لکھنؤ، مفتی نیاز احمد صاحب بنارس۔

جن حضرات کے نام اس کمیٹی میں ہیں میں ان حضرات سے خصوصیت سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی کو اپنا کام بعد نماز عصر شروع کر دینا چاہئے، اس کے کنوینر ہو جائیں گے مولانا عتیق احمد صاحب، بعد عصر یہ کمیٹی بیٹھے اور کچھ کام کرے، جتنا بھی کر سکے، تو کل ذرا آسانی ہو جائے گی، اب اسی کے ساتھ جلسہ کے اختتام کا اعلان کرتا ہوں۔

☆☆☆

Marfat.com

دوسرا حصہ:

کمپنی وحصص کمپنی

Marfat.com

Marfat.com

سوالنامہ:

کمپنی و حصص کمپنی

۱- کیا کسی کمپنی کے قیام کی ایسی اسکیم بنا کر جس میں کاروبار کے لئے سود پر قرض لینا شامل ہو، اجرت حاصل کی جاسکتی ہے؟

۲- کیا کسی کمپنی کو کسی مالیاتی ادارے سے سودی قرض دلانے میں مدد کر کے اجرت حاصل کی جاسکتی ہے؟

۳- کیا کسی کمپنی کے سودی قرض تمسکات کے اجراء سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کی جاسکتی ہے؟

۴- کیا کسی کمپنی کے حصص سے منسلک قرض تمسکات کے اجراء سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کی جاسکتی ہے؟

۵- کیا کسی کمپنی کے قابل تبدیل (کلی و جزوی طور پر) سودی قرض تمسکات کے اجراء سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کی جاسکتی ہے؟

۶- کیا کسی کمپنی کے صفر سود کی در پر قرض تمسکات کے اجراء سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کی جاسکتی ہے؟

۷- کیا کسی ایسی کمپنی میں سرمایہ کاری کر کے اس کے قیام میں مدد دی جاسکتی ہے جس کے قیام کی اسکیم میں کاروبار کے لئے سودی قرض لینا شامل ہو؟

۸- کیا کسی ایسی کمپنی کے حصص میں سرمایہ کاری کی جاسکتی ہے جو پہلے ہی سے کاروبار میں سود پر لئے قرض کا استعمال کر رہی ہو؟

Marfat.com

۹- کیا حصص سے منسلک قرض تمسکات اس نیت کے ساتھ کمپنی سے یا بازار سے خریدے جاسکتے ہیں کہ تمسکات تحویل میں آنے کے بعد جتنی جلد ممکن ہو، فروخت کر دیئے جائیں؟

۱۰- کیا قابل تبدیل قرض تمسکات اس شرط کے ساتھ خریدے جاسکتے ہیں کہ حصص میں تبدیل ہونے تک انہیں اپنے پاس روکا جائے اور تبدیلی کے بعد اگر کوئی نا قابل تبدیل اجزاء باقی رہ جائیں تو انہیں جلد از جلد فروخت کر دیا جائے؟

۱۱- اگر قابل تبدیل سودی قرض تمسکات اس نیت سے خریدے جائیں کہ انہیں حصص میں تبدیل کرنے کے وقت تک اپنے پاس روکا جائے اور نا قابل تبدیل اجزاء کو جلد از جلد فروخت کر دیا جائے، لیکن ان میں مضمر حصص کی قیمت میں اضافہ کے سبب تبدیلی سے پہلے ہی ان کی قیمت میں بھی اضافہ ہو جائے، تو کیا انہیں تبدیلی سے پہلے ہی فروخت کر کے منافع حاصل کیا جاسکتا ہے؟

۱۲- کیا صفر سود کی در پر جاری ہوئے قابل تبدیل قرض تمسکات کمپنی سے یا بازار سے خریدے جاسکتے ہیں؟

۱۳- کیا کمپنی سے ملے بطور حق حصص سے منسلک قرض تمسکات، قابل تبدیل قرض تمسکات یا صفر سود کی در پر قرض تمسکات کی پیشکش کو فروخت کر کے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے؟

۱۴- قابل تبدیل قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرتے وقت کمپنی کچھ اضافی قیمت لیتی ہے جبکہ قرض تمسکات پر سود ادا کرتی ہے، کیا سود کی رقم کو کمپنی سے وصول کی گئی اضافی قیمت کی روم سے منہا کر کے حصص پر آئی لاگت کو کم کیا جاسکتا ہے، تاکہ سود پر جاری ہوئے قرض تمسکات نتیجے کے اعتبار سے صفر سود پر جاری کئے سمجھے جائیں۔

۱۵- کیا جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کے حصص میں تبدیلی کے بعد نا قابل تبدیل اجزاء کی فروخت پر حاصل ہوئی اضافی قیمت حصص پر کمپنی کے ذریعہ حاصل کی گئی اضافی قیمت سے منہا کر کے حصص کی لاگت کو کم کیا جاسکتا ہے؟

Marfat.com

۱۶- کیا جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کے حصص میں تبدیل ہو جانے کے بعد نا قابل تبدیل اجزاء کی فروخت پر ہوئے نقصان کی تلافی ان پر واجب سود سے کی جاسکتی ہے؟

۱۷- اگر سوال نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶ کا جواب نفی میں ہو تو قرض تمسکات پر ملے سود اور ان کی فروخت سے ہوئے منافع کا جائز مصرف کیا ہے؟

۱۸- کیا حصص کی بغیر انہیں اپنے نام منتقل کرائے اجناس بازار کی طرح خرید وفروخت سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے؟

۱۹- قابل تبدیل قرض تمسکات میں مضمر حصص کی وجہ سے ان کی قیمتوں میں بھی ان کے حصص کی قیمتوں کے موافق اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، کیا اس حقیقت کی بنیاد پر ان کی بغیر انہیں اپنے نام منتقل کرائے اجناس بازار کی طرح خرید وفروخت سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے؟

نوٹ: حصص سے مراد ہر جگہ برابری کے حصص اور قرض تمسکات سے مراد سودی قرض تمسکات ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

کمپنی کے حصص میں سرمایہ کاری
تعارف-طریقہ کار

جناب احسان الحق☆

کمپنی میں حصص کے ذریعہ سرمایہ کاری اسلامی طریقہ مشارکت کے مثل ہے، سرمایہ کاری کا اس سے زیادہ آسان، قابل اعتماد اور کچھ نقصان کے خطرے کے ساتھ انتہائی منافع بخش کوئی دوسرا طریقہ شاید ہی موجود ہو۔

چونکہ تجارت میں سود کا رواج اس قدر عام ہو گیا ہے کہ اس کی گرد سے بچنا مشکل ہی ہو گیا ہے، اس لئے حصص میں سرمایہ کاری کے کچھ جائز فوائد حاصل کرنے کی غرض سے سرمایہ کار کو کبھی کبھی بادل ناخواستہ سودی معاملات میں ملوث ہونا پڑتا ہے، ساتھ ہی سود سے دستبرداری و سودی معاملات سے خلاصی کی راہیں بھی کھلی ہونے کے سبب سرمایہ کار کو یہ موقع حاصل رہتا ہے کہ وہ سرمایہ کاری کا جائز منافع لے کر سود سے سبکدوش ہو سکے اور سودی معاملات سے دستبردار ہو جائے۔

اس طرح کے ناپسندیدہ سودی معاملات سیکولر ممالک میں قدم قدم پر پیش آتے ہیں، مثال کے طور پر اگر کوئی شخص سرکاری تعمیرات کا کام انجام دینے کا ٹھیکہ لینا چاہتا ہے تو اسے متعلقہ

☆ پنجاب نیشنل بینک، نئی دہلی۔

Marfat.com

محکمہ میں کسی بینک کے ذریعہ جاری شدہ ایک متعینہ رقم کی میعادی رسید بطور ضمانت رہن رکھنی پڑتی ہے، ایسی صورت میں جو ٹھیکیدار صرف تعمیری کام میں دلچسپی رکھتا ہے اور جس کا بینک کی میعادی رسید میں سرمایہ کاری کا کوئی ارادہ نہ ہو اسے بھی اپنی تعمیرات کی ٹھیکہ داری جیسے جائز مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بادل ناخواستہ بینک میں ایک خاص مدت کے لئے ایک طے شدہ سود کی در پر جمع کر کے رسید حاصل کرنی ہوتی ہے جس کو وہ ٹھیکہ داری کی شرائط کے مطابق امور انجام دینے کی ضمانت کے طور پر متعلقہ محکمہ کے پاس رہن رکھ سکے، ٹھیکیداری کا کام معاہدہ کی شرائط کے مطابق تکمیل کو پہنچنے پر سرکاری محکمہ یہ رسید ٹھیکیدار کو واپس دے دیتا ہے، اب ٹھیکیدار کو یہ موقع حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی اصل رقم مع سود بینک سے واپس لے لے اور اصل کو اپنے پاس روک کر سود کو بغیر ثواب کی نیت کے کسی مسکین کو دے دے۔

یہاں اگر ٹھیکیداری جیسے جائز کام پر اس لئے پابندی عائد کر دی جائے کہ اس کی شرائط کے مطابق ٹھیکیدار کو سودی معاملہ میں ملوث ہونا پڑتا ہے تو کیا ایک جائز فعل کو ناجائز قرار دینے کے مترادف نہ ہوگا؟

اس کی ایک اور مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک عالم دین کو کسی یونیورسٹی میں دینیات کی تعلیم دینے کے لئے ملازمت کی پیش کش کی جائے تو کیا وہ عالم دین محض اس وجہ سے دینیات کی تعلیم دینے کی ملازمت کو ناجائز سمجھ کر اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دے کہ یونیورسٹی کے اصول وضوابط کی رو سے ہر ملازم کی تنخواہ میں سے کچھ حصہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع ہوتا ہے جس پر ایک مقررہ در سے سود واجب ہوتا ہے؟

اسی طرح کا معاملہ ایسی اشیاء کی خریداری میں پیش آتا ہے جن کی طلب ان کی رسد سے بہت زیادہ ہوتی ہے جیسے کار، اسکوٹر وغیرہ، ان اشیاء کو فروخت کرنے والے خریداروں سے کچھ کم رقم پیشگی لے کر ان کا نام منتظرین کی فہرست میں درج کر لیتے ہیں اور جب ان کی مدت انتظار ختم ہو جاتی ہے تب وہ اس پیشگی رقم کو مع اس پر واجب سود کے اس کی قیمت فروخت سے

Marfat.com

منہا کر دیتے ہیں، کیا یہ مناسب ہوگا کہ اسکوٹر کی خرید وفروخت کو صرف اس وجہ سے ناجائز ٹھہرایا جائے کہ اس کی خریداری میں سودی معاملہ میں ملوث ہونا پڑتا ہے؟ یا اسکوٹر کے خریدار کو اس شرط کے ساتھ اسکوٹر خریدنے کے لئے پیشگی رقم جمع کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ اگر اس پر کوئی سود کمپنی یا فروخت کنندہ سے ملے تو اسے بغیر نیت ثواب کے کسی مسکین کو دے دیا جائے؟

فی زمانہ ایسی کمپنیوں کا فقدان ہے جو صرف سرمایہ حصص پر انحصار کرتی ہوں اور سودی قرض پر سرمایہ حاصل کرنے سے مکمل اجتناب کرتی ہوں، اس کی چند وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حصص میں سرمایہ کاری میں مسلمانوں کا رجحان کم ہے، اگر مسلمانوں میں یہ رجحان عام ہوجائے اور کسی بھی کمپنی کے حصے داروں کی حیثیت میں ان کی اکثریت ہوجائے تو ان کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ وہ اس کمپنی کے آئین وضوابط میں ترمیم کر کے اس کے معاملات کو مکمل طور پر سود سے پاک کردیں۔

اس راہ میں سودی معاملات پر مطلقاً پابندی کے معنی سرمایہ کار کے لئے نہ صرف جائز منافع سے محرومی بلکہ اصل سرمایہ میں خسارے کے بھی ہوں گے، لہذا علماء کرام سے گذارش ہے کہ ملکی حالات میں مسلمانوں کی بے بسی کے پیش نظر شریعت کے بنیادی اصولوں میں بغیر کوئی سمجھوتہ کئے ہوئے جس قدر رعایت ممکن ہو منسلک سوالنامے کا جواب دیتے وقت عطا فرمائیں۔

☆☆☆

Marfat.com

کمپنی میں سرمایہ کاری

[اس مضمون میں کمپنی کے حصص میں سرمایہ کاری پر بحث کی جارہی ہے، یہاں کمپنی سے مراد محدود ذمہ داری والی عوامی کمپنی (Public Limited Company) ہے اور حصص (Shares) سے مراد برابری کے حصص (Equity Shares) ہیں۔ حصص میں سٹہ بازی کو غیر شرعی مان کر خارج از بحث رکھا گیا ہے (احسان الحق)]۔

کمپنی کی تعریف:

قانون کی نظر میں کمپنی ایک شخص ہے جو کہ اپنے اراکین سے الگ اپنی ایک مستقل وراثت رکھتی ہے، یہ اپنی مشترکہ مہر (Stamp) کا استعمال دستخط کے لئے کرتی ہے۔

کمپنی کی اہم خصوصیات:

۱- کمپنی اپنے اراکین سے الگ اپنا لگاتار چلتے رہنے والا مستقل وجود رکھتی ہے، کمپنی کے اراکین کے جلدی جلدی بدلتے رہنے سے کمپنی کے وجود پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اپنے کسی رکن کی موت، دیوالیہ پن یا جنون کی وجہ سے کمپنی ختم نہیں ہوجاتی، یہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ اسے باضابطہ طور پر ختم نہ کردیا جائے۔

۲- کمپنی کا رجسٹرار آف کمپنیز کے پاس رجسٹریشن کرانا ضروری ہوتا ہے، کمپنی کا رجسٹریشن سرٹیفیکٹ کمپنی کے لئے سند پیدائش کے ہم معنی ہے، اس کے بعد ہی کمپنی کا وجود عمل میں آتا ہے۔

۳- کمپنی کا رجسٹریشن ہونے کے بعد جب کمپنی سرمایہ حصص کی فراہمی سے متعلق امور

Marfat.com

بخوبی انجام دے لیتی ہے تب رجسٹرار کی طرف سے کمپنی کے حق میں کاروبار شروع کرنے کا سرٹیفیکٹ جاری کردیا جاتا ہے، کمپنی کے لئے یہ سند بلوغت (Maturity Certificate) کے ہم معنی ہے، اس کے بعد کمپنی کاروبار شروع کرسکتی ہے۔

۴-اب کمپنی ایک قانونی شخص کی حیثیت میں اپنے اراکین سے و دیگر اشخاص سے معاہدہ کرسکتی ہے، اثاثوں کی خرید وفروخت کرسکتی ہے، اپنے منتظمین اور کارکنوں کا تقرر کرسکتی ہے، غرض وہ سارے کام جنہیں یہ اپنے آئین وضوابط کی رو سے کرنے کی مجاز ہو، کرسکتی ہے۔

۵-کمپنی کے بااختیار ملازمین کمپنی کی جانب سے دستخط کرتے وقت کمپنی کی مشترکہ مہر کا استعمال کرتے ہیں۔

کمپنی کے حصے دار (Share Holders of Company):

کمپنی کے اراکین کو کمپنی کا حصہ داو کہا جاتا ہے، یہ کمپنی کے نفع ونقصان میں اپنے حصوں کی تعداد کی نسبت سے برابر کے شریک ہوتے ہیں، ان حصہ داروں کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱-ترقی دینے والے (Promoters)

دراصل یہ کمپنی کے بانی ہوتے ہیں، کمپنی کے قیام کی اسکیم مرتب کرکے اسے رجسٹرار کے پاس رجسٹر کراتے ہیں، حصص کے الاٹ منٹ کا ایک حصہ ان کے لئے محفوظ ہوتا ہے، یہ کمپنی کے ابتدائی حصے دار ہوتے ہیں۔

۲-دیگر حصے دار (Other Share Holders)

یہ کمپنی سے باہر کے لوگ ہوتے ہیں، کمپنی کی اسکیم مرتب کرنے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، حصص کے الاٹ منٹ میں بھی ان کا کوئی حصہ محفوظ نہیں ہوتا ہے۔

۳-کمپنی کے امور پر ضبط (Control over affairs of Company)

کمپنی کے جملہ معاملات میں نظم وضبط رکھنے کے لئے ہدایت کاروں کی انجمن کی تشکیل

Marfat.com

حصے داروں کے ذریعہ کثرت رائے سے کی جاتی ہے، کمپنی کی پالیسی سے متعلق اہم فیصلے بھی حصہ داروں کی کثرت رائے سے طے پاتے ہیں، حصے داروں کی رائے کا وزن ان کے نام پر حصوں کی تعداد پر موقوف ہوتا ہے، رائے دہندگی کا یہ حق قابل تبادلہ ہوتا ہے۔

۴- کمپنی کا سرمایہ حصص (Company's Share Capital)

کمپنی کے سرمایہ حصص کو ایک حصے کی مصروحہ قیمت والے کل حصوں کی تعداد سے منقسم کر کے بیان کیا جاتا ہے، سرمایہ حصص کی حسب ذیل قسمیں ہیں:

۱- منظور شدہ سرمایہ (Authorised Capital)

اس کی تصریح کمپنی کے آئین میں کی جاتی ہے، یہ سرمایہ حصص کی زیادہ سے زیادہ حد ہے، جس سے زیادہ سرمایہ کے حصص کا اجراء کمپنی اپنے آئین میں ترمیم کئے بغیر نہیں کر سکتی۔

۲- جاری شدہ سرمایہ (Issued Capital)

منظور شدہ سرمایہ کے جس حصے کی سرمایہ کاری کی پیش کش کمپنی کے ذریعہ عوام کو یا خواص کو دیا جاتا ہے وہ کمپنی کا جاری شدہ سرمایہ (Issued Capital) کہلاتا ہے۔

۳- پیشکشی سرمایہ (Subscribed Capital)

جاری شدہ سرمایہ میں سرمایہ کاری کی پیشکش کے جواب میں جس قدر سرمایہ کاری کی پیشکش طالبان حصص کرتے ہیں اسے پیشکشی سرمایہ کہا جاتا ہے، اگر یہ پیشکشی سرمایہ جاری شدہ سرمایہ کے مساوی ہو تو اسے مکمل پیشکشی، اور اگر کم ہو تو اسے ناقص پیشکشی، اور اگر زیادہ ہو تو زائد پیشکش کہا جاتا ہے۔ انہیں انگریزی میں بالترتیب مکمل پیشکشی (Fully Subscribed) ناقص پیشکشی (Under Subscribed) زائد پیش کشی (Over Subscribed) کہا جاتا ہے۔

۴- ادا شدہ سرمایہ (Paid-up Capital)

پیش کشی سرمایہ کا وہ حصہ جو کمپنی کی طلب کے عین مطابق کمپنی کو ادا کر دیا جاتا ہے، ادا

Marfat.com

شدہ سرمایہ کہلاتا ہے، چونکہ کمپنی جاری شدہ سرمایہ سے زیادہ سرمایہ طالبان حصص سے طلب نہیں کرسکتی، اس لئے اداشدہ سرمایہ جاری شدہ سرمایہ سے کبھی تجاوز نہیں کرسکتا۔

حصہ (Share):

حصہ کمپنی کے سرمایہ کا غیر منقسم قلیل ترین جز ہے، یہ عام طور پر دس روپے کا ہوتا ہے، کچھ کمپنیوں کا حصہ ایک سو روپے کا بھی ہوتا ہے، بعض کمپنیوں میں کچھ حصے دس روپے والے ہوتے ہیں اور سو روپے والے بھی ہوتے ہیں، کمپنی کا جاری پیش کشی اور اداشدہ سرمایہ حصص ایک خاص تعداد کے برابری یا ترجیحی حصص پر منقسم ہوتا ہے، ہر قسم کے حصے کی رقم کی بھی تصریح کردی جاتی ہے، حصے کی یہ مصرحہ رقم حصے کی قدر عرفی (Face Value) کہلاتی ہے، مثال کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ABC کمپنی کے جاری، پیش کشی اور اداشدہ ۶ کروڑ روپے کے سرمایہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۰۰ روپے قدر عرفی والے ۳ لاکھ ترجیحی حصص	Rs. 3,00,00,000
۱۰ روپے قدر عرفی والے ۳۰ لاکھ برابری حصص	Rs. 3,00,00,000
	RS. 6,00,00,000

حصص دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱- ترجیحی حصص (Preference Shares)

جب تک کمپنی جاری رہتی ہے ان پر ایک طے شدہ در سے منافع واجب ہوتا رہتا ہے، اور جب کمپنی بند ہوجاتی ہے تو اثاثوں کی تقسیم میں بھی انہیں ترجیح دی جاتی ہے۔

۲- برابری کے حصص (Equity Shares)

جب تک کمپنی جاری رہتی ہے یہ نفع ونقصان میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، اور کمپنی کے بند ہونے پر جو کچھ اثاثے باقی رہ جاتے ہیں ان پر مساوی طور سے تقسیم کردیئے جاتے ہیں، دراصل ان کی حیثیت کمپنی میں برابر کے شرکاء کی طرح ہوتی ہے۔

Marfat.com

اسناد حصص(Share Certificates)

کمپنی اپنے حصص ایک متعین تعداد کی اسناد میں جاری کرتی ہیں، جیسے کوئی کمپنی اپنے سرمایہ حصص میں ۲۰۰۰ روپئے سے سرمایہ کاری کرنے والے شخص کے حق میں دس دس روپئے والے سو سو حصص کی دو سندیں جاری کرے، اگر کمپنی کا حصہ سو روپئے والا ہے تو دس دس حصص کی دو سندیں جاری کرے، چونکہ یہ اسناد قابل تبادلہ ہوتی ہیں، لہذا انہیں آسانی سے خریدا اور بیچا جا سکتا ہے، ان کو رہن رکھ کر ان پر قرض بھی لیا جا سکتا ہے۔

حصص حاصل کرنے کے طریقے:

حصص دو ذرائع سے حاصل کئے جا سکتے ہیں:

۱-اجراء حصص کے وقت براہ راست کمپنی سے۔

۲-جن لوگوں کے حق میں کمپنی سے حصص جاری ہو چکے ہوں ان سے خرید کر۔

براہ راست کمپنی سے حصص اجراء کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱-عمومی اجراء(Public Issue)

ہر کمپنی اپنے رجسٹریشن کے بعد کاروبار کے لئے سرمایہ حصص جمع کرنے کی غرض سے عوام کو سرمایہ کاری کی کھلی پیش کش کر سکتی ہے، ایک موجودہ کمپنی بھی اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے عوام کو سرمایہ کاری کی کھلی پیش کش دے سکتی ہے۔

۲-برابری کے حصص سے منسلک قرض تمسکات کا اجراء (Issue of Equity Linked Debentures)

کمپنیاں اپنے کاروبار میں سرمایہ حصص کے علاوہ سرمایہ قرض کا بھی استعمال کرتی ہیں، سرمایہ قرض بھی سرمایہ حصص کی مانند قرض تمسکات کے اجرا سے حاصل کرتی ہیں، یہ قرض تمسکات بھی عام طور سے قابل تبادلہ ہوتے ہیں اور اسناد حصص کی طرح خرید ے بیچے جا سکتے ہیں، سرمایہ قرض پر کمپنی ایک طے شدہ در سے سود ادا کرتی ہے، کمپنی اپنے حصص کا اجراء قرض تمسکات سے

Marfat.com

منسلک کر کے بھی کرتی ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو شخص صرف حصص میں سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے اسے کمپنی کے حصص کے ساتھ قرض تمسکات بھی لازما بادل نخواستہ لینے پڑتے ہیں، ایسی صورت میں کمپنی اسناد حصص اور اسناد قرض تمسکات الگ الگ جاری کرتی ہے، جو شخص صرف سرمایہ حصص میں دلچسپی رکھتا ہو اس کے لئے اس بات کی گنجائش رہتی ہے کہ وہ اسناد حصص کو اپنے پاس روک کر (اسناد قرض) قرض تمسکات فروخت کردے، عام طور پر حصص اپنی قیمت اجراء سے زائد قیمت پر بازار میں فروخت ہوتے ہیں، اور قرض تمسکات بازار میں اپنی قیمت اجراء سے کم قیمت پر فروخت ہوتے ہیں، لیکن دونوں کی مجموعی قیمت بازار میں ان کی مجموعی قیمت اجراء سے زائد ہوتی ہے، اس طرح حصص بازار سے خریدنے کے بجائے براہ راست کمپنی سے کم قیمت پر حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

۳-قابل تبدیل قرض تمسکات کا عوامی اجراء (Public Issue of Convertible Debentures)

کمپنی اس طرح کے بھی قرض تمسکات جاری کرتی ہے جو کہ ایک خاص مدت تک قرض تمسکات کی شکل میں رہتے ہیں، اور اس کے بعد جزوی طور پر یا کلی طور سے اجراء کی شرائط کے مطابق حصص میں تبدیلی کردیئے جاتے ہیں، قرض تمسکات کا جو حصہ حصص میں تبدیل کردیا جاتا ہے کمپنی کی طرف سے اس پر سود کا وجوب بند ہوجاتا ہے، اور وہ کمپنی کے نفع ونقصان میں برابر کا شریک ہوجاتا ہے، باقی حصہ قرض کی صورت میں برقرار رہتا ہے اور اس پر سود ادا کرنا واجب ہوتا رہتا ہے، اب جو شخص کمپنی کے صرف سرمایہ حصص ہی میں سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے وہ قرض تمسکات کی حصص میں تبدیلی کے بعد حصص اپنے پاس روک سکتا ہے، اور قرض تمسکات کا اگر کوئی جز یا اجزاء باقی رہ گئے ہوں تو انہیں بازار میں فروخت کرسکتا ہے، عام طور پر بازار سے حصص خریدنے کے بجائے اگر قابل تبدیل قرض تمسکات کمپنی سے لے کر انہیں حصص میں تبدیل کرایا جائے تو حصص مقابلۃ کم قیمت پر حاصل ہوجاتے ہیں۔

Marfat.com

۴۔ حصص و قرض تمسکات کا ان کی قدر عرفی پر یا کم و بیش پر اجراء (Issue of Shares at par, premium or discount)

عام طور پر کمپنی اپنے قیام کے فورا بعد اپنے حصص و قرض تمسکات کا اجراء ان کی قدر عرفی ہی پر کرتی ہے، ایسے اجراء کو برابری پر اجراء (Issue at par) کہا جاتا ہے، مثال کے طور پر کوئی کمپنی اپنے دس روپے والے حصص کا اجراء اگر دس روپے ہی میں کرے تو وہ برابری پر اجراء کہا جائے گا۔

پہلے ہی سے موجود مالی طور پر مستحکم کمپنی کے حصص کی بازاری قیمت ان کے قدر عرفی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کمپنی ہر سال اپنے منافع کا ایک حصہ اپنے پاس جمع کرتی رہتی ہے اور اسے اپنے محفوظ سرمایہ میں رکھتی ہے، اس سے مزید اثاثے خریدتی ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ کچھ اثاثوں کی اصل قیمت میں بھی اضافہ ہو چکا ہوتا ہے، کمپنی کی مالیت کے اس اضافہ کے اصل حق دار کمپنی کے موجودہ حصہ دار ہی ہوتے ہیں، لہذا یہ بات حق و انصاف کے خلاف سمجھی جاتی ہے کہ کمپنی کا نیا سرمایہ کار اپنے حصے کی قیمت تو پرانی ہی در سے ادا کرے لیکن اثاثوں میں برابر کا شریک ہو جائے، پرانے حصے داروں کے مفاد کی حفاظت کے پیش نظر یہ مناسب سمجھا جاتا ہے کہ کمپنی اپنے نئے حصہ داروں کو حصص کچھ زائد قیمت پر جاری کرے تاکہ یہ زائد قیمت کمپنی اپنے منافع میں شامل کر کے اس میں پرانے حصہ داروں کو شریک کرے، اس طرح حصص کے اجراء کو برابری سے اوپر اجراء یا اضافی قیمت پر اجراء (Issue at a premium) کہا جاتا ہے، اسی طرح کچھ مخصوص حالات میں حصص و قرض تمسکات کا اجراء برابری سے کم پر بھی کیا جاتا ہے جو کہ منہائی پر اجراء (Issue at a discount) کہا جاتا ہے۔

مالی طور پر مستحکم کمپنی اپنے ذریعہ جاری کئے گئے قابل تبدیل قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرتے وقت حصص کی قیمت ان کی قدر عرفی سے زیادہ وصول کرتی ہے، یعنی حصص کا اجراء (Issue at a premium) اضافی قیمت پر کرتی ہیں۔

Marfat.com

قرض تمسکات کے حصص میں تبدیلی کے بعد اگر عام حالات یکساں رہیں تو حصص کی رسد میں اضافہ ہونے کے سبب بازار میں ان کی قیمت کچھ کم ہو جاتی ہے لیکن یہ گری ہوئی بازاری قیمت بھی حصص کی قیمت اجراء (قدر عرفی +اجراء پر اضافی قیمت Face Value+Premium on Issue) سے زائد ہی ہوتی ہے، اس طرح حصص بازار سے خریدنے کے بجائے قرض تمسکات کمپنی سے لے کر انہیں حصص میں تبدیل کرانے سے اس حقیقت کے باوجود کہ کمپنی ان کے حصص میں تبدیلی کچھ منافع پر ہی کیوں نہ کرے، فائدہ ہوتا ہے، یعنی حصص مقابلۃً کم قیمت پر حاصل ہوتے ہیں، اس کو حسب ذیل مثال سے سمجھا جا سکتا ہے:

(الف) ایک کمپنی جس کے دس روپے والے حصے کی بازاری قیمت ایک سو روپے ہو تو قابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء کی پیش کش کر سکتی ہے۔

کمپنی ۱۴ فیصد سالانہ سود کی در پر ۱۵۰ روپے والے دو لاکھ کلی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات میں عوام کو سرمایہ کاری کی اس شرط پر پیش کش کر سکتی ہے کہ قرض تمسکات کے الاٹ منٹ کی تاریخ کے ایک سال بعد ایک قرض تمسک دس دس روپے والے ۳ حصص میں فی حصہ ۴۰ روپے اضافی قیمت پر اجراء سے تبدیل کر دیا جائے گا، تاریخ معینہ پر کمپنی قرض تمسکات واپس لے لے گی، اور ان کے عوض اسناد حصص کے ساتھ قرض تمسکات پر واجب سود کی رقم کا چیک ایک ماہ کے اندر سرمایہ کاروں کو روانہ کر دے گی۔

ایک سال بعد قرض تمسکات کے حصص میں تبدیلی ہو جانے سے بازار میں حصص کی رسد میں اضافہ کے سبب اگر حصے کی نرخ ۱۰۰ روپے سے کم ہو کر ۸۰ روپے رہ جائے تو اس طرح کی سرمایہ کاری میں فی حصہ لاگت کا تعین یوں ہوگا۔

کمپنی کے ایک قابل تبدیل قرض تمسک پر آئی لاگت......۱۵۰ روپے

ایک سال بعد ۱۵۰ روپے پر ۱۴ فیصد کی در سے کمپنی پر واجب سود......۲۱ روپے

قرض تمسک کی اصل لاگت......۱۲۹ روپے

Marfat.com

ایک سال بعد ۱۵۰ روپے کا ایک قرض تمسک ۳ = حصص

(فی حصہ ۱۰+۴۰ روپے اضافی قیمت) ۱۵۰ روپے میں تبدیل

ایک حصہ کی اصل لاگت ۱۲۹/۳ = ۴۳ روپے

حصے کی بازار سے خریداری پر لاگت...... ۸۰ روپے

اس طرح کمپنی کا ایک حصہ جو بازار میں ۸۰ روپے میں مل رہا ہے ایک سال پہلے کمپنی سے قابل تبدیل تمسکات خرید کر حصص میں تبدیل کرا کر صرف ۴۳ روپے میں حاصل کرلیا گیا، لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حصص کو بازار سے خریدنے کے بجائے اگر کمپنی سے قابل تبدیل قرض تمسکات خرید کر انہیں حصص میں تبدیل کرایا جائے تو حصص سستے پڑتے ہیں۔

قابل تبدیل قرض تمسکات حصص میں تبدیلی سے پہلے پہلے عام طور پر بازار میں اپنی قیمت اجراء سے زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے ہیں اگر کمپنی سے براہ راست ان کا الاٹ منٹ حاصل نہ کیا جاسکا ہو تو انہیں بازار سے خریدا جاسکتا ہے اور حصص میں تبدیلی کے ذریعہ حصص اپنے نام جاری کرائے جاسکتے ہیں، اس کی مثال یوں ہوسکتی ہے:

(ب) مثال (الف) میں بیان کردہ ۱۵۰ روپے والا قرض تمسک اگر کمپنی سے براہ راست نہ مل پایا ہو تو اسے بازار میں ۲۰۰ روپے قیمت پر خریدا جاسکتا ہے، اس طریقہ سے فی حصہ لاگت کا تعین یوں ہوگا:

۱۵۰ روپے والے قرض تمسک پر بازار میں خرید پر آئی لاگت...... ۲۰۰ روپے

۱۵۰ روپے پر کمپنی سے ۱۴ فیصد کی در سے ایک سال کا سود...... ۲۱ روپے

ایک قرض تمسک کی اصل لاگت...... ۱۷۹ روپے

ایک سال بعد ایک قرض تمسک = ۳ حصص

ایک حصے کی لاگت ۱۷۹/۳ = ۵۹٫۶۷ روپے

ایک حصے کی بازار سے خرید پر لاگت = ۸۰ روپے

Marfat.com

اس طرح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر قرض تمسک کو بازار سے خرید کر حصص میں تبدیل کرا لیا جائے تو حصص براہ راست بازار سے خریدنے کے مقابلہ میں کم قیمت پر حاصل ہوتے ہیں، دوسری جانب اگر قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرائے بغیر ہی فروخت کر دیا جائے تو صرف ۵۰ روپئے ہی کا منافع ہوگا لیکن انہیں حصص میں تبدیل کرنے کے بعد بازار میں فروخت کرنے سے ۱۱۱ روپئے کا منافع ہوتا ہے (اصل لاگت ۱۲۹ روپئے، ۳ حصص کی بازاری قیمت فی حصہ ۸۰ کے در سے ۲۴۰ روپئے)۔

یہ تھیں کلی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کی صورتیں، جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کا قابل تبدیل جز تاریخ معینہ پر حصص میں تبدیل کر دیا جاتا ہے، اور نا قابل تبدیل جز قرض تمسک کی صورت میں باقی رہ جاتا ہے، اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے:

(ج) ایک کمپنی جس کے دس روپئے والے حصے کی قیمت بازار میں ایک سو روپئے ہو تو جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء کی پیش کش ان شرائط پر کر سکتی ہے کہ کمپنی ۱۵۰ روپئے والے ۱۴ فیصد سالانہ سود کی در پر ڈیڑھ کروڑ روپئے کے ایک لاکھ جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات جن کا ایک تہائی حصہ ۴۰ روپئے فی حصہ اضافی قیمت (Premium) کے ساتھ دس روپئے والے حصص میں قرض تمسک کی الاٹ منٹ کی تاریخ کے ایک سال بعد تبدیل کرایا جاسکتا ہے۔

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ایک سال بعد قرض تمسکات کا قابل تبدیل جز کے حصص میں تبدیل ہونے کے سبب حصص کی رسد میں اضافہ ہو جانے سے دس روپئے والے حصے کی بازار میں قیمت ۱۰۰ روپئے سے کم ہو کر ۹۰ روپئے رہ جائے گی، اور قرض تمسک کا ۱۰۰ روپئے والا حصہ دو تہائی نا قابل تبدیل جز صرف ۸۰ روپئے ہی میں فروخت ہو سکے گا، تو اس طرح کی سرمایہ

Marfat.com

کاری میں فی حصہ لاگت کا تعین یوں ہوگا:

۱۵۰ روپے والا قرض تمسک پر آئی لاگت......۱۵۰ روپے

ایک سال بعد کمپنی سے ملا ۱۴ فیصد کی در سے سود......۲۱ روپے

اصل لاگت......۱۲۹ روپے

حصص میں تبدیلی کے بعد ایک قرض تمسک = ایک حصہ

(قدر عرفی ۱۰ روپے + اضافی قیمت ۴۰ روپے) ۵۰ روپے والے جز کے عوض

۱۰۰ روپے کا ایک قرض تمسک (نا قابل تبدیل جز) بازاری قیمت......۸۰ روپے

ایک حصہ کی اصل لاگت......۴۹ روپے

اس طرح یہ نتیجہ نکلا کہ کمپنی کا ایک حصہ جو کہ آج ۹۰ روپے میں بازار میں مل رہا ہے، ایک سال پہلے جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسک خرید کر حصص میں تبدیل کرانے پر صرف ۴۹ روپے میں حاصل کیا جاسکتا ہے، لہذا حصص کو بازار سے خریدنے کے بجائے جزوی طور سے قابل تبدیل قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرانے سے کم قیمت پر حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(د) اگر ان قرض تمسکات کا اجراء براہ راست کمپنی سے نہ ہوسکا ہو تو انہیں کچھ زائد قیمت پر بازار سے بھی خریدا جاسکتا ہے، اگر بازار سے یہ ۱۶۰ روپے میں خریدے جائیں تو فی حصہ لاگت کا تعین یوں ہوگا:

۱۵۰ روپے والے قرض تمسک کی بازار خرید پر لاگت......۱۶۰ روپے

ایک سال بعد ۱۴ فیصد کی در سے ملا سود...................... ۲۱ روپے

قرض تمسک کی اصل لاگت...... ....۱۳۹ روپے

۱۵۰ والے قرض تمسک کے عوض کمپنی سے ملا:

۱--۱۰۰ والا نا قابل تبدیل قرض تمسک = ۱۰۰ روپے

۲--۱۰ روپے والا ۴۰ روپے اضافی قیمت پر حصہ = ۵۰ روپے

Marfat.com

۱۰۰ روپے والے قرض تمسک کی بازاری فروخت سے آمد ۸۰ روپے

ایک حصہ پر آئی اصل لاگت...... ۵۹ روپے

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کمپنی کا ایک حصہ جس کی آج بازار میں قیمت ۹۰ روپے ہے ایک سال پہلے بازار سے جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسک خرید کر حصص میں تبدیل کرانے سے صرف ۵۹ روپے میں حاصل کیا جا سکتا تھا قرض تمسکات کو فروخت کرنے والے کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ محسوس ہوگا کہ قرض تمسک کو بغیر حصے میں تبدیل کرائے بازار میں فروخت کرنے سے صرف ۱۰ روپے کا منافع ہوتا ہے، لیکن اسے اپنے نام حصص میں تبدیل کرالیا جائے تو ۲۱ روپے کا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

یہ حقیقت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ قابل تبدیل قرض تمسکات اگر براہ راست کمپنی سے مل جائیں تو انہیں بغیر حصص میں تبدیل کرائے بازار میں نہ فروخت کیا جائے۔

صفر سود کی در پر قابل تبدیل قرض تمسکات:

(Zero Interest Convertible Debentures)

سرمایہ کاروں کو قرض تمسکات کے اوپر سود کی مد سے جو آمدنی ہوتی ہے اس پر انکم ٹیکس واجب ہوتا ہے، کمپنی اپنے سرمایہ کاروں کو اس ذمہ داری سے بچنے کا موقع فراہم کرنے کی غرض سے صفر سود کی در پر قابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء کی پیش کش کرتی ہے۔

اس طرح کے قرض تمسکات غیر سودی سرمایہ کاری کی خواہش رکھنے والے حضرات کے لئے غیر معمولی دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں، اس طرح کے قرض تمسکات کے پیش کش کی شرائط کے مطابق نہ تو کمپنی کسی طے شدہ در سے قرض پر سود ادا کرنے کا وعدہ کرتی ہے نہ فی الواقع سود ادا کرتی ہے، لیکن قرض تمسک کو حصص میں تبدیل کرتے وقت اپنے حصص کی جو اضافی قیمت مقرر کرتی ہے اس میں قرض تمسک پر دستور کے مطابق تعبیری سود کو منہا کر دیتی ہے، اس طرح کا تعبیری سود کا معاملہ قیاس وگمان میں تو رہتا ہے لیکن اس کی کہیں کوئی صراحت نہیں کی جاتی، اس کی

Marfat.com

مثال یوں دی جاسکتی ہے:

(ھ) ایک کمپنی جس کے دس روپے والے حصہ کی بازار میں قیمت ۱۰۰ روپے چل رہی ہوتو ۱۳۰ روپے والے صفر سود کی در پر کلی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات ان شرائط پر جاری کرسکتی ہے، قرض کی رقم پر کمپنی کے اوپر کوئی سود واجب نہیں ہوگا، قرض تمسک کے الاٹ منٹ کی تاریخ کے ایک سال بعد کمپنی اپنا دس روپے والا ایک حصہ ۳۰ روپے اضافی قیمت کے ساتھ اور دس دس روپے والے دو حصے فی حصہ ۳۵ روپے اضافی قیمت کے ساتھ جاری کر کے قرض تمسک واپس لے لے گی، اس طرح کی سرمایہ کاری میں کمپنی کے ۳ حصوں پر آئی لاگت کا تعین یوں ہوگا:

۱۳۰ روپے والے صفر سود کی در پر جاری کئے گئے ایک قابل تبدیل قرض تمسک کی لاگت......۱۳۰ روپے

ایک سال بعد کمپنی سے ملا سود (کچھ نہیں)......۰ روپے

قرض تمسک کی اصل لاگت......۱۳۰ روپے

قرض تمسک حصص میں تبدیل کرانے پر فی حصہ لاگت:

پہلا حصہ قدر عرفی ۱۰ روپے + کمپنی کی اضافی قیمت ۳۰ روپے = ۴۰ روپے

دوسرا حصہ قدر عرفی ۱۰ روپے + کمپنی کی اضافی قیمت ۳۵ روپے = ۴۵ روپے

تیسرا حصہ قدر عرفی ۱۰ روپے + کمپنی کی اضافی قیمت ۳۵ روپے = ۴۵ روپے

میزان قدر عرفی ۳۰ روپے + کمپنی کی اضافی قیمت ۱۰۰ روپے = ۱۳۰ روپے

فی حصہ بازاری قیمت پر لاگت فی حصہ ۸۰ روپے۔

اس طرح کی سرمایہ کاری کا موازنہ اگر مثال (الف) سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مثال (الف) میں کمپنی نے قرض کی رقم پر ۱۴ فیصد سالانہ کی در سے ۲۱ روپے سود ادا کیا تھا تو قرض تمسک کو حصص میں تبدیل کرتے وقت اضافی قیمت فی حصہ ۴۰ روپے کی در سے مقرر کیا،

Marfat.com

اس طرح کمپنی نے ۳ حصص پر کل ۱۲۰ روپئے اضافی قیمت سرمایہ کار سے وصول کیا، لہذا کمپنی نے اصل منافع صرف ۱۲۰-۱۲۱=۹۹ روپئے وصول کیا، لیکن کمپنی نے قرض کی رقم پر کوئی سود نہ ادا کرنے کی صورت میں کل اضافی قیمت ۱۰۰ روپئے مقرر کی، یعنی قرض پر سود دینے کے عوض کمپنی نے اپنے منافع میں تقریباً اسی کے بقدر تمسکات کو حصص میں تبدیل کرتے وقت کمی کر دی، اس طرح صفر سود کی در پر قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرانے پر آئی لاگت کا موازنہ اگر بازار سے حصص کی خریداری پر آئی لاگت سے کریں تو معلوم ہوگا کہ پہلا حصہ جس کی لاگت طریقہ اول سے ۴۰ روپئے ہے، طریقہ دوم یعنی بازاری خرید کے مطابق ۸۰ روپئے ہے۔

دوسرے اور تیسرے حصوں کی لاگت فی حصہ طریقہ اول سے ۴۵ روپئے ہے، جبکہ طریقہ دوم سے ۸۰ روپئے ہے، لہذا صفر سود کی در پر قابل تبدیل قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرانے پر لاگت حصص کو بازار سے خریدنے کے مقابلہ میں کم آتی ہے۔

حصص میں سرمایہ کاری کے فوائد (Benefits of Investment in Shares)

۱-منافع کی تقسیم (Distribution of Dividend)

عام طور پر کمپنی ہر سال جو منافع کماتی ہے اس کا ایک جز حصہ داروں میں ان کے سرمایہ پر ایک مقررہ در سے تقسیم کرتی ہے، باقی جز کو اپنے کاروبار میں استعمال کرنے کی غرض سے اپنے محفوظ سرمایہ میں رکھتی ہے، جن کمپنیوں کے حصص کی بازار میں خرید وفروخت ہوتی ہے ان کے ذریعہ کمایا گیا منافع فوراً ان کے حصص کی قیمت میں اضافہ کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے، اس طرح جو منافع کمپنی اپنے پاس روک لیتی ہے سرمایہ کاروں کے اصل سرمایہ میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، کمپنی کے ذریعہ جو کچھ منافع تقسیم کیا جاتا ہے وہ کمپنی کے حصص کی قدر عرفی (Face Value) کا ۲۰ یا ۳۰ فیصد ہو سکتا ہے، لیکن اصل سرمایہ (کمپنی کے حصص کی بازاری قیمت) پر بمشکل ۲ یا ۳ فیصد ہی ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک کمپنی جس کے دس روپئے والے حصے کی قیمت

Marfat.com

بازار میں سو روپے ہو، اگر ۲۰ فیصد منافع کا اعلان کرے تو حصص کی بازاری قیمت کے اعتبار سے یہ صرف ۲ فیصد ہی ہوگا، یعنی سرمایہ کاری پر حقیقی منافع ۲ فیصد ہوگا۔

۲-منافع کے حصص کا اجراء (Issue of Bonus Shares)

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عام طور پر کمپنی اپنے کمائے ہوئے منافع کا ایک حصہ اپنے مالی استحکام اور کاروبار کو فروغ دینے کے لئے اپنے پاس روک لیتی ہے اس طرح یہ رکا ہوا منافع (سرمایہ محفوظ) سرمایہ حصص سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے، اگر کمپنی کو مستقبل میں نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تو کمپنی اس سرمایہ محفوظ کو سرمایہ حصص میں تبدیل کر کے اپنے حصہ داروں کے حق میں ان کے حصص کی تعداد پر ایک خاص تناسب سے بطور بونس جاری کرتی ہے، اس طرح کمپنی کے حصہ داروں کے حصص کی تعداد میں اضافہ کے سبب ان کے اصل سرمایہ میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک کمپنی جس کے روپے والے حصے کی قیمت بازار میں ۱۰۰ روپے ہو، ایک حصہ پر ایک کی نسبت سے بونس جاری کرے تو جس شخص کے پاس کمپنی کا ایک حصہ تھا اس کے پاس دو حصے ہو جائیں گے، اب اگر اس کمپنی کے حصص کی بازار میں رسد کے اضافہ کے سبب اس کے حصے کی قیمت ۱۰۰ روپے سے کم ہو کر ۷۰ روپے ہی رہ جائے تب بھی اس کا اصل سرمایہ ۱۰۰ روپے سے بڑھ کر ۱۴۰ روپے ہو جائے گا۔

۳-حصص و قرض تمسکات کا اجراء بطور حق

(Rights for Issue of Shares and Convertible Debentures)

مالی طور سے مستحکم کمپنیوں کے حصص و قابل تبدیل قرض تمسکات کی بازاری قیمت، ان کی قدر عرفی یا ان کی قیمت اجراء سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، ایسی کمپنیاں کبھی کبھی اپنے حصص و قابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء کی عوام کو پیش کش کرنے کے بجائے اپنے موجودہ سرمایہ کاروں (حصے داروں و حاملین قرض تمسکات) کو ان کے حصص و قرض تمسکات کی نسبت سے بطور

Marfat.com

حق اجراء کی پیش کش کرتی ہیں۔

عام طور پر کمپنیوں سے بطورحق ملی پیش کش قابل تبادلہ ہوتی ہے، اگر حق دار مزید سرمایہ کاری کرنا مناسب نہ سمجھے یا حق کا فوری نقد فائدہ اٹھانا چاہے تو وہ اپنا حق اس خاص کمپنی میں سرمایہ کاری کی دلچسپی رکھنے والے شخص کے ہاتھ معقول قیمت لے کر بیچ سکتا ہے، لیکن عام طور پر اس حق کو اس طرح بیچ کر حاصل ہونے والا فائدہ اس منافع سے کم ہوتا ہے جو کمپنی کے حصص حاصل کرنے یا قابل تبدیل قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرانے پر حاصل ہوتا ہے، یہ حقیقت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اگر کمپنی سے اس طرح حصص یا قابل تبدیل قرض تمسکات میں سرمایہ کاری کی پیش کش بطورحق مل جائے تو اسے بازار میں یوں ہی فروخت نہ کیا جائے بلکہ کمپنی سے حصص یا قابل تبدیل قرض تمسکات حاصل کر لئے جائیں، قابل تبدیل قرض تمسکات کو جب تک کہ انہیں حصص میں تبدیل نہ کرالیا جائے اپنے پاس روکا جائے۔

حصص یا قرض تمسکات کے اجراء کی ترجیحی پیشکش

(Preferencial offer for issue of shares or debentures)

کچھ کامیاب کمپنیوں کے بانی (Promoters) جب کسی نئی کمپنی کے لئے سرمایہ حصص یا قابل تبدیل قرض تمسکات کا اجراء کرتے ہیں تو اپنی پرانی کمپنی کے سرمایہ کاروں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس نئی کمپنی میں حصہ دار بنانے کے لئے کسی حد تک نئی کمپنی کے حصص کے الاٹ منٹ میں عوام کو ترجیح دیتے ہیں، عام طور پر ایسے بانیوں (Promoters) کے ذریعہ جو بھی نئی کمپنی قائم کی جاتی ہے اس کے حصص کی بازاری قیمت ان کی قیمت اجراء سے زیادہ ہی ہوتی ہے، اس طرح پرانی کمپنیوں کے سرمایہ کاروں کو نئی کمپنی میں حصص کے اجراء میں جو ترجیح ملتی ہے ان کے لئے منافع بخش ہوتی ہے، یہ ترجیحی پیشکش قابل تبادلہ نہیں ہوتی ہے، اس کو بازار میں فروخت نہیں کیا جاسکتا، اس سے فائدہ حاصل کرنے کی واحد صورت یہ ہے کہ حصص یا قابل تبدیل قرض تمسکات اپنے نام جاری کرائے جائیں، قابل تبدیل قرض تمسکات جب تک حصص

Marfat.com

میں تبدیل نہ ہو جائیں اپنے پاس روکا جائے۔

جن کمپنیوں کے حصص کی بازار میں آزادانہ خرید و فروخت ہوتی ہے، ان کی اچھی یا خراب کارکردگی اور ان کے روشن و تاریک مستقبل کی خبروں اور افواہوں کا براہ راست اثر ان کی بازاری قیمت پر پڑتا ہے، لہذا جیسے ہی کسی کمپنی سے اوپر بیان کردہ فوائد میں سے کسی فائدہ کے ملنے کی امید کی خبر حصص بازار میں آتی ہے، حصص کی بازار میں اس کے متوقع فائدہ کی نسبت بڑھ جاتی ہے، اور جونہی وہ فائدہ سرمایہ کاروں کو پہنچ جاتا ہے بازار میں حصص کی قیمت میں کمی آجاتی ہے۔

اوپر نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں بیان کئے گئے فائدے تو کمپنی سے بنا طلب کئے حاصل ہوتے ہیں، لیکن نمبر ۳ اور نمبر ۴ میں بیان کئے گئے فائدے حاصل کرنے کے لئے کمپنی میں پیشکشی کی درخواست اجراء کی شرائط کے مطابق دینی پڑتی ہے، اس طرح فائدے حاصل کرنے میں بے اعتنائی برتنے سے نہ صرف اس فائدہ سے محرومی ہوتی ہے، بلکہ یہ موقع ہاتھ سے نکل جانے کے بعد حصص کی قیمت میں گراوٹ کے سبب اصل سرمایہ میں کمی کا بھی امکان رہتا ہے، یہ حقیقت بھی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اگر قابل تبدیل قرض تمسکات کی پیشکش بطور حق یا بطور ترجیح ملے تو کمپنی سے قرض تمسکات حاصل کر کے انہیں حصص میں تبدیل کرانے کے وقت تک اپنے پاس روکا جائے۔

حصص و قرض تمسکات کی خرید و فروخت

(Sale and Purchase of Shares and Debentures)

چونکہ حصص و قرض تمسکات عام طور پر قابل تبادلہ ہوتے ہیں، اس لئے اجناس بازار کی طرح ان کی بھی خرید و فروخت ہوتی ہے، بعض کمپنیاں اپنے حصص و قرض تمسکات کی (Liquidity) نقدیت برقرار رکھنے کی غرض سے انہیں حصص بازاروں کی فہرست میں درج کراتی ہیں، ان بازاروں کی فہرست میں درج حصص و قرض تمسکات کے نرخ روزمرہ اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں، اس طرح ان کے خریدنے اور بیچنے والوں کے مابین ان کی قیمت کے تعین میں آسانی ہوجاتی ہے، حصص بازار میں حصص و قرض تمسکات کے خریداروں کو

Marfat.com

دو زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱-وہ جو کہ سرمایہ کاری کی غرض سے حصص و قرض تمسکات خرید کر اپنے نام انہیں منتقل کرا کر کمپنی میں نفع و نقصان یا سود کے مستحق ہوتے ہیں۔

۲-وہ جو کہ حصص و قرض تمسکات کو اپنے نام کرائے بغیر اجناس بازار کی طرح اپنے پاس رکھتے ہیں اور روزمرہ کی قیمتوں میں آئے اتار چڑھاؤ کا فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے ان کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔

خلاصہ

۱- قانون کی نظر میں کمپنی ایک شخص ہے۔

۲- کمپنی کے حصے داروں کی حیثیت کمپنی میں نفع و نقصان میں اپنے حصص کی تعداد کی نسبت سے برابری کے شرکاء کی ہے۔

۳- کمپنی کا نظم و ضبط جمہوری طریقے سے کثرت رائے پر ہوتا ہے، حصے داروں کا حق رائے دہندگی قابل تبادلہ ہوتا ہے۔

۴- کچھ اقتصادی فائدہ کی مصلحت کے تحت کمپنیاں اپنے کاروبار میں سرمایہ حصص کے ساتھ سود پر حاصل کیا ہوا سرمایہ بھی استعمال کرتی ہیں۔

۵- سرمایہ حصص کے لئے حصص اور سرمایہ قرض کے لئے قرض تمسکات کا اجراء کرتی ہیں، اسناد حصص Share Certifactes اور قرض تمسکات (Debenture Certificates) عام طور پر قابل تبادلہ ہوتے ہیں۔

۶- مقابلۃً کم قیمت پر حصص حاصل کرنے کے طریقے یہ ہیں:

۱-براہ راست کمپنی سے عوامی پیش کش کے جواب میں۔

۲-برابری کے حصص سے منسلک قرض تمسکات کے اجراء کے ذریعہ۔

۳-قابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء کے ذریعہ۔

Marfat.com

۴-قرض تمسک کو بازار سے خرید کر حصص میں تبدیل کرانے کے ذریعہ

۵-حصص و قابل تبدیل قرض تمسکات کی پیشکش بطور حق دیئے جانے پر حق داروں کے حق خرید کر کمپنی سے اجراء کے ذریعہ۔

۶-حصص کو بازار سے خرید کر۔

۷- مالی طور پر مستحکم کمپنیاں اپنے حصص ان کی قدر عرفی سے زائد قیمت پر جاری کرتی ہیں۔

۸- مالی طور سے مستحکم کمپنیوں کے حصص و قابل تبدیل قرض تمسکات کی بازار میں قیمت ان کی قیمت اجراء سے زائد ہوتی ہے۔

۹- قابل تبدیل قرض تمسکات حصص میں تبدیل ہونے کے بعد اگر اپنا کوئی جز باقی رکھتے ہیں تو وہ جز بازار میں اپنی قدر عرفی سے کم پر فروخت ہوتا ہے، قابل تبدیل قرض تمسکات میں چونکہ حصص مضمر ہوتے ہیں، اس لئے اپنی قدر عرفی سے زائد پر بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔

۱۰- قابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء میں کمپنی قرض کی رقم پر سود ادا کرتی ہے اور قرض کی حصص میں تبدیلی پر اضافی قیمت حاصل کرتی ہے، یعنی ایک ہی معاملہ میں کچھ لیتی ہے اور کچھ دیتی ہے۔

۱۱- کمپنی صفر سود کی در پر قرض تمسکات جاری کر کے قرض پر تعبیری سود کو حصص میں تبدیلی کے وقت اپنی اضافی قیمت سے منہا کرتی ہے، یعنی ایک معاملہ میں صرف لیتی ہے، دیتی نہیں۔

۱۲- کمپنی سے فوائد، منافع، منافع کے حصص، حصص و قابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء کی پیش کش بطور حق و بطور ترجیح کی شکلوں میں حاصل ہوتے ہیں۔

۱۳- کمپنی سے فوائد حاصل کرنے میں گریز کی صورت میں نہ صرف فوائد سے محرومی بلکہ سرمایہ کی اصل لاگت کم ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔

۱۴- حصص و قرض تمسکات کی خرید و فروخت بغیر انہیں اپنے نام منتقل کرائے اجناس بازار کی طرح بھی کی جاتی ہے۔

Marfat.com

کمپنی کے حصص سے متعلق جوابات

مفتی نظام الدین صاحبؒ، دارالعلوم دیوبند

اس تحریر میں تین صورتیں جو درج ہیں ان میں سے کسی پر سود (ربوا) کی شرعی تعریف صادق نہیں آتی، سود کی شرعی تعریف یہ ہے: اموال ربویہ میں جیسے کرنسیوں میں عقد معاوضہ کا معاملہ کیا جائے اور کسی جانب زیادتی عوض سے خالی رہے۔

صورت مسئولہ مذکورہ کی پہلی صورت میں حکومت ٹھیکہ داروں سے کچھ رقم لے کر اس کی میعادی رسید دے کر رقم جو اپنے قبضہ میں رکھتی ہے وہ محض بطور ضمانت رکھتی ہے تا کہ کبھی کوئی ٹھیکہ دار تعمیراتی سامان وغیرہ ہڑپ یا ضائع نہ کر ڈالے، نہ کہ عقد معاوضہ کرتی ہے، اسی وجہ سے کارہائے ٹھیکہ پورا ہو جانے کے بعد واپس کر دینے کا معاہدہ ہوتا ہے، پس یہ معاملہ شرعاً زر ضمانت رکھنے کا اور اپنے اپنے سامان کے تحفظ کا ہوا، اور شرعاً صرف بعد تکمیل کارہائے ٹھیکہ داری زر ضمانت کی واپسی کا ہوا، پھر کار ٹھیکہ داری ختم ہو جانے کے بعد صرف اسی زر ضمانت کی واپسی لازم ہوتی ہے، باقی حکومت خود اپنی طرف سے یہ زائد رقم اپنے ضابطہ کے مطابق دیتی ہے، لہذا یہ دینا از قبیل تبرع من جانب الحکومت ہوا اور حکومت چونکہ غیر مسلم ہے اس لئے اس رقم ضمانت سے کچھ کاروبار کر کے کچھ نفع حاصل کرے اور وہ تصرف شرعاً خیانت شمار ہو مگر وہ اس کے مکلف نہیں ہوتے، اس لئے یہ دینا ان کی جانب سے شرعاً تبرع قرار پائے گا۔

اس کی نظیر پراویڈنٹ فنڈ کا معاملہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ میں محکمہ جو جزو تنخواہ ملازم کے قبضہ میں جانے سے قبل ہی خود ہی کاٹ کر ماہ بہ ماہ جمع کرتا رہتا ہے اور بعد ختم ملازمت اس جمع

Marfat.com

شدہ رقم کو دو گونہ سہ گونہ کر کے اپنے ضابطہ کے مطابق ملازم کو دیتا ہے، اگرچہ محکمہ اس جمع شدہ رقم سے اپنے ضابطہ کے تحت نفع حاصل کر چکا ہوتا ہے، پھر بھی اس زائد رقم کو ازروئے قواعد شرعیہ تبرع قرار دے کر اس کا لے لینا بلا کراہت شریعت نے جائز فرمایا ہے (کما صرح بہ امداد الفتاوی أیضا)۔

پس یہی حکم یہاں بھی رہے گا، کہ اس زر ضمانت کے اندر جمع کی ہوئی رقم سے زائد رقم شرعا سود نہ قرار پائے گی، بلکہ بحکم تبرع ہو کر اس کا لے لینا بلا کراہت درست رہے گا اور بطور تصدق غریبوں کو دے کر اپنی ملک سے نکال دینا واجب نہ رہے گا۔

اسی طرح اسکوٹر، کار، ٹرک وغیرہ کے خرید کے معاملہ میں نامزد منتظرین سے کمپنی جو رقم پیشگی لیتی ہے، وہ زرِ ثمن پیشگی کے قبیل کی چیز ہے یا بطور بیعانہ یا مثل بیعانہ لینے کی ہوتی ہے، نہ کہ اموال ربویہ عقد معاوضہ کی ہوتی ہے، چنانچہ نمبر خرید آ جانے کے بعد خریدی ہوئی مطلوبہ چیز کمپنی خریدار کو دیتی ہے تو اس کی قیمت میں سے یہ پیشگی دی ہوئی رقم وضع کر دیتی ہے، اب اس وقت اپنے ضابطہ کے تحت جو زائد رقم خود دیتی ہے اس پر ربوا (سود) کی تعریف شرعی صادق نہیں آتی، نیز اس زائد رقم کو بائع (کمپنی) خود اسی شی مشتراۃ کے ثمن میں منضم کر دیتا ہے جس سے وہ رقم خریدار تک نہیں پہنچتی، لہذا یہ بھی کمپنی کا اپنے خریداروں کے ساتھ شرعا ایک تبرع کا معاملہ ہوا اور اس کا تعلق سود سے نہیں کہ "اجتنبوا عن الربوا والربیة" کا حکم جاری ہو۔

نوٹ: یہ شبہ نہ کیا جائے کہ پھر بینک میں جمع کردہ رقم پر جو زائد رقم ملتی ہے اس کو سود کیوں کہا جاتا ہے، وجہ فرق یہ ہے کہ بینک میں جو رقم کوئی جمع کرتا ہے محض اپنی مرضی سے بغیر کسی قسم کے دباؤ جبر کے کرتا ہے، لہذا جمع کرنے میں فارم کی خانہ پری میں ایک قسم کے عوض و معاوضہ کا معاملہ ہوتا ہے کہ اس جمع شدہ رقم پر ماہانہ یا سالانہ یا اس شرط کے ساتھ اتنا انٹرسٹ ملے گا اور یہاں ایسا نہیں ہے، لہذا دونوں میں فرق ہو گیا، اگر کوئی پھر بھی اس پر قیاس کرے تو یہ قیاس محض قیاس عقلی ہوگا شرعی قیاس نہیں ہوگا اور معتبر شرعی قیاس ہے نہ کہ قیاس عقلی۔

Marfat.com

۱۔ کمپنی کی تعریف:

(الف) کمپنی خواہ محدود ذمہ داری والی اور عوامی ہو اس میں شرکت بحدود ہا و قیود ہا جائز ہو سکتی ہے اور حصص خریدنے والے شرکت عنان کے ضابطہ کے مطابق شریک ہو جاتے ہیں اور کمپنی چلانے والے اور اس کے ذمہ داران شرعاً حصص خریدنے والوں کے وکیل ہو جاتے ہیں، جب تک عقد شرکت عنان کے ضابطہ کے مطابق کام ہوتا رہے گا شرکت عنان صحیحہ کا حکم جاری رہے گا، ورنہ جیسا حال ہوگا ویسا حکم لگے گا۔

(ب) کمپنی کی یہ مذکورہ تعریف شرعی تعریف نہیں ہے اور نہ کمپنی شرعاً وارث ہونے کا حکم رکھتی ہے، بلکہ انتظامی امور کے چلانے اور نافذ کرنے کی شرعی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ کمپنی جو مشترکہ مہر کو استعمال و دستخط وغیرہ کے لئے رکھتی ہے وہ از قبیل انتظام ہونے کی بنا پر درست اور صحیح ہے۔

کمپنی کی اہم خصوصیات:

اس عنوان کے نیچے پانچوں درج شدہ نمبرات امور انتظامیہ سے متعلق ہیں، حسب ضابطہ و شرع سب جائز اور درست رہیں گے۔

۲۔ کمپنی کے حصہ دار:

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اراکین سے مراد محض حصہ خریدنے والے ہیں، جب تو بلا شبہ یہ سب رکن شمار ہوں گے اور اگر اراکین سے مراد حصہ خریدنے والوں کے علاوہ بھی ہوں مثلاً کمپنی کے چلانے والے اور ذمہ داران ہوں، تو اگر حصہ داروں کی اجازت سے ہو خواہ اجازت صراحتہً ہو یا دلالۃً، تو یہ لوگ بھی ارکان اور حصہ دار شمار ہو سکتے ہیں، ورنہ صرف وکیل اور نائب شمار ہوں گے۔

۳۔ کمپنی کے امور پہ ضبط:

اس عنوان کے ماتحت دونوں پیراگراف درج شدہ صحیح اور درست ہے۔

Marfat.com

۴-کمپنی کا سرمایہ حصص:

یہ طریقہ کار بھی درست ہے۔

۵-منظور شدہ سرمایہ:

یہ طریقہ کار بھی درست ہے۔

۶-جاری شدہ سرمایہ:

یہ طریقہ کار بھی درست ہے۔

۷-پیش کشی سرمایہ یا ادا شدہ سرمایہ:

یہ مفہوم و اصطلاح بھی درست ہے۔

۸-آمد شدہ سرمایہ:

اس کے متعلق گفتگو بھی صحیح و درست ہے۔

۹-حصہ یعنی کمپنی کے سرمایہ کا غیر منقسم قلیل ترین جز:

اس کے تحت ذکر کردہ کا مفہوم و اصطلاح سب درست ہے۔

۱۰-ترجیحی حصص:

یہ طریقہ کار بھی درست ہے۔

۱۱-اسناد حصص:

یہ طریقہ کار بھی درست ہے۔

۱۲-حصص حاصل کرنے کے طریقے:

اس عنوان کے تحت حصول حصص کے دو ذریعوں میں سے پہلا ذریعہ (اجزاء حصص) کا طریقہ کار بھی درست ہے اور دوسرے ذریعہ کے تحت درج کردہ پہلا ذریعہ (عوامی اجزاء) طریقہ کار بھی درست ہے۔

Marfat.com

۱۳۔ البتہ حصول حصص کا ذریعہ نمبر ۲ یعنی برابری کے حصص سے منسلک قرض تمسکات کا اجراء، یہ محل کلام ہوسکتا ہے، کیونکہ تمسک کی اصل حقیقت اس پرچہ (کاغذ) کی ہوتی ہے، اور اس کاغذ کی حیثیت سے سند و وظیفہ یا رسید کی ہوگی نہ کہ مال کی، لہذا اس کی بیع و شراء یا قرض لینا دینا درست نہ ہوگا۔

البتہ اگر اس کی حیثیت عرفی عام طور سے مال جیسی ہوجاوے جیسا کہ کاغذی نوٹ، ڈالر وغیرہ کی حیثیت عرفی مال جیسی ہوگئی اور اس حیثیت عرفی میں اس کا تبادلہ و ادائیگی زکوۃ وغیرہ کی اباحت کا حکم ہوگیا، اسی طرح ان تمسکات (رسیدات) کا حکم بھی ہوجاوے گا، کیونکہ مال کی فقہی تعریف ان تمسکات پر صادق آجاوے گی اور مال کی فقہی تعریف یہ ہے:

"المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم والتقوم يثبت بها وبإباحة الانتفاع بها شرعا" (شامی نعمانی ۴/۳)۔

ورنہ ان تمسکات کا شرعاً بیع و شراء وغیرہ سوائے عقد حوالہ کے درست نہ رہے گا، لہذا اس مفہوم پر خوب غور کرکے حکم لگایا جاوے۔

اسی طرح جس صورت میں شرعی ربا لینے دینے کا معاملہ ہوگا اس صورت میں حتی المقدور سودی معاملہ سے بچنے کی سعی کرنا لازم رہے گا اور انہی وجوہ سے مضمون کے قرض تمسکات سے متعلق بقیہ مباحث پر مزید کوئی گفتگو نہیں کی گئی ہے۔

۱۴۔ حصص میں سرمایہ کاری کے فوائد:

اس کے تحت درج ۱، ۲ کا طریقہ کار درست ہے، اور ۳ اور اس کے بعد کے مندرجات از ۱۲ تا ۱۴ میں وہی گفتگو ہے جو قرض تمسکات کے مباحث میں مذکور ہوچکی ہے۔

نوٹ: اتنی گفتگو کے بعد (زیر عنوان خلاصہ اور سوال نامہ پر) کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔

Marfat.com

مولانا شمس پیرزادہ، ممبئی

کسی سودی اسکیم میں شریک ہونا یا تعاون کرنا ہرگز جائز نہیں، البتہ موجودہ حالات میں واقعی مجبوریوں کا لحاظ کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے، اس لئے جس کے لئے جس حد تک مجبوری ہے، اس کے لئے اسی قدر رعایت ہوسکتی ہے کہ "اتقوا الله ما استطعتم"۔

۱ تا ۵: ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے۔

۶- صفر سود یہ قرض تمسکات سے متعلق ہے جو دراصل سود کے لئے ایک حیلہ ہے، لہذا جائز نہیں۔

۷- ضرورتا ایسی کمپنی کے قیام میں مدد دی جاسکتی ہے، جس کی اسکیم میں کاروبار کے لئے سودی قرض لینا شامل ہو، کیونکہ قرض لینے کی مجبوری عام طور سے نہیں آتی ہے۔

۸- اس کا جواب اثبات میں ہے۔

۹ تا ۱۲- ان سب کا جواب نفی میں ہے۔

واضح رہے کہ معاملہ کی نوعیت اگر یہ ہو کہ اصلا وہ درست ہے، لیکن ضمنا اس میں سود شامل ہوگیا ہے، تو اس کے لئے جواز کی صورت ہے، لیکن اگر معاملہ کی نوعیت ہی سودی کاروبار کی ہو تو جائز نہ ہوگا۔ ڈبینچر (Debenture) کا معاملہ صریح طور پر سودی معاملہ ہی ہے، اس لئے اس کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں۔

۱۳- اگر کمپنی نے حصص کے سلسلے میں بطور حق قرض تمسکات کی پیشکش کی ہے تو اس کو فروخت کرکے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۴- جب قرض تمسکات خریدنا ہی جائز نہیں تو ان کو حصص میں تبدیل کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

۱۵، ۱۶- ان دونوں کا جواب بھی عدم جواز کا ہے۔

Marfat.com

۱۷- سود اگر وصول ہی کرنا پڑا ہو تو اس کا مصرف فقراء و مساکین پر صرف کرنا ہے۔

۱۸- حصص کی فروخت اپنے نام منتقل کرائے بغیر جائز ہے۔

۱۹- جب قرض تمسکات خریدنا جائز نہیں تو ان کی فروخت کا کیا سوال، اگر کسی کے پاس قرض تمسکات ہوں تو وہ فروخت کر کے سود کی رقم اس میں سے منہا کر دے۔

☆☆☆

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، ندوۃ العلماء لکھنو

۱- سوال واضح نہیں ہے، اس لئے جواب دینا مشکل ہے۔

۲، ۳- جائز نہیں۔

۴- اگر قرض غیر سودی ہو تو ایسی شکلیں جائز ہوں گی، جن میں ربا (سود) لازم نہ آئے، لیکن قرض دلانے کا "واسطہ" بننے کی اجرت اصلاً جائز نہیں۔

۵- جائز نہیں۔

۶- جو سوال نمبر ۴ کا جواب ہے وہی اس کا بھی جواب ہے۔

۷- جائز نہیں۔

۸- اگر سود پر لئے گئے قرض کی رقم کا کاروبار اور غیر سودی رقم کا کاروبار علاحدہ علاحدہ ہو تو اس میں سرمایہ کاری کی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔

۹، ۱۰- اگر حصص غیر سودی ہوں تو انہیں فروخت کی غرض سے خریدنا شرعاً جائز ہونا چاہئے۔

۱۱- جب سودی قرض کے تمسکات خریدنا ہی جائز نہیں تو اس پر متفرع صورت بھی جائز نہیں۔

۱۲- جائز ہے، خریدے جاسکتے ہیں۔

Marfat.com

۱۳- محض ''پیشکش'' شرعاً قابل عوض نہیں، جوشی یا عمل قابل عوض نہ ہو اس پر مال لینا جائز نہیں۔

۱۴، ۱۵-شکل واضح نہیں، تفصیل معلوم ہونے اور شکل کے واضح ہو جانے کے بعد ہی کوئی رائے دی جاسکتی ہے۔

۱۶- جس سے سود وصول ہوا ہے اسی کو وہ رقم دے دی جائے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۷- جیسا کہ سوال نمبر ۱۶ کے تحت گذرا کہ اس میں (۱۶ میں) تو ایک شکل جواز کی نکل سکتی ہے، بقیہ میں نہیں، پھر جب ایسے ''تمسکات'' کا خریدنا ہی جائز نہیں تو اس پر ملنے والے سود سے متعلق سوال ہی بے محل ہے اور اس کا حکم بھی واضح ہے کہ ہر قسم کے سود کا لینا حرام ہے۔

۱۸، ۱۹-''بیع قبل القبض'' کی صورت نہ پیدا ہو تو اس شکل سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی، دارالعلوم دیوبند

۱۹ نمبرات پر مشتمل سوالنامہ کا تجزیہ خلاصہ کے طور پر دو حصوں میں کیا جاسکتا ہے:

۱-یہ کہ کمپنی جو تجارت کے لئے قائم کی جاتی ہے اور اس کا سرمایہ مقرر کر کے اس کے شیئرز (Shares) خریدے جاتے ہیں، اس اسکیم میں کاروبار کا جو طریقہ ہے مثلاً سود پر قرض لینا اور اس کا سود اصل رقم سے یا نفع کی رقم سے دینا، اسی طرح اصل یا نفع کی رقم کو سود پر دینا اور حاصل شدہ سودی رقم کمپنی کے نفع میں شامل کر کے شیئر ہولڈرس (Share Holders) کو تقسیم کرنا، کیا ایسی کمپنی میں مسلمانوں کے لئے شیئرز خریدنا یعنی اس میں حصہ دار بننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

۲- یہ کہ شیئرز کی قیمتوں میں کمپنی کے نفع اور نقصان کے اعتبار سے کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے، لہذا شیئرز ہولڈرس شیئرز کی قیمتیں زیادہ ہو جانے کے وقت بعض دفعہ اپنا حصہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، تو کیا کمپنی کے شیئرز کی خرید و فروخت شرعاً درست ہے؟

غرضیکہ سوالنامہ کا حاصل یہ دو سوالات ہیں، ان میں سے ہر ایک کا جواب بالترتیب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱- کمپنی میں شیئرز خریدنے کا جو طریقہ کار ہے اور کاروبار چلانے کی جو اسکیم ہے شرعی نقطہ نظر سے یہ شرکت کا معاملہ ہی نہیں ہے، فقہی اصول وضابطے کے مطابق نہ تو یہ شرکت عنان ہے، نہ شرکت مفاوضہ میں داخل ہے، نہ ہی شرکت صنائع وتقبل میں اس کا شمار ممکن ہے، اگر اسے شرکت مضاربت میں رکھا جائے تو اس کے تمام شرائط بھی اس میں نہیں پائے جاتے، سب سے زیادہ خطرناک بات یہ پائی جاتی ہے کہ شیئرز ہولڈرس جو کچھ پیسے کمپنی میں جمع کرتے ہیں وہ پیسے کبھی کسی حالت میں واپس نہیں ملتے، کمپنی کبھی واپس نہیں کرتی، شیئر ہولڈر اگر اپنا شیئر کسی کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو اس کے سرمایہ کی رقم ایک طرح سے سوخت ہو جاتی ہے۔

۲- رہا کمپنی کے شیئرز کا فروخت کرنا تو اس کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں، اول تو اس وجہ سے کہ وہ رسید جو شیئرز ہولڈر کو کمپنی کی طرف سے رقم کی وصولیابی کے ساتھ شرعاً ناجائز ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، دوسرے یہ کہ کمپنی میں جو رقم جمع ہوتی ہے وہ نقد کی شکل میں جمع نہیں رہتی ہے، بلکہ کچھ عمارت کی شکل میں، کچھ فرنیچر کی شکل میں، کچھ سامان تجارت کی شکل میں اور کچھ دوسروں کے یہاں سودی قرض کی شکل میں ہوتی ہے، لہذا مبیع اس صورت میں مجہول ہے معلوم اور متعین نہیں ہے، اور یہ کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ جس بیع میں مبیع مجہول ہو اس کی بیع درست نہیں، اوپر بتایا جا چکا ہے کہ شیئرز ہولڈر کی جو رقم کمپنی میں جمع ہوتی ہے وہ رقم واپس نہیں ملتی ہے، نہ وہ خود واپس لے سکتا ہے، پس جو چیز مشتری کو سپرد کرنے پر بائع قدرت نہیں رکھتا ہے اس کی بیع شرعاً کس طرح جائز ہوگی، علاوہ ازیں شیئر کو فروخت کرتے وقت بائع اور مشتری ہر دو کے نزدیک نفع کی رقم نامعلوم

Marfat.com

ہوتی ہے، نیز کمپنی میں پوری رقم نقد کی شکل میں بہت سے لوگوں کے ذمہ دین ہوتی ہے، اور بیع صرف دین میں جائز نہیں، یہاں مدیون بائع اور مشتری کے علاوہ تیسرا شخص ہے، غرض ان سب وجوہ سے کمپنی کے شیئرز کا فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں۔

☆☆☆

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، باندہ

۱- گنجائش سمجھ میں آتی ہے، بالخصوص جبکہ سودی قرض کا تذکرہ قانونی مصالح کی بنا پر ہو۔

۲- اگر وہ کمپنی جواز کا فتوی لے چکی ہے اور وہ محض سفارش کی حد تک نہیں بلکہ باقاعدہ بھاگ دوڑ اور وقت کی قربانی کے ساتھ ہو تو جائز ہے۔

۳ تا ۵- بظاہر یہ سارے کام سودی دستاویز و کاغذات سے متعلق ہیں، اس لئے یہ اجرت جائز نہ ہوگی۔

۶- لی جاسکتی ہے۔

۸،۷- جی ہاں۔

۹ تا ۱۳ و ۱۸- قرض تمسکات کی بیع کا جواز سمجھ میں نہیں آتا، اصولاً یہ تمسکات اسناد قرض ہیں اور یہ معاملہ حوالہ ہے جس میں صاحب حق اصل سے کم تو تاویل کے ساتھ لے سکتا ہے مگر ادا کردہ رقم سے زائد لینا سمجھ میں نہیں آتا کہ کس تاویل سے ہوگا۔

البتہ مالکیہ کے یہاں قرض کو غیر مقروض کے ہاتھ بھی بیچا جاسکتا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴؍۴۳۴) اور کمپنیوں کا اب جو عام رواج ہے اس کی وجہ سے اس کے معاملات کو ابتلاء عام کے تحت شمار کر کے ایک موقع پر حضرت تھانویؒ نے دوسرے مذہب پر فتوی کا ذکر کیا ہے (امداد الفتاوی ۳؍۴۹۵)، اس لئے ضرورتاً یہاں اس کو اختیار کر لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ اس

Marfat.com

کے ساتھ سود کے لین دین کا معاملہ جڑا ہوا نہ ہو اور یہ تمسکات عموماً اس سے خالی نہیں ہوتے، اس لئے منع کیا جائے گا۔

۱۴، ۱۵ -صورت پورے طور پر سمجھ میں نہیں آتی، آدمی اپنے حق کی واجبی لاگت میں کمی و زیادتی کر سکتا ہے۔

۱۶- نہیں۔

۱۷- ہاں

۱۹- حوالہ کی مذکورہ صورت درست ہے۔

☆☆☆

مفتی جمیل احمد نذیری، مبارکپور

۱- اجرت لی جاسکتی ہے، اس کی نظیر فتاویٰ عالمگیری کے یہ جزئیات ہیں:

الف-"إذا استأجر رجلا ليحمل له خمرا فله الأجر في قول أبي حنيفة و قال أبويوسف و محمد لا أجر له وإذا استأجر ذمي مسلما ليحمل له خمرا ولم يقل ليشرب أو قال ليشرب جازت الإجارة في قول أبي حنيفة خلافا لهما.

(ب)إذا استأجر ذمي دابة من مسلم أو سفينة لينقل عليها الخمر جاز في قول أبي حنيفة.

(ج)إذا استأجر الذمي من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر جاز عند أبي حنيفة.

(د)ولو استأجر مسلما ليرعى له الخنازير يجب أن يكون على الخلاف كما في الخمر.

Marfat.com

(ھ)مسلم آجر نفسه من مجوسي ليوقد له النار لا بأس به كذا في الخلاصة۔

(و)وإن استأجر لينحت له طنبورا أو بربطا ففعل طاب له الأجر إلا أنه يأثم به كذا في فتاوى قاضي خان۔

(ز)ولو استأجر الذمي ليبني له بيعة أو كنيسة جاز و يطيب له الأجر كذا في المحيط" (فتاوی عالمگیری کتاب الاجارہ ۵۲۶/۳)۔

اس کی ایک اور نظیر امداد الفتاوی (۱۶۷/۳) میں حضرت تھانویؒ کا وہ فتوی بھی ہے جس میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ مدارس و مکاتب میں استاد اگر نصاب کی کتاب میں سود کا حساب پڑھائے تو جائز ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حساب کتاب خود معصیت نہیں بلکہ اس کا عملی استعمال معصیت ہے، اسی طرح کسی کمپنی کے قیام کی ایسی اسکیم بنانا جس میں کاروبار کے لئے سود پر قرض لینا شامل ہو، بذات خود معصیت نہیں بلکہ کاروبار کے لئے سودی قرض لینا معصیت ہے۔

۲- جائز نہیں، کیونکہ سودی قرض دلانے میں مدد کرنا خود معصیت ہے (دیکھئے: تنقیح فتاوی حامدیہ ۱۴۰/۲)۔

۳، ۴- اجرت حاصل کی جاسکتی ہے، جواب نمبر ا کے تحت دلائل ذکر کئے جاچکے ہیں۔

۵، ۶- اجرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

۷، ۸- ایسی کمپنی میں سرمایہ کاری جائز ہے، بشرطیکہ کمپنی جو کاروبار کرنے والی ہو یا کر رہی ہو وہ فی نفسہ مباح ہو اور سرمایہ کاری کرنے والے کا سرمایہ اور نفع سود سے محفوظ رہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

حقیقت شرعیہ اس معاملہ کی شرکت ہے، یعنی روپے داخل کرنے والے اس تجارت کے شرکاء ہیں اور کارکنان کمپنی تمام کاروبار میں ان کے وکیل ہیں، چونکہ یہ تجارت یعنی بجلی تیار کر

Marfat.com

کے اہل حاجت کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے اس کا نفع وغیرہ بھی حلال ہے، رہا وہ امر خلاف شرع جو اخیر میں لکھا ہے اس عبارت میں کہ بعض اوقات قرضہ......الی قولہ......وصول کرتی ہے سو جس حصہ دار کو حصہ داخل کرتے وقت اس کی اطلاع نہ ہو اس نے تو کارکنان کمپنی کو ان دو امر (یعنی قرض لینا اور اس پر سود وصول کرنا) کا وکیل ہی نہیں بنایا، اس لئے کارکنوں کا یہ فعل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا اور جن کو اطلاع ہو وہ تصریحاً اس کی ممانعت کر دیں، گو اس ممانعت پر عمل نہ ہوگا مگر اس ممانعت سے اس فعل کی طرف نسبت تو نہ ہوگی، یہ کلام تو منسوب ہونے یا نہ ہونے میں ہے، لیکن یہ سوال اب بھی باقی ہے کہ کمپنی جو سود وصول کرے گی حصہ داروں پر بھی وہ تو تقسیم ہوگا، تو سود سے یہ حصہ دار منتفع ہوئے، سو اس میں کئی حالتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس کا وقوع لازم تو ہے نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ کمپنی کا کسی کے ذمہ قرض ہی نہ ہو، اس لئے سود لینے کی نوبت ہی نہ آئے، اور اصل صورت تجارت کمپنی کی حلال تھی، تو شک سے حرمت کا حکم نہ کریں گے اور تفتیش ایسے امور میں واجب نہیں، نہ تفتیش سے ہر شخص کو اس جز کا وقوع یا عدم وقوع معلوم ہو سکتا ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ کمپنی نے یہ سود غیر مسلم سے لیا ہے تو اس میں ربوا من الحربی کا مسئلہ جاری ہوگا، جس کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہے، اس لئے مبتلا کو اس میں تنگی نہ ہوگی، اور جو سود کمپنی نے دیا ہے اس میں شرکاء کا سود سے انتفاع محتمل ہی نہیں (امداد الفتاوی ۳/۴۹۱، ۴۹۲)۔

۹- اگر حصص کے ساتھ قرض تمسکات کا خریدنا لازم نہ ہو تو صرف حصص ہی خریدے جائیں گے اور اگر حصص کے ساتھ قرض تمسکات بھی خریدنا لازم ہو تو سوال میں ذکر کردہ نیت کے ساتھ خریدنا جائز ہے، لیکن جتنے میں خریدا ہے اس سے زیادہ پر فروخت کرنے کی گنجائش نہیں، زائد رقم سود ہو جائے گی۔

اسی طرح فروختگی سے پہلے اس پر جو سود کا اضافہ ہو چکا ہو اس کو بھی شامل کر کے دونوں کی مجموعی قیمت پر بھی فروخت کرنا جائز نہیں، بلکہ خالص قرض کی رقم پر فروخت کیا جائے، البتہ کم پر فروخت کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ سوال میں اگرچہ اسے ''فروختگی'' سے تعبیر کیا گیا ہے مگر

Marfat.com

حقیقت میں یہ ''خرید وفروخت'' نہیں، ''حوالہ'' ہے، اگر بیع کی نیت ہو تو کسی طرح یہ بیع جائز نہ ہوگی، کیونکہ دین کی بیع درست نہیں، درمختار میں ہے:

''وأفتی المصنف ببطلان بیع الجامکیة لما فی الأشباہ بیع الدین إنما یجوز من المدیون، وفی ردالمحتار إذا باع الدین من غیر من ہو علیہ کما ذکر لا یصح''۔

ہاں اگر حوالہ کی نیت کی جائے تو یہ معاملہ جائز ہوگا مگر پھر حوالہ کی ساری شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا، یہاں تین فریق ہیں:

محیل: حوالہ کرنے والا یعنی وہ شخص جس نے کمپنی سے قرض تمسک خریدا ہے۔

محتال: جس کا قرض دوسرے کے حوالہ کیا جارہا ہے یعنی کمپنی۔

محتال علیہ: جسے اب قرض کی وصولیابی کا ذمہ دار بنایا جارہا ہے یعنی وہ شخص جو قرض تمسک خریدنے والے سے قرض تمسک خرید رہا ہے۔

محیل قرض تمسکات پر زائد رقم اس لئے نہیں لے سکتا کہ حوالہ کرنا ہے، اور کم اس لئے لے سکتا ہے کہ اسے جائز تھا کہ وہ قرض کی پوری رقم حوالہ کرے یا اس کا کوئی جز۔

محیل کا جو قرضہ کمپنی کے ذمہ تھا، اس نے اسے محتال علیہ سے وصول کر کے اور قرض تمسکات محتال علیہ کے سپرد کر کے یہ بتادیا کہ اب یہ قرضہ کمپنی سے تم وصول کرو اور اپنے پاس رکھ لو، یہاں اہم بات یہ ہے کہ جب محیل نے قرض تمسکات دے کر محتال علیہ سے کمپنی پر عائد شدہ قرض کی رقم وصول کرلی تو یہ محتال علیہ کا قرض دار ہوگیا اور محتال علیہ قرض خواہ، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر محتال علیہ کمپنی سے کسی وجہ سے تمسکات کی رقم وصول کرنے پر قادر نہ رہا تو جو رقم وہ محیل کو دے چکا ہے محیل اسے لوٹائے گا (دیکھئے: ہدایہ ۱۲۹/۳، تنقیح فتاوی حامدیہ ۲۹۳/۱)۔

قرض تمسکات کو کم قیمت پر حوالہ (فروخت) کرنے کی صورت میں محتال (مشتری) سے کہہ دیا جائے کہ تمہاری دی ہوئی رقم سے جو زائد رقم تم کو ملے گی (یعنی اصل قرض تھا ایک ہزار

Marfat.com

روپے، حوالہ ہوئی نوسو روپے کی تو قرض تمسکات پر محتال کو ایک سو روپے زائد ملے) وہ تمسکات سے روپے حاصل کرنے کی دوڑ دھوپ کی اجرت میں رکھ لینا، ساتھ ہی اسے یہ بھی بتا دیا جائے کہ ان تمسکات پر جو سود لگ رہا ہے اسے وصول نہ کرنا، اس کے بعد بھی وہ وصول کرے گا تو خود گنہگار ہوگا، اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی (دیکھئے: امداد الفتاوی ۳/۴۹۱)۔

۱۰- خریدے جاسکتے ہیں اور ان تمسکات پر ملنے والے سود کو بلا نیت ثواب غرباء پر صدقہ کر دیا جائے۔

۱۱- قرض تمسکات کی فروختگی دراصل حوالہ ہے اور حوالہ کی ہی نیت و شرائط کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، جیسا کہ سوال نمبر ۹ کے جواب کے تحت تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، لہذا زائد قیمت پر فروخت (حوالہ) کرنا جائز نہیں ہے۔

مضمر حصص کی قیمت میں کمی بیشی کا کوئی اعتبار نہ ہوگا بلکہ قرض تمسکات جتنی رقم کے ہیں وہی رقم معتبر ہوگی اور اسی کی حوالگی صحیح ہوگی۔

۱۲- کمپنی اور بازار دونوں سے خریدے جاسکتے ہیں لیکن کمپنی سے خریدنا دراصل کمپنی کو قرض دے کر سند قرض حاصل کرنا ہے، لیکن بازار سے خریدنا بیع کی نیت و شرط کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ یہ حوالہ ہے، لہذا حوالہ کے احکام پر عمل درآمد ضروری ہے، جن کی تفصیل گذر چکی ہے۔

۱۳- مذکورہ قرض تمسکات میں بھی حوالہ کے احکام پر عمل کر سکتے ہیں، لیکن "فائدہ" غالباً نہ ہو سکے گا کیونکہ زائد پر فروخت (حوالہ) کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۴- احقر کے نزدیک یہ صورت جائز معلوم ہوتی ہے، اس کی نظیر انکم ٹیکس (Income Tax) و سیل ٹیکس (Sale Tax) میں سودی رقم دینے کا جواز ہے (فتاوی رحیمیہ ۳/۱۷۵، نظام الفتاوی ۲/۴۳۰، ۴۳۱)۔

۱۵- ناقابل تبدیل اجزاء کی فروخت (حوالگی) پر اضافی رقم نہیں لی جاسکتی، لہذا یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حصص کی لاگت کو اضافی قیمت سے منہا کر کے کم کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

Marfat.com

۱۶- نا قابل تبدیل اجزاء کے حوالہ (فروخت) کرنے پر "نقصان" سے مراد یہ ہو کہ اتنی رقم نہ مل پائے گی جو حصص مضمر ہونے کی صورت میں ملتی، لیکن وہ رقم مل جائے گی جو اب کمپنی کے ذمہ قرض رہ گئی ہے، تو یہ نقصان شرعا نقصان نہیں، لہذا سود سے اس کی تلافی کا کیا سوال۔

لیکن اگر نقصان سے مراد یہ ہو کہ اتنی رقم نہ مل پائے گی جو اب کمپنی کے ذمہ باقی رہ گئی ہے تو بھی موجودہ صورت میں سود کی رقم سے اس کی تلافی احقر کے نزدیک جائز نہیں، کیونکہ سود ملا ہے کمپنی سے اور نقصان ہوا ہے کسی اور کو نا قابل تبدیل اجزاء حوالہ (فروخت) کرنے سے۔

جہاں تک سوال نمبر ۱۴ کا تعلق تھا تو اس میں اضافی رقم لینا اور سود دینا، دونوں کام کمپنی ہی کرتی تھی، لہذا جو رقم جہاں سے آئی تھی وہیں پہنچ گئی، پھر موجودہ صورت میں نقصان کا کیا سوال؟ نا قابل تبدیل اجزاء کی رقم کمپنی تو دے گی ہی، خواہ تاخیر سے ہی سہی۔

۱۷- قرض تمسکات پر ملا سود واجب التصدق ہوگا اور قرض تمسکات کی فروخت (حوالہ) پر منافع کا سوال ہی نہیں، تفصیل جواب نمبر ۹ کے تحت گذری ہے۔

۱۸- حصص کی بیع منقول کی بیع ہے اور منقولات کی بیع بلا قبضہ جائز نہیں ہے۔

"وبيع المنقول قبل القبض لا يجوز بلا خلاف بين أصحابنا" (بدائع الصنائع ۵/۳۰۶)۔

بزازیہ میں ہے:

"لا يصح بيع المنقول قبل قبضه من البائع أو الأجنبى لنهيه عليه الصلوة والسلام عن بيع مالم يقبض" (بزازیہ ۴/۳۹۶، شامی ۴/۱۶۲، فتح القدیر ۶/۱۳۵)۔

نام کی منتقلی ہی قبضہ ہے، جب نام منتقل نہیں ہوا تو قبضہ نہیں ہوا، لہذا یہ خرید و فروخت جائز نہ ہوگی۔

۱۹- قرض تمسکات کو زائد رقم پر فروخت (حوالہ) نہیں کیا جا سکتا، انتظار کیا جائے اور حصص میں تبدیل ہونے کے بعد فروخت کیا جائے تا کہ زائد رقم جائز رہے، چونکہ یہ حوالہ ہے اس لئے

Marfat.com

قبضہ کی شرط نہیں ہے، نام منتقل ہوئے بغیر بھی "حوالہ" کرنا جائز ہے، لیکن زائد رقم لینا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

مفتی اسماعیل بھدکودروی، گجرات

۱- کمپنی کی جس اسکیم میں سود پر قرض لینا شامل ہو، ایسی اسکیم بنا کر اجرت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ باختیار خود سودی قرض لینے کا مباشر بنتا ہے۔

۲- سودی قرض دلانے کی کارروائی میں مدد کر کے اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں سودی معاملہ میں معاون بننے پر بھی وعید وارد ہوئی ہے۔

۳- ناقابل تبدیل سودی قرض تمسکات سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے، یہ حکم کمپنی کے غیر حصہ دار کے لئے مذکورہ تمسکات کی کارروائی سے متعلق ہے، کیونکہ کمپنی کے پرانے حصہ دار کے لئے بطور حق سودی قرض تمسکات سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کرنا محل غور وفکر ہے۔

۴- اس صورت میں بھی غیر شریک کے لئے حصص سے منسلک ناقابل تبدیل قرض تمسکات کے اجراء سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کرنے کا حکم جواب نمبر ۳ کی طرح ناجائز ہے اور حصہ دار کے لئے یہ امور انجام دے کر اجرت حاصل کرنا محل غور وفکر ہے۔

۵- کلی طور پر قابل تبدیل سودی قرض تمسکات سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کرنا جائز ہے، چاہے یہ امور کمپنی کے حصہ دار کے لئے انجام دیئے جائیں یا غیر حصہ دار کے لئے، دونوں صورتوں میں اجرت لینا جائز ہے کیونکہ سود کے نام سے ملنے والی رقم کو برابری کے حصص کی قیمت کی کمی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات سے متعلق امور غیر حصہ دار کے لئے انجام دے کر اجرت حاصل کرنا جائز ہے، البتہ حصہ دار کے لئے یہ امور انجام دینا اور اجرت حاصل کرنا محل غور ہے۔

۶- اس صورت میں سود کا دخل نہیں ہے، لہذا ایسے غیر سودی قرض تمسکات سے متعلق امور انجام دے کر اجرت حاصل کرنا جائز ہے، اس صورت میں اگر چہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرض دے کر برابری کے حصص کم قیمت میں حاصل کرنے کا فائدہ اٹھانا پایا جاتا ہے، مگر اس قرض تمسکات کے سرمائے میں اگر یہ توجیہ کی جائے کہ یہ سرمایہ قرض نہیں ہے بلکہ ملنے والے حصص کی داخل کردہ قیمت ہے، تو پھر قرض دے کر اس سے کم قیمت میں حصص حاصل کرنے کا اشکال باقی نہ رہے گا۔

۸،۷- حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے ایسی کمپنی کے شیئرز خرید کر اس میں سرمایہ لگانے کا یہ حل تحریر فرمادیا ہے کہ: سو جس حصہ دار کو حصہ داخل کرتے وقت اس کی اطلاع نہ ہو اس نے تو کارکنان کمپنی کو ان دو امر کا وکیل ہی نہیں بنایا، اس لئے کارکنوں کا یہ فعل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا، اور جس کو اطلاع ہو وہ تصریحاً اس سے ممانعت کردیں، گو اس ممانعت پر عمل نہ ہوگا مگر اس ممانعت سے اس فعل کی طرف نسبت تو نہ ہوگی (امداد الفتاوی ۳/۴۹۱)۔

۹- حصص سے منسلک نا قابل تبدیل یا قابل تبدیل سودی قرض تمسکات بازار سے خریدنا نہ کمپنی کے پرانے حصہ دار کے لئے جائز ہے نہ غیر حصہ دار کے لئے، اس لئے کہ یہ صورت تو نقد رقم دے کر دوسرے سے اس کا کمپنی کو دیا ہوا قرض خریدنا ہے اور اگر نقد رقم اور قرض تمسکات میں ادا شدہ سرمایہ میں کمی زیادتی ہو تو اور بھی زیادہ مذموم ہے کہ ربائے فضل کا تحقق بھی ہوگا۔

کلی قابل تبدیل سودی قرض تمسکات کو براہ راست کمپنی سے خریدنا حصہ دار اور غیر حصہ دار دونوں کے لئے جائز ہو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ اس صورت میں ملنے والے سود کو برابری کے حصص کی قیمت کی کمی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

جزوی طور پر قابل تبدیل سودی قرض تمسکات کو براہ راست کمپنی سے خریدنا غیر حصہ دار کے لئے تو جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے سرمایہ کا ناقابل تبدیل جز تو خالص سودی قرض ہی میں محبوس رہے گا، البتہ کمپنی کے حصہ دار کے لئے ایسے تمسکات کا خریدنا محل غور وفکر ہے۔

۱۰۔ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو نمبر ۹ کے جواب میں مذکور ہوئی اور اس صورت میں ایسی نیت کرنے سے کہ ان تمسکات کو بقدر ضرورت (یعنی حصص میں تبدیل ہونے تک) ہی روکا جائے گا، خریداری کے ناجائز ہونے پر کچھ اثر نہ ہوگا۔

۱۱۔ قابل تبدیل قرض تمسکات کے حصص میں تبدیل ہونے سے پہلے ان کو فروخت کرنا اور منافع حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سرمایہ تمسکات کے حصص میں تبدیل ہونے سے پہلے یہ سرمایہ نقد کا سرمایہ دین کے عوض کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ ہے جو کھلا ہوا سودی معاملہ ہے۔

۱۲۔ مذکورہ غیر سودی قابل تبدیل تمسکات کو براہ راست کمپنی سے خریدنا کمپنی کے حصہ دار اور غیر حصہ دار دونوں کے لئے جائز ہے، مگر بازار سے خریدنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سرمایہ نقد و دین کا کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ ہوگا۔

۱۳۔ ناقابل تبدیل قرض تمسکات اور جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کی پیشکش سے دوسرے کے حق میں دستبردار ہو کر اس کا عوض لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ کمپنی کے حصہ دار کے لئے ان دونوں قسم کے تمسکات کا لینا قابل غور وفکر ہے اور غیر حصہ دار کے لئے تو اس کا لینا جائز ہی نہیں ہے، اور کلی طور پر قابل تبدیل سودی قرض تمسکات کا خریدنا (ادائیگی قیمت اور ملنے والے سود میں نقص قیمت کی تاویل سے) اگرچہ جائز ہے مگر کمپنی تو اس کو قرض ہی کا نام دیتی ہے اور حق اقراض سے دستبرداری کا عوض لینا جائز نہیں ہے، لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ اس قسم کے تمسکات سے دوسرے کے حق میں دستبردار ہو کر فائدہ نہ حاصل کیا جائے۔

۱۴۔ جیسا کہ مذکورہ بالا جوابات میں واضح کیا گیا ہے اس کے مطابق کلی طور پر قابل تبدیل سودی تمسکات پر ملنے والے سود کو حصص کی قیمت کی کمی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

۱۵- اس طرح قرض تمسکات کے نا قابل تبدیل اجزاء کے فروخت پر حاصل شدہ اضافہ کو حصص کی اضافی قیمت میں سے منہا سمجھنا درست نہیں ہے، کیونکہ حصص کی اضافی قیمت کمپنی حاصل کرتی ہے اور نا قابل تبدیل اجزاء کے فروخت پر ملنے والا اضافہ اس کے خریدار سے حاصل ہوتا ہے، جو سودی معاملہ سے حاصل ہوا ہے۔

۱۶- قرض تمسکات کے نا قابل تبدیل اجزاء کے فروخت پر ہوئے نقصان کی تلافی اس پر ملنے والے سود سے کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نقصان خریدار سے ہونے والے سودی معاملہ میں ہے اور ملنے والا سود کمپنی ادا کرتی ہے۔

۱۷- سوال نمبر ۱۵ اور ۱۶ میں ذکر کردہ جزوی طور پر قابل تبدیل قرض تمسکات کا خریدنا ہی ناجائز ہے، اگر کسی نے لاعلمی میں خرید لیا تو اس کے سود کو بلانیت ثواب فقراء پر صدقہ کردینا چاہئے اور اگر لاعلمی میں نفع لے کر دوسرے کو فروخت کردیا تو اگر اس معاملہ کو فسخ کرنا دشوار ہو تو لیا ہوا نفع خریدار کو واپس کردے، اس لئے کہ یہ نفع شرعا سود ہے اور اس کا مالک معلوم ہے۔

۱۸- حصص کی خرید وفروخت کا مطلب حصہ دار (شیئر ہولڈر) کمپنی کے مشترکہ اثاثوں میں سے جس مشاع حصہ کا مالک ہے اس حصہ کی خرید وفروخت کرنا ہے، اور اپنے نام حصص کو منتقل کرنے کا مطلب تو صرف اپنی ملکیت کا دستاویزی ثبوت اور استحکام فراہم کرنا ہے، اور ظاہر ہے کہ مالک حصص کی ملکیت شرعا دستاویزی ثبوت پر موقوف نہیں ہے، لہذا شیئر ہولڈر اپنے مملوکہ حصص اپنے نام منتقل کرائے بغیر بھی فروخت کرسکتا ہے، کمپنی کے مشترکہ اثاثوں میں اشیاء غیر منقولہ (مکانات، فیکٹری وغیرہ) اور اشیاء منقولہ (فرنیچر، تیار شدہ مال، خام مال، نقد سرمایہ وغیرہ) دونوں قسم کی چیزیں شامل ہیں، اشیاء غیر منقولہ کی فروخت تو قبضہ سے قبل ہی جائز ہے مگر اشیاء منقولہ کی فروخت قبضہ کے بعد جائز ہے، لیکن کارکنان کمپنی شیئر ہولڈر کے وکیل ہیں اس لئے ان کا قبضہ مالک کا قبضہ شمار ہوگا، کمپنی کی اشیاء مشترکہ میں نقد سرمایہ بھی شامل ہوگا، لہذا حصص کی فروخت میں بظاہر مالک حصص کا سرمایہ نقد کا حصہ بھی شامل ہوگا، اور سرمایہ نقد کے تبادلہ میں

Marfat.com

طرفین سے قبضہ ہونا شرط ہے، ورنہ معاملہ جائز نہ ہوگا، اور یہاں مجلس میں طرفین کا قبضہ نہیں پایا جائے گا اس پیچیدگی کا حل حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

''رہا قصہ تقابض کا سو اس کا ایک حیلہ ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ مشتری بائع سے یوں کہے کہ تمہارا جتنا روپیہ کمپنی میں ہے میں اپنے اس زرِ ثمن میں سے تم کو اس قدر (قرض) دیتا ہوں اور تم اس قرض کا حوالہ اس کمپنی پر کردو، کہ اس سے وصول کروں یا کسی کام میں لگوادوں، اور جو زرِ ثمن میں اس روپئے سے کچھ زیادہ ہے، اس کے عوض تمہارے حصہ کا سامان از قبیل عروض خریدتا ہوں'' (امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۲)۔

۱۹- مذکورہ تمسکات میں لگے ہوئے سرمایہ کے حصص میں تبدیل ہونے سے پہلے (چاہے وہ تمسکات مالک کے نام منتقل ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں) ان تمسکات کو کمپنی کے علاوہ کسی دوسرے سے خریدنا یا کمپنی سے خرید کر کسی دوسرے کو فروخت کرنا، یہ سرمایہ نقد و دین کا کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کا معاملہ ہے، جو سودی معاملہ ہے، لہذا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمپنی سے متعلق جوابات کی تلخیص

(۱۹ سوالات کے جوابات)

مفتی محمد فہیم اختر ندوی

۱- جائز نہیں ہے (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی اسماعیل)
سوال واضح نہیں ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)
اجرت لینا جائز ہے (مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

۲- جائز نہیں ہے (مفتی اسماعیل، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی جمیل احمد نذیری)۔

اگر وہ کمپنی جواز کا فتوی لے چکی ہے اور یہ مدد محنت و وقت کی قربانی کے ساتھ ہو تو درست ہے (مولانا محمد عبید اللہ اسعدی)۔

۳- حاصل کی جاسکتی ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔
جائز نہیں ہوگی (مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا شمس پیرزادہ)۔

کمپنی کے غیر حصہ دار کے لئے درست نہیں ہے، پرانے حصہ دار کے لئے محل غور وفکر ہے (مفتی اسماعیل)۔

۴- نہیں کی جاسکتی (مولانا شمس پیرزادہ، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

Marfat.com

حاصل کی جاسکتی ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

غیر حصہ دار کے لئے درست نہیں ہے، حصہ دار کے لئے محل غور ہے (مفتی اسماعیل)۔

۵- جائز نہیں ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا شمس پیرزادہ، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

اجرت حاصل کی جاسکتی ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

کلی طور پر قابل تبدیل میں درست ہے، جزوی طور پر قابل تبدیل میں غیر حصہ دار کے لئے درست ہے (مفتی اسماعیل)۔

۶- اجرت حاصل کی جاسکتی ہے (مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی اسماعیل)۔

جائز نہیں ہے (مولانا شمس پیرزادہ)۔

۷- جائز نہیں ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

جائز ہے (مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا شمس پیرزادہ، مفتی اسماعیل)۔

جائز ہے بشرطیکہ کمپنی کا کاروبار مباح ہو (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

۸- کی جاسکتی ہے (مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی اسماعیل، مولانا شمس پیرزادہ، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

سود پر لئے قرض کی رقم اور غیر سودی رقم کے کاروبار علاحدہ علاحدہ ہوں تو جائز ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

۹- جائز نہیں ہے (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مفتی اسماعیل)۔

جائز ہے بشرطیکہ جتنے میں خریدا ہے اسی قیمت پر فروخت کرے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

اگر حصص غیر سودی ہوں تو انہیں فروخت کی غرض سے خریدنا شرعا جائز ہے (مولانا محمد

Marfat.com

برہان الدین سنبھلی)۔

۱۰- نہیں (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

اگر حصص غیر سودی ہوں تو انہیں بغرض فروخت خریدنا درست ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

خریدے جاسکتے ہیں (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

بازار سے خریدنا درست نہیں ہے (مفتی اسماعیل)۔

۱۱- درست نہیں ہے (مفتی اسماعیل، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا شمس پیرزادہ، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

زائد رقم پر فروختگی درست نہیں ہے، جتنی رقم کے قرض تمسکات ہیں وہی رقم معتبر ہوگی (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

۱۲- نہیں (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

جائز ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

کمپنی سے خریدنا درست ہے، بازار سے خریدنے میں حوالہ کے احکام پر عمل ضروری ہے کیونکہ یہ حوالہ ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

کمپنی سے خریدنا جائز ہے، بازار سے خریدنا درست نہیں ہے (مفتی اسماعیل)۔

۱۳- جائز نہیں (مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مفتی اسماعیل)۔

فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے (مولانا شمس پیرزادہ)۔

اس میں بھی حوالہ کے احکام پر عمل کرسکتے ہیں (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

محض ''پیشکش'' شرعاً قابل عوض نہیں، لہٰذا درست نہیں ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

۱۴- درست نہیں ہے (مولانا شمس پیرزادہ)۔

Marfat.com

جائز معلوم ہوتی ہے (مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی اسماعیل)۔

سوال سمجھ میں نہیں آیا (مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

۱۵- نا قابل تبدیل اجزاء کی فروخت پر اضافی رقم نہیں لی جاسکتی، لہذا یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

درست نہیں ہے (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی اسماعیل)۔

سوال سمجھ میں نہیں آیا (مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

۱۶- نہیں (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی اسماعیل)۔

جس سے سود وصول ہوا ہے اسی کو وہ رقم دی جائے تو جائز، ورنہ نہیں (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

۱۷- بلا نیت ثواب فقراء و مساکین پر صدقہ کر دینا چاہئے (شمس پیرزادہ، مفتی اسماعیل، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی)۔

واجب التصدیق ہوگا (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

یہ سوال ہی بے محل ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

۱۸- جائز ہے (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی اسماعیل)۔

جائز نہیں ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

بیع قبل القبض کی صورت نہ پیدا ہو تو جواز ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

۱۹- جائز نہیں ہے (مفتی اسماعیل)۔

چونکہ یہ حوالہ ہے اس لئے درست ہے، لیکن زائد رقم لینا جائز نہیں ہے (مفتی جمیل احمد نذیری)۔

بیع قبل القبض کی صورت نہ پیدا ہو تو درست ہے (مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)۔

Marfat.com

قرض تمسکات خریدنا جائز نہیں، تو فروخت کا کیا سوال (مولانا شمس پیرزادہ)۔

نوٹ: مفتی نظام الدین صاحب نے ”کمپنی میں سرمایہ کاری“ مضمون کے ذیلی عناوین پر تبصرہ فرمایا ہے، نیز مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی صاحب نے ایک عمومی تبصرہ ایک صفحہ کے مضمون میں فرمایا ہے، ان دونوں کی تلخیص شامل نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمپنی کے کاروبار سے متعلق چند مزید سوالات

۱- کمپنیز کی اپنے کاروبار کی نوعیت کے اعتبار سے تین قسمیں ہوسکتی ہیں:

۱-وہ کمپنیاں جن کا کاروبار حلال ہو۔

۲-وہ کمپنیاں جن کا کاروبار حرام ہو۔

۳-وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے، لیکن ان کو بعض اوقات سودی لین دین میں ملوث ہونا پڑتا ہے۔

ظاہر ہے کہ نمبر ۲ میں مذکور کمپنی میں حصہ لینا جائز نہیں اور نمبر ۱ میں حصہ لینا جائز ہے، نمبر ۳ کے بارے میں کیا شرعی حکم ہے؟

اس ضمن میں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کمپنی خود ایک فرد اعتباری ہے جس کا قانونی وجود تسلیم کیا جاتا ہے، کمپنی کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ تمام شیئرز ہولڈرس مل کر مجموعی طور پر کمپنی کے مالکان ہوتے ہیں، کمپنی کو اپنی میٹنگ میں کثرت رائے سے بورڈ آف ڈائرکٹرس یعنی انتظامیہ کا انتخاب کرنا ہوتا ہے، کمپنی کا یہ انتظامیہ کمپنی کو چلانے اور اس کی پالیسی کے بارے میں ان فیصلوں کا پابند ہوگا جو کمپنی کی مجلس عمومی طے کرے گی، مجلس عمومی سے مراد وہ مجلس ہے جس کے رکن تمام حصہ دار ہوں گے، واضح رہے کہ ہر حصہ دار کے ووٹ کی قیمت اس کے حصص کے تناسب سے متعین ہوگی، کمپنی کے ہر حصہ دار کو مجلس عمومی کی نشست میں کمپنی کے بارے میں اظہار خیال کا حق ہوگا، اگر کوئی شخص کمپنی کی کسی ایسی پالیسی کو جس میں سودی لین دین کا ارتکاب ہوتا ہو پسند نہیں کرتا ہو تو اس پالیسی پر وہ اعتراض کرسکتا ہے اور وہ یہ بھی کوشش کرسکتا ہے کہ اس کی رائے کو اکثریت حاصل ہو، عمل بہر حال اسی رائے پر ہوگا جو کثرت رائے سے منظور کی جائے،

Marfat.com

اب یہاں پر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:

الف-شیئرز ہولڈر (اپنی انفرادی حیثیت میں) اور بورڈ آف ڈائرکٹرس کے درمیان کیا رشتہ ہے؟ کیا بورڈ آف ڈائرکٹرس کے ہر تصرف اور عمل کی نسبت ہر شیئرز ہولڈر کی طرف کی جائے گی؟ کمپنی قوانین کے ماہرین کا خیال یہ ہے کہ بورڈ آف ڈائرکٹرس، شیئرز ہولڈرس کی انفرادی حیثیت میں نمائندگی نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ کمپنی کی نمائندگی کرتا ہے جس کا خود علاحدہ قانونی وجود ہے۔

ب-اگر کوئی شیئرز ہولڈر مجلس عمومی میں کسی ایسی پالیسی کی مخالفت میں ووٹ دیتا ہے جو سودی لین دین پر مشتمل ہو اور اکثریت حاصل نہیں ہونے کے باعث اس کی مخالفت کامیاب نہیں ہوتی، تو کیا اسے اس صورت میں سودی لین دین کے اس عمل کی ذمہ داری سے بری الذمہ قرار دیا جاسکتا ہے؟

۲- مالیاتی ادارے اجرت پر لوگوں کی مختلف خدمات بھی انجام دیا کرتے ہیں، منجملہ ان خدمات کے ایک کام مختلف کمپنیوں کے پروجیکٹ بنانا بھی ہے، کیا اسلامی مالیاتی ادارہ اس طرح کی فنی خدمات انجام دے سکتا ہے جبکہ بعض کمپنیوں کی اسکیمیں ایسی بھی ہوں گی جن میں حصہ داروں کے سرمایہ کے علاوہ:

(الف) سود پر قرض حاصل کرنا

(ب) ڈبینچر جاری کرنا (حصص میں قابل تبدیل اور ناقابل تبدیل)

(ج) حصص سے منسلک ڈبینچر جاری کرنا

(د) کچھ عرصے بعد کلی یا جزوی طور پر حصص میں تبدیل ہونے والے ڈبینچر جاری کرنا

(ھ) صفر سودی قرض تمسکات جاری کرنا بھی شامل ہے۔

واضح رہے کہ ڈبینچر سود بردار قرض تمسک کو کہتے ہیں یہ قرض تمسک جزوی یا کلی طور پر حصص میں تبدیل ہونے والے بھی ہوسکتے ہیں اور حصص میں تبدیل نہ ہونے والے بھی ہوسکتے

Marfat.com

ہیں، اول الذکر کو (کنورٹیبل ڈبینچر) (Convertible Debenture) اور آخر الذکر کو (نن کنورٹیبل ڈبینچر) (Non Convertible Debenture) کہتے ہیں، صفر سودی قرض تمسک پر بظاہر نہ سود آتا ہے اور نہ اس کے بقدر زائد رقم کمپنی کو دی جاتی ہے، لیکن جن شیئرز میں یہ تمسک تبدیل ہوتے ہیں ان کی قدر، عرفی قدر سے نسبتاً زیادہ ہوتی ہے اور یہ اجراء سے قبل ہی طے پاتا ہے، حصص سے منسلک ڈبینچر کے اجراء کی اسکیم یہ ہے کہ سرمایہ کار کو حصص میں اگر سرمایہ کاری کرنی ہے تو سود بردار تمسکات میں بھی سرمایہ کاری لازما کرنی ہوگی۔

۳- سوال ۲ (ج) میں حصص سے منسلک ڈبینچر کا ذکر ہے، اس اسکیم کے ذریعہ سرمایہ کار اگر سرمایہ کاری کرے اور اس سرمایہ کاری کے نتیجہ میں حاصل ہوئے ڈبینچر کو بازار میں فروخت کردے تو نتیجہ کے طور پر حصص میں جو خالص سرمایہ کاری ہوئی وہ اس قدر بازار سے حاصل کئے گئے حصص سے کم ہوتی ہے، کیا اس فائدہ کے پیش نظر اس اسکیم میں سرمایہ کاری جائز ہوگی؟

۴- سوال نمبر ۲ (د) میں حصص میں تبدیل سود بردار قرض تمسکات کے ذریعہ اگر سرمایہ کاری کی جائے اور صرف قرض تمسکات کے اس حصہ کو جو تبدیل ہوگیا ہوا چاہتا ہے برقرار رکھا جائے اور بقیہ کو بازار میں فروخت کردیا جائے تو بھی خالص سرمایہ کاری حصص میں بازاری قدر کے مقابلہ میں کم ہوگی، کیا اس فائدہ کے پیش نظر اس اسکیم میں سرمایہ کاری جائز ہوگی؟

۵- سوال نمبر ایک شق (ھ) میں دی گئی صفر سودی قرض تمسک اسکیم میں سرمایہ کاری کے لئے شرعی حکم کیا ہوگا؟

۶- سوال نمبر ۲ اور نمبر ۳ میں قرض تمسک اپنی قدر عرفی سے ہمیشہ کم قدر پر فروخت ہوتا ہے الا یہ کہ اسے حصص میں تبدیل ہونے سے قبل فروخت کردیا جائے، کیا قرض اپنی قدر عرفی سے کم یا زیادہ قدر پر فروخت کیا جاسکتا ہے؟ نیز اس پر حاصل ہوئے سود سے اس کے نقصان کی تلافی کیا ممکن ہے؟

۷- کمپنی کو سرکار، سرکاری مالیاتی ادارے، بینک یا دوسری ایجنسیوں سے قرض لینا پڑتا

Marfat.com

ہے اور مالیاتی ادارے ایسی درخواستوں کو منظور کرانے کے لئے کوشش اور پیروی کا کام اجرت پر کرتے ہیں تو کیا اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے ایسی خدمات انجام دینا جائز ہوگا؟

۸- پہلے سے قائم اور مالی طور پر مستحکم کمپنیوں کے حصص کی بازاری قدر ان کی قدر عرفی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، ایسی کمپنیاں کبھی کبھی اپنے موجود حصہ داروں اور ڈبینچر ہولڈرس کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ان کے حصص اور ڈبینچر کی نسبت سے بطور حق انہیں قابل تبدیل ڈبینچر میں سرمایہ کاری کی پیش کش کرتی ہیں، یہ حق قابل تبدیل بھی ہوتا ہے، حقدار اپنا حق استعمال کر کے سرمایہ کاری کرنا مناسب نہ سمجھے تو اپنا حق بازار میں فروخت بھی کر سکتا ہے اور فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن اس فائدہ سے یقیناً کم ہوتی ہے جو سرمایہ کاری سے حاصل ہوتی ہے، واضح رہے کہ اس اسکیم کے ختم ہونے کے بعد حصص کی قیمت بازار میں کم ہو جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح ملے حق کے ذریعہ قابل تبدیل ڈبینچر میں سرمایہ کاری کے لئے کیا شرعی حکم ہے؟ اور اس کی فروخت کے سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

۹- کیا جزوی طور پر قابل تبدیل ڈبینچر کے حصص میں تبدیل ہو جانے کے بعد نا قابل تبدیل جز کے فروخت پر ہوئے نقصانات کی تلافی اس پر ملے سود سے کی جا سکتی ہے؟

۱۰- شیئرز میں حصص کے خریداروں کو دو زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ۱- ایک وہ لوگ جو کہ حصص خرید کر انہیں اپنے نام منتقل کرا کر کمپنی میں نفع ونقصان کے مستحق ہیں، ۲- دوسرا وہ شخص جو کہ شیئرز بازار میں حصص کی قیمت کے اتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے حصص کی خرید و فروخت کرتا ہے، کیا اس غرض سے حصص کی خرید وفروخت بغیر اپنے نام منتقل کرائے ہوئے جائز ہوگا؟

۱۱- (الف) کیا یہ شرعاً روا ہوگا کہ حصص کو رہن رکھ کر غیر سودی قرض حاصل کیا جائے یا دیا جائے؟

(ب) کیا یہ شرط روا ہوگا کہ ڈبینچر (سود بردار تمسکات) رہن رکھ کر سودی قرض حاصل

Marfat.com

کیا جائے یا دیا جائے؟

۱۲- عام طور سے حصص کو بازار سے خرید کر کمپنی میں اپنے نام منتقل کرانے میں ۳ ماہ کا عرصہ لگ جاتا ہے، اس عرصہ میں حصص کی قیمت میں کافی اتار چڑھاؤ کا امکان رہتا ہے، ایسے حالات میں اگر کسی قیمت میں اضافہ ہو جائے اور حصص جو کہ کمپنی کو بھیجے جا چکے ہیں لیکن منتقل ہو کر واپس نہیں آئے ہیں، ان کو مستقبل بازار میں بیچنے کا طریقہ اپنا کر سودا کیا جا سکتا ہے؟ اس طرح حصص بردار حصص ہاتھ میں نہ ہوتے ہوئے بھی حصص فروخت کر کے ان کی قیمت میں مستقبل میں آئی امکانی گراوٹ کے خطرہ سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس طرح سے مالک کا حصص ہاتھ میں نہ ہوتے ہوئے بھی حصص کو بازار مستقبل میں بیع کرنا جائز ہوگا؟

☆☆☆

Marfat.com

کمپنی کے کاروبار سے متعلق جوابات

مولانا شیر محمد خاں رضوی، راجستھان

کمپنی کے حصص کے بارے میں کافی عرصہ سے غور وخوض جاری ہے، شیئرز ہولڈر، بورڈ آف ڈائرکٹر اور ڈبینچر کے باہمی تعلقات کے تمام تر پہلوؤں پر تامل کیا گیا، مگران میں جواز کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے، ڈبینچر میں صریحاً سود کا پہلو موجود ہے، اس لئے اس کے عدم جواز میں کوئی شک نہیں "أحل الله البيع وحرم الربا"۔

رہا سوال شیئرز کا تو یہ بھی اقسام بیوع میں سے کسی بھی قسم کے تحت نہیں آتے، شرکت و مضاربت کی شرائط میں سے کسی بھی شرط پر من کل وجہ پورے نہیں آتے، البتہ شیئر میں ربا و قمار کا اشتباہ بظاہر عیاں ہے، اس لئے احتراز لازم ہے۔

کمپنی کے حصص کے تعلق سے فاضل بریلویؒ فتاوی رضویہ میں رقم طراز ہیں:

"ظاہر ہے کہ حصہ روپیوں کا ہے اور وہ اتنے ہی روپیوں کو بیچا جائے گا جتنے کا حصہ ہے یا کہ زائد کو بیچا گیا تو "ربوا" ہے، اور اگر مساوی ہی کو بیچا گیا تو "صرف" ہے، جس میں تقابض بدلین نہ ہوا، یوں حرام ہے" (فتاوی رضویہ ۷/۱۱۱)۔

تمسکات کے بارے میں علماء دیوبند و بریلی شریف ہر دو کا یہی نظریہ ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے۔

☆☆☆

Marfat.com

ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، میسور کرناٹک

ارسال کردہ سوال نامہ بہت دیر سے دستیاب ہونے پر مضامین پر نظر غائر ڈالنے کا موقع نصیب نہ ہوا، لہذا طائرانہ نظر و توجہ کے سہارے جواب و خیالات پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، خدا کرے ان موضوعات پر خاص مطالعہ رکھنے والے بزرگوں سے استفادہ کا موقع نصیب ہو۔

۱- وہ کمپنی جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے، لیکن ان کو بعض اوقات سودی لین دین میں ملوث ہونا پڑتا ہے اس کمپنی میں حصہ لینا جائز ہے، اس لئے کہ اس کا بنیادی کاروبار حلال ہے، چونکہ عام شیئر ہولڈرس مجموعی طور پر کمپنی کے مالک ہوتے ہیں، کمپنی کا انتظامیہ مجلس عمومی کے اشاروں کے ماتحت ہوتا ہے، ہر حصہ دار کو سودی لین دین کی پالیسی پر اعتراض کا حق ہے، اپنی رائے کو منوانا اور اکثریت حاصل کرنا اس کے زور و ہمت اور اثر و رسوخ پر منحصر ہے، کم از کم حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مواقع فراہم ہوتے رہتے ہیں اور اپنی مخالفت منوانے کے بجائے کم از کم اس کے عدم جواز کا اعلان تو کر سکتا ہے، لہذا اس کو سودی لین دین کی ذمہ داری سے بری الذمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

۲- اسلامی مالیاتی ادارہ مختلف کمپنیوں کے پروجیکٹ بنانے کی خدمات انجام دے سکتا ہے، غیر اسلامی کج راہ روی کی تدریجی اصلاح کی بے حد گنجائش اور علمی وہ ذہنی تبلیغ کے بے حساب مواقع فراہم ہوتے ہیں، ان خدمات سے دامن کش ہونا "الساکت عن الحق" کے تحت آنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، چونکہ اس میں صفر سودی قرض تمسکات جاری کرنا بھی شامل ہے، اسلام میں تخمینات کی اصلاح کی اجازت ہے، حصص سے منسلک ڈبینچر کے اجراء کی اسکیم بھی تخمینہ ہے، اس لئے اسلامی مالیاتی ادارہ مجاز ہو سکتا ہے۔

۳، ۴- جائز ہے۔

Marfat.com

۵- صفر سودی قرض تمسک اسکیم میں منفعت متعین نہیں ہوتی، لہذا جائز قرار دی جاسکتی ہے۔

۷- اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے ایسی خدمات کا انجام دینا جائز ہے۔

۸- زیر غور ہے۔

۹- تلافی کی جاسکتی ہے۔

۱۰- حصص کی خرید وفروخت اپنے نام منتقل کرانا بہتر ہے۔

۱۱- روا ہے۔

۱۲- جائز ہے۔

☆☆☆

مولانا شمس پیرزادہ، ممبئی

۱- جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہے لیکن ان کو بعض اوقات سودی لین دین میں ملوث ہونا پڑتا ہے، ان میں حصہ لینا بحالات موجودہ جائز ہے، کیونکہ ان کا سودی لین دین ایک ضمنی بات ہے اور شاید ہی کوئی کمپنی ایسی ہو جو سودی لین دین سے بالکل بچی ہوئی ہو، ہر کمپنی کو بینک سے قرض لینا پڑتا ہے اور اس پر سود دیئے بغیر چارہ کار نہیں ہے، اور وہ ڈبینچر بھی جاری کرتی ہے، نیز ہر کمپنی اپنے ریزروفنڈ پر سود بھی حاصل کرتی ہے، جو سود وہ وصول کرتی ہے وہ مقدار میں کم ہوتا ہے اور جو سود وہ ادا کرتی ہے وہ مقدار میں زیادہ ہوتا ہے، اس لئے کمپنی کے منافع (Dividend) میں عام طور سے شامل نہیں ہوتا۔

(الف) بورڈ آف ڈائرکٹرس کو کمپنی کے قوانین کے مطابق اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور شیئرز ہولڈرس کی جو سالانہ میٹنگ ہوتی ہے اس کے ان فیصلوں کے وہ پابند ہوتے ہیں جو

Marfat.com

کثرت رائے سے ہوئے ہوں، اس لئے بورڈ آف ڈائرکٹرس کے ہر تصرف اور عمل کا ذمہ دار ہر شیئر ہولڈر کو نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(ب) اگر کوئی شیئر ہولڈر مجلس عمومی میں سودی لین دین کی مخالفت کرتا ہے اور اکثریت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس کی بات مانی نہیں جاتی تو موجودہ حالات میں اسے اس عمل کی ذمہ داری سے بری الذمہ قرار دینا پڑے گا۔

۲- مالیاتی ادارے مختلف کمپنیوں کے پروجیکٹ بنا سکتے ہیں اور اجرت پر فنی خدمات انجام دے سکتے ہیں بشرطیکہ ان کمپنیوں کا اصل کاروبار حرام نہ ہو اور نہ ان اداروں کو کسی حرام سے ملوث ہونا پڑتا ہو۔

۳- حصص سے منسلک ڈبینچر میں سرمایہ کاری جائز نہیں، کیونکہ یہ سودی معاملہ میں شرکت ہے۔

۴- حصص میں تبدیل سود بردار قرض تمسکات میں سرمایہ کاری جائز نہیں ہوگی، کیونکہ حصص میں تبدیل نہ ہونے والے ڈبینچر (Non Convertible Debenture) کا معاملہ کرنا خواہ وقتی طور پر ہی کیوں نہ ہو، سودی معاملہ میں شرکت کے مترادف ہے۔

۵- صفر سودی قرض تمسک (Zero Interest Debenture) میں سرمایہ کاری جائز ہوگی، کیونکہ ایسے ڈبینچر کچھ عرصہ بعد حصص میں تبدیل ہو جاتے ہیں، یعنی وہ (Convertible) ہیں اور سود سے خالی ہیں، لہٰذا ان ڈبینچر کی نوعیت سود بردار ڈبینچر کی نہیں ہے۔

۶- ڈبینچر قرض تمسک ہے اور اس کو قدر عرفی سے زیادہ قدر پر فروخت کرنے کا مطلب قرض پر سود حاصل کرنا ہے، رہا قدر عرفی (جو حقیقی قرض ہے) سے کم قدر پر فروخت کرنا تو یہ صورت ڈبینچر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے جائز ہوگی، ورنہ قرض تمسک قابل فروخت چیز نہیں ہے۔

۷- کمپنیاں جن اداروں سے قرض لیتی ہیں وہ سود پر ان کو رقم دیتے ہیں، لہٰذا کسی اسلامی

Marfat.com

مالیاتی ادارہ کے لئے ایسے خدمات اجرت پر انجام دینا جائز نہ ہوگا۔

۸- قابل تبدیل ڈبینچر (Convertible Debenture) ایک عرصہ بعد ہی تبدیل کئے جاسکتے ہیں، اس وقت تک سودی معاملہ کرنا ہوگا، اس لئے ان میں سرمایہ کاری نہیں کی جاسکتی۔

۹- ڈبینچر کے ناقابل تبدیل جز کے فروخت پر ہوئے نقصان کی تلافی اس پر ملے سود سے نہیں کی جاسکتی، کیونکہ سود کمپنی دیتی ہے جبکہ فروخت کا معاملہ دوسرے شخص سے کیا جاتا ہے۔

۱۰- حصص کی خرید و فروخت بغیر اپنے نام منتقل کرائے جائز نہیں، کیونکہ نام پر منتقل کرائے بغیر اسے خرید و فروخت کے حقوق حاصل نہیں، وہ ابھی کمپنی کے حصص کا مالک نہیں بنا، اور ایسی خرید و فروخت پر قانونی پابندی بھی ہے۔

۱۱ (الف) حصص کو رہن رکھ کر غیر سودی قرض حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حصص مالیت رکھنے والی چیز ہے۔

(ب) ڈبینچر خریدنا سودی معاملہ ہے، اس لئے یہ معاملہ کیا ہی نہ جائے، رہن وغیرہ رکھنے کا سوال پیدا ہی کہاں ہوتا ہے۔

۱۲- مالک کا حصص ہاتھ میں نہ ہوتے ہوئے یعنی اپنے نام منتقل کرانے سے پہلے حصص کو بازار مستقبل میں فروخت کرنا جسے (Forward Trading) کہتے ہیں جائز نہیں، وجوہ وہی ہیں جو جواب نمبر ۱۰ میں بیان ہوئے۔ (Stock Exchange) میں سٹے کا کاروبار اسی بنیاد پر ہوتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا محمد شعیب اللہ مفتاحی، بنگلور

۱-(الف) شیئرز ہولڈر اور بورڈ آف ڈائرکٹرس کے مابین وکیل و مؤکل کا رشتہ ہے، شیئرز ہولڈر مؤکل ہوگا اور بورڈ آف ڈائرکٹرس (انتظامیہ) اس کا وکیل، کیونکہ کمپنی چلانے اور اس کی پالیسی میں یہ بورڈ ''کما ھو مصرح فی السوال'' ان فیصلوں کا پابند ہوگا جو کمپنی کے حصہ دار طے کرتے ہیں، لہذا بورڈ کے تصرف کو شیئر ہولڈر کا تصرف قرار دیا جائے گا، مگر چونکہ شیئر ہولڈر کو یہ حق ہے کہ وہ کمپنی کی کسی پالیسی سے اختلاف رائے رکھتا ہو تو وہ اس پر اعتراض کرے، اس لئے اگر کوئی شیئر ہولڈر کسی ناروا و ناجائز پالیسی سے اختلاف ظاہر کردے گا تو وہ آگے ہونے والی ناروا غلط کارروائی میں شریک نہ قرار دیا جائے گا اور وہ عمل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا، حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ:

''جس حصہ دار کو حصہ داخل کرتے وقت اس (سودی لین دین) کی اطلاع نہ ہو اس نے تو کارکنان کمپنی کو ان دو امر کا وکیل ہی نہیں بنایا، اس لئے کارکنان کا یہ فعل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا، اور جن کو اطلاع ہو وہ تصریحا اس سے ممانعت کردیں، گو اس ممانعت پر عمل نہ ہوگا، مگر اس ممانعت سے اس فعل کی طرف نسبت تو نہ ہوگی'' (امداد الفتاوی ۳/۴۹۱)۔

(ب) اس کا جواب اوپر کے جواب سے ظاہر ہے یعنی مخالفت کے بعد بورڈ کی کارروائی سے یہ بری الذمہ ہوجائے گا، مگر یہ براءت صرف مباشرت سے ہوگی نہ کہ اعانت سے، لہذا یہ مباشرۃ تو سودی لین دین سے بری ہوگا، مگر اعانت علی المعصیۃ سے بری نہ ہوگا اور اعانت علی الاثم کے باب میں اگرچہ فقہاء کی عبارات میں اضطراب و اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم غور و فکر کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ معصیت کی اعانت اس صورت میں حرام ہے جبکہ حقیقۃ یا حکما قصد معصیت اس میں شامل ہو، حقیقۃ قصد تو ظاہر ہے اور حکما قصد معصیت ایک تو یہ ہے کہ صلب عقد میں اس کا تذکرہ احد المتعاقدین کی طرف سے ہوجائے، دوسرے یہ کہ کوئی ایسی چیز میں لگائے جو سوائے

Marfat.com

معصیت کے کسی اور چیز میں استعمال نہ ہوتی ہو، جیسے آلات غنا وغیرہ۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فقہاء کے تمام اقوال کو پیش نظر رکھ کر اعانت کے مسئلہ میں یہی ضابطہ تنقیح فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"إن الإعانة على المعصية حرام مطلقا بنص القرآن أعنى قوله تعالى "ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" وقوله "فلن أكون ظهيرا للمجرمين" ولكن الإعانة حقيقة هى ما قامت المعصية بعين فعل المعين ولا يتحقق إلا بنية الإعانة أو التصريح بها أو تعينها فى استعمال هذا الشئ بحيث لا يحتمل غير المعصية" (تفصیل الکلام مندرجہ جواہر الفقہ ۲/۴۴۷)۔

یہی بات ملخصاً آپ نے اپنے دوسرے رسالہ "الاستبانة لمعنى التسبب والإعانة" میں تحریر فرمائی ہے (دیکھئے: احکام القرآن ۳/۷۷)۔

اس اصول پر جب ہم غور کرتے ہیں تو زیر بحث صورت میں اعانت علی المعصیۃ کھلے طور پر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ صلب عقد میں اس کا ذکر آیا اور آتا ہے، پھر بھی وہ کمپنی میں حصہ دار ہو کر اپنا مال لگا رہا ہے تو یہ صریح اعانت علی الحرام ہے، نیز اس ارتکاب حرام کا علم ہونے کے بعد اس کے لئے شیئر ہولڈر باقی رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی، علامہ حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں:

"ويكره تحريما بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم لأنه إعانة على المعصية الخ" (۲۶۸/۱)۔

الغرض مخالفت سے اس فعل کی نسبت اس کی طرف نہ ہوگی، مگر اعانت علی الحرام کی وجہ سے اس کو اس میں اپنا حصہ لگانا جائز نہ ہوگا، ہاں البتہ اس شیئر ہولڈر کا حصہ و نفع دونوں کو سود سے محفوظ رکھا جاتا ہو تو اس قسم کی کمپنی میں شیئر (حصہ) داخل کرنا درست ہوگا اور یہ شخص مباشرت و اعانت علی الحرام سے بری ہوگا۔

۲- اسلامی مالیاتی ادارہ کا مختلف کمپنیوں کے پروجیکٹ (Projects) تیار کر کے فنی

Marfat.com

خدمت انجام دینا جائز ہے، اگر چہ اس میں ایسی اسکیمیں بھی شامل ہوں جن میں سود کا لین دین ہوتا ہو، جیسے سودی قرض حاصل کرنا، ڈبینچر جاری کرنا وغیرہ جن کے متعلق سوال میں تفصیل مذکور ہے، کیونکہ محض پروجیکٹ بنانا ایسا ہے جیسے سود کے مسائل کی تعلیم دینا اور علماء نے سود کے مسائل کی تعلیم کو جائز قرار دیا ہے، حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ:

''چونکہ حربی کو حربی سے سوذ لینے میں کوئی خطاب شرعی نہیں ہے، اس لئے اس کو حرام نہ کہا جائے گا، پس سود کی ایک صورت ایسی نکلی جو حرام نہیں اور یہ مسئلہ ہے کہ جس امر میں ایک صورت بھی حلال ہو اس کی تعلیم اعانت علی الحرام نہیں'' (امدادالفتاوی ۳/ ۱۶۸)۔

یہی صورت پروجیکٹ کی بھی ہے کہ یہ پروجیکٹ حربی کے حربی سے سود دینے کی صورت میں کام آ سکتا ہے اور یہ حلال ہے، تو اس کا تیار کرنا بھی حلال و جائز ہوا۔

۳- حصص سے منسلک ڈبینچر کی اسکیم حسب سوال یہ ہے کہ سرمایہ کار کو حصص میں اگر سرمایہ کاری کرنی ہے تو سود بردار تمسکات میں بھی سرمایہ کاری لازماً کرنی ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ سود بردار تمسکات میں سرمایہ کاری حرام و ناجائز ہے تو حصص سے منسلک ڈبینچر کی اسکیم میں سرمایہ کاری بھی ناجائز ہوگی، نیز حصص میں سرمایہ کاری کے لئے سود بردار تمسکات کو لازم و شرط قرار دینا صفقۃ فی صفقۃ کی صورت ہے جو کہ ناجائز ہے، لہذا یہ معاملہ درست نہیں ہے۔

۴- حصص میں تبدیل ہونے والے ڈبینچر میں سرمایہ کاری بھی ناجائز ہوگی اگر وہ سود بردار ہیں، بعض حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والے سود کو بلا نیت ثواب صدقہ کر دیا جائے، میں ان سے متفق نہیں ہوں، کیونکہ بلا نیت ثواب صدقہ کا مسئلہ تو علماء نے اس لئے بیان کیا تھا کہ اگر کوئی شخص لاعلمی یا لاپروائی کی بنا پر سودی کاروبار میں پھنس گیا اور اب اس کی وجہ سے اس کے نام کا سود جمع ہو گیا تو اس کو وہ دفع کر سکے اور وبال سے بچے، نہ اس لئے کہ برابر سودی کاروبار کا ارتکاب کر کے آخر میں بلا نیت ثواب حرام مال (سود) کو صدقہ کر دیا کرے۔

Marfat.com

۵- صفر سودی قرض تمسک اسکیم جو دراصل بلاسودی قرض کی صورت ہے اس میں سرمایہ کاری درست وجائز ہے۔

۶- قرض تمسک کو فروخت کرنا ہی درست نہیں، کیونکہ دین کی بیع صحیح نہیں ہے، علامہ ابن نجیمؒ نے ''الاشباہ'' میں فرمایا ہے:

''وبيع الدين لا يجوز'' (الاشباہ ۴/۱۴)، اور درمختار میں ہے کہ جامکیہ کی بیع کو مصنف نے باطل قرار دیا ہے: ''وأفتى المصنف ببطلان بيع الجامكية'' اور شامی نے مصنف کے فتاوی سے بیع جامکیہ کی تفسیر یہ نقل کی ہے:

''وهو أن يكون لرجل جامكية في بيت المال ويحتاج إلى دراهم معجلة قبل أن تخرج الجامكية فيقول له رجل بعتني جامكيتك التي قدرها كذا بكذا أنقص من حقه في الجامكية فيقول له: بعتک ، فهل البيع المذكور صحيح أم لا لكونه بيع الدين بنقد؟''

اس کے بعد مصنف کا جواب نقل کیا ہے کہ:

''إذا باع الدين من غير من هو عليه كما ذكر لا يصح و قال مولانا في فوائده وبيع الدين لا يجوز ولو باعه من المديون أو وهبه'' (شامی علی الدر المختار ۴/۵۱۶)۔

یہ بعینہ وہی صورت ہے جو ہمارے زیر بحث ہے، لہذا وہ بھی ناجائز ہوگی، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس قرض تمسک کا حوالہ کردیا جائے کہ ان تمسکات کا حامل اپنا قرضہ جو کمپنی کے ذمہ ہے دوسرے کسی شخص کے حوالہ کردے جو برضا اس کو قبول کرلے۔

ہدایہ میں ہے:

''الحوالة وهي جائزة بالديون......وتصح الحوالة برضاء المحيل والمحتال والمحتال عليه'' (۳/۱۱۳)۔

Marfat.com

مگر چونکہ یہ قرض کا حوالہ ہے اس لئے اس میں کمی وبیشی جائز نہ ہوگی، جیسا کہ مفتی کفایت اللہؒ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ کمی بیشی باطل ہے (کفایۃ المفتی ۸/۱۵۸)۔

البتہ حضرت تھانوی نے اپنے فتاوی میں حوالہ میں کمی کی صورت کو ایک تاویل سے درست قرار دیا ہے، وہ تاویل یہ ہے کہ حوالہ کرنے والا حوالہ قبول کرنے والے کو یہ کہہ دے کہ کمپنی کی طرف سے جو زائد رقم وصول ہو وہ تمہاری اجرت ہے، حاصل یہ کہ حوالہ قبول کرنے والے کو پہلے وکیل بنا دے کہ وہ قرض وصول کرنے میں سعی کرے اور اس سعی کی اجرت میں وہ رقم زائد طے کر دے جو کمپنی کی طرف سے وصول ہوگی، کیونکہ اس نے حوالہ کم رقم پر کیا ہے، حضرت کی عبارت یہ ہے:

یوں کرے کہ خالد کو وکیل بنا دے کہ تم اس انگریز سے تقاضا کر کے وصول کرو اور اڑھائی سو روپے اس کام پر تمہاری اجرت ہے اور دو سو روپے تم ہم کو قرض دے دو (امداد الفتاوی ۳/ ۳۲۲)۔

حاصل یہ کہ دین کی بیع تو جائز نہیں اس کا حوالہ کیا جا سکتا ہے اور اس میں زیادتی تو ناجائز ہے، کمی کے ساتھ حوالہ مذکورہ تاویل سے جائز ہے۔

۷- یہ صورت دلالی کی ہے اور اس کے جواز میں اختلاف ہے مگر عموم بلوی اور ضرورت کی بنا پر جواز کا ہی فتوی دیا جاتا ہے، شامی نے فرمایا کہ:

"وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل و كثير من هذا غير جائز فجوزوه لحاجة الناس إليه" (شامی ۶/ ۶۳)۔

مگر یہ واضح ہونا چاہئے کہ یہ دلالی محض وجاہت کی بنا پر نہ ہو، بلکہ سعی ومحنت پر اس کا مدار ہو، محض وجاہت سے کسی کام کی سفارش کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز نہیں، مولانا تھانویؒ رشتہ مقرر کرنے پر اجرت کے مسئلہ پر فرماتے ہیں:

Marfat.com

اگر اس ساعی (دلال) کو کوئی وجاہت حاصل نہ ہو اور جہاں اس نے سعی کی ہے وہاں کوئی دھوکہ نہ دے، تو اس اجرت کو جانے آنے کی اجرت سمجھ کر جائز کیا جائے گا۔

"وإلا فلا يجوز أخذ الأجرة على الشفاعة ولا الخداع" (امداد الفتاوی ۳/ ۳۹۳)۔

وجہ یہ ہے کہ محض اپنی وجاہت سے سفارش کوئی متقوم شی نہیں ہے، لہذا اس پر اجرت نہیں لی جاسکتی، اور جہاں تک زیر بحث سوال کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں محض سفارش بالوجاہت سے نہیں، بلکہ محنت ومجاہدہ سے کام لیا جاتا ہے، لہذا اجرت پر ایسی خدمت کا انجام دینا درست ہے۔

۸- قابل تبدیل ڈبینچر میں سرمایہ کاری کی بحث اوپر گذر چکی کہ اگر سود بردار ہے تو جائز نہیں، رہا حق مذکور کا فروخت کرنا تو یہ جائز ہے، جیسا کہ تیسرے فقہی سمینار میں اس پر بحث ہو چکی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو صاحب حق سے ضرر کو دفع کرنے کے لئے ہوتے ہیں، جیسے حق شفعہ شفیع کے لئے، حق قسم زوجہ کے لئے، دوسرے وہ حقوق جو اصالۃ صاحب حق کے لئے ثابت ہوئے ہوں، جیسے حق قصاص، حق رقیت وغیرہ۔

پہلے قسم کے حقوق کی بیع جائز نہیں اور دوسرے قسم کے حقوق کی بیع جائز ہے، چنانچہ تیسرے فقہی سمینار نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ:

"وہ تمام حقوق جن کی مشروعیت اصالۃ نہیں بلکہ صاحب حق سے کسی ضرر کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے، ایسے حقوق پر عوض لینا جائز نہیں، جیسے شفعہ۔ جو حقوق نصوص شرعیہ سے ثابت ہوں، البتہ ان سے مالی منفعت متعلق ہوگئی اور عرف میں ان کا عوض لینا مروج اور معروف ہو چکا ہو، نیز ان کی حیثیت محض دفع ضرر کی نہ ہو اور نہ وہ شریعت کے عمومی مقاصد ومصالح سے متصادم ہوں، ایسے حقوق پر عوض حاصل کرنا جائز اور درست ہے (اہم فقہی فیصلے رص ۳۱)۔

Marfat.com

اب رہا یہ سوال کہ زیر بحث حق کس قسم میں داخل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دوسرے قسم کے حقوق میں داخل ہے، کیونکہ یہ محض دفع ضرر کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس سے مالی منفعت متعلق ہے، جیسے حق قصاص ورق وغیرہ، لہذا اس پر عوض حاصل کرنا جائز ہے۔

۹- اولا تو اس کو نقصان ہی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ نفع کی کمی ہے، دوسرے اگر یہ نقصان ہے بھی تو سود سے تلافی جائز نہیں، کیونکہ اس کا مصرف صرف فقراء ہیں، جن کو بلانیت ثواب دینا ہے، سود سے خود کا منتفع ہونا قطعا حرام ہے اور اس کو انکم ٹیکس وغیرہ پر قیاس کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ ضرر کی صورت ہے، اور اس میں سود کا روپیہ لگانا دفع ضرر کہا جا سکتا ہے ''کما هو رأى بعض أهل الفتوى'' اور زیر بحث صورت جلب منفعت کی ہے، اس میں سود لگانا سود سے انتفاع ہے، وهو غير جائز۔

۱۰- اس میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی، مگر سوال میں ایک ابہام ہے جس کا صاف ہونا ضروری ہے، وہ یہ کہ دوسری شکل میں لکھا گیا ہے کہ ''بغیر اپنے نام منتقل کرائے'' یہ واضح نہیں ہے، جب وہ خرید کرے گا تو اس کے نام منتقل نہ ہونے کا کیا مطلب؟ جب وہ خریدے گا تو لازما وہ حصہ مشتراۃ اس کا ہو گیا، اگر اس میں اصطلاحی کوئی تفصیل ہو تو واضح فرمایا جائے اور میرے خیال میں یہ صورت اس صورت سے مختلف ہے۔ جس سے حدیث میں منع فرمایا گیا ہے، یعنی نجش ''لاتناجشوا'' (صحیحین) کیونکہ نجش کی صورت حسب تصریح فقہاء یہ ہے:

''وهو أن يزيد فى الثمن ولا يريد الشراء يرغب غيره'' (ہدایہ ۳/۵۰)۔

تو اس میں خریدنا مقصد ہی نہیں، بلکہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا مقصد ہے، جبکہ زیر بحث صورت میں خریدنا مقصود ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا مطلوب ہے (فافترقا)۔

۱۱ (الف): کمپنی میں حصص داری دراصل مشارکت ہے، کما هو ظاهر، لہذا حصہ کمپنی مال شرکت ہے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مال شرکت کا رہن رکھنا صحیح نہیں، قال فی الہدایہ:

''ولا يصح الرهن بالأمانات كالودائع والعوارى والمضاربات، قال و

Marfat.com

مال الشركة"(ہدایہ ۳/۵۱۰)۔

نیز درمختار وردالمحتار میں بھی اس کی تصریح ہے (دیکھئے: درمختار مع شامی ۶/۴۹۲)۔

(ب) ڈبینچر کی حقیقت سود بردار قرضہ ہے، بظاہر اس کے رہن رکھنے میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔

۱۲- یہ جائز نہیں، کیونکہ حصص کی بیع دراصل منقول کی بیع ہے اور منقول کی بیع قبل القبض جائز نہیں۔

"**فی البدائع:وبیع المنقول قبل القبض لا یجوز بلا خلاف بین أصحابنا**"(۵/۳۰۶)۔

اور بزازیہ میں ہے:

"**لا یصح بیع المنقول قبل قبضه من البائع أو الأجنبی لنهیه علیه السلام عن بیع مالم یقبض**"(بزازیہ)۔

☆☆☆

<u>مفتی محبوب علی وجیہی، رامپور</u>

آپ کے ارسال کردہ سوالوں کے جواب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ سود کے مسائل پیچیدہ اور احتیاط طلب ہیں، چونکہ کمپنیز اور بینکاری مغرب کی دین ہے جن کے نزدیک مذہب ایک نجی وہ بھی بہت محدود دائرہ کے اندر محصور ہے، اس لئے احکام شریعت سے عام طور پر اس کا ٹکراؤ ہوتا ہے، اس میں ایک مسلمان کو آخرت اور رضائے الٰہی مقدم رکھنا ضروری ہے۔

اس تمہید کے بعد گذارش ہے کہ قرآن پاک کی یہ آیت "**ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان**" اور "**أحل الله البیع وحرم الربوا**" اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان: "**دعوا**

Marfat.com

الربوا والريبة“ اور فقہ حنفیہ کا مشہور قاعدہ ”والشبهة فی هذا ملحقة بالحقيقة“ جیسے دلائل کی روشنی میں جوابات درج ذیل ہیں:

۱ (الف)- شیئرز ہولڈر کی طرف سے بورڈ آف ڈائرکٹر وکیل ہے، اس لئے اس کا ہر فعل اس کمپنی سے متعلق معاملات میں شیئرز ہولڈر جو موکل ہے اس کی طرف منسوب ہوگا، کمپنی بذات خود قائم نہیں ہوسکتی، اس کا قیام انہی لوگوں کے ذریعہ سے ہے، کمپنی میں ہونے والے معاملات انہیں لوگوں کی طرف منسوب ہوں گے کیونکہ یہی لوگ فاعل مختار ہیں۔

(ب) چونکہ سودی لین دین سے شیئرز ہولڈر ہونے کے ناطے اس کا بھی تعلق قائم ہے، پس تعاون علی الاثم کا یہ بھی مرتکب ہوگا، اس لئے اس کی براءت ممکن نہیں، اس کی مخالفت کامیاب نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ یہ وہاں سے اپنے کاروبار کو ختم کردے، یہ نہیں ہوسکتا کہ صرف مخالفت کرکے یہ بری الذمہ ہوجائے۔

۲- مالیاتی ادارے ایسے کام انجام دیں جن میں سود یا قمار یا اور اس طرح کی خرابی نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ:

(الف) سود پر قرضہ حاصل کرنا ناجائز ہوگا۔

(ب) ڈبینچرز اگر سودی لین دین سے متعلق ہوں تو ناجائز ہیں اور اگر بلاسودی ہوں تو جائز ہیں۔

(ج) اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اگر ان حصص کے متعلق ڈبینچر جاری کرنے میں سود کی آمیزش نہیں ہوتی ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے، عام طور سے ڈبینچرز سود سے مستثنی نہیں ہوتے۔

(د) میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے اس سوال کا جواب بھی (ج) کے جواب میں آ گیا۔

(ھ) اس کا جواب بھی واضح ہے کہ سود کا لین اور دین دونوں حرام ہیں، اور اس ذریعہ سے جو چیز حاصل ہو وہ بھی حرام ہے، شیئرز میں قدر عرفی اور غیر عرفی اس کے فرق سے سود لازم

Marfat.com

نہیں آئے گا، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ سامان نقد بیچنے میں بائع قیمت کم لے سکتا ہے اور ادھار بیچنے میں زائد، لیکن اگر سرمایہ کار کو حصص میں سرمایہ کاری کرنے کے لئے سودی کاروبار کرنا پڑتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے۔

۳- اگر اس سرمایہ کاری سے حاصل ہوئے ڈبینچر میں کوئی سود کا تعلق نہیں ہوتا تو بازار سے وہ خرید کر اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے۔

۴- چونکہ اس میں سود بردار قرض تمسکات کی خرید وفروخت ہوتی ہے، اس لئے ناجائز ہے۔

۵- یہ بھی ناجائز ہے۔

۶- اس سلسلہ میں عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: "نهى رسول الله ﷺ عن قرض جر نفعا" اس لئے یہ بھی ناجائز ہے اور سود حرام ہے اور حرام واجب التصدق ہے، اس لئے اس سے کسی اپنے نقصان کی تلافی جائز نہیں۔

۷- اپنے کام اور محنت کی مزدوری اور اجرت لینا جائز ہے، البتہ اس میں سود کا لین دین اور کوئی گناہ شامل نہ ہو، ورنہ تعاون علی الاثم لازم آئے گا، اور یہ ممنوع ہے۔

۸- صرف حق قابل بیع نہیں ہے، اس لئے کہ حق بذات خود کوئی مال نہیں ہے، ہدایہ میں صرف حق تعلی (فضا کی بیع مثلاً چھت کی بیع) اور حق مسیل (مشترکہ مفاد کی چیزیں) کی بیع ممنوع قرار دی گئی ہے، جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی زمین وغیرہ نہ ہو، البتہ کمپنی کے جو حصص اور شیئرز ہیں وہ فروخت کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ کمپنی جو بلا سودی لین دین کرتی ہے وہ ایک موجود چیز ہے اور قابل بیع ہے۔

۹- سود سے کسی نقصان کی تلافی کیسے ہوسکتی ہے، کیونکہ اس میں سود کا حاصل کرنا اور پھر اس کو اپنے تصرف میں لانا لازم آئے گا اور حدیث میں ہے: "دعوا الربوا والريبة"۔

۱۰- (۱) اس قسم کے حصص خریدنا درست ہے۔

Marfat.com

(۲) حصص خریدنے کے بعد جب رقم ادا کردی تو اس کی ملکیت ان پر قائم ہوگئی اور یہ ان کو فروخت کرسکتا ہے، نام کا انتقال امر زائد ہے۔

۱۱ (الف) رہن ایک وثیقہ ہے، اس لئے حصص کو رہن رکھ کر غیر سودی قرض حاصل کیا جاسکتا ہے اور ان حصص کو رہن رکھ قرض دیا جاسکتا ہے۔

(ب) سود بردار تمسکات رہن رکھ کر غیر سودی قرض لینا یا دینا ناجائز ہے۔

۱۲۔ اگر یہ خطرہ ہے کہ کمپنی ان حصص کو رد بھی کرسکتی ہے تب تو ان حصص کی بیع تاوقتیکہ کمپنی اسے تسلیم نہ کرلے، جائز نہیں ہوگی اور اگر ان حصص کی کمپنی میں نام کا انتقال ایک کاغذی اور احتیاطی چیز ہے تو بیع ہوجائے گی، کیونکہ بیع کی تعریف ہے: "مبادلة المال بالمال بالتراضی" وہ یہاں صادق آتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مناقشہ

کمپنی و حصص کمپنی

Marfat.com

Marfat.com

مناقشہ بابت کمپنی و حصص کمپنی

[قاضی صاحب کے افتتاحی کلمات کے بعد مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب نے کمپنی سے متعلق سوالات پڑھ کر سنائے جو گذشتہ صفحات میں مذکور ہوئے، اس کے بعد مندرجہ ذیل مناقشہ ہوا]۔

قاضی صاحب:

آپ حضرات نے اس تفصیلی سوالنامہ کو سنا، پتہ نہیں کچھ بہت خشک تھا، خواب آور تھا، اس سلسلہ میں جو پہلا سوال آپ کے سامنے آیا ہے، اس کی وضاحت میں آپ کے سامنے کر چکا ہوں، یعنی ایسے پروجیکٹس اور ایسی اسکیمیں بنانا اور بنا کر فنی طور پر اس کی اجرت وصول کرنا جس پروجیکٹ میں سود کا بھی ذکر ہو، یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ یہ سوال تو میں آپ کے سامنے واضح کر چکا ہوں۔ دوسرا سوال جو آپ کے سامنے ہے مختصراً یہ ہے، کہ یہ مالیاتی کمپنی ایک کام یہ کرسکتی ہے کہ بینکوں سے یا دوسرے ایسے اداروں سے قرض دلوا سکتی ہے، تو اِس کی ساکھ اس میں کام آتی ہے، مثلاً ہم نے ضمانت لے لیا آپ ان کو قرض دے سکتے ہیں اور قرض کی ادائیگی کی ضمانت ہم نے لے لی، یہ جو ضمانت ہم نے لے لی ہے ہماری ساکھ یا فقہ کی زبان میں یہ کہئے کہ ہماری وجاہت، جس کو آپ نے شرکت وجوہ میں ایک مال مانا ہے، آپ نے میری وجاہت کا استعمال کیا ہے اس کا معاوضہ اس شریک پارٹی سے حاصل کر سکتے ہیں، اور ساتھ ساتھ یہ بھی ہوسکتا ہے اس میں کہ اس کو بینک سے قرض لینا ہوتا ہے تو لوگوں کو سود بھی دینا ہی پڑے گا........سود کا تعلق ہم سے نہیں ہے اس شخص سے تو رہے گا ہی، بینک سے اگر لون لیں گے تو بینک تو سود لے گا، لیکن بینک سودی

Marfat.com

قرضہ بھی ہر ایک کونہیں دیتا، وہ کوئی ضمانت چاہتا ہے، کوئی سیکوریٹی چاہتا ہے، تو اس میں آپ کی ضمانت اور آپ کی ساکھ کام آئے گی۔

اچھا تیسرا مسئلہ جلدی جلدی میں بتا دیتا ہوں، صرف ایک دو الفاظ ضروری ہیں، یہ بار بار سود بردار قرض تمسکات، یا انگریزی میں Debenture کا لفظ آتا ہے، تو یہ سوال ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے ہو کہ Companies جب قائم ہوتی ہیں تو کچھ تو اپنے شیئرز رکھتی ہیں کہ دس ہزار شیئرز ہم نے سو سو روپے کے رکھے، تو وہ تو خیر شیئر ہے، حصہ ہے، کمپنی میں آپ اتنے حصے کے مالک ہو جاتے ہیں، لیکن وہ آپ سے کچھ اور پیسے بھی لیتے ہیں، یعنی دوسری نوعیت سے بھی پیسے لیتے ہیں، اور اس میں کمپنی مقروض ہوتی ہے اور آپ مقرض ہوتے ہیں اور اس پر وہ سود ادا کرنے کی پابند ہوتی ہے، تو ایک ہے Share اور دوسرا ہے Debenture، ڈبینچر "دراصل وہ قرض ہے جو ایک عام آدمی کسی کمپنی کو سود کی شرط پر دیتا ہے"، تو ڈبینچر کی اصل حقیقت یہ ٹھہری کہ یہ وہ قرضہ ہے جو ایک عام آدمی نے کسی کمپنی کو دیا اور کمپنی کچھ خاص مدت کے بعد اصولاً وہ قرض مع سود واپس کرنے کی پابند ہے، یہ تو Debenture کی عام بات ہوئی، اب Debenture میں ایک لالچ اور دے رہے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ Convertible ہے، یعنی آگے چل کر یہ کل کا کل جتنا آپ نے قرضہ دیا ہے وہ، یا اس کا کوئی جز شیئر میں متبدل ہو جائے گا اور دوسرا Non Convertible ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں آئے گی، تو یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، ان پر الگ الگ حیثیتوں سے غور کرنا ہے، دشواری یہاں پر آتی ہے کہ بعض دفعہ شیئرز جن کو ہم لوگ چاہے شاید جائز کہیں: ان کی خریداری کے لئے بھی کچھ ڈبینچرز تمسکات کو خریدنے کی شرط لگا دی جاتی ہے، اب وہ ڈبینچرز Convertible ہے، آگے چل کر کے شیئر میں تبدیل ہو جائیں گے، کل یا جز، تو بہر حال کچھ حصہ ایسا بھی رہ جاتا ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتا، تو ہمارے لئے جائز شیئرز خریدنا اس شرط پر کہ کچھ ڈبینچرز بھی خریدنا پڑے گا، کیا اس مجبوری میں ڈبینچرز خریدنا جائز ہوگا یا نہیں؟ پھر اگر وہ Totally Convertible ہے کہ آگے چل کر وہ Convert ہو جائے گا تو

Marfat.com

ایک حد تک بات چلتی ہے، لیکن اگر Partially Convertible ہے تو کچھ نہ کچھ ہمارے ذمہ رہ جائے گا، پھر اس میں ایک الگ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم خریدنے کے بعد ڈبینچر کو بیچ ڈالیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ڈبینچر کو ہم بیچ ڈالیں جو Non Convertible ہے، تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کے لئے بیچنا ہمارا جائز ہوگا کہ نہیں، زائد پر بیچنا، کم پر بیچنا، برابر میں بیچنا، اس طرح کے کئی سوالات پیدا ہوں گے، تو یہ سوالات تو آپ سارے کے سارے لوگوں نے سن لئے اور سب لوگ سمجھ بھی گئے ہیں، اب مسئلہ ہے اس کے جواب کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کا۔

مفتی احمد خانپوری صاحب:

حضرت ہمارے پاس ۱۹ سوالات پر مشتمل سوالنامہ پہنچا تھا، ہم نے سارے سوالات کے جوابات دیئے تھے۔

قاضی صاحب:

وہ الحمد للہ ہمارے پاس سامنے رکھا ہوا ہے، ابھی تمام علماء کے جوابات پر بات ہونی ہے، میں ایک طرف سے چلتا ہوں، یا آپ کہیں تو تلخیص سنا دوں، اچھا کے، جی منشی صاحب آپ کا جواب اسٹاک ایکسچینج پر ہے، اس کو بعد میں شروع کروں گا، ابھی ہم لوگ جو گفتگو شروع کرتے ہیں تو پہلا سوال وہ لے لیجئے کہ دو قسم کے کاروباری یونٹ ہیں، تین قسم کی کمپنیاں ہیں، ایک کا خالص مقصد ہی سودی کاروبار ہے، اس میں اسلامی مالیاتی ادارہ حصہ لے، اس کے ناجائز ہونے پہ آپ سب لوگ متفق ہیں یا کوئی اختلاف بھی ہے؟ ایسی کمپنی، ایسا ادارہ جس کا مقصد ہی سودی کاروبار کرنا ہے، کیا یہ اسلامی مالیاتی ادارہ اس میں حصہ لے سکتا ہے؟

آوازیں: نہیں۔

قاضی صاحب:

اس میں تو بہت زور سے آپ لوگوں کو ناجائز کہنا چاہئے تو اس کی حرمت پہ تو شک کسی کو نہیں ہے، مسئلہ طے ہے، اچھا جہاں پر مالیاتی ادارہ جائز کاروبار کرتا ہے، اس میں حصہ لینے میں تو

Marfat.com

آپ لوگ کوئی اعتراض نہیں کریں گے؟ میں نے تو یہاں صرف آپ سے یہ سوال کیا کہ ایسے مالیاتی ادارے جن کا بنیادی مقصد اور بنیادی کام حرام کاروبار ہے، اس میں حصہ لینا ناجائز، اور جس کا مقصد حلال وجائز ہے اس کے سارے طریقے جائز ہیں۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

جائز حصہ لینے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اسے بھی ذرا واضح کردیجئے۔

قاضی صاحب:

اس میں کیا واضح کرنا ہے۔ اس میں حصہ لینے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، مسئلہ جو قابل غور ہے دراصل وہ ادارے ہیں جن کے اندر بنیادی مقصد تو جائز کاروبار ہے، لیکن وہ سودی کاروبار میں بھی ملوث ہوتے ہیں، اس میں کیا ہوگا؟ یہ اصل جو زیر بحث مسئلہ ہے وہ یہی ہے، اس سلسلہ میں ہمارے پاس جو جوابات آئے ہیں، جناب مولانا شمس پیرزادہ صاحب، مولانا ایوب ندوی صاحب بھٹکلی، مولانا عتیق احمد صاحب لکھنؤ، مولانا اختر امام عادل صاحب، مولانا مفتی نور الہدی قاسمی، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی، مفتی احمد خانپوری، مولانا عبد الرحمٰن قاسمی، مولانا مصلح الدین، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا مفتی نظام الدین صاحب، ان حضرات نے کہا کہ دونوں قسم کے یعنی جس کا جائز ہی جائز کاروبار ہے، اور جس کا اصل مقصد جائز کاروبار ہے لیکن اس کو ضمنی طور پر سودی کاروبار میں ملوث ہونا پڑتا ہے، ایسے دونوں ہی اکائیوں میں اسلامی مالیاتی ادارہ کے لئے سرمایہ لگانا جائز ہے، اب اس میں کچھ لوگوں نے شرائط لگائی ہیں، آگے جو جواب ہے، کچھ لوگ علی الاطلاق مجوزین ہیں، اور کچھ لوگوں نے اس میں بعض شرطیں لگائی ہیں، مثلاً مولانا برہان الدین صاحب کی شرط یہ ہے کہ اگر سود پہ حاصل کی ہوئی رقم کا حساب الگ رکھا جاتا ہو تو جائز ہے، یعنی وہ ادارہ جو اصلاً تو حلال کاروبار کرتا ہے، لیکن اس کے یہاں سودی کاروبار میں بھی ملوث ہونا پڑتا ہے، اس کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ ادارہ دونوں حساب الگ رکھے، تیسرا مولانا جمیل احمد نذیری صاحب کا ہے، یہ فرماتے ہیں

Marfat.com

کہ جائز ہے بشرطیکہ ادارہ کا سرمایہ اور نفع سود سے محفوظ ہو، مولانا صدر الحسن ندوی کی رائے یہ ہے کہ عدم جواز راجح ہے، تو کل جوابات میں سے مولانا صدر الحسن صاحب مطلق عدم جواز کے قائل ہیں، جمیل احمد نذیری صاحب ادارہ کے سرمایہ و نفع کا سود سے محفوظ ہونا شرط قرار دیتے ہیں، مولانا برہان الدین صاحب الگ حساب رکھنے کی پابندی عائد فرماتے ہیں اور باقی جن حضرات کا میں نے نام لیا ہے یہ حضرات مطلق جواز کی بات کہتے ہیں، یہ ہے خلاصہ۔

مفتی عبدالرحمٰن صاحب (بنگلہ دیش):

حکومتی قوانین مالیاتی سلسلہ میں ایسے ہیں کہ اسلامی بینک کاری کرنا بڑا مشکل مسئلہ ہے، کتنی بھی کوشش کی جائے کہ بلا سودی بینک کاری خالص ہو، پھر بھی ملوث ہونا ضروری ہے، ملوث ہئے بغیر کوئی صورت نہیں، سوائے اس کے کہ گھر بیٹھے رہیں، اب جبکہ ملوث ہونا ضروری ہے، تو یا گھر بیٹھے رہیں یا کوشش کریں، اگر یہ فیصلہ ہو کہ کوشش کرنا چاہئے تو ملوث ہونا ضروری ہے، صرف اتنی بات ہے کہ اس میں ملوث ہوتے ہوتے کہیں حرمت کی ذہنیت ختم ہو جاتی ہے اور حلت آ جاتی ہے، ابھی بنگلہ دیش میں ۱۹۸۵ء سے اسلامی بینک کا سلسلہ شروع ہوا، قانونی طور پر شرعیہ کونسل بنانا پڑا، شرعیہ کونسل نے اس قسم کے حالات کو سامنے رکھ کر ضرورتاً اجازت دیدی ہے کہ سودی کاروبار میں ملوث ہونا پڑے گا، ضرورتاً اجازت دی گئی، نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ پہلے سود کھانے والے حرام سمجھ کر کھاتے تھے، اب سود کھانے والے حلال سمجھ کر کھا رہے ہیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بینک چلانے والے حضرات عموماً سودی بینکاری کی تعلیم حاصل کر کے امریکہ و یورپ سے سندیں لے کر آتے ہیں، بینک چلاتے ہیں، تجربہ بہت ہے، لیکن ان کو شرعی اصول و ضوابط سے تجربہ ہونا تو مشکل ہے، ضروری مسائل سے بھی واقفیت نہیں، ایسے حالات میں خوف وخشیت کا فقدان ہے، مسائل سے ناواقفیت ہے اور سودی بینکوں کے ساتھ کمپٹیشن کر کے آگے بڑھ رہا ہے، ملوث ہونے کی ضرورت کی حد تک تو نہیں بلکہ آگے بڑھ رہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو جائے جائز تو کہنا پڑے گا کہ ملوث ہونے کی ضرورت تو جائز ہے، سرمایہ لگائے، اسلامی ادارے

Marfat.com

میں تعلقات قائم رکھے، لیکن ہمارے خیال میں مولانا مفتی برہان الدین صاحب مدظلہ نے جو شرط لگائی وہ شرط اگر اول تا آخر لاگو رہے تو شاید کچھ کام آجائے اور خطرہ ہے کہ لاگو نہ رہے گا، بنگلہ دیش میں ہم لوگوں سے فتوی لے کر، ضرورت ضرورت کہہ کر ہم سے اجازت لے لی تو آج تک ضرورت ختم نہیں ہوئی، آگے بھی امید نہیں ہے، تو میرے خیال میں جس صورت میں ہم لوگوں کو فیصلہ کرنا ہے اس صورت میں تو بلاشبہ مطلق کی اجازت نہ دی جائے اور شرط کی پابندی کی خاص طور پر رعایت کی جائے، تو شاید یہ کام آگے آسکتا ہے، ورنہ پھر وہ سودی نظام ہی اچھا ہے، اس قسم کے بلاسودی نظام سے، جس میں حرام حلال ہو جانے کا خطرہ ہو جائے۔

قاضی صاحب:

سب سے پہلی درخواست تو یہ ہے کہ مسائل پر فقہی حیثیت سے بحث کر لیجئے، وعظ کرنا ہو تو بعد کو کر لیجئے گا، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن مسائل کی پہلے خالصتاً جو فقہ اسلامی کہتی ہے اس پر شدت سے قائم رہتے ہوئے اس میں ذرہ برابر مصالحت نہ کیجئے، اللہ کا خوف بھی دلاتے رہئے، لیکن اصلاً بنیادی بات اس وقت یہ ہے کہ فقہ اسلامی اگر صحیح اصولوں پر قائم ہے اگر اسی میں کچھ گڑبڑ ہے تو دوسری بات ہے، لیکن اگر وہ صحیح ہے تو فقہ کے اصولوں پر، فقہ کی سمینار میں فقہی نقطۂ نظر سے بحث کیجئے اور یہ بے حد ضروری ہے کہ جو فقہی مباحث آپ کے پاس موجود ہیں، فقہاء نے اتنی ساری بحثیں کیوں کی ہیں، آپ کہئے کہ فلاں دلیل کی وجہ سے ناجائز ہے، ضرور کہئے خوشی کی بات ہے۔

مولانا یعقوب منشی صاحب:

مولانا برہان الدین صاحب نے جو علیحدہ حساب رکھنے کی شرط لگائی ہے، اس سے کیا مراد ہے، کیا پیسے الگ رکھے جائیں یا سب چیزیں علیحدہ ہوں کیا مطلب ہے؟

قاضی صاحب:

یہ تو مولانا محمد برہان الدین صاحب بیٹھے ہیں وہی وضاحت کردیں، مولانا اپنی رائے

Marfat.com

کی خود وضاحت کر دیں تو زیادہ بہتر ہے۔ آپ کو اختیار ہے کسی چیز کو آپ جس کو جائز سمجھتے ہوں شرعاً اس کو جائز کہئے، جس کو نہیں سمجھتے ہوں اس کو قطعاً کہئے کہ نا جائز ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن چمپارنی صاحب:

مولانا محمد برہان الدین صاحب کا جواب اگر پڑھ دیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا، اس سے ہوسکتا ہے کہ کچھ روشنی مل جائے۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب:

میرے خیال میں پہلے مفتی نظام الدین صاحب دار العلوم دیوبند کا جواب پڑھ کر سنا دیا جائے اور اس دوران مولانا برہان صاحب کا جواب تلاش کر لیا جائے۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب:

اصل میں دو سوالنامے ہیں۔

قاضی صاحب:

مفتی اسماعیل صاحب اپنے جواب میں لکھتے ہیں کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایسی کمپنی کے شیئرز خرید کر اس میں سرمایہ لگانے کا یہ حل تحریر فرمایا ہے کہ ''سو جس حصہ دار کو حصہ داخل کرتے وقت اس کی اطلاع نہ ہو کہ اس نے تو کارکنان کمپنی کو ان دو امر کا وکیل ہی نہیں بنایا، اس لئے کارکنوں کا یہ فعل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا اور جس کو اطلاع ہو وہ تصریحاً اس سے ممانعت کر دیں، گو اس ممانعت پر عمل نہ ہوگا، مگر اس ممانعت سے اس فعل کی طرف نسبت تو نہ ہوگی''۔ یعنی حضرت تھانوی اس طرف دو راستے بتاتے ہیں کہ علم نہیں ہے کہ وہ کمپنی کاروبار اس طرح کرتی ہے، وہ لاعلمی کی بات ہوگئی، اگر علم ہو تو وہ اس کو منع کر دے، جیسا کہ وہ تذکرہ آیا کہ وہ جو Board of Directores کی میٹنگ ہو اور اس کے اندر وہ جو ممبرس کی میٹنگ ہو اس میں اپنی مخالفت کا اظہار کر دے، تو دو صورتیں ہیں، یا تو اس کو Majority مل جائے گی تو اس پر عمل ہوگا، یا Majority نہیں ملے گی تو Board of Directors کا عمل اس کی طرف

Marfat.com

منسوب نہیں ہوگا، یہ غیر مباشر ہوا، اس لئے اس عمل کی نسبت اس کی طرف نہیں ہوگی، یہ حصہ نقل کیا ہے مولانا محمد مفتی اسماعیل صاحب نے، اس میں لکھتے ہیں: جس سوال کے جواب میں حضرت تھانوی نے یہ بات لکھی ہے کہ کوئی مسلمان کسی ہندو کے پاس سے کسی ضرورت کے موقع پر سودی قرض لیتا ہے اور اس سے اپنا بیوپار چلاتا ہے یا کوئی زمین خریدتا ہے، چند دن کے بعد وہ قرضہ ادا کر دیتا ہے، اپنی باقی ماندہ ملک کو پاک ملک سمجھتا ہے، نیز یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ سود کے دینے سے تو خود گنہگار رہا مگر حرمت اس کی باقی ماندہ ملک میں سرایت نہیں کرے گی،...... کیونکہ اس شخص نے دیا ہے لیا تو نہیں ہے، پس اس ملک کا کیا حکم ہے؟ بہر حال تو آپ نے حضرت تھانویؒ کا جواب سن لیا ہے جس کو مولانا اسماعیل صاحب نے نقل کیا ہے، اس کے جواب میں مفتی نظام الدین صاحب فرماتے ہیں، مختصر جواب ہے ان کا، جواب نمبر۔ ۱ و ۲: اس کی گنجائش ہے۔ وہ صرف اتنا لکھتے ہیں کہ اس کی گنجائش ہے۔ اس کے بعد مولانا برہان الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ اکائی سودی کاروبار نہ کرتی ہو بلکہ خالص شرعی بنیادوں پر تجارت کرتی ہو، سود پہ حاصل کی گئی رقم کا حساب الگ رکھا جاتا ہو تو اس میں سرمایہ لگانا جائز ہے، تو یہ گویا مولانا کا جواب ہے جو آپ لوگ سننا چاہتے تھے، چونکہ یہ لوگ جانتے ہیں اس بات کو کہ جتنے بھی Accounts تیار ہوتے ہیں اس میں انٹرسٹ کا الگ کالم ہوتا ہے، تو مولانا اگر صرف حساب کی بات کرتے ہیں کہ اس کا اکاؤنٹ الگ ہو تو جتنے بھی حسابات آج کل یہ لوگ تیار کرتے ہیں اس میں سود دیا گیا تو اس کو الگ لکھتے ہیں اور سود لیا گیا تو اس کو الگ لکھتے ہیں۔

مفتی احمد خانپوری صاحب:

یہ تو مولانا ان کی سالانہ رپورٹ میں بھی الگ ہی سے درج ہے، یہاں پر مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ ڈبینچر وغیرہ تو کمپنی اس میں سود دے گی، اس میں شیئر ہولڈروں کو کتنا سود میرے حصہ میں آیا یہ تو دیکھنے کا ہی نہیں ہے، چونکہ وہ تو سود دے گی، جمع نہیں کرنے کی ہے، البتہ وہ ڈبینچر جو کمپنی حکومت کو سود دیتی ہے یا وکاس پتر وغیرہ کے نام سے بانڈز وغیرہ جو خریدتی ہے اس میں سود

Marfat.com

کمپنی کے پاس آئے گا، وہاں اس حساب کی ضرورت پڑے گی کہ کمپنی نے کتنا سود اپنے شیئر ہولڈروں کو تقسیم کیا ہے، تاکہ وہ اپنے نفع میں سے اتنا صدقہ کردے یا جو بھی حکم ہو۔

قاضی صاحب:

یہ بات کہ صاحب کمپنی کو جو سود دینا پڑتا ہے، وہ لکھا رہتا ہے اور جو سود آمدنی میں آتا ہے وہ بھی جو سال کا آخری اکاؤنٹ ہوتا ہے اس میں لکھا رہتا ہے کہ کمپنی کو اتنا صحیح منافع ہوا اور اتنا بذریعہ سود آیا، یہ تفصیلات رہتی ہیں یا نہیں؟

مفتی احمد خانپوری صاحب:

انفرادی طور پر شیئر ہولڈر یہ نہیں معلوم کرسکتا کہ مجھے جو Dividend ملا ہے اس میں کتنا حصہ سود کا ہے، اس کی رپورٹ میں اجمالی طور پر یہ تو ہوگا کہ اتنے کروڑ روپئے یا اتنے لاکھ روپئے بینکوں کے پاس سے سود کے جمع ہوئے۔

قاضی صاحب:

یہ رپورٹ تو رہتی ہے لیکن یہ کہ ہم کو ہمارے شیئر میں جو منافع ملا ہے اس میں کتنا اصل کا حصہ ہے اور کتنا انٹرسٹ کا حصہ ہے۔ دوسرا سوال اس میں یہ ہے کہ.........

مولانا شمس پیرزادہ صاحب:

اس میں ایک بات اور بھی ہے کہ جب کمپنی سود ادا کرتی ہے اور دوسری طرف سود کا کچھ حصہ اس کے پاس پہنچتا ہے، تو کیا یہ سمجھا نہیں جاسکتا کہ جو سود آیا وہ سود دینے میں چلا گیا، ضرورت کیا ہے کہ Dividend میں سے ہم کچھ Minus کرنے کی بات کریں..........

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب:

اس مائنس پلس میں یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ سود گیا زیادہ ہو آیا کم ہو؟

شمس پیرزادہ صاحب:

سود آیا کم اور گیا زیادہ تو اس لئے یہی ہے کہ گویا ہمارا پروفٹ ڈیوڈنڈ میں شامل نہیں ہوا

Marfat.com

ہے جو شیئر ہولڈر ہے اس کے ڈیوڈنڈ میں سود شامل کہاں ہوا؟ تھوڑا سا آیا، گیا زیادہ۔

قاضی صاحب:

نہیں اب دو تین صورتیں ہیں، کہ جو سود کمپنی نے ادا کیا، فرض کر لیجئے کہ دس لاکھ روپے سود میں کمپنی نے دوسروں کو دیا اور اس کو بھی سود آیا، اب جو سود آیا، یا تو وہ نو لاکھ ہے یا گیارہ لاکھ ہے، تو اگر نو لاکھ ہے، نو لاکھ اس نے لیا ہے اور دس لاکھ اس نے دیا ہے، یا دس لاکھ لیا ہے اور دس لاکھ دیا ہے تو گویا جو انٹرسٹ آیا وہ انٹرسٹ چلا گیا، اب جو ہمارے پاس آمدنی ہے وہ ایک حد تک کہا جا سکتا ہے کہ خالص ہے، لیکن اگر گیارہ لاکھ آتا ہے تب پھر آگے سوال یہ ہے کہ کمپنی اپنا شیئر حاصل کرتی ہے، کمپنی میں دو طرح کے شیئرز ہوتے ہیں، ایک تو جو پروموٹرز ہیں ان کا حصہ جاتا ہے، پھر اس کے بعد تب شیئر ہولڈرس کا حصہ جاتا ہے، پھر مینجمنٹ کے اخراجات جاتے ہیں، اتنی قسموں میں تقسیم ہوتا ہے، تو پہلے میں جاننا چاہوں گا کہ عام طور پر کمپنیز جو جائز کاروبار کے لئے قائم ہوتی ہے جن کا مقصد جائز کاروبار ہے، سودی کاروبار جن کا مقصد نہیں ہے، ایسی کمپنیاں جو ان کو لینا پڑتا ہے یا دینا پڑتا ہے، اس میں عام حالات میں کیا ہوتا ہے؟

کمال فاروقی صاحب:

Payment ہمیشہ زیادہ ہوگی، اگر جائز کاروبار وہ کرتی ہے اور انٹرسٹ اس کو لینا دینا پڑتا ہے تو پیمنٹ ہمیشہ زیادہ ہوگا اور انکم بہت کم ہوگی اس کے مقابلہ میں..........

جناب کے رحمٰن خان صاحب:

ہمارے یہاں تین کمپنیوں کی بحث ہے، ایک وہ کمپنیاں جن کا کاروبار حلال ہے اس میں کوئی بحث نہیں ہے۔ وہ کمپنیاں جن کا کاروبار حرام ہے وہ بھی........ اب سوال یہاں ہے کہ وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے، لیکن ان کو بعض اوقات سودی لین دین میں ملوث ہونا پڑتا ہے، ایسے ہی جو کمپنیاں ہمارے ملک میں ہیں، تقریباً نناوے فیصد کمپنیاں اس تیسرے ذیل میں آتی ہیں، یعنی اب سوال ہمارے پاس یہ ہے کہ وہ کمپنیاں جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے،

Marfat.com

لیکن ان کو بینکوں سے کاروبار کئے بغیر وہ کمپنیاں نہیں چلا سکتے، اس لئے سودی لین دین میں ان کمپنیوں کو ملوث ہونا پڑتا ہے، اور ننانوے فیصد ایسی کمپنیاں سود زیادہ دیتی ہیں اور ان کے پیسے سے جو سود ملتا ہے وہ بہت ہی کم ملتا ہے، تو یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ سود جو آتا ہے ہمارے ڈیویڈنٹ میں اس میں کتنا سود ملا ہوا ہے، اس میں یہ ننانوے فیصد ناممکنات میں سے ہے، کوئی ایک دو ایسی کمپنیز ہو سکتی ہیں، Financial Companies جن کا کاروبار صرف سود کا لینا ہے، اسی کمپنی میں یہ ہو سکتا ہے کہ جہاں ہمارے ڈیویڈنٹ میں سود کا ہونا ممکن ہو جاتا ہے، وہ کمپنیاں نمبر دو میں آ جائیں گی، وہ کمپنیاں جن کا کاروبار حرام ہے یعنی کہ بینکنگ کی کمپنیاں، چاہے اسٹیٹ بینک کا ہو، حال ہی میں اسٹیٹ بینک کے شیئرز پلاٹ کئے گئے، اگر کوئی اسٹیٹ بینک کے شیئرز لیتا ہے تو معلوم ہے کہ اسٹیٹ بینک پورا سودی کاروبار کرتا ہے، وہ حرام ہے، اب یہاں پر دوسری کمپنیاں ہیں جو مجبوراً بغیر سود لئے کام نہیں کر سکتیں، بینکوں سے لے کر ہی چلانا ہے، وہ تیسری کمپنیاں ہیں، وہاں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اب ہم کو یہاں پر ہدایت ملنی ہے کہ ایسی کمپنیوں میں Investment جائز ہے یا نہیں؟

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب:

سود کا زیادہ دینا ہوا، یہ سود کہاں سے دیا جائے گا؟ جب سود اس میں زیادہ دینا ہوا اور آیا کم ہے تو یہ سود کہاں سے دیا جائے گا؟

کمال فاروقی صاحب:

یہ ہمارے خرچ کا Part ہے، It is part of our expenditure، دیکھئے حضرت! ایک اور بات یہ سمجھ لیجئے جیسا کہ رحمٰن خاں صاحب نے فرمایا، ہمارے لئے کوئی بھی لمیٹیڈ کمپنی شروع کرنا ناممکنات میں سے ہے، اگر ہم اس میں Banking Finance کو نہیں Involve کرتے ہیں تو ہمیں شیئرز جاری کرنے کی اجازت ہی نہیں ملے گی، پہلی بات یہ سمجھ لیجئے، اور بنیادی طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ کسی کمپنی کو شروع کرنے کی اجازت ہی نہیں ملے گی جب

Marfat.com

تک ہم بینک سے فائنانس کا اس میں پروجیکٹ نہیں رکھیں گے، ہمارا اپنا کوٹہ جو ہوگا Shares وہ اتنا ہوگا اور جو بینک سے فائنانس لیں گے وہ اتنا ہوگا، اس کے بغیر نہیں ہوگا، تو یہ Capital بات جیسا کہ خاں صاحب نے بتلایا ۹۹ فیصد، میں اس سے اور آگے سو فیصد کی بات کہتا ہوں.........

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب:

اس کا مطلب یہ کہ ہم جو یہ کہہ رہے ہیں کہ بنیادی طور پر ہماری حلال کمپنی ہوگی وہ ہی صحیح نہیں ہے۔

کمال فاروقی صاحب:

بنیادی طور پر کاروبار اس کا حلال ہوگا، دیکھئے Objects بھی دو ہوتے ہیں: ایک تو کسی کمپنی کا Main Object ہوگا، جو حلال کام ہوگا جس کی ہم بات کر رہے ہیں لیکن اس Main Object کو پانے کے لئے اس کو انٹرسٹ پر پیسہ لینا پڑے گا، یہ پارٹ ہے اور وہ ہمارا جو خرچ ہے اس میں سے جیسے ہم تنخواہ دیں گے، جیسے ہم آفس کا کرایہ دیں گے، جیسے ٹیلیفون کے Expenses دیں گے، اسی طرح سے ہمیں سود کی ادائیگی بھی کرنی پڑے گی۔

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب:

اصل بنیاد جو ہوگی اسی میں سے ہمارا پیمنٹ ہوگا، سوچئے اس کو، الگ حساب رہا اپنی جگہ..........

قاضی صاحب:

یعنی اس کی صورت جو ہے وہ یہ ہوئی گویا آپ لوگوں کے بیان کے مطابق جو ہم نے سمجھا، مثلاً ہم کو گھڑی بنانے کی یا الیکٹرونک کی ایک فیکٹری قائم کرنی ہے، اس کو ایک کمپنی کی شکل ہم نے دیا، اس میں دس لاکھ روپے چاہئے، تو ہم نے پانچ لاکھ روپے شیئر فروخت کئے اور ان

Marfat.com

سے حاصل کر لئے، اور مزید پانچ لاکھ کے لئے ہم جو سرمایہ بینک سے لیں گے اس پر ہم کو سود دینا پڑے گا، اور کچھ پیسہ ہمارا ابھی ان کے یہاں ہو جس سے ہم کو سود حاصل ہو کیا شکل ہے، (ایک آواز: بہت کم) یعنی پھر سود لینے کا سوال آیا نا، ایک تو سود دینا ہوا، دوسرے سود لینا ہوا۔

جناب رحمٰن خاں صاحب:

ایسی کمپنیوں میں سود لینے کا جو سوال آتا ہے، ۹۰ یا ۹۹ فیصد جو کمپنیاں ہیں ان میں سود لینے کا سوال نہیں، کیونکہ خود ان کے پاس پیسہ نہیں ہے تو اسی لئے وہ بینک سے لیتے ہیں، اب جن کو قانونی طریقے سے سود آئے گا، کچھ Investment کرنا پڑتا ہے یعنی بانڈز میں کرنا پڑتا ہے، یا Saving میں کرنا ہے، وہ مجبوری کے طور پر اس کی رقم بہت ہی کم ہوتی ہے۔

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب:

نہیں اگر کوئی کمپنی ایسا کرتی ہے کہ ایک ملین سرمایہ ہم اپنی طرف سے روکتے ہیں اپنی طرف سے، اور ہمیں قانونی مجبوری کے تحت اگر ایک لاکھ روپئے لینا پڑتا ہے، تو ہم ایک لاکھ روپئے لے لیتے ہیں، لیکن اگر ہم قانونی طور پر ہمارے اپنے ایک ملین روپئے کہتے ہیں تو اس وقت میں کوئی ضروری تو ہے نہیں، یہ تو آپ اس صورت کو بتا رہے ہیں کہ جس صورت میں سرمایہ ہمارے پاس تھوڑا ہے، اس لئے ہم لینے پر مجبور ہیں، لیکن اگر کوئی کمپنی اس طور پر آئی ہے کہ ہم پورا دیتے ہیں، بس فوراً کمپنی کوئی آئی، اس نے کہا کہ ہم ایک ملین روپیہ لگاتے ہیں، اس کو تو ضروری نہیں ہے کہ وہ بینک سے لون لے (رحمٰن خاں صاحب: نہیں کوئی ضروری نہیں) تو اب یہ بات واضح ہو گئی کہ کمپنی کو قائم کرنے کے لئے بینک سے قرض لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اگر ہمارے پاس پورا سرمایہ ہے تو ہم لینے پر مجبور نہیں ہیں۔

جناب رحمٰن خاں صاحب:

اب ہماری جو یہاں بحث ہو رہی ہے، اسٹاک ایکسچینج سے شیئر کا کاروبار کس طرح سے کیا جانا چاہئے، کیا ایسی کمپنی میں شیئر لینا جائز ہے، پہلی بات، یہ جو آپ کا سوال تھا کہ اگر کوئی کمپنی

Marfat.com

چاہتی ہے کہ پورا سرمایہ لگا کر قرضہ کے بغیر کمپنی شروع کرنا ہے، تو وہاں سودی قرض لینے کی کسی کو مجبوری نہیں ہے، اب سوال ہے کہ اسلامی مالیاتی ادارے کیا ایسی کمپنیوں میں Share Invest کر سکتے ہیں؟ یہ سوال ہمارے سامنے ہے۔

یعقوب اسماعیل منشی صاحب:۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ ہم ایسی کمپنی بنا سکتے ہیں، اب سوال یہ جو رہ گیا کہ کمپنی کی بنیاد تو حلال ہے، لیکن کمپنی نے سرمایہ کچھ سودی بھی لیا ہے، اب ہمارے لئے مشکل جو ہے سوچنے کی وہ یہ کہ جو سرمایہ سود کے اوپر لیا ہے، اس کا سود ہمیں دینا پڑتا ہے، اب اس کو سوچنا چاہئے کہ یہ سود جائے گا شیئر ہولڈروں میں سے، یا یہ کمپنی سرمایہ سے جائے گا، بینک سے تو آئیگا نہیں، تو گویا سارے شیئر ہولڈر سود دے رہے ہیں۔

جناب کمال فاروقی صاحب:

میرے خیال سے Clarification یہاں دینا بہت ضروری ہے، آپ جو بات فرمارہے ہیں ہمارے یہاں اس کو کتابی بات کہی جاتی ہے یہ Theoretical Part ہے، کوئی بھی کمپنی ایسی نہیں Create ہوسکتی، پبلک میں آپ نہیں جاسکتے، پبلک ایشو نہیں لے جاسکتے، جب تک آپ اپنے پروجیکٹ رپورٹ کے اندر یہ نہ بتائیں کہ آپ کا اپنا Capital اتنا ہوگا اور اتنا کیپٹل آپ Banking Institution سے لیں گے، یہ چیز بہت واضح ہونی چاہئے، بس یہ کہ آج کے نظام میں ایسی کوئی Possibility ہے ہی نہیں کہ آپ Public Limited Company بنائیں۔

مفتی احمد خانپوری صاحب:

کمپنی شروع ہونے کے بعد سرمایہ سے نہیں جائے گا، بلکہ اس کا جو Production ہوگا وہ فروخت ہوگا، اس میں سے جو منافع ملے گا اس میں سے کم ہوگا اور یہ سوال تو پہلے اٹھایا گیا ہے کہ بھئی یہ جو طریقہ ہے اس میں سود کا کچھ دینا بھی پایا جائے گا، لینا بھی پایا جائے گا اور شیئر

Marfat.com

ہولڈر نہیں چاہتے، جو مسلمان ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ہمارے نام پر اس طریقہ سے سودی لین دین ہو، تو ایسی کمپنیوں میں ہم Investment کریں یا نہ کریں؟ یہی سوال ہے۔

مفتی مصلح الدین صاحب:

بنیادی سوال ایک دوسرا اور ہے کہ " أحلّ الله البيع وحرّم الربا" بیع حلال ہے اور ربا حرام ہے اور ربا کا لین دین جیسا لینا جائز نہیں ہے اور حرام ہے، ایسا دینا بھی حرام ہے، اِلا بوقت ضرورت شدیدہ، اب وہ ضرورت شدیدہ کیا ہے؟ شریعت ضرورت شدیدہ کس چیز کو مانتی ہے، پہلے تو ہم اس کو طے کریں، اس کے بغیر ہم.........

قاضی صاحب:

مولانا ضرورت یا حاجت؟

مفتی مصلح الدین صاحب:

حاجت، حاجت شدیدہ شریعت کے نزدیک کون سی معتبر ہوگی، تو اس صورت کے اندر ایسا کوئی کاروبار کہ جس میں ہمیں سود دینا پڑتا ہے، اس کاروبار کی بھی اجازت ہمیں حاصل ہو، ایسی حاجت شدیدہ کون سی ہے؟ اس لئے پہلے تو ہمیں بنیادی طور پر اس بات کو طے کرنا ہوگا۔

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب:

میرا خیال یہ ہے کہ کوئی صاحب ان میں سے ذرا وضاحت کر دیں، اس لئے کہ بہت ساری چیزیں ایسی ہو رہی ہیں کہ جس کی وجہ سے مسئلہ الجھ رہا ہے، اب یہ نئی بات اس وقت آئی، تو اگر بنیادی طور پر ان میں سے کوئی صاحب تفصیلی بات کر لیں کہ بھئی یہ یہ چیزیں ہیں اور ا[illegible] کے اوپر سوچا جائے تو میرا خیال ہے زیادہ مناسب ہوگا۔

امین الحسن رضوی صاحب:

دیکھئے میں عرض کروں، دراصل Confusion ہو رہا ہے، بات ہم یہ نہیں کر رہے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی کمپنی قائم کرنی ہے جس میں سود لینا یا دینا ہے، یہاں گفتگو جو ہو رہی ہے وہ

Marfat.com

ایسی ہو رہی ہے کہ ہم سرمایہ کار ہیں، ایک اسلامک برانچ کارپوریشن موجود ہے، اب اس کو اپنے پیدا آور ذرائع میں سرمایہ کاری کرنی ہے تو ایسی سرمایہ کاری کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک کمپنی ہے، ہم سے کوئی تعلق اس کا نہیں ہے، ایک دوسری کمپنی ہے جو ایک جائز کاروبار کرتی ہے، ہم صرف سرمایہ کار ہیں، اسلامی فائنانس کارپوریشن ہے، ہمارا کوئی تعلق کمپنی قائم کرنے سے نہیں ہے، Already موجود ہے یہاں، اب ہمیں اپنے سرمائے کو نفع آور کاروبار میں لگانا ہے، اب ہم نفع آور کاروبار کی تلاش میں باہر نکلے، ہم کو ایک ایسی کمپنی کا پتہ چلا جو اچھے لوگوں کے ہاتھ میں ہے، فی نفسہ اس کا کاروبار پورا جائز ہے، کوئی غیر شرعی کام جیسے شراب وہ نہیں بناتی ہے، اس قسم کا کوئی کام نہیں کرتی ہے، اب اس کمپنی کے بارے میں ہم کو یہ معلوم ہوا کہ اس کمپنی کا کچھ تو سرمایہ اس کا اپنا ہے جو اس نے شیئر ہولڈرس سے لیا ہے، لیکن اس کمپنی کے کچھ سرمایہ کا جز ایسا بھی ہے جو اس نے سود پر لیا ہے، اب سوال صرف یہ ہے کہ کیا ایسی کمپنی میں کوئی مسلمان اپنا سرمایہ لگائے یا شیئر خریدے جبکہ یہ معلوم ہے کہ اس کے پاس جو سرمایہ آرہا ہے جس سے وہ کاروبار کر رہا ہے اس کا ایک جز سود پر قرض لیا ہوا ہے، اب مسئلہ کیا ہے، معافی چاہتے ہیں آپ بزرگوں سے کہ سود لینا اور دینا حرام کہا گیا ہے، لیکن سود لینے کی کسی حال میں گنجائش نہیں رکھی گئی ہے، البتہ سود دینے کیلئے (حالت اضطرار میں) رخصت دی گئی ہے۔ اگر کسی کو حالت اضطرار یا حاجت میں سود دینا پڑے تو اس کی اجازت ہے، لیکن سود لینے کی اجازت کسی صورت میں نہیں ہے، تو یہ فرق بہر حال ضروری ہے، اب یہاں یہ صورت حال آرہی ہے کہ ہم کو ایسی سرمایہ کاری کرنی ہے، ایک ایسے ادارہ میں کہ جو اپنی مجبوری کے تحت چونکہ قانون کے تحت یہ ممکن نہیں ہے اس کمپنی کے لئے کہ وہ سودی سرمایہ کے بغیر کاروبار کر سکے، کچھ جز اس کا، کل نہیں، وہ کمپنی مجبور ہے سود دینے پر، سود لینے پر وہ مجبور نہیں ہے، سود لے بھی نہیں رہی ہے، صرف سود دے رہی ہے، اب اس کو سود دینے کے نتیجہ میں جو فائدہ حاصل ہوا اس فائدہ میں کچھ جز اس سرمایہ کا ہے جو سود پر حاصل کیا گیا، اس فائدے کا جز وہ آپ کو آپ کے سرمایہ کے معاوضہ میں دینا چاہتا ہے، تو کیا اس کا لینا جائز ہوگا؟

Marfat.com

آل مصطفیٰ مصباحی صاحب:

سود کے یہ حصہ دار منتفع ہوئے، سواس میں کئی حالتیں ہیں، یعنی احکام متنوع ہیں: ایک تو یہ کہ اس کا وقوع لازم تو ہے نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ کمپنی کا کسی کے ذمہ قرض ہی نہ ہو، اس لئے سود لینے کی نوبت ہی نہ آئے اور اصل صورت تجارت کمپنی کی حلال تھی، تو شک سے حرمت کا حکم نہ کریں گے، یعنی قطعیت پر فیصلہ ہوگا اور تفتیش ایسے امور میں واجب نہیں، نہ تفتیش میں ہر شخص کو جزء کا وقوع یا عدم وقوع معلوم ہوسکتا ہے، دوسری حالت یہ ہے کہ کمپنی نے یہ سود غیر مسلم سے لیا ہے تو اس میں ربا من الحربی کا مسئلہ جاری ہوگا، جس کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہے، اس لئے مبتلی بہ کو اس میں تنگی نہ ہوگی، لہذا احکام جو ہیں متنوع ہوسکتے ہیں، اکثریت اور قطعیت پر فیصلہ ہونا چاہئے۔

مولانا اسماعیل صاحب:

کوئی بھی مسلمان اس میں بطور مباشرت سود کی لین دین نہیں کرسکتا ہے اور یہ نص قطعی سے ثابت ہے، یہاں جو مسئلہ زیر بحث ہے ہمیں اسی پر غور وفکر کرنا چاہئے کہ مسلم ہولڈر از خود نہیں کرتا ہے، لیکن کمپنی کا جو بورڈ آف ڈائرکٹرس ہے وہ اس کی مرضی کے خلاف کرتا ہے، شیئر ہولڈر تو چاہتا ہے کہ تمہیں میرے نام پر جتنے سرمائے کی ضرورت ہو، میرے حصے میں سود نہ لو، سودی لون نہ لو، آپ کو چاہئے تو میں اپنے حصہ کا پورا سرمایہ نقد دے دوں، لیکن وہ ان کی مرضی کے خلاف، بورڈ آف ڈائرکٹرس سارے شیئر ہولڈرس کے نام سے کہو یا کمپنی کے نام سے کہو، لون لیتا ہے، تو اب اس صورت میں یہ شیئر ہولڈر بری الذمہ ہوگا یا نہیں ہوگا؟ جبکہ وہ اس سے راضی نہیں ہے اور وہ جنرل میٹنگ جو اس کی ہوتی ہے سالانہ اس میں اپنی رائے بھی دیتا ہے کہ بھئی سودی لون نہ لو، جتنا سرمایہ کمپنی کو چاہئے شیئر ہولڈر سے وصول کرو، تو اب اس کے بعد یہ جو شیئر ہولڈر ہے وہ سود کا کاروبار کرنے والا سمجھا جائے گا یا نہیں سمجھا جائے گا؟ جس کی تاویل حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ شیئر ہولڈر کمپنی سے کہہ دے کہ بھئی تم میرے نام پر یا میرے حصے پر سودی قرض، سود لینے یا دینے کا کاروبار نہ کرو، جتنا سرمایہ چاہئے مجھ سے نقد لے لو، میں دینے کو تیار

Marfat.com

ہوں، اگر چہ بورڈ آف ڈائرکٹرس اس کو ماننے والا نہیں ہے، اس پر عمل کرنے والا نہیں ہے، لیکن اب اس معاملہ کی نسبت تمہاری طرف نہیں ہوگی اور یہ مسئلہ فقہ سے بھی ظاہر ہے کہ وکیل جب مخالفت کرتا ہے اور مخالفت إلی الضرر کرتا ہے تو اس صورت میں وکیل کا وہ تصرف موکل کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔

ایک آواز:

بات یہ ہے کہ آخر وہ پہلے سے جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہوں گا وہ ماننے والا نہیں ہے، اب اس کے باوجود اس کو کیا ضرورت پیش آ گئی ہے کہ وہ اس کمپنی سے شیئرز خریدے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو کون سی حاجت پیش آ گئی کہ وہ اس طریقہ پر کہہ کر حالانکہ وہ جانتا ہے کہ سود لینا بھی ہے اور دینا بھی ہے، یہ ایک حیلہ ہے، بالکل ظاہر ہے حیلہ ہوگا، تو اس کو اس طرح شیئرز خریدنے کی کون سی حاجت پیش آئی۔

ایک آواز:

یہاں جو سوال کیا گیا تھا، قاضی صاحب نے شروع میں جو بات فرمائی اس میں پہلے ہی وضاحت فرمادی تھی کہ اس وقت ہمیں بحث اس پر کرنا ہے کہ ایک آدمی کے پاس سرمایہ موجود ہے، ایک بیوہ ہے، بیوہ کے پاس پانچ ہزار روپئے ہیں، اب وہ چاہتی ہے کہ اپنے گذران کے واسطے اس پانچ ہزار روپیوں سے کوئی شکل پیدا کرے، کسی کے ہاتھ میں تجارت کے لئے دیتی ہے، تو وہ معلوم نہیں تجارت میں کیسا معاملہ کرے گا، اس پر اعتماد نہیں، اس وقت ایک نفع بخش قابل اعتماد شکل ہمارے سامنے لانی ہے، تو یہ آپ جو فرمارہے ہیں کہ کیا ضرورت ہے، تو آپ اس بیوہ کے متعلق ضرورت محسوس کرسکتے ہیں جب کہ آج عام طور پر مزاج یہ بن گیا ہے کہ کسی بیوہ کے پاس کوئی رقم آتی ہے تو سیدھی Fixed Deposit میں جا کر جمع کرادیتی ہے۔

ایک آواز:

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس قسم کے جو معذور لوگ ہیں ان کے لئے تو رخصت نکلے،

Marfat.com

لیکن وہ جو اپنے سرمائے کے بڑھانے کے لئے شیئرز خرید تے ہیں ان کا کیا حکم ہوگا؟

کمال فاروقی صاحب:

.....ہم لوگ یہ جو بحث کر رہے ہیں ایسا لگتا ہے کہ ہم لوگ Financial Institution اور آج کاروبار کرنے کا جو مزاج ہے اس سے ناواقف ہیں، میں نے عرض کیا کہ پہلی بات تو یہاں جیسا کہ رضوی صاحب نے Clarification فرمایا بالکل صحیح ہے کہ ایک اسلامک بینک ہے، اس کے پاس پیسہ ہے اور وہ شیئرز میں Investment کر رہا ہے، پہلے اور دوسرے سوال کا جواب ہی نہیں دے رہے ہیں ہم تو تیسرے کی بات کر رہے ہیں، آپ کے لئے ہی نہیں ہے، میں دوبارہ پھر اس بات کو دوہرا رہا ہوں کہ آپ کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ کوئی کمپنی کا شیئر پبلک میں لا پائیں جب تک کہ Financial Institution میں اس کے پروجیکٹ میں آپ پیسہ نہ رکھیں، اب اگر آپ کے پاس اتنا پیسہ موجود ہے کہ آپ اپنے طور پر کاروبار کر رہے ہیں تو کس نے کہا ہے آپ سے کہ شیئر لیجئے، آپ اپنا کاروبار خود ہی اکٹھا کر لیجئے، Partnership Forum میں چلا لیجئے کاروبار، Civil Propriter میں کاروبار چلا لیجئے، لیکن اگر آپ Public Limited Company بنائیں گے تو پبلک لمیٹڈ کمپنی بنانے کے لئے شیئرز جاری کرنا آپ کے لئے یہ ضروری ہوگا، خان صاحب نے تو ۹۹ فیصد کہا تھا.............

قاضی صاحب:

آپ کی وضاحت سے پھر یہ خطرہ ہے کہ لوگ غلط طرف چلے جائیں گے، وہ اس لئے کہ یہاں پر یہ بحث ہی نہیں کہ کیا ہم ایسی پبلک لمیٹڈ کمپنی بنائیں جس میں کام اس بنیادی طور پر صحیح ہو، لیکن اس میں اتفاقاً ہم سودی معاملہ میں ملوث ہو جاتے ہیں، اگر یہ سوال کریں گے تو اس کی نوعیت دوسری ہو جاتی ہے، کیا ہم ایسی کمپنی بنا سکتے ہیں یا نہیں جس کا بنیادی کاروبار جائز ہو، لیکن اس میں کبھی کبھی سودی معاملات میں ملوث ہونا پڑتا ہے، کبھی کچھ لینا پڑتا ہے کبھی کچھ دینا

Marfat.com

پڑتا ہے، آپ کا نشانہ یہ ہے..... جب اس پوائنٹ پر زیادہ زور دیا جائے گا کہ ایسی کسی کمپنی کا قائم کرنا ممکن ہی نہیں ہے جو سودی کاروبار میں بینکنگ سے ملوث ہوئے بغیر کوئی کمپنی قائم کی جاسکے، میرا کہنا ہے کہ وہ کمپنی ہمارے یہاں زیر بحث ہی نہیں ہے اس وقت، ہمارا مسئلہ ہی وہ نہیں ہے، اس کے بارے میں ہم سے آپ پوچھئے گا تو ہوسکتا ہے کہ سارے لوگ متفق ہو جائیں، یا بعض حالات مجبوری اور حاجت وغیرہ کی رعایت کر کے آپ کو اجازت بھی دیں تو بہت مشکل سے دیں گے.......... اب مسئلہ جو یہاں زیر بحث ہے دراصل یہ ہے کہ ایسی کمپنی جو اس اساس پر بنی ہے، ذرا دھیان دیں آپ لوگ، پہلے سے بنی ہوئی ہے ایسی کمپنی یا بن رہی ہے، اپنے بننے کے مرحلہ میں ہے یا بنی ہوئی ہے، جائز مقصد کے لئے بنی ہے وہ........

ایک آواز:

تو آپ کے کہنے کے مطابق جب اس طرح کا کوئی بھی پبلک کام آپ کریں گے تو اس میں بینک سے تعلق پیدا کرنا ضروری ہوگا۔

قاضی صاحب:

یہ بات ہی نہیں ہے، ذرا آپ میری طرف توجہ دیں، اصل میں فاروقی صاحب نے جس مسئلہ پر زیادہ زور دیا ہے وہاں سے دشواری پیدا ہوگئی ہے، مسئلہ یہاں پر سرے سے یہ ہے ہی نہیں کہ ہم کوئی ایسی کمپنی قائم کرنے جارہے ہیں، ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ایسی کمپنی کسی نے قائم کی ہے، چاہے ہندو نے کی ہو یا مسلمان نے کی ہو، یا کرسچن نے کی ہو......... فرضی نہیں یہ واقعہ ہے، دیکھئے ذرا میں اس کو اور تفصیل سے بتاتا ہوں، بعض کمپنیاں شراب بنانے کے لئے بنتی ہیں، بعض کمپنیاں خنزیر کا گوشت سپلائی کرنے کے لئے بنتی ہیں، ظاہر ہے جو فیکٹری اس کام کے لئے بنی ہے اس کا بنیادی کاروبار حرام ہے، اس کا شیئر خریدنا کسی مسلمان کے لئے یا اسلامی ادارے کے لئے جائز نہیں ہوگا، اس پر ہم اتفاق کر چکے ہیں، کوئی کمپنی یا فیکٹری بنائی جاتی ہے کہ وہ گھڑیاں بنائے گی، Electronic Goods بنائے گی، فرنیچر بنائے گی، اس طرح کے کاروبار کے لئے

Marfat.com

بنتی ہے، مقصد اس کا جائز ہے، لیکن وہ کمپنیاں اپنی رضا سے یا اپنی مجبوری سے یا جیسے بھی بینک سے قرض لیتی ہیں اور بینک کے لون کی بھی شرکت اس میں ہوتی ہے، ملوث ہوتے ہیں، کام تو بڑا اچھا ہے، کام صحیح ہے لیکن ان کو ملوث ہونا پڑتا ہے، سوال یہ ہے کہ جو اسلامی مالیاتی ادارہ آپ نے قائم کیا وہ ایسی کمپنیوں میں جو قائم ہو چکی ہیں یا قائم ہونے کے مرحلہ میں ہیں ان میں شیئر خرید سکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ اتنا ہے اور اس پر آپ لوگوں کو جواب دینا ہے۔

ایک آواز:

اس کا مطلب یہ ہوا حضرت کہ ایک شخص قرض دے رہا ہے، وہ نقد منافع سود کی شکل میں لے رہا ہے اور میں قرض دے رہا ہوں اور مجھے منافع چاہئے سود نہیں چاہئے...... کمپنی جو فرنیچر یا جو کچھ بنائے وہ بینک سے قرض لیتی ہے، تو بینک قرض دے کر اس سے سود منافع میں لے گا، اور ہم اس کو قرض دے رہے ہیں، یعنی ہم شیئر خرید رہے ہیں تو ہم اس سے منافع لیں گے، سود نہیں لیں گے، تو پھر ہماری شرکت ناجائز ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

قاضی صاحب:

ارے بھائی دس لاکھ کا سرمایہ ہے، فرض کر لو یہ فیکٹری دس لاکھ کے سرمایہ سے بنی ہے، جس میں انہوں نے نو لاکھ روپئے اپنے یا کچھ لوگوں سے لے کر لگا دیئے ہیں اس شرط پر کہ اس کا جو منافع حاصل ہوگا اس میں ان کو حصہ دیا جائے گا، لیکن اس میں ایک لاکھ روپئے انہوں نے قرض بھی لیا ہے، یہ علماء سے میرا ایک سوال ہے اس کو بھی ذرا ذہن میں رکھیں کہ سود کی بنیاد پر جو قرض لیا جاتا ہے جو قرض کی رقم ہمارے پاس آئی، یہ رقم ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں اس کا مصرف......

ایک آواز:

یہ رقم حلال ہے بغیر تباحت کے ...

[illegible]

Marfat.com

ایک آواز:

امداد الفتاوی میں جس کا آپ نے ابھی میرے جواب میں حوالہ دیا تھا میرے جواب میں، یہ صراحت موجود ہے کہ ایک آدمی نے کسی کے پاس سے کوئی رقم لی، پانچ ہزار روپے مثلاً، اور رقم دینے والے نے اس سے یہ شرط رکھی کہ میں اس پر تمہارے پاس سے دو سو روپے سود لوں گا، اس نے پانچ ہزار قرض لے کر کے اس رقم سے تجارت کی اور اس تجارت سے منافع حاصل کیا، اس کو سود بھی ادا کیا، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے یہ سود دینے کا کام بھی کیا ہے وہ حرام کام کیا ہے، لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ منافع جو مجھے اس پر ملا وہ حلال ہے، تو کیا اس کا یہ سمجھنا درست ہے، تو حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ درست ہے۔

قاضی صاحب:

میرا سوال دراصل یہی تھا کہ سود کی ادائیگی کا عمل حرام ہے، لیکن قرض لینے سے جو رقم آتی ہے وہ تو حرام نہیں ہوتی ہے، قرض میں ہم نے جو رقم لی ہے، یہ قرض لینا ہے اور سود ادا کرنا ہے، سود ادا کرنا عمل حرام ہوا، لیکن جو قرض لیا وہ مال جائز ہے کہ نہیں۔

ایک آواز:

یہ اصول کے طور پر بھی ہمارے یہاں معروف ہے کہ "**إباحة العقد لا يستلزم إباحة المال و حرمة العقد لايستلزم حرمة المال**" یہ اصول ہے۔ سودی قرض لینا یہ ہمارا معاملہ ہے، یہ ہمارا معاملہ حرام ہے، لیکن اس سے جو مال حاصل ہوگا کوئی ضروری نہیں کہ وہ بھی حرام ہی ہو۔

قاضی صاحب:

اب سوال یہ ہے کہ دس لاکھ سرمایہ جو اس میں لگا، نو لاکھ اس کا اپنا تھا، شیئر ہولڈرز سے لایا تھا یا پروموٹرس لائے تھے، اور ایک لاکھ روپے اس نے سودی قرض پر حاصل کیا تھا، تو یہ دس لاکھ جائز سرمایہ کی حیثیت سے ہے، اس سے جو آمدنی حاصل ہوگی وہ آمدنی اور منافع جائز

Marfat.com

ہوگا یا نہیں ہوگا؟

آوازیں:

جائز ہوگا۔

قاضی صاحب:

اس منافع کی اگر تقسیم شیئر ہولڈرس پر ہوگی تو وہ جائز ملے گا یا ناجائز ملے گا؟

آوازیں:

جائز ملے گا۔

قاضی صاحب:

اب اس کے بعد ایک دوسرا سوال کہ وہ جو سود ادا کرتا ہے یہ ایک گناہ کرتا ہے، اس گناہ میں یہ بھی شریک ہوا کہ نہیں ہوا، اس کو آپ لوگ طے کر لیجئے، یہ مباشر ہے، یہ سبب ہے، اس کی رضا یا عدم رضا کے اثرات پڑیں گے کہ نہیں پڑیں گے؟

ایک آواز:

اسی موقع پر مولانا برہان الدین صاحب کی اس شرط کی حیثیت واضح ہو جانی چاہئے تھی، انہوں نے کہا ہے کہ حساب کتاب الگ الگ ہو تو یہ شکل جائز ہوگی۔

قاضی صاحب:

اب مسئلہ زیر بحث پر پھر دوبارہ گفتگو آگے جاری رکھتے ہوئے میں ڈاکٹر محمد حبیب الخوجہ صاحب جو ہمارے معزز مہمان ہیں، ان سے درخواست کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر اپنے خیالات سے ہم سب کو مستفید فرمائیں، تفضل یا شیخ مشکوراً۔ مولانا عبد اللہ جولم صاحب ایک کاغذ رکھیں ہر پوائنٹ کو نوٹ کر لیں، ایک دم صحیح نکتے آنے چاہئیں۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد حبیب الخوجہ صاحب:

بسم الله الرحمن الرحيم، وصلى الله على سيدنا و مولانا محمد وعلى آله وصحبه و سلم.

شكراً سيد الرئيس على إعطاء هذه الكلمة بعد ما استمعت إليه بغاية الدقة والانطباع قدر الطاقة من المسائل المعروضة فى هذه الجلسة، والتى تعتبر شيئا جديدا بالنسبة لما كنت أتوقع من هذه الندوة أو من هذا المؤتمر، بأن الموضوع الذى سيبحث فى هذه الدورة السادسة مقصور على الخراج والعشر، ولكن على كل حال ما دمنا قد تعرضنا إلى هذا بالأمس وكان الحديث عنه مطولا و مفصلا، ومادامت بحمد الله قد تحققت كثيرا من النظريات و النتائج بعد المناقشات والعروض، فإنى أحمد الله أن وجدت هذا العنصر الجديد الذى يكمل القضايا المختلفة التى يجتمع من أجلها العلماء المسلمون ويحتاجون إلى بحثها ودراستها، وهذا شأن الهيئات العلمية الفقهية فى كل بلد، وقد نشأ على ذلك مجمع الفقه الإسلامى الدولى بجدة، فنحن من السنة الاولى عندما عقدنا اجتماعنا العلمى بعد الاجتماع التأسيسى بدأنا ننظر فى المشاكل ، وكان من بين هذه المشاكل القضايا الاقتصادية، لكن قبل أن أطرح عليكم الملاحظات التى دونتها واستمعت إلى العروض والمناقشات وبعد أن قرأت البيان الذى صدر بشأنها وأعده فضيلة الإمام الأستاذ القاسمى أريد أن أشير إلى ما أشار إليه هو بالإجابة، ذلك أن الأعداء والمخالفين بالمجتمع الإسلامى والذين قاموا بغزوه و محاربته لم تكن هذه الحركات الشرسة فى الغزو والاحتداد والإبادة و تقسيم الجموع و تفريقها شيئاً مقصورًا على الناحية الترابية الأرضية المادية، بل كانت تحويلا للناس

Marfat.com

أيضا فى أفكارهم وفى تصوراتهم وفى ثقافتهم وفى تشريعهم، واستبدل كثير من الناس بالقرآن والسنة نظماً تشريعية جديدة من هذه القوانين الواردة من البلاد الغربية و غيرها،وأصبح القانون الوضعى هو الذى يتحكم فى المجتمعات الإسلامية شاء ت أو أبت، فإذا تكونت هذه الروح التى نلمسها يقظة و عزيزة فى مثل هذا الاجتماع ونجد مثلها فى كل اجتماع أو فى كل مجلس من مجالس الفقه الإسلامى، مما يدل على أن حركات الغزو لم تقدر على إطفاء نور الله، ولم تتمكن من القضاء على الجذوة الأساسية للإيمان التى تربط كل واحد منا وكل المسلمين عامة بالكتاب والسنة وبالهدى الدينى الذى جاء به محمد بن عبد الله ﷺ، ومن أجل ذلك فإنى اعتبر أن التحرك للكشف أولاً لنا، ثانياً للناس عن حقيقة الفكر الإسلامى والمنهج الإسلامى فى المجال الاقتصادى أمر ضرورى لابد منه، ومن ثلاثة أيام فقط قبل سفرى إلى هنا إلى هذه الأرض الطيبة وإلى هذا الاجتماع الكريم لقيت رجلا من كبار أهل القانون القديم الوضعى فى جدة جاء زائرا وهو من رجال القانون ومن رجال الأعمال يبطل الإسلام خوفا من هذه وجماعاته ولكنه متحمس تحمسا كبيرا إلى الكتابة عن الفقه الإسلامى و تدوين القواعد و ضبط الأحكام فى لغته الفرنسية مع لجنة يختارها من الكتاب والعلماء، ويقول أحدهم بعد ذلك معروضا علينا فى مجمع الفقه الإسلامى لنقره أو لنعزله، وهذا أمر مهم، فعند ما تحدثنا عن هذا قال لى كلمة قال ما سمعتها يقول:إن الاقتصاد الإسلامى لا وجود له ، هو مجرد كلام، هو ادعاء و الناس يدعون أن فى الإسلام اقتصادا، قال لى:ولكن الأعمال التى أخرجتموها فى المؤتمرات الكثيرة لأنكم ما قضيتم عملا فى مؤتمر من المؤتمرات التسع التى مرت، إلا

Marfat.com

وكان جانب كثير من المسائل الاقتصادية يطرح ويبحث من خلال الفكر الإسلامى، فهذا دليل على أن الفكر الإسلامى له سلطانه، له منهجه وله سيطرته على التشريع عند المسلمين، وبذلك تصبح القاعدة التى ترجع إليها هذه الأسئلة الثلاثة، الأولى: شركة تقوم بأعمال الحلال، وأخرى تقوم بأعمال الحرام، وأخرى تجمع بين الحلال والحرام، هى التى يوجب عنها النبى ﷺ بقوله "الحلال بيّن والحرام بيّن و بينهما أمور مشتبهات"أنا لا أريد أن أنظر إلى هذه القضية بصفةٍ عامة ولكنى أدخل فى صميم الموضوع، بما أنى فى رحاب هذه الجامعة أريد أن أسأل كما أريد أن أقرّبه، أريد أن أسأل هل فى هذه الجامعة يدرس علم الاقتصاد الإسلامى، فإن لم يكن يدرس فالحاجة إلى هذه كبيرة، والطلبة التي نريد تخريجها من هذه الجامعة ينبغى أن تكون آخذة من يد بالفقه الإسلامى وبالأخرى بالاقتصاد الإسلامى، وأبيّن معنى هذا، لأن الاقتصاد الإسلامى نحن كفقهاء عند ما اجتمعنا فى المرة الأولى بجدة، وجاء تنا أسئلة من مؤتمر بنك التنمية الإسلامى الذى كان يرأسه الدكتور أحمد محمد على، جاء تنى أسئلة كثيرة وأردت أن أجيب عنها أى أن يجيب عنها المؤتمر فلم أفهم شيئا، ما معنى هذا، الاصطلاحات التى كُتبت بها والمعانى التى ترمز إليها هذه الاصطلاحات هى منقولة باللفظ و بالمعنى من الاقتصاد الغربى، وليس بين الفقيه المسلم و بين النظريات الاقتصادية العربية من جامع يجعلها بعد ذلك يسيرة يستطيع أن يجيب عنها بسهولة، فاضطررت إلى عقد اللجنة تتكون من الاقتصاد يين الموجود ين فى البنك الإسلامى للتنمية، ومن أعضاء المؤتمر الإسلامى فى مجمع الفقه الإسلامى ليعيد سياق هذه الأسئلة بلغة يفهمها الفقهاء، وفعلنا ذلك، مرة أو لى ومرة

Marfat.com

ثانية، لأنها عندما عرضت في المرة الأولى على المؤتمر لم يفهم شيئا ، فاضطررنا إلى تعديلها و تبسيطها وجعلها باللغة التي يمكن أن يفهمها عامة الناس، وكُتبت وأجيب عنها، وكانت المسئلة الأولى التي طرحت من طرف البنك الإسلامي للتنمية على مجمع الفقه الإسلامي في دورته الثالثة هي قضية خطاب الضمان، وما الحكم الشرعي بالنسبة لخطاب الضمان؟ ونحن نعلم بأن هذه المسئلة شديدة الحساسية يختلط فيها الحلال في الحرام، وفيها وجوه من الربا، و فيها بعد عن الربا، فوقع ضبط الشروط التي يكون بها خطاب الضمان بريئا في المعاملات الربوية خارجا عن تأثيرها ، فإذا توفرت هذه الشروط فإنه يجوز العمل بذلك العقد به، لكننا بعد هذا عندما نظرنا في المؤسسات المصرفية كما قال سماحة الشيخ وجدنا بعض المؤسسات الإسلامية تريد أن تطوع الشريعة لها، وبعض المؤسسات الإسلامية الاقتصادية تريد أن تأخذ بماجاء ت به الشريعة، ولا تبحث عن تطويع ولا عن حيل، فكانت المعركة شديدة، وكان أكثر من هذه المعركة الشديدة ما علمنا من أن كل مؤسسة بنكية أومصرف من المصارف الإسلامية، له لجنة تسمى لجنة الرقابة الشرعية، لتتولى هذه اللجنة تعقّب الأعمال التي تصدر عن تلك المؤسسة فتلغيها إن كانت حراما و تبقى عليها إن كانت حلالا، وإن كان فيها شئ من الاضطراب فإنها تبيّن الوجهة وتكشف عن سبيل الحق الذى ينبغي اتباعه.

هذا من جهة، ومن جهة ثانية لمسنا أن هذه المؤسسات مع اختلاف اللجان التي نسميها لجان الرقابة الشرعية وقعت في أحيان كثيرة في خلط و في اضطراب، لأن هذه تقضي بالحلّية وهذه تقضي بالحرمة، أصبح الناس

Marfat.com

الذين يتعاملون مع هذه المؤسسات لا يدرون شيئا، ونضيف إلى هذا مشكلة أخرى، وأن الذين يعملون أو أكثر الذين يعملون فى المصارف الإسلامية ويبشرون النشاط الاقتصادى والتجارى والبنكى فيها هؤلاء تخرجوا من المدارس الغربية ومن المؤسسات البنكية الربوية، ولذلك فهم لايحسنون تطبيق التعليمات الإسلامية فيقع الخطأ من هؤلاء والخطأ من أولئك، وهنا كانت الطامة الكبرى، فاضطررنا فى مجمع الفقه الإسلامى إلى عقد كثير من الندوات زيادة على المؤتمر السنوى لبحث كثير من المشاكل الاقتصادية على وجه لايُكتفى فيه بالمذهب الواحد، وهذا طبيعي، لأن مجمع الفقه الإسلامى الدولى يمثل دول الأمة الاسلامية قاطبة، وتشارك فيه الدول الإسلامية كلها، فهناك لحد الآن اثنتان و خمسون دولة ممثلة فى المجمع بأشخاص يقع اختيارهم من طرف دولهم ليكونوا لسان صدق عنها، وإلى جانب هؤلاء قد يكون بعضهم ذا اتجاه فكرى اقتصادى لكن ليس إسلاميا، وقد تكون بواعث فقهية مزجاة، وقد يكون لايعرف من الفقه المسائل السطحية أو السهلة التى يعرفها كل أحد، فالعمق الذى يحتاج إلى خبراء .

ومن أجل ذلك فإننا فى كل موضوع من الموضوعات التى تطرح على المجمع نستأنس بآراء الخبراء الذين يكتبون إلينا ويقدمون البحوث ويعرضون الحلول، ثم تُناقش هذه الأشياء كلها من وجهة النظر الإسلامية الفقهية، فنكون قد أتينا على الصورة المطلوبة والشكل المرغوب فيه للوصول إلى النتائج التى تصدر فى القرارات أو التوصيات، وبهذه المناسبة فإنى أرحب بهذه الجمهرة الكبيرة من الفقهاء وبهذه الثلة الصغيرة القليلة العدد إن شاء الله ولكن كبيرة الفائدة من الاقتصاديين الذين حضروا معنا هذا

Marfat.com

اليوم، وعندما أتناول هذه القضية أريد أن أشير كما قال شيخنا إلى أن كثيرا من الدول الإسلامية فيها مؤسسات مصرفية الاسلامية لكنها لا تلتزم بذلك التزاما حرفيا، وأن ممن يلتزم الالتزام الحرفى كما تفعل السودان و إيران، وأنا أقول إن الصراع بين الحياة العملية الواقعة وبين النصوص والآراء هو الذى حمل البنوك الإسلامية نفسها على أن تتخذ مجالس فقهية وعلى أن تكوّن مؤتمرات و ندوات البحث كثيرا من القواعد الجارية، فاضطررت أنا كأمين عام لمجمع الفقه الإسلامي أن أجمع كل الأسئلة التى طرحت فى الماضى فى المؤسسات الاقتصادية والمصرفية ، البنك الإسلامي للتنمية، البركة، بيت التمويل الكويتى، بيت التمويل السعودى وما إلى ذلك من المؤسسات التى لها قرارات ودراسات وبحوث مكتوبة،وكوّنّا قائمة فى الموضوعات المطروحة التى يطرحها البنك على العلماء ، وبذلك تتصورون بأن القضية ليست قضية معرفة الحلال والحرام فقط بل قضية بيان الحكم الشرعى فى الطرق المستعملة أو المعتمدة لدى هذه البنوك فى إجراء أعمالها سواء فى باب الأسهم أو الاستثمار أو غير ذلك، وفى أشكال السندات أو أشكال الحصص التى تكون للأعضاء إلى آخره، واضطررنا أيضا إلى عقد دورتين حول تغيير قيمة العملة وأثر ذلك على الاقتصاد الإسلامى والأحكام الشرعية المنوطة بتغير قيمة العملة، وعقدنا أيضا ندوات بالإضافة إلى مؤتمرات كانت حول السوق المالية الإسلامية، العالم كله فيه أسواق مالية، لكن العالم الإسلامى راح عادما، ويعدم إلى الآن السوق المالية، فهل جاء الوقت لنكوّن أسواقا مالية، ما هى شروط إقامة السوق المالية، ما هى الموارد الأساسية فى الأسواق المالية التى يؤمن بها الغرب ويستخدمها، وهل هى

Marfat.com

جائزة عندنا، وعما هى البدائل التى تعوضها لنستطيع أن ننهض بمشروع إسلامى، ثم هناك هذه البدعة الجديدة بطاقات الائتمان التى اختلفت اختلافا كبيرا، وأقر منها المجمع ما هو جار على الأصول الشرعية ورفض الكثير مما لا يجرى على الأصول الشرْعية، عندما بحثنا هذه القاعدة تبين لنا و نحن نناقش كل قضية تعرض وتُطرح على المجمع مناقشة لانلتزم فيها بحكم ما بيّنته من اختلاف التنصيص لهذا المجمع، لا نلتزم فيها مذهبا واحدا، لماذا؟ لأن الأعضاء منهم مالكيون ومنهم أحناف ومنهم حنابلة ومنهم شوافع ومنهم زيديون ومنهم جعافرة ومنهم إباضيون، وهذه الجموع الكبيرة من الفقهاء والقضاة تتعاون كلها مع بعضها ، فإذا كان واحد من الفقهاء الذين يشهدون هذه المجالس يرى حكما لم ينتبه إليه إخوانه من الناحية الشرعية لكونه غير وارد فى كتبهم، وإنما هو وارد عنده فإنه يذكّر بما عنده لعلنا نجد الدليل الأقوى من جهة الأقوم والأفضل الذى يخدم المصلحة الشرعية و مصالح الناس، لأن مصالح الناس والمصالح الشرعية المعتبرة هى التى يعتمدها الإسلام واعتمدها القرآن.فى تقريز المنهج الذى ينبغى أن يسير عليه المجتهد، لأن المجْتهد ليس عليه إلا أن يبحث عن المصلحة فأينما وجدت المصلحة فثمّ شرع الله، بالإضافة إلى هذا، عندما قرأت هذه الأسئلة الكثيرة وهى أسئلة مهمة ، ولابد أن تجيش بها نفس المؤمن وأن يتحرك إلى الإجابة عنها، لكنها أسئلة جزئية لاترجع إلى مساكن مطروحة فى الصحة حقيقة، أستطيع أن أقول هى التساؤلات التى تصدر عن المسلم عند الفقيه من غير أن يكون اقتصاديا ومن غير أن يكون مشاركا فى العمل الاقتصادى، وإلا فإن الأسئلة المطروحة اليوم فيها النوع الذى يحمل المسلم على التساؤل، هذا

Marfat.com

حلال أم حرام، يجوز بأن أقوم به أم لا يجوز؟ تجنبا للمحاذير وسيرا على وسط المنهج الإسلامي، أما الأسئلة الأخرى فهناك الأسئلة التي تصدر عن المصارف ذاتها، المصارف هي في حاجة إذا من يأتيها، جعلنا بسبب التأسيس والبناء للمصرف الإسلامي على الوجه الكامل، ولم يصل بعد إلى النهاية، هو في خطواته يتعسر، مرة يريد أن يأخذ بما فيه ربح، وقد وجد عند المصارف الغربية أو الربوية ويقول هل من سبيل لتوفير الإنتاجات المادية عندنا ويكون بذلك قوة للمسلمين، فيقول له لا، هذا ليس بجائز، لأن المساهمة من البنوك الاسلامية مثلا في الهيئات الربوية في شركات مساهمة غير جائز، عقدنا لهذا ثلاث ندوات، بحثنا أصول هذه المسئلة وفروعها، وتقدم الاقتصاديون من المسلمين بنصوص كثيرة تبيّن لنا وحالتها وبُعدها عن الفكر الإسلامي، والأجوبة التي كانت مترتبة عليها بالجواز، نقضت إذ نقض أصلها، فلم يبق إلا التحريف، وبقينا نبحث عن المخارج أو التخريجات الشرعية مرة وعن أحوال الضرورة التي تمس المجتمع ككل أو بعض الأفراد كأشخاص لنجد بعض المبررات في بعض المسائل الجزئية، وهذا موجود في كثير من الأحكام والقرارات التفصيلية التي صدرت عن المجمع،....صورة عن هذه القضايا التي بحثناها في المجمع والتي أريد أن نبحث هنا في مجمع الفقه الإسلامي في الهند، أريد أن يكون بيننا و بينكم، بين مجمع الفقه الاسلامي بجدة ومجمع الفقه الإسلامي بالهند اتصال دائم، وبيمين الله يكون ذلك من باب التعاون على الخير ومن باب التطلع إلى الحكم الشرعي الواضح الذي لا التباس فيه، ومن جهة أخرى إذا عرض علينا هنا بعض المسائل نطرحها على مجمع الفقه الإسلامي ونقول لهم نريد الاجابة عن هذه القضايا، وهذا سائرا

Marfat.com

وراء التوحيد فى الأجوبة والقرارات حتى لا يكون بعض المسلمين يفتون برأى والآخرون يخالفونهم فى ذلك الرأى، نحاول التجميع والاتفاق قدر الاستطاع، هذا من جهته، ونكوّن الاتفاق قدر الاستطاع لينفى أن تكون هناك حاجات ماسة وخاصة فى مجتمع ما، فيفتى علماء ذلك البلد أو تلك الأرض بما لا يفتى به عامة المسلمين، وهذا مثل بيع الوفاء عند أهل خراسان الذين اضطروا إليه فرارا، ولكنهم أحلوه ولو كانت فيه شبهة الربا، لأنهم جمعوا بين أشكال مختلفة وصوروه بصور متعددة، والكلام فى هذا يطول، فإن ابن الهمام له فيه كثير من الصور التطبيقية والإجابات عن الأسئلة التي عرضت عليه، وكذلك المرغينانى فى كتابه"الهداية"وغيرهم من أكابر العلماء الذين ظهروا فى خراسان وفى ماوراء النهر وفى البلاد الهندية أيضا، لأن بعض هؤلاء العلماء آخذ بما ذكره الآخرون من صفوة أهل العلم والمفكرين السابقين والنابهين منهم فكم يتعاونون على ذلك، فإذا كانت القضية خاصة ولها ظروف معينة فتلك التى يجوز فيها التأويل أو التؤول ويجوز فيه طرح النظريات التى قد لاتتفق معه ما يصدر عن المجتمعات الإسلامية ولكن لها حكمها، وأنا يعجبنى ماقرره الشيخ محمد طاهربن عاشور رحمه الله فى كتابه "مقاصد الشريعة" من أن الرخص التى يأخذ بها الفقه الإسلامى ليس كالرخص الشخصية... لا معنى لها، لأن كل واجد يستطيع أن يفتيك إذا كانت هناك ضرورة قائمة وحاجة ماسة أن تأخذه فى قول....لكن هذا يكون لفائدة المجتمعات الكبيرة والقضايا العامة ليخرج الناس من الضيق إلى الوسيع ومن القلق والحيرة إلى الاطمئنان، ولتفسير بعض هذه الأشياء أريد أن أقول لكم بأننا بحثنا فى مندوبيتنا خلاصة المسائل فكثير منهم

Marfat.com

يصدر فيها قرار مجمعي في جميعها، لماذا؟ لأنها بالرغم عن عقد الندوات الخاصة لم تستوف حقها من النظر، وهذا مثل الأسهم في الشركات وقضايا الاستثمار، بل عقدنا له ثلاث مؤتمرات، واحدة في جدة، والثانية في المغرب في الرباط، والثالثة في البحرين، وهناك تغير قيمة العملة التي صدر فيها ما صدر من توصيات أو قرارات أخذت بما هو معروف من مقابلة مثلي بالمثلي ومقابلة القيمي بالقيمي، وأنه لا يجوز أن انتقل من المثلي إلى القيمي، .....ويلي قضية مطروحة على كل حال، لكن الواقع يصادم هذه النظرية، ونحن نجد في المذهب الحنفي تيسيرا، وخروجا عن هذا التضييق، لأن ما بين الإمام أبي حنيفةؒ وبين الإمامين أبي يوسف و محمد بن الحسن الشيباني من التأمل والغوص على هذه القضية ما يساعد على الخروج من الأزمة التي واجهها الناس في المجتمعات الإسلامية اليوم، وآخذ مثالا بسيطا عندما أقول لك: عليّ دين تركت في ذمتي من عشر سنوات بالروبية، هذا الدين قيمته ألف روبية أو عشرة آلاف روبية، هل العشرة آلاف روبية التي هي دين عليّ من عشر سنوات، بقيت قيمتها هي نفسها اليوم أم تغيرت هذه القيمة، ربما كنت أستطيع أن أشتري بيتا بالعش.....من عشر سنوات، والآن لا أستطيع أن أشترى بها سيارة، وعندئذ فرق كبير، وفي الأسواق التي أصيبت فيها بعض العملات بالانحطاط والهبوط قياسا على الوضع العام الاجتماعي من جهة وقياسا على تغير الأسعار،فتغير الأسعار أو مانسميه بارتفاع الأسعار....كان سببا شديدا في إرهاق الناس وحملهم على أن ينشدوا الحق من الطريق الذى يوصّل إلى ذلك الحق.

أما أن قول المثلي بالمثلي أنفع إليك بعشرة آلاف روبية التي كانت

Marfat.com

في ذمتي من عشر سنوات أو من مائة سنة ويكون بيننا هذا عدل، فليس من العدل فى شئ، لأن المثلية هنا لا اعتبار لها، وماذهب إليه الفقهاء فيه دليل على ذلك و شهادة ، على أن هذه القضية لم يُبتّ فيها، مازال الدارسون يبحثون عن أشكال لإيجاد التحرير الدقيق للمسائل والإجابة عنها، ولذلك من كل هذه القضايا المعروضة على المجمع من الرياض والمعروضة على الندوات الفقهية التابعة للمجمع كوّنّا لجنة، هذه اللجنة تعرض على نشر البحوث الموسوعية، وهذه الموسوعة هى الموسوعة الفقهية الاقتصادية، وأدخلنا فيها عدة موضوعات واستكتبنا الاقتصاديين......ونحن فى كل دورة وفى كل اجتماع نتلقى أسئلة ، وسؤالى الذى أطرحه كما أطلب من مجمع الفقه الإسلامى بالهند أن يكتب إلينا غير مأمور بأن يسألنا ما هى القضية أو وجه الحكم فى القضايا التالية لنصنّفها فى جملة القضايا المطروحة على المجمع إذا تعذر عليه القيام بذلك، أو إذا وجد حرجا بأن كانت النظرة فيها مذهبية أكثر من كونها فقهية عامة ، فنحن نرحب ونريد أن نتعاون فى هذا المجال، ومن جهة ثانية أطلب من سماحة الإمام شيئا هو أدرى به منى، أنا لا أعرف فقهاء الهند، هذا الاتصال الكريم الذي هيأه الله سبحانه و تعالى لى، وأنا سعيد به كثيرا، فأنا أريد أن أعرف الفقهاء الهنود الذين لهم إلمام بالجانبين الاقتصادي والفقهي، أو على الأقل الذين إذا طرحت عليهم المشاكل الاقتصادية من طرف الموسوعة يستطيعون الكتابة فيما يعرض عليهم من دراسات شرائع اقتصادية، ليدلى مجمع الفقه الإسلامى بالهند بدلوه مع إخوانه الذين يعملون فى مشارق الأرض ومغاربها، والله أحمد على هذا الاجتماع المبارك الذى جمعنى بكم ودفعنى إلى الاستزادة من المعرفة

Marfat.com

بالقضايا الإسلامية عن طريقكم وبوجوه تحليلها، وأشكر الشيخ زبير۔ بارك الله فيه ۔ على أن عاد بمسألة سألناه عنها بالأمس إلى مصادرها الفقهية مشيراً إلى الوجه أى وجه الحكم الشرعى مع بيان الحالات المطلوبة، وهذا من فضل الله علينا، كنا عندما نسير إلى بلاد الشرق الأقصى، وهذه من بلاد الشرق الأقصى نظن أنفسنا سنختلط بأعاجم لما كوّنه الإنكليز والفرنسيون والمستعمرون فى أذهاننا، وأننا سوف لا نجد كلمة بالعربية أو فقها إسلاميا، ولكنى أؤكد بأننى فى أول زيارة قمت بها إلى باكستان وفى أول زيارة قمت بها إلى الهند، وذلک من نحوثلاثين سنة و شفت عكس ما يقوله الإنكليز والفرنسيون والولنديون وغيرهم، يعنى وجدت فقهاء بحمد الله فى كل مكان من هذه القارة الهندية، ووجدت علماء يدركون إدراكا دقيقا المفاهيم الشرعية التى أدلى بها علماء نا۔ رضى الله عنهم ۔ فى الماضى ، ونحن فى حاجة كبيرة إلى جهودكم جعلها الله مثمرة وإلى أعمالكم جعلها الله نامية وخصبة، حتى نلتقى دائما على التعاون فى سبيل الله وفى سبيل إعلاء كلمة الله عن طريق تطبيق الشريعة الإسلاميه ببيان فضلها وإسكات الأصوات المنادية بتغييرها واللمس فيها، والحمد لله أولا وآخرا، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

قاضی صاحب:

میرا خیال ہے اکثر علماء نے تو بات سمجھ ہی لی ہے، لیکن ہمارے کچھ دوست ایسے بھی ہیں، جنہوں نے بات نہیں سمجھی ہے، میں نے چاہا تھا کہ میرے دوست ڈاکٹر عبداللہ جولم صاحب اس کی تفصیل بتا دیں، لیکن درمیان میں انہوں نے یہ پرچہ دیا کہ تمہیں ہی اس کے بارے میں کچھ بتا دینا ہے، تو میں مختصراً ان نکات کی وضاحت کر دیتا ہوں جن کے بارے میں شیخ نے بات کی

Marfat.com

ہے، گرچہ وہ پوری حاوی نہیں ہوگی، بہت سی باتیں چھوٹیں گی، پہلی بات تو انہوں نے یہ کہی کہ صاحب جو دشمنان اسلام اس وقت دنیا میں کام کررہے ہیں ان کا ایک بڑا نشانہ صرف مادی طور پر اراضی پر قبضہ و دخل کرلینا اور کسی ملک کو اپنی حکومت میں داخل کرلینا نہیں، بلکہ اصل فکر اسلامی کو برباد کردینے کی کوشش ہے، ان کا ایک بڑا نشانہ یہ ہے کہ اسلامی فکر اور اسلامی عقیدہ، اسلامی تصور، اس کو کسی طرح معاشرہ سے مٹادیں، آج جو ہمارے سامنے چیلنج درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہم کس طرح فکر اسلامی کو نہ صرف یہ کہ باقی رکھیں بلکہ نظری ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو عملی اور تطبیقی صورت ہم دے سکیں، خصوصیت کے ساتھ اقتصادیات کے میدان میں جو عمل دخل مغرب سے آنے والے نظریات کا ہوا، ظاہر ہے کہ جو اقتصادی نظام بنا ہے اس کا کوئی رابطہ بھی اسلام کے اقتصادی نظریات سے نہیں ہے، بلکہ اس کی اساس ان افکار و نظریات پر ہے جو مغرب سے آئے ہوئے ہیں، اس لئے جب ہم اقتصادی مسائل پر غور کرنے بیٹھتے ہیں تو ایک بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ ان مغربی افکار سے آزاد ہوکر خالص اسلامی نظریات کی اساس پر کسی نظام کی ترتیب ایک مشکل صورتحال اختیار کرتی ہے، اسی کا ایک بڑا نتیجہ یہ ہے کہ جو اسلامی ممالک میں اس وقت اسلامی بینکنگ کے مختلف ادارے قائم ہورہے ہیں، ان میں دو طرح کا عنصر پیدا ہوتا ہے، یا تو وہ ہیں جو اسلام اور شریعت کو اپنے تابع بنالینا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ شریعت میرے پیچھے پیچھے چلے، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو مسائل کا کوئی متبادل حل نکالنے کے بجائے ایک ایسا کنارے کا راستہ اختیار کرتے ہیں جن سے کسی چیز کی حلت یا حرمت کا تو فتوی دیا جاسکتا ہے لیکن مسائل کا حل نہیں ہوتا ہے، اسی سلسلہ میں جو اسلامی بینک قائم کئے گئے ہیں انہوں نے ایک رقابت شرعیہ کا یا شرعی بورڈ کا ایک نظام تو قائم کیا ہے کہ ان کے کس عمل کو حلال کہا جائے، کس عمل کو حرام کہا جائے۔ سوالات بھی بہت سے پیدا ہوئے ہیں اور ان سارے سوالات کو انہوں نے ہمارے پاس مجمع الفقہ الاسلامی میں بھیجا ہے، اس کی بہت لمبی تفصیلات ہیں، لیکن اگر کوئی فیصلہ علماء اور شریعت کی طرف سے ہو بھی جاتا ہے تو جو طبقہ اصل میں اس بینک کو عملی طور پر چلاتا ہے

Marfat.com

چونکہ وہ مغرب کے اقتصادی نظریات سے متاثر ہے، یا مغربی بینکنگ کے اصولوں پر عمل کرنے کا عادی ہے، اس لئے علماء اور شریعت کے اس فیصلہ کی صحیح عملی تطبیق بھی وہ نہیں کر پاتا ہے، کوئی بات اگر غلط کہہ دوں تو آپ لوگ بتا دیجئے گا۔

دوسری طرف انہوں نے وہ تفصیلات بتائیں کہ کس طرح بینک اسلامی کے سوالات کو اور مختلف اداروں کے سوالات کو جمع کیا اور ایک قائمۃ الموضوعات ایک فہرست تفصیلی ان مسائل کی تیار کی اور کتنی قسم کی انہوں نے الگ الگ کمیٹیاں تشکیل دیں، جس میں ماہرین اقتصادیات اور ماہرین فقہ اسلامی دونوں کو جمع کیا، پہلے انہوں نے اصل مواد ماہرین اقتصادیات کے ذریعہ جمع کرایا، پھر علماء سے علمی اور تحقیقاتی کام کرایا، اس کی پوری تفصیلات، پھر ایک ایسا موسوعہ اقتصادیہ اسلامیہ مرتب کرانے کی کوشش جس کے ذریعہ ان تمام مسائل کے بارے میں تفصیلات سامنے آسکیں، اسی ذیل میں انہوں نے ایک اہم بات کہی کہ ہمارے مدرسوں میں جو یہ ہمارے جامعات ہیں ان میں آپ فقہ تو پڑھا رہے ہیں، لیکن کیا اقتصاد اسلامی کا آپ درس دے رہے ہیں لڑکوں کو یہاں، ظاہر یہ ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہوگا، تو وہ مسائل جو آگے آنے والے ہیں اقتصادیات کے میدان میں ان کے حل کرنے کے لئے جہاں ایک طرف فقہ اسلامی کی مہارت ہونی چاہئے دوسری طرف اقتصاد کے اصولوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور اس کا شعور ہونا چاہئے، ہم اپنے مدارس میں اقتصاد اسلامی کو ایک موضوع کی حیثیت سے پڑھاتے ہی نہیں ہیں، یہ ایک بہت بڑا خلا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اقتصادی مسائل جب علماء کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو وہ ان کی اصطلاحات کو سمجھ کر کوئی حکم شرعی کی تخریج کے لائق نہیں رہتے، یہ ایک بڑا مسئلہ ہے جسے ہمارے اداروں میں حل کیا جانا چاہئے۔ اسی طرح آگے بڑھ کر انہوں نے ایک اہم بات یہ کہی کہ صاحب جہاں ہم کام کرتے ہیں یعنی مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جو انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی ہے، ہم چونکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہیں، اور ہر ملک میں بسنے والے مسلمانوں کے مسالک فقہی مختلف ہیں، کہیں مالکیہ ہیں، کہیں حنابلہ ہیں، کہیں پر شوافع ہیں، کہیں پر احناف

Marfat.com

ہیں، کہیں پر اباضیہ ہیں، کہیں پر جعفری، کہیں پر زیدی ہیں، مختلف فقہ معمول بہا ہے، تو ہمارا جو نقطہ نظر ہوتا ہے یہ جملہ مسالک فقہیہ کو سامنے رکھ کر غور کرنے کا ہوتا ہے، اور جو ماحول بنا ہے اس میں خلاصہ یہ ہے کہ اس میں تعصب مذہبی کے بجائے مصالح اسلام کی تحقیق پیش نظر رہتی ہے، اس لئے اگر فرض کر لیجئے کہ کسی مسئلہ کا حل کسی خاص فقہ کی روشنی میں وہاں نہیں ہو رہا ہے، لیکن دوسرا فقیہ اپنے یہاں ان کی فقہ میں جس مسئلہ سے بحث کی گئی ہے وہ سامنے لے آتا ہے، تاکہ اس کے دلائل کا لوگ جائزہ لے لیں، اقوی دلائل کیا ہیں؟ قوت دلیل کو دیکھ لیں، اور مصالح مسلمین کو دیکھ لیں، اور تحقیق مصالح جو بنیادی مقصد بھی ہے، تحقیق مصالح اور قوت دلیل کو سامنے رکھتے ہوئے اگر کوئی حل نکلتا ہے تو مسئلہ کا حل کریں، اس طرح مخلصانہ تعاون تمام اہل مذاہب و مسالک کے درمیان مسائل کے حل میں ہمارے یہاں رہتا ہے، شیخ نے یہ بھی کہا کہ صاحب ایک اچھا راستہ یہ کھلا ہے، اور انہوں نے آخر میں جو بات کہی لیکن اول ہے، کہ صاحب دنیا کے بہت سے ملک میں میں جاتا ہوں، وہاں جا کر بالکل عجمی بن کر رہ جاتا ہوں، عرب لیکن بن جاتا ہوں عجمی، اسلئے کہ کوئی میری بات سمجھنے کے لائق نہیں رہتا، میں نے جو پاکستان یا ہندوستان کا سفر کیا تو مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہوئی کہ میں اپنی بات عربی زبان میں کہہ بھی سکتا ہوں اور ایک بڑی تعداد علماء اور فقہاء کی جن کی نظر فقہ کے دقائق پر ہے اور جو تعبیرات کی گہرائیوں کو سمجھتے بھی ہیں، اور جو کتاب وسنت کی تعبیرات پر بھی اچھی نظر رکھتے ہیں، عبارات فقہاء پر بھی، میں ان کے سامنے کھل کر بات کرنے کی پوزیشن میں بنتا ہوں۔

میرے لئے یہ سفر بہت اہم ہے کہ اس طرح ہم وہ رابطہ اور اتصال پیدا کر سکتے ہیں جو اسلام کے حق میں مفید ہوگا، اب اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ کے سامنے جو مسائل آئیں بے تکلف آپ ان مسائل کی فہرست ہمارے پاس بھیج سکتے ہیں، اور ہم بھی ان مسائل کو اس بین الاقوامی المجمع الفقہی کے سامنے رکھ سکتے ہیں کہ صاحب ان مسائل کا جواب ہمیں دنیا بھر کے علماء سے مطلوب ہے، اور وہاں ان سے جواب ہم حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے افراد

Marfat.com

اور ایسے باصلاحیت لوگ جو فقہ واقتصاد دونوں پر نظر رکھتے ہیں، اگر ایسے لوگوں کے نام ہمیں بھیجے جائیں تو ہم ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان سے بحوث اور مقالات لکھوا کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں، یا کم سے کم فقہ ہی میں وہ اس لائق ہوں، مہارت ان کی اصلاً فقہ اسلامی میں ہو، لیکن وہ اقتصادی مسائل پر فقہ اسلامی کی تخریج اور مسائل کی تحقیق اور تطبیق کا کام کر سکتے ہوں، تو ایسی شخصیات اور ایسی صلاحیتیں پورے ملک کے لئے پوری دنیا کے لئے جو اسلامی زندگی اور اسلامی مسائل کو حل کرنے کے راستے پر جب ہم غور کرنے بیٹھتے ہیں تو ان کی صلاحیتیں جو ہمارا ایک سرمایہ ہوگی ان سے ہم استفادہ کر سکیں گے، تو اس طرح مجمع الفقہ الاسلامی الہند اور مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جدہ دونوں کے درمیان گہرا تعاون اور ارتباط ہو سکتا ہے۔ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو ہمارے سامنے آئے لیکن اب تک ہم نے ان میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے، بار بار ہم نے اس پر بحثیں کی ہیں لیکن جب تک کوئی تشفی بخش صورتحال نہ پیدا ہوا اس وقت تک ہم نے فیصلہ نہیں کیا ہے بہت سے مسائل میں، اب ان ہی مسائل کے ذیل میں انہوں نے کریڈٹ کارڈ کی بات کہی ہے، یا Letter Of Credit کی بات کہی ہے، یا Letter of Securities کی بات کہی ہے، اس طرح کے دسیوں مسائل ہیں جو ابھی ہمارے یہاں زیر بحث ہیں، اسی طرح ہمارے یہاں موضوع بحث رخصت کی بحث بھی ہے، ایک حوالہ دیا انہوں نے کہ رخصت کی بحث میں یہ بھی بحث آ چکی ہے کہ رخصت کا حکم انفرادی طور پر ہر شخص کے لئے اپنے طور پر عمل کرنے کا ہے، یا رخصت ایک اجتماعی ضرورت سے پیدا ہوتا ہے، اور امت کے اجتماعی حالات میں رخصت کی کیا گنجائشیں ہیں، اس کا کس طرح فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اس طرح کے متعدد مسائل ہیں جن پر ہمارے یہاں بحث ہوتی رہی ہے، اور ان بحثوں کو ہم اگر مجمع الفقہ الاسلامی الہند کے کاموں کے ساتھ ہمارا رابطہ ہوتا ہے تو ہم یہاں کے مسائل واحوال پر بھی رائے قائم کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔

خلاصہ ساری گفتگو کا، بہت سارا چھوڑ کر، یہی ہے، جو میرے ذہن میں نہیں رہا اس

Marfat.com

کے لئے معافی چاہتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اجمالی طور پر بنیادی باتیں آ گئیں، میں شیخ کا شکر گذار ہوں ، أشكركم شكرا جزيلا على ما بعثتم إلينا وعلى مافضلتم بأن التعاون والاتصال والترابط بين مجمع الفقه الإسلامي بالهند وبين مجمع الفقه الإسلامي الدولي، إن شاء الله سنرجو من جميعنا وجميع أركاننا، إن شاء الله كلهم يرحبكم وكلهم يشكركم على هذا التعاون العلمي الوثيق الإسلامي، إن شاء الله سنستفيد منكم ومن علومكم ومن علوم جميع العلماء الذين قد رأيتهم في مجمع الفقه الإسلامي، ولا شك أنها نخبة العلماء و نخبة الفضلاء والفقهاء الذين هم متفرقون في العالم ولكنهم قد اجتمعوا على منصة مجمع الفقه الإسلامي بجدة، وإن شاء الله سنستفيد من علومهم و نعرض عليكم أسئلتنا ونرجو أننا نجد منكم جوابا شافيا لما ابتلينا به في بلادنا، وأنكم تعرفون يا سيدي أننا نحن في حالة خاصة و متاعب مختلفة، ونحن في سعة أن نشرع القوانين حسبما نرضى، بل قوانين و تشريع القوانين بأيدي غيرنا، لانستطيع أن نغيرهم الآن،لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا، لا نقول شيئا ولكن نرجو إن شاء الله رجاء خير، والآن نحن الأقليات الإسلاميه في جميع بلاد الهند و مثل ذلك في بلاد أخرى، هم في متاعب كثيرة، ولهم مسائل كثيرة، ولهم مشكلات كثيرة، هذا ما ذهبنا إليه في ندوات سابقة، إننا نحتاج إلى فقه الأقليات خصوصا، المسلمون في أقلية وليس لهم أى استطاعة، فماذا يفعل؟ بل يمكن كما قلتم يا سيدى إنه يمكن أن نفتي في السعودية بفتوى أخرى ونفتي في الهند بفتوى أخرى، فهذا من الممكن، لأن أحوالنا غير ما أنتم فيه من الأحوال۔

تو ایک مسئلہ جو ہمارے یہاں زیر بحث تھا، جو ابھی تک بات چل رہی تھی، وہ میرا خیال

Marfat.com

ہے کہ اچھی خاصی رائے آئی اس پر اور ہم اس مسئلہ کی پھر تلخیص کرتے ہوئے بات ختم کرتے ہیں کہ اگر آپ کوئی اسلامی مالیاتی ادارہ صحیح بنیادوں پر قائم کریں تو کیا اس مالیاتی ادارہ کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ اپنا سرمایہ ایسی تجارتی کمپنیوں میں لگائے جو تجارتی کمپنیاں جائز کاموں کی تجارت کے لئے قائم کی گئی ہیں، لیکن ان ہی حالات کی بنیاد پر ان کے جائز کاموں میں، سرمائے میں کچھ سود پر لیا ہوا قرضہ بھی شامل ہو جاتا ہے، ایسے اداروں سے ایسی تجارتی کمپنیوں میں یہ ہمارا اسلامی مالیاتی ادارہ شیئر لے سکتا ہے یا نہیں لے سکتا ہے؟ یہ سوال تھا اس پر آپ حضرات نے کافی جوابات بھی دیئے ہیں، کیا اس پر مزید کسی بحث کی ضرورت ہے، یا اس پر آپ ماہر علماء کی کارکردگی میں ایک کمیٹی بنادی جائے جو آئے ہوئے جوابات کو بھی سامنے رکھے، اور اس کے بارے میں ایک تجویز تیار کرے، کیا اس پر مزید کسی صاحب کو کچھ کہنا ہے؟ مفتی صاحب آپ کو کچھ کہنا ہے؟

مفتی محبوب علی وجیہی صاحب:

میرا خیال یہ ہے کہ اس تناظر میں اس پس منظر میں آپ دیکھیں کہ انفرادی ضرورت نہیں ہے یہ قومی ضرورت ہے، اور ایسے ماحول میں ہے کہ ہم قوانین بنا بھی نہیں سکتے، اور ان کے اندر دخل بھی نہیں دے سکتے، تو اس کے لئے کچھ.... سوچنا اور گنجائش ایسی نکالنا کہ ہمارا جو احکام اسلامی ہے اس کے اندر بھی کوئی ایسی کھلی ہوئی ہم سے زیادتی نہ ہو جائے، اور ہمارے لئے مخرج جو نہیں ہے اس کے لئے کوئی راستہ نکل جائے، اس کے لئے دنیا میں رہنا ہے تو قوم وملت کو بھی کچھ کرنا ہے، ایسے پیچھے رہ کر صف ثانی میں یا ثالث میں ہمیں جانا نہیں ہے۔

ایک آواز:

میری رائے میں جو کمپنیاں ایسی ہیں جو حلال کاروبار کرتی ہیں، اس کے اندر سرمایہ لگائے، لیکن اپنی طرف سے کوئی سودی لین دین نہیں کرے، اگر کچھ آمیزش ہو جائے تو اس کو اس میں سے نکال کر صدقہ کر دے جو اس کا مسئلہ ہے، واجب التصدق ہے۔

Marfat.com

مفتی جنید عالم صاحب:

میری رائے یہ ہے کہ اس طرح کی کمپنیوں کے حصص کی خرید، یہ درحقیقت مال حلال اور حرام جو مخلوط ہیں ان کی خریداری ہے، اور اگر مال حلال وحرام مخلوط ہوں تو ان کی خریداری جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں کتب فقہ میں یہ تفصیل موجود ہے، فتاوی ہندیہ میں بہت اچھی بحث ہے، فتاوی ہندیہ میں اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں: نمبرا۔ یقین کے ساتھ معلوم ہو یا ظن غالب ہو کہ یہ مال حرام ہے، ظلماً کسی سے لے کر بازار میں فروخت کیا گیا تو ایسی صورت میں اس مال کی خرید و فروخت شرعاً جائز نہیں ہے، جبکہ لوگوں کے درمیان اس کی خرید وفروخت کا سلسلہ جاری ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ مال حرام موجود ہے لیکن مال حرام اور مال حلال دونوں اس طرح مخلوط ہیں کہ ان دونوں کے درمیان تمیز مشکل ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے ضابطہ اور اصل کے مطابق حلال وحرام کے باہم مخلوط ہو جانے کی وجہ سے.... ء

قاضی صاحب:

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں وہ کہئے، عبارت پڑھنا ضروری نہیں ہے، آپ کا ذہن کس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلامی مالیاتی ادارہ ایسی کسی کمپنی کا حصہ لے سکتا ہے یا نہیں جس کا کاروبار جائز ہے، لیکن اس کو کچھ ضمناً سودی معاملہ میں شریک ہونا پڑتا ہے یعنی سود پر قرض لینا پڑتا ہے، یوں کہئے کہ اس کے سرمایہ میں کچھ حصہ سود پر لئے ہوئے قرض کا ہے۔

مفتی جنید صاحب:

میری رائے یہ ہے کہ جائز ہے۔

مولانا عبدالجلیل صاحب:

میں نے تو اس میں لکھا ہی ہے کہ جائز ہے۔

Marfat.com

مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب:

میں ذرا تفصیل سے بات کو دہرا دینا چاہتا ہوں، اسلامی مالیاتی ادارے کا اس کمپنی کے اندر شرکت کرنا بشکل خریداری شیئر ہو، یا اور دوسرے انداز سے ہو، یہ میرے نزدیک جائز ہے، اس میں مولانا برہان الدین صاحب کی شرط ہے، ان کی پوسٹ مارٹم نہ ہو، لیکن ان کی شرط کی پوسٹ مارٹم ہونی چاہئے کہ شرط کیوں لگائی ہے، میرا خیال ہے کہ یہ حساب وکتاب کے الگ الگ رکھنے کا جوانہوں نے سوال اٹھایا ہے وہ غالباً اس لئے کہ مال حرام اور حلال کے اختلاط کے بعد پھر مالیاتی ادارے کو اس کے منافع میں سے لینے کا جو سوال پیدا ہوگا تو پھر گڑبڑی اور اشکال ہوگا، مگر اس سلسلہ میں ہمارے فقہاء کا یہ مشہور اصول ہے کہ مال حرام اور مال حلال کے اختلاط کے بعد استعمال کے جواز اور عدم جواز کے اندر غلبہ کا اعتبار ہے، یہ مشہور مسئلہ ہے اصول کی شکل میں ہے، لیکن اس اصول سے بھی بہت سی جزئیات مستثنیٰ ہیں، حضرت تھانویؒ نے اس اصول کی تفصیلات اور اس کے کچھ نظائر وجزئیات کو پیش کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اگر مال حلال اور حرام مخلوط ہو اور وہ تقسیم ہو جائے تو اس تقسیم کے بعد جو شرکاء کے اوپر حصہ منقسم ہو کر کے پہنچے گا وہ اس کے حق میں حلال ہی قرار پائے گا اور اس کی نظیر میں کہتے ہیں کہ جیسے کہ ہم لوگ گیہوں یا کوئی غلہ دَونی کرتے ہیں اور اس کے اندر جانور پیشاب وغیرہ کر دیتا ہے وہ ناپاک ہے حرام ہے، لیکن جب اس کی تقسیم شرکاء کے درمیان ہو جاتی ہے تو اس بنیاد پر کہ وہ ناپاک حصہ ان کے حصے میں گیا، ہمارا حصہ پاک ہے، ہم اسی کے مکلف ہیں، ہم اس کو پاک سمجھ کر استعمال کرتے ہیں، اس لئے میرا خیال یہی ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی شرط کے بغیر اس حد تک جواز کی اجازت ہونی چاہئے، جہاں تک ہمارے مولانا صاحب کو یہ اشکال ہے کہ یجوز الاستقراض بالربح للمحتاج تو ان کو احتیاج یا حاجت جو بھی کہہ لیجئے ان کے تحقق میں اشکال ہے، میں کہتا ہوں کہ واقعۃً بظاہر نظر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے پاس ابھی پچاس ہزار ہے، کیا ضرورت ہے کہ ہم اتنے اونچے پیمانے پر کوئی کاروبار کریں، اور سودی لین دین کا مسئلہ پیدا ہو، یہ ہے، لیکن ایک ہے ہماری ذاتی

Marfat.com

ضرورت یا ہماری ذاتی حاجت، اور ایک ہے قومی ملکی ضرورت اور ملی ضرورت، بلا شبہ اونچے سے اونچے پیمانہ پر تجارت کرنا آج ہندوستان کی ملکی اور ملی ضرورت ہے ورنہ کبھی بھی آپ سر اٹھا کر نہیں جی سکتے ہیں، ہم اس کو ضرورت کہتے ہیں، ذاتی ضرورت نہیں بلکہ ملکی ضرورت، اس لئے یجوز الاستقراض بالربح للمحتاج اس کا تحقق ہے۔

مولانا مصلح الدین صاحب:

یہ جائز ہے، قانونی مجبوری یا بڑے کاروبار کے لئے قرض ضروری ہو تو یجوز الاستقراض بالربح، یہ الاشباہ میں ہے، ابن نجیم نے لکھا ہے، اس لحاظ سے جائز ہو جائے گا۔

مولانا عبداللہ پٹیل صاحب:

قومی مصلحت کے پیش نظر مولانا برہان الدین صاحب نے جو شرط رکھی ہے اس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور اس شرط کے ساتھ اسے جائز قرار دیا جائے۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

حضرت تھانویؒ نے فتاوی کے اندر جو تشریح فرمائی اس کی روشنی میں اس کی اجازت ہے، گنجائش ہے۔

مفتی احمد صاحب خانپوری:

میں تو پہلے ہی اپنے فتوے میں اس کی اجازت دے چکا ہوں۔

مولانا ابراہیم صاحب:

میں اس کا جواب لکھ چکا ہوں، جائز ہے۔

مولانا رفیق المنان صاحب:

میرے خیال میں بھی جائز ہے۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی صاحب:

ہمارے نزدیک بھی اکابر علمائے ہند کی تصریحات کی روشنی میں درست ہے۔

Marfat.com

مولانا اختر امام عادل صاحب:

میں نے بھی لکھ دیا ہے کہ جائز ہے۔

مولانا عبداللہ طارق صاحب:

میں تو اس کو جائز سمجھتا ہوں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب:

میرے نزدیک جائز ہے۔

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب:

میں بھی جائز لکھ چکا ہوں، اور اب تک یہی رائے ہے۔

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب:

میری رائے میں یہ شکل جائز ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن چمپارنی صاحب:

حضرت مولانا برہان الدین صاحب کے شرط کی رعایت کرتے ہوئے اس کے جواز پر میں متفق ہوں۔

مولانا مفتی انور علی صاحب:

مذکورہ بحث کی روشنی میں جائز ہے۔

مولانا بدر احمد مجیبی صاحب:

میرے نزدیک بھی جائز ہے۔

مولانا ارشد قاسمی صاحب:

میں مولانا زبیر صاحب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور حضرت استاد مولانا برہان الدین صاحب کی شرط کی مزید تفصیل چاہتا ہوں۔

Marfat.com

مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب:

"دعوا الربا والريبة" کے پیش نظر میں اسے درست نہیں سمجھتا ہوں۔

مولانا نعیم صاحب آسام:

میں بھی اس کو درست نہیں سمجھ رہا ہوں۔

مولانا شفیق الرحمٰن صاحب:

اس سلسلہ میں اگر وہ ادارہ جو اپنی رقم لگا رہا ہے، اس کمپنی کا شریک ہے اور غالباً یہی صورت ہے کہ وہ بھی اس کمپنی کا مالک شریک ہے، تو ایسی صورت میں اگر وہ ضرورت ہو کہ واقعی بغیر اس کے وہ کمپنی قائم نہیں ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں بہر حال سرمایہ لگانا جائز ہوگا ضرورت کے پیش نظر، .... بہر حال جواز کی صورت معلوم ہوتی ہے۔

مولانا عبد العلیم صاحب:

اس میں کوئی خاص قباحت نظر نہیں آتی اگر حساب و کتاب صاف رکھا جائے۔

مولانا ابو الحسن ماٹلی والا:

میرے نزدیک یہ صورت جائز تو ہے مگر یہ معلوم ہو جائے کہ سود کی آمدنی سے جو پیسے ملے ہیں اس کو صدقہ کر دینا چاہئے اور جو اہل حصص ہیں اس پر تقسیم نہیں کرنا چاہئے۔

قاضی صاحب:

میرا خیال ہے مسئلہ کی پھر وضاحت ہو جانی چاہئے، صورتحال یہ ہے کہ وہ جو نو لاکھ روپئے سرمایہ لگا ہے وہ انہوں نے شیئرز ہولڈرس سے لیا، ایک لاکھ روپیہ انہوں نے قرض لیا، اس قرض پہ ان کو سود دینا پڑتا ہے، اور یہ بھی صاف کہہ دینا چاہئے کہ بعض صورتوں میں ان کے پاس تھوڑا بہت سود آتا بھی ہے، تو بہر حال یہ دونوں صورتحال ہے، جو ہے صورت یہ واضح ہے، ویسے اکاؤنٹس کا جہاں تک تعلق ہے اکاؤنٹس میں دونوں Figure الگ الگ ہر جگہ آمد میں بھی خرچ

Marfat.com

میں بھی لکھے جاتے ہیں، بہر حال جو آپ کی رائے ہو دو لفظوں میں ذرا واضح کر دیجئے:

مولانا ابوالحسن علی صاحب ماٹلی والا:

ویسے تو جائز ہی میں سمجھتا ہوں، لیکن یہ کہ سود کی کوئی بھی صورت جو حاصل ہو اور مسلمان کو معلوم ہو تو بہر حال اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

مولانا عبدالاحد ازہری صاحب:

میرے نزدیک بھی کوئی قباحت نہیں ہے، جائز ہے۔

مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب:

میرا رجحان عدم جواز کی طرف ہے۔

مولانا مصطفیٰ رفاعی صاحب:

حضرت استاذ گرامی مولانا برہان الدین صاحب کی شرط کے ساتھ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔

مولانا محمد قلندر صاحب:

میرے نزدیک جائز ہے۔

مولانا جمیل احمد نذیری صاحب:

ضرورت ملی کے تحت جائز ہے۔

مولانا منیر احمد ملی صاحب:

میرے نزدیک بھی جائز ہے۔

مولانا ولی اللہ صاحب وانمباڑی:

میری رائے میں یہ ہے کہ "**من رعی حول الحمی یوشک أن یواقعه فیه**" کی حدیث کی بنیاد پر اگر امت کو ہم سود کے قریب لے جائیں گے تو وہ پوری طرح سود میں مبتلا

Marfat.com

ہو جائیں گے، اس لئے احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ ایسے کاروبار میں شرکت سے منع کر دیا جائے اور اس کی گنجائش نہیں ہے۔

مولانا زین العابدین صاحب:

احتیاطاً اجازت نہ دی جائے۔

مفتی حبیب اللہ صاحب:

میری رائے میں یہ جائز ہے۔

مولانا جعفر ملی صاحب:

میرے نزدیک عدم جواز راجح ہے۔

مولانا صدر الحسن ندوی صاحب:

ضرورت شدیدہ کی بنیاد پر جائز ہے۔

مولانا تاج الدین صاحب:

میرے نزدیک عدم جواز رجحان ہے۔

مولانا ایوب صاحب بھٹکل:

مع الکراہت جائز ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری:

سود نہ لینا نہ دینا، یہ صرف اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے، اور سود کے بارے میں قرآن شریف میں اتنی شدت ہے کہ اگر ہم تھوڑی سے لچک دیتے چلیں تو اسلام کا یہ شعار بالکل ختم ہو جائے گا، ہمیں قومی اور ملی امتیاز باقی رکھنا چاہئے، اس لئے میرے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مفتی عقیل صاحب:

ہندوستانی مسلمانوں کے جو حالات ہیں اور مشکلات ہیں اور ان حالات کی بنا پر بہت

Marfat.com

سے مقامات پر ہمارے بڑے بڑے اکابر اور مفتیان کرام نے وسعت سے کام لیا ہے، تو میں اس معاملہ میں بھی مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔

مولانا عبد الصمد صاحب:

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "**لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع مالا بأس به حذرا مما به بأس**" اس کے تحت یہ میرے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مفتی نسیم احمد قاسمی صاحب:

اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ اسلامی مالیاتی ادارہ کی دو صورت ہو سکتی ہے: ایک صورت تو یہ کہ اسلامی مالیاتی ادارہ بالکل ابتدائی مرحلہ میں ہو تو اس کے لئے جائز اور منفعت بخش کاروبار کی صورت چونکہ اس کی ساکھ ابھی نہیں بنی ہے، اسے فراہم ابھی نہیں ہو پا رہی ہے، تو اس مجبوری اور اس ضرورت کے پیش نظر اسلامی مالیاتی ادارہ ایسی کمپنیز میں بھی اپنا سرمایہ لگا کر نفع حاصل کر سکتا ہے جو سودی کاروبار میں ملوث ہوتی ہیں، لیکن اگر اسلامی مالیاتی ادارہ ایسی پوزیشن میں ہے کہ اسے کافی مقدار میں جائز اور منفعت بخش کاروبار ملتے ہیں جن کے ذریعہ وہ جائز آمدنی فراہم کر سکتا ہے تو اسے اس طرح کی کمپنیز میں اپنا سرمایہ لگا کر سرمایہ کاری نہیں کرنی چاہئے..............

قاضی صاحب:

یعنی شروع میں جائز ہے، جب مالی حالت مستحکم ہو جائے تو احتیاط کرے۔

مفتی نسیم احمد صاحب:

جی ضرورت ہے اس کو، یہ رائے ہے میری۔

مولانا شمس پیرزادہ صاحب:

جائز ہے۔

Marfat.com

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

میری رائے محفوظ ہے۔

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب:

........یہ جائز قرار دیتے ہیں (قاضی صاحب)

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب:

اس تجویز کے سلسلہ میں بار بار میرا نام آیا ہے تو اس میں جو شرط میں نے لگائی ہے، بعض حضرات نے اس کی وضاحت بھی چاہی ہے، اصلاً میرا مقصد یہ تھا کہ ایسی کمپنی جس کا حلال وحرام دونوں طریقے سے کاروبار ہو، لیکن اپنے حلال کاروبار کو الگ رکھتی ہو اور حرام کا حساب الگ رکھتی ہو، اور اگر مسلمان اس میں کوئی شیئر لیتا ہے تو.........جی وہی مطلب ہے میرا، کہ جو اس نے مال حاصل کیا ہے حرام ذریعہ سے اس کا الگ حساب رکھتی ہو، کاروبار اس سے الگ کرتی ہو، اور حلال حصہ سے کاروبار الگ کرتی ہو، تو ایسی کمپنی میں شیئر لینا جائز ہے اس حصہ کے اندر جس سے وہ حلال کاروبار کرتی ہو، یہ مطلب ہے میرا۔

قاضی صاحب:

میرے خیال میں کافی اس پر رائے ہو چکی، تو اس پر انشاء اللہ ایک کمیٹی بنا دیتا ہوں اور یہ حضرات بیٹھ کر تمام آراء اور بحثوں اور سب چیزوں کو سامنے رکھ کر ایک تحریر تیار کریں گے، پھر آپ کے سامنے پیش کی جائے گی، اس مسئلہ کو فی الحال یہیں پر ختم کرتے ہوئے اور اس سلسلہ کے اور مسائل کو ابھی ملتوی کرتے ہوئے میں سوچتا ہوں کہ ایک اہم مسئلہ جس پر ہمارے دوست ایم ایچ کھٹکھٹے صاحب اور دوسرے حضرات تیار ہو کر آئے ہیں وہ اس پر بات کریں گے۔ تو پہلے آپ کو کرنا ہے حضرت یا کے جی منشی صاحب کو؟ موضوع کیا ہے؟ اسٹاک ایکسچینج ہے؟ پہلے یہ لیا جائے، تو پھر کھٹکھٹے صاحب تشریف لائیے اور اس کے بارے میں وضاحت فرمائیے۔

Marfat.com

ایک آواز:

عرض یہ کرنا ہے کہ اس وقت جو بات سامنے آئی کہ اسلامی مالیاتی ادارہ اگر ایسے کاروبار میں جس کا مدار حلت کے اوپر ہو حلال چیزوں پر ہو تو اس میں اگر وہ اپنا سرمایہ روکنا چاہے تو اس کے لئے آپ نے یہ رائیں معلوم کی ہیں، تو کیا انفرادی طور پر اشخاص اگر کسی ایسے کاروبار کے اندر جو حلال ہو اس میں اپنے شیئرز لینا چاہیں تو وہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

قاضی صاحب:

یہ سوال بھی کمیٹی کو دے دیتا ہوں کہ اسلامی ادارہ شیئر لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور افراد چاہیں تو شیئر لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی کمیٹی کو یہ سوال بھی آپ کا Refer کر دیا جاتا ہے۔

اچھا صاحب اب اسی ذیل میں کچھ اور سوالات بھی ہیں ان پر ہم تھوڑی دیر بات کرتے ہیں آگے، ایک مسئلہ ہے کہ شیئر ہولڈرس کی دو حیثیتیں ہیں، ایک انفرادی حیثیت ہے اور ایک کمپنی کے شیئر ہولڈرس کی اجتماعی حیثیت ہے جو اس کا ایک جز ہے، یہ دو حیثیتیں قرار دی ہیں ان حضرات نے، ان کا کہنا ہے کہ شیئر ہولڈر اپنی انفرادی حیثیت میں اور بورڈ آف ڈائریکٹر کے درمیان کیا رشتہ ہے؟ کیا بورڈ آف ڈائریکٹرس کے ہر تصرف کی نسبت ہر شیئر ہولڈر کی طرف کی جائے گی یا نہیں، ب ذرا آپ حضرات تھوڑا دھیان دے کر اس بات کو سنیں، کمپنی قوانین کے ماہرین کا خیال ہ ہے کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئر ہولڈرس کی انفرادی حیثیت میں نمائندگی نہیں کرتا ہے بلکہ وہ کمپنی کی نمائندگی کرتا ہے جس کا خود ایک علاحدہ قانونی وجود ہے، اس کی Legal Identity ہے، اس کا ایک شخص اعتباری ہے، یہ ان کا کہنا ہے، اگر کوئی شیئر ہولڈر مجلس عمومی میں کسی ایسی پالیسی کی مخالفت میں ووٹ دیتا ہے جو سودی لین دین پر مشتمل ہو، اکثریت حاصل نہیں ہونے کے باعث اس کی مخالفت کامیاب نہیں ہوتی، تو کیا اسے اس صورت میں سودی لین دین کے اس عمل کی......

غالباً جو سوال ہے وہ تو واضح ہو گیا نا، یہ لوگ جو ماہرین ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ ایک شخص

Marfat.com

اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں، اور اسی طرح جو بورڈ آف ڈائریکٹرس ہیں وہ شیئر ہولڈرس کی ذاتی حیثیت میں ان کے نمائندے نہیں ہوتے بلکہ کمپنی جو کہ اس کا ایک مجموعہ ہے جس کا اپنا ایک علیحدہ قانونی وجود ہے دراصل اس کمپنی کی نمائندگی کرتے ہیں، تو اب ان کا کہنا یہ ہے ۔سوال جو ہمارے سامنے ہے وہ یہ کہ ان کے عمل کو ان شیئر ہولڈرس کی طرف منسوب کیا جائے گا یا منسوب نہیں کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں شرع میں کچھ نظیریں بھی مل سکتی ہیں، ہاں یا نہیں، جو بھی ہو میں تو سمجھتا ہوں کہ خالص فقہی طریقے پر اس کو سوچنے کی ضرورت ہے، لیکن یہ صورتحال کہ یہ لوگ کمپنی کی جو ایک Legal Identity ہے اس کی نمائندگی کرتے ہیں، اشخاص کی ذاتی حیثیت میں نمائندگی نہیں کرتے ہیں، اس کی وضاحت ان لوگوں کو کرنی پڑے گی جن ماہرین نے یہ رائے دی ہے، کیا میں ان لوگوں کو پہلے وضاحت کے لئے کہوں؟

مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب:

اس میں جو سوال کا پہلا جز ہے اس میں جو تفصیل لکھی جارہی ہے اس سے تو سمجھ میں آتا ہے کہ دونوں میں رشتہ وہی وکالت کا ہے، وکیل وموکل کا....

قاضی صاحب:

ذرا ان لوگوں کی پہلے وضاحت سن لیں، یہ لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں، انشاء اللہ اس پر پھر حکم تو ہم لوگ لگائیں گے ہی، پہلے یہ لوگ وضاحت کردیں کہ یہ لوگ کیوں ایسا کہتے ہیں اور اس کی کیا وجہ ہے؟

رحمٰن خاں صاحب:

جہاں تک شیئر ہولڈرس کا سوال ہے، شیئر ہولڈر انفرادی حیثیت سے کمپنی کا ایک شیئر ہولڈر ہوتا ہے، مگر بورڈ آف ڈائریکٹرس کو شیئر ہولڈر سے الگ کرتے ہیں، اب یہاں سوال جو ہمارے سامنے ہے کہ اگر ایک کمپنی شیئر ہولڈرس کو یہ معلوم ہو کہ کچھ ایسے اس کا سرمایہ جو کمپنی کے کاروبار میں لگ رہا ہے وہ سودی کاروبار سے ہو رہا ہے، اگر وہ شیئر ہولڈر کیونکہ ایک ہی وقت اس

Marfat.com

کو سال میں حقوق دیا جاتا ہے، جنرل باڈی میں شریک ہو کر وہاں خیالات کے اظہار کا اسے پورا اختیار ہے، اگر وہ شیئر ہولڈر اس جنرل باڈی میں شریک ہو کر جہاں اس کے خیالات کے اظہار کا اسے پورا اختیار ہے، اگر کوئی ایسی کمپنی باہر سے سود لے کر کام کر رہی ہے، اس کے خلاف ووٹ دے کر وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو سکتا ہے، کیا اس کے بری ہونے کے بعد، اس کا اظہار خیال کرنے کے بعد وہ بری ہو سکتا ہے۔

قاضی صاحب:

مسئلہ یہ ہے کہ چاہے شخصی حیثیت میں ہو یا شیئر ہولڈر کی حیثیت سے ہو، آپ حیثیتوں کا جو بھی فرق کر لیں، یہ مسئلہ اب وہ پہلے والا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ براہ راست اس کمپنی کا مسئلہ ہے جو سودی کاروبار میں ملوث ہے، محض اتنا بھی نہیں ہے کہ سود پہ کوئی سرمایہ وہ لے لیتی ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ سود دیتی بھی ہو اور سود لیتی بھی ہو، تو محض ایک شخص اتنا کہہ کر کہ میں اس کی مخالفت کرتا ہوں اس سے ناراض ہوں، اور اس پر پوری تقریر چاہے وہ ایک گھنٹہ کی کر جائے، لیکن یہ سب ناراضی کے اظہار کے بعد اس پورے کاروبار میں شریک رہے تو وہ ذمہ داری سے فارغ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا، سوال یہ ہے کہ وہ ذمہ داری سے فارغ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ ویسے جواب تو یہ حضرات دیں گے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

رحمٰن خاں صاحب:

یعنی کہ شیئر ہولڈر کا، اس کی تشریح میں اس طرح سے یہاں دیتا ہوں کہ ایک ووٹر ہے، جب الیکشن یہاں ہوتا ہے، ایک پارٹی کے خلاف میں ووٹ دیتا ہوں، میں یہ خیال اظہار کرتا ہوں، مگر اکثریت دوسری پارٹی جسے میں نے نہیں ووٹ دیا وہ چن کر آتی ہے اور وہ حکومت کرتی ہے، اب جو پارٹی منتخب ہو کر حکومت کرتی ہے، اس کے تمام فیصلے کا میں جواب دہ ہوں یا نہیں، یہی صورت ہے۔

Marfat.com

قاضی صاحب:

ویسے اس پر بات ہوگی، میرا خیال یہ ہے پہلے اور حضرات اپنی رائے دے دیں تو اچھا ہے۔

ایم ایچ کھٹکھٹے صاحب:

ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں، کمپنی دو طرح کی ہوتی ہیں، پرائیوٹ لمیٹیڈ، پبلک لمیٹیڈ اور پبلک لمیٹیڈ میں کچھ کمپنیز ہیں جو اسٹاک ایکسچینج پر Listed ہوتی ہیں، اور ان کے شیئرز کی Trading ہوسکتی ہے، جہاں تک جو شیئرز Trade ہوسکتے ہیں ان کی Trading ہوسکتی ہے، وہاں اس میں یہ Possibility ہے کہ وہ آدمی شیئرز بیچ کے اپنا روپیہ نکال سکتا ہے، سمجھ لیجئے کوئی انجنیرنگ کی کمپنی ہے اگر کل کو Diversification کے طور پر وہ شراب بنانا چاہے اور وہ پاس کردے اور شروع کرنے کی کوشش کرے، تو اگر وہ لمیٹیڈ کمپنی ہے اور اس کے شیئرز Listed ہیں تو وہ بیچ سکتا ہے، تو جہاں تک سوال یہ ہے کہ وہ شیئر بیچ سکتا ہے، تو ہوسکتا ہے اس کی نوعیت الگ ہو، اور اگر جہاں پرائیوٹ لمیٹیڈ کمپنی ہے یا پبلک لمیٹیڈ ہے جو Listed نہیں ہے، اس میں ہوسکتا ہے اس کو شیئرز بیچنے میں تکلیف ہو، مشکل ہو، تو اس میں ہوسکتا ہے کہ فیصلہ الگ ہو، اس کی نوعیت تھوڑی الگ ہو جائے گی......۔

مفتی مصلح الدین صاحب:

یہ جو بتایا گیا کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس جو ہے وہ کمپنی کا تو نمائندہ ہے، لیکن افراد کا وہ نمائندہ نہیں ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کی وضاحت ہونی چاہئے، اجزاء سے مجموعہ بنتا ہے۔

کمال فاروقی صاحب:

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں تھوڑا سا ہمیں بتانے کی ضرورت ہے، مسئلہ جبھی سمجھ میں آئے گا، کمپنی جو بنتی ہے وہ شیئر ہولڈرس سے بنتی ہے اور شیئر ہولڈرس جو ہے اپنی Annual

Marfat.com

General Meeting کے اندر ایک خاص، یہ ہم لمیٹیڈ کمپنی کی بات کر رہے ہیں جو بڑی کمپنی ہے، پرائیوٹ لمیٹیڈ کمپنی جو فورم کی طرح ہوتی ہے اس کا بھی کمپوزیشن اسی طرح سے ہوتا ہے، لیکن جو لمیٹیڈ کمپنی ہے اس میں شیئر ہولڈرس ہوتے ہیں، اور شیئر ہولڈرس ایک خاص تعداد میں ہر سال ڈائریکٹرس کو Appoint کرتے ہیں By Rotation، مثال کے طور پر مجموعی تعداد جو ہے ڈائریکٹرس کی وہ نو ہے تو اس میں سے چھ رہیں گے اور اس میں سے تین ریٹائر ہوں گے By Rotation، اب یہ Annual General Meeting کے اندر جو شیئر ہولڈر کو حق دیا جاتا ہے وہ دو تین چیزوں کا دیا جاتا ہے، ایک تو یہ ہے کہ وہ اکاؤنٹ سے Approve کرے گا، دوسرا یہ ہے کہ وہ Rotation والے ڈائریکٹرس Appoint کرے گا، اور تیسرا یہ ہے کہ اگر کوئی Extra اور Daisy کام جو Diversification وغیرہ کا بہت Major کر رہا ہے اس کے اوپر اپنی رائے دے گا، جہاں تک روزمرہ کے کاروبار کا تعلق ہے وہ بورڈ آف ڈائریکٹرس ہی Run کریں گے، روزمرہ جو کچھ بھی ان کو بینک سے پیسہ لینا ہے یا نہیں لینا ہے، کیا کام کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے، وہ جو اس کا Main Object ہے اس کے دائرہ میں رہ کر، جو انہوں نے Main Frame Work اینول جنرل میٹنگ میں یا میمورنڈم آف ایسوسی ایشن اپنا بنایا ہوا ہے اس دائرہ کے اندر رہ کر ڈائریکٹرس جو ہیں وہ Day Today Affairs میں اپنے کس طرح سے کاروبار کریں گے، وہ ڈائریکٹرس ہی Decision لیں گے اور عام شیئر ہولڈر اس میں حصہ نہیں لے سکتا، صرف اینول جنرل میٹنگ کے اندر شیئر ہولڈر کو اگر کمپنی اپنے Original جو اس کے پروگرام ہیں جو ہماری نظر کے اندر Suppose کر لیجئے کہ وہ حلال پروگرامز ہیں اور وہ اس کو Diversify کر کے حرام کی طرف جا رہے ہیں تو اس کو بات کرنے کا اختیار ہے، وہاں وہ بول سکتا ہے، اس کے اندر Objection اپنا Raise کر سکتا ہے، لیکن اگر کوئی Normal کام ہے اس کے اندر شیئر ہولڈر کو کچھ زیادہ بولنے کا اختیار نہیں ہوتا....... ہاں بالکل، ٹیکنکل بات تو یہ ہے کہ وہ ڈائریکٹر شیئرز ہولڈرس کا نمائندہ ہے۔

Marfat.com

قاضی صاحب:

یہ آپ لوگوں نے کہا کہ ایک کمپنی کا نمائندہ ہے، جو ایک الگ Legal Identity رکھتا ہے، شیئر ہولڈر کا اپنی انفرادی حیثیت میں نمائندہ نہیں ہے، یہ صورتحال کی غلط تصویر ہے؟

کمال فاروقی صاحب:

جی ہاں، بس یہ کہ ڈائریکٹر جو ہے وہ شیئر ہولڈر کا نمائندہ ہے، کمپنی بالکل Separate Identity ہے، اور اس کمپنی کو چلانے کے لئے باقاعدہ ایک نظام ہے جس کو بورڈ آف ڈائریکٹرس کہا جاتا ہے، لیکن وہ بورڈ آف ڈائریکٹرس جو Appoint ہوگا وہ Appoint شیئر ہولڈرس ہی کے ذریعہ کیا جائے گا، چاہے وہ Two Third کی Majority والا ہو، یا One Third والا ہو، لیکن بورڈ آف ڈائریکٹرس جو Appoint ہو کر......

قاضی صاحب:

یعنی شیئر ہولڈر Represented By Board Of Directors ہے نا؟

(بالکل: فاروقی صاحب)، صورت حال یہ ہوئی کہ شیئر ہولڈرس کی نمائندگی بذریعہ بورڈ آف ڈائریکٹرس ہو رہی ہے، اس لئے بورڈ آف ڈائریکٹرس کی حیثیت گویا وکیل کی ہے اور شیئر ہولڈرس کی حیثیت موکلین کی ہے، انہوں نے اپنا اختیار ان کو دے دیا ہے، ہمارے رحمٰن خاں صاحب نے جو Peoples Representation Act ہے اس کا حوالہ دیتے ہوئے یعنی جس طرح آپ سرکار میں شریک ہوتے ہیں عملاً اس کا حوالہ دیا ہے اس پر ذرا بعد میں عرض کروں گا، لیکن یہ بات تو واضح ہوگئی کہ اس میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ کمپنی قوانین کے ماہرین کا خیال یہ ہے کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئر ہولڈرس کی انفرادی حیثیت میں نمائندگی نہیں کرتا ہے بلکہ وہ کمپنی کی نمائندگی کرتا ہے جس کا خود علاحدہ قانونی وجود ہے، یہ غلط ہے؟ (یہ غلط ہے: فاروقی صاحب) آپ حضرات اس پر متفق ہو جائیے تو ہمارا کام آسان ہو جاتا ہے، کہہ رہے ہیں کہ صاحب بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئر ہولڈرس کی انفرادی حیثیت میں نمائندگی نہیں کرتا بلکہ وہ کمپنی

Marfat.com

کی نمائندگی کرتا ہے، کمپنی نام ہے اس مجموعہ کا جو شیئر ہولڈرس سے بنتی ہے، یا زیادہ سے زیادہ Promoters کا آپ اس میں اضافہ کر دیجئے، تو Promoters اور Share Holders وہ بھی ان کا ایک طرح کا شیئر ہی ہے، وہ بنیادی شیئر ہے، یہ ایک الگ مسئلہ ہے، تو ان کو بھی ہم شیئر ہولڈرس ہی سمجھیں گے، تو کمپنی نام ہے اس مجموعہ کا جو شیئر ہولڈرس کے اکٹھا ہونے سے وجود میں آتی ہے، اب شیئر ہولڈر ایک کمپنی میں شیئر لیتا ہے، ایک اس کا نام مجاہد الاسلام ہے، محمد احسان ہے، رحمٰن خاں ہے، تو یہاں پر احسان اور رحمٰن خاں کا تو سوال ہی نہیں ہے، لیکن اس کمپنی کا وہ شیئر رہے، اس کا ایک جز ہے، اس کا ایک رکن ہے۔ اسی مجموعہ کی نمائندگی کر رہا ہے بورڈ آف ڈائریکٹرس، اس لئے اگر آپ یہ لکھتے کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس شیئر ہولڈرس کی ذاتی حیثیت میں نمائندگی نہیں کرتا ہے تو شاید جائز ہوتا، لیکن یہاں جب آپ نے کہا انفرادی حیثیت میں نمائندگی نہیں کرتا تو شاید یہ بات صحیح نہیں، اس پر اگر آپ لوگ اتفاق کر لیں تو ہم آگے بڑھیں۔

کمال فاروقی صاحب:

حضرت جو آپ نے فرمایا وہ بالکل درست ہے، Translation میں کہیں ہلکی سی غلطی ہوئی ہے، انگریزی سے اردو میں Translation..........

قاضی صاحب:

غلطی ہلکی نہیں، یہ غلطی بنیادی ہوگئی ہے، اس لئے ہم لوگ اس بات کو واپس لیتے ہیں کہ شیئر ہولڈرس کا انفرادی حیثیت میں نمائندہ نہیں ہے یہ غلط ہے، شیئر ہولڈرس کا مجموعہ جس کا نام کمپنی ہے، یا شیئر ہولڈرس ان کی ہی نمائندگی کرتا ہے وہ دراصل بورڈ آف ڈائریکٹرس ہے (بالکل ٹھیک: کمال فاروقی صاحب) اب مجھے اجازت دیتے ہیں آپ لوگ ایک بات اور کہہ دوں قبل اس کے کہ آپ لوگوں کی رائے لوں، یہ ہمارے رحمٰن خاں صاحب نے ایک بڑا اہم سوال کھڑا کیا ہے، یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کی صحیح تصویر کر سکتا ہوں یا نہیں، حکومت کا، بالکل

Marfat.com

صحیح ہے کہ حکومت کی حیثیت بھی دراصل عوام کے نمائندہ کی ہوتی ہے، خاص کر کوئی جمہوری حکومت میں۔ اس کو آپ کہتے ہیں کہ صاحب عوام کی حکومت عوام کے لئے عوام کے ذریعہ، آپ لوگ جمہوریت کی تعریف کرتے ہیں، تو وہاں پر بھی حکومت عوام کی مانی جاتی ہے، عوام کے ذریعہ مطلب عوام کے منتخب افراد کے ذریعہ، اور عوام کے لئے یعنی عوام کے مفاد کے لئے، تو خیر یہ بہت اچھی چیز ہے، وہاں بھی حکومت میں یہی ہوا کرتا ہے، لیکن جب کسی ملک کا ایک دستور بن گیا تو اس کے بعد ہم ووٹ نہ دیں تو، اور ہم ووٹ دیں، چاہے بی جے پی کو دیں جو بابری مسجد توڑوا دے یا کسی اور کو دیں جو اس کی حفاظت کرے، یا سارے سودی کاروبار کرے، اس میں صورت جبر کی ہے، یعنی ہم کو اپنے اختیار سے شریک یا غیر شریک ہونے کا کوئی موقع ہمارے پاس نہیں ہے، نمائندگی طے ہے، آپ اپنے حق نمائندگی کو استعمال کریں یا استعمال نہیں کریں، لیکن جو گورنمنٹ کو کسی اسٹیٹ، جو اسٹیٹ ہوتا ہے، اس کے سامنے سارے ہی لوگ جبر کا شکار ہیں، ان کو بہر حال اس کے تحت چلنا ہے، ووٹ نہ دے کر بھی، ووٹ مخالفت میں دے کر بھی، اور ووٹ موافقت میں دے کر بھی، بجائے اس کے جو ان کمپنیز کا معاملہ ہے ان کو مکمل طور پر اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ ہم کو اختیار ہے کہ ہم اس کمپنی میں شریک ہوں یا شریک نہیں ہوں، لہذا حکومتوں کے غلط عمل کی جوابدہی ہم پر اس حد تک نہیں آتی ہے اگر ہم نے اپنی پوری کوشش کر لی کہ حکومت صحیح بنیادوں پر قائم ہو، اس کے باوجود اگر نہیں قائم ہو سکتی تو حکومتوں کے عمل کی ذمہ داری ہم پر اس درجہ نہیں آتی جس طرح کمپنی میں ہماری شرکت کے بعد اس کے عمل کی ذمہ داری ہم پر آتی ہے، یہ بات ہمارے سمجھ میں آتی ہے، اب آپ حضرات اس پر رائے دے دیجئے۔

مفتی مصلح الدین صاحب:

چونکہ وہ مؤکل ہے اور وکیل ہے، اور مؤکل نے اپنے تصرفات وکیل کو سپرد کر دیئے، اب وکیل جو کچھ بھی کرے گا اس کی نسبت مؤکل کی طرف ہوگی، اس لئے وکیل نے اگر کوئی ایسا

Marfat.com

عمل کیا ہے جو فاسد ہے تو مؤکل بھی اس کا ذمہ دار ہوگا، اب یہ کہ مؤکل ایک مجلس میں وکیل کی موجودگی میں کہہ رہا ہے کہ فلاں چیز کی اجازت میری طرف سے نہیں ہے تو پھر اتنی حد تک وہ وکیل معزول ہو جاتا ہے، یعنی مؤکل وکیل کی موجودگی میں یہ کہتا ہے کہ فلاں عمل کی اجازت میری طرف سے نہیں ہے، میں اس کا مخالف ہوں، تو پھر اس تصرف میں وکیل معزول ہو جاتا ہے، مگر جب اس نے اپنے اختیار سے اس کو وکیل بنایا ہے، اب اس کا مطلب تو یہ تھا کہ جتنے بھی تم تصرفات کرو گے میری طرف سے اس کی اجازت ہے، اب اس کے بعد جب یہ کہتا ہے کہ فلاں عمل کی اجازت آپ کو نہیں ہے تو اب یہ وکیل کو معزول کرنا ہوا، (نتیجہ کیا نکلا؟ قاضی صاحب) ہاں یہ معزولی تو جائز نہیں ہے، اب وہ یا تو بالکل معزول ہو جائے گا............تو شخصی طور پر وہ معزول ہو گیا، تو اب وہ جب ان کا نمائندہ نہ رہا (تو وہ جو حرکت کرے اس کی ذمہ داری ان پر نہیں آتی: قاضی صاحب) ان پر تو نہیں آتی، لیکن اس کے اندر یہ کہ آگے چل کر پھر دوسرے معاملات ان کی طرف منسوب کیسے ہوں گے۔

قاضی صاحب:

آپ نے کہا کہ عزل صرف اس نقطہ میں ہوا ہے جس میں انہوں نے اپنی مخالفت ظاہر کر دی، آپ کا مطلب آپ کے الفاظ میں شاید فقہ کی زبان میں یہ ہو کہ اگر مؤکل نے کسی کو کسی بڑے کام کے لئے وکیل بنا دیا، اور ایک خاص جزئیہ میں ہدایت دی کہ ایسا مت کرنا، تو اس ہدایت میں جو عمل کا ارتکاب کرے گا اس حد تک وہ معزول سمجھا جائے گا، دیگر امور میں وہ وکیل رہے گا، جو مطابق آمر کے اور مطابق مؤکل کے وہ عمل کر رہا ہے، تو اس لئے وہ عمل جو اس نے اس کی رائے کے خلاف کیا ہے اس کی جوابدہی اس پر نہیں آتی ہے، میں آپ کی بات سے یہی مطلب سمجھتا ہوں، ....یہ نتیجہ نکلنا حضرت کہ منع کرنے کے باوجود بھی ذمہ داری سے بری نہیں ہوگا اگرچہ اس عمل میں وہ معزول ہو جائے گا۔

Marfat.com

مفتی احمد خانپوری صاحب:

......تو اسی لئے وہ معزول نہیں ہوگا اور بری نہیں ہوگا۔

قاضی صاحب:

اور میں نے جو سوال کیا تھا وہ سوال......لیکن بہرحال بورڈ آف ڈائریکٹرس جو ہے وہ شیئر ہولڈرس کا نمائندہ ہے، اس لئے اصولی اور عمومی بات یہ ہوتی ہے کہ شیئر ہولڈرس پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو بورڈ آف ڈائریکٹرس تصرفات کرتے ہیں، اس لئے کہ جو منافع ان کے تصرف سے پیدا ہوتا ہے، اس منافع میں بھی آپ استحقاق رکھتے ہیں، اگر کوئی نقصان ہو کمپنی کا تو اس کے بھی آپ متحمل ہوتے ہیں، تو تصرفات کے بارے میں عمومی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس کے تصرفات شیئر ہولڈرس کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہ تو عمومی بات ہے، اس سے تو اتفاق ہے ناں سب لوگوں کو؟ دراصل میں نے یہ پوچھا تھا، اور حکومت والی مثال یہاں منطبق نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ حکومت کی صورتحال دوسری ہوتی ہے یہاں ہم شریک ہوں یا مت ہوں ہمیں اختیار ہے، اور پہلے سے جب معلوم ہے کہ اس میں سودی کاروبار ہوگا، یا العیاذ باللہ شراب کا کاروبار ہوگا یا خنزیر کے گوشت کا کاروبار ہوگا، تو ہمارے لئے شریک ہونے کا سوال ہی پیدا اس میں نہیں ہوتا۔

مفتی احمد خانپوری صاحب:

ڈائریکٹر کے سلسلہ میں جو فرمایا گیا، تو حقیقت تو یہ ہے کہ ڈائریکٹر تو اس پالیسی کو نافذ کرتا ہے جس کو سب نے طے کر رکھا ہے، اب جب پالیسی طے کی جارہی ہے اس وقت تو اکثریت کی رائے کو معتبر قرار دیا گیا، اور یہ بھی طے ہے کہ ڈائریکٹر کو اسی کے مطابق کرنا ہے، پھر ڈائریکٹر کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے مؤکل کی رائے کے خلاف کیا اور وہ معزول ہوا، اتنی حد تک یہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟

Marfat.com

قاضی صاحب:

موکلوں کے مجموعہ کی اکثریتی رائے کے مطابق اس نے عمل کیا۔

مفتی احمد خانپوری صاحب:

اس لئے کہ وہ تو ڈائریکٹر بنایا ہی اس لئے گیا ہے، اس لئے کہ ڈائریکٹر کے لئے خود یہ اصول وضع شدہ ہے، تو اس کو اکثریت کی رائے کے مطابق یہ کام کرنا ہے.............

مفتی مصلح الدین صاحب:

شخصی حد تک وہ معذور ہو گیا۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

یہ مسئلہ جڑا کس سے ہے، یہ جو اتنی بات پوچھی جارہی ہے یہ اسی پہلے مسئلہ سے جڑا ہوا ہے یا الگ سے کوئی بات ہے؟ ذرا اس کو واضح کردیجئے کہ جو پہلے آپ نے.....

قاضی صاحب:

وہ مسئلہ تو مولانا ایک علاحدہ مسئلہ ہوا، ایسی کمپنی جو ایسی اساس پر قائم ہوتی ہے، اس میں جب ہم حصہ دار بنتے جاتے ہیں، فریق بنتے جاتے ہیں، تو وہاں پر بہت سے ناجائز فیصلے ہوتے ہیں، تو یہ ناجائز عمل جو ہوتا ہے اس کی ذمہ داری ہم پر لوٹتی ہے یا نہیں؟

کمال فاروقی صاحب:

حضرت اس کا اصل میں جو مسئلہ ہے یہ پہلے والے مسئلہ سے جڑا ہوا ہے، اس میں یہ غور فرمالیں آپ لوگ کہ بورڈ آف ڈائریکٹرس جو ہے جیسا آپ نے فرمایا کہ کوئی کام ایسا نہیں کرسکتا جو میمورنڈم آف ایسوسی ایشن کے اندر Main Objects کے باہر ہو، اور اگر وہ Main Objects کے باہر کبھی کوئی کام کرنے کی کوشش کی جائے گی تو پہلے اینول جنرل میٹنگ میں یا Extra Ordinary General Meeting کے اندر اس کی تمام شیئر ہولڈر سے اجازت

Marfat.com

لینی پڑے گی، وہ جو Border جو Frame Work ہے، جو Main Object کا Frame Work ہے، جو ہم پہلے Decide کر چکے ہیں کہ وہ کر رہا ہے جائز کام، حلال کام کرنے جا رہے ہیں، لیکن وہ جب اپنے Other Objects میں آتے ہیں تو اس کو Achieve کرنے کے لئے، اس کو حاصل کرنے کے لئے، تو اس کو مجبوراً ادھر ادھر جانا پڑتا ہے، بورڈ آف ڈائریکٹرس جو ہے وہ Main Objects سے باہر نہیں جا سکتا، وہ غیر قانونی ہو گا، رہنا تو ہو گا اس کو اسی Main Frame Work کے اندر، جو اس کو چلانے کے لئے روز مرہ کس طرح سے چلانا ہے، کس سے تعلقات رکھنے ہیں، کس کو Appoint کرنا ہے، کون سے بینک جانا ہے، کیسے جانا ہے، وہ الگ مسئلہ رہا۔(.........) اصل میں حضرت بینکنگ کے اوپر ہم لوگ بالکل Discuss نہیں کر رہے ہیں، یہ تمام معاملہ جو آ رہا ہے بس شیئر ہولڈرس وغیرہ کا یا اسٹاک ایکسچینج کے اوپر آ رہا ہے، ہم لوگوں نے جو بمبئی میں اور اس سے پہلے جو Discussion کیا ہے جو آٹھ دس لوگ (ماہرین) بیٹھے تھے وہاں، اور اس میں کچھ ایسی تجاویز آئی تھیں جو ہم آپ لوگوں کی اس میں رہبری چاہ رہے تھے، اس کے اوپر کوئی Discussion نہیں ہو پا رہا ہے۔

قاضی صاحب:

کوئی کیسے ہوتا؟ ہے ہی نہیں بینکنگ والے لوگ، ابھی آئے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی ہم لوگوں نے میٹنگ اس پر نہیں کیا ہے، اس لئے میں تو وقت ٹال رہا ہوں آپ لوگوں کے انتظار میں، تھوڑی سی بحث کرا کے۔ انشاء اللہ عصر کے بعد ہم بیٹھیں گے تو اسی پر بات کریں گے، اور اس وقت سے لے کر آپ لوگوں کو لیٹنے کی اجازت نہیں، ویسے بھی آپ لوگ مولوی نہیں ہیں کہ قیلولہ کریں، تو آپ لوگ ظہر کی نماز پڑھ کر کے، کھانا کھا کر آپ لوگ بیٹھ کر اس کو پوری طرح Discuss کر لیں بغیر میرے، یہ سخت ضروری ہے، اور عصر کے بعد اس کو آپ لوگ پیش کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بات اس وقت ختم کی جائے، اذان کا وقت قریب ہو رہا ہے، آپ

Marfat.com

لوگ وضو کریں گے، پھر نماز پڑھیں گے، اور انشاء اللہ پھر ہم لوگ عصر کے بعد فوراً بیٹھیں گے، اور اس دوران بینکنگ کمیٹی کا یہ فرض ہے کہ وہ پوری طرح بیٹھ کر بحث کرکے، اور اگر ضرورت سمجھیں تو مولانا محمد برہان الدین صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، مولانا ابراہیم صاحب بھروچ اور مفتی احمد خانپوری صاحب ان حضرات کا میں نے نام لے لیا ہے، لکھ لیجئے، ان حضرات سے اس پر آپ ضرور بحث کرلیں ان لوگوں کا قیلولہ منع کیا جاتا ہے۔

دوسری نشست

قاضی صاحب:

حضرات آپ نے پہلے دن اسلام کے نظام عشر کے بارے میں مختلف مسائل پر تفصیلی بحث کی تھی، اور اس پر کمیٹیاں بنادی گئی تھیں، کمیٹیوں نے اپنا کام کیا بھی ہے، اور کچھ ابھی آخری صورت انشاء اللہ وہ لوگ الگ بیٹھ کر دے لیں گے، ابھی جو دوسرا مسئلہ کل سے شروع ہوا ہے، بینکنگ سے متعلق جو چند مسائل اٹھے ہیں، ان میں سے کئی مسئلوں پر آپ نے گفتگو کی، بعض پر اتفاق ہوا، بعض پر اختلاف ہوا، اور کچھ جن میں بہت سے علماء کے جوابات بھی پہلے سے حاصل کئے گئے تھے، اور بعض سوالات نئے ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ تفصیلی بحث تو شاید اس پر نہیں ہو سکے گی، اور اس مسئلہ کا حق یہ ہے کہ اس پر مستقل ایک نشست ہو جس میں یہ ماہرین بھی ہوں اور ہمارے علماء بھی ہوں، افسوس یہ ہے کہ یہاں پر ہمارے بعض دوست جاچکے ہیں، لیکن ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ ان مسائل پر تفصیل سے غور کرنے کے لئے ایک مستقل نشست کی جائے، ابھی میں صرف جناب احسان صاحب کو تکلیف دوں گا کہ جو سوالات ہیں ان کے سامنے یا جو متبادل انہوں نے تجویز کیا ہے یا جو ان کی دشواریاں ہیں ان کو صرف آپ کے سامنے رکھ دیں، تاکہ ذہن اس کی طرف متوجہ رہے، اور آئندہ جب اس کی کوئی نشست ہو دو چار مہینے کے بعد، تو اس وقت اگر آپ کے پاس اس سلسلہ میں تفصیلی سوالنامہ جائے تو آپ جواب بھی دیں، اور پھر

Marfat.com

اجتماع ہو تو ہم لوگ بیٹھ کر کے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ لے سکیں، میں جناب احسان صاحب سے درخواست کرتا ہوں.........

احسان صاحب:

کل Bill Discounting کا ایک مسئلہ رکھا گیا تھا، اس کی عموماً شکل یہ ہوتی ہے کہ مال بیچنے والا جو ایک شہر میں رہ رہا ہے اور خریدنے والا دوسرے شہر میں رہ رہا ہے، مال بیچنے والا سودا ہونے کے بعد مال کو دوسرے شہر کے لئے روانہ کرتا ہے، اور یہ بیچنے والا بلٹی پہ مال پانے والے کی جگہ اپنا ہی نام لکھتا ہے، یہ خریدار کا نام نہیں لکھتا، تو ریلوے کو آرڈر دیتا ہے کہ یہ مال جو میں بھیج رہا ہوں یہ دوسرے شہر میں مجھے ہی ملے، یہ بلٹی جو ہے عموماً قابل تبادلہ ہوتی ہے، اب اگر یہ مال بیچنے والا بینک سے پیسہ لینا چاہتا ہے، تو اس سے پہلے کہ خریدار سے پیسہ وصول کرے، یہ بلٹی کی پشت پر یہ لکھ دیتا ہے کہ اس بلٹی کا مال اس بینک کو دے دیا جائے، اس طرح سے بینک اس بلٹی کا مالک ہو جاتا ہے، اور بلٹی ایک بار بینک میں دینے کے بعد اور پیسہ لینے کے بعد پھر مال بھیجنے والے کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ ریلوے کو دوبارہ لکھ دے کہ یہ مال بینک کو نہ دیا جائے، اگر وہ ایسا لکھے گا بھی تو قانوناً اس کا کوئی عمل نہیں ہو سکتا، ریلوے اس کی اس ہدایت کو نہیں مانے گا، کیونکہ اس نے بلٹی بینک کے حوالہ کر دی، اب بینک سے یہ ہزار روپے کے عوض میں آٹھ سو روپے یا نو سو روپے لے لیتا ہے، بینک یہ سمجھتا ہے کہ اس بلٹی کا پیسہ خریدار سے ایک مہینہ کے بعد ملے گا، تو یہ ایک سو روپے Difference جو ہے اس کا، Service Charges بھی ہیں اس میں اور ایک مہینے کا سود بھی ہے، کیونکہ بینک کے سوچنے کا اپنا انداز ہے، تو ظاہر ہے اسلامی مالیاتی ادارے کے لئے یہ شکل قابل قبول نہیں ہوئی، لیکن اس کی ایک دوسری شکل ہم تجویز کرتے ہیں اور اس کو مرابحہ کی شکل میں اگر اپنایا جائے تو اس میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہوگی، اس کی شکل یہ بنتی ہے کہ مال بیچنے والا بینک سے یہ کہتا ہے، اسلامی مالیاتی ادارے سے کہ اس مال کا ایک ہزار روپے میں خریدار موجود ہے، میں آپ کو ایسا پتہ بتاتا ہوں خریدار کا کہ وہ اس مال کو آپ سے

Marfat.com

ایک ہزار روپے میں لے لے گا، اور آپ کی میں اس سے بات بھی کرا دیتا ہوں، آپ کا سودا ابھی طے کرا دیتا ہوں، آپ یہ مال مجھ سے نو سو روپے میں خرید لیجئے، اس میں جو مال کا آخری خریدار ہے وہ بینک میں کہتا ہے کہ یہ مال آپ میرے پاس پہنچا دیں گے تو میں ایک ہزار روپے میں آپ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں، اس شکل میں اور پہلی شکل میں فرق یہ ہے کہ پہلی شکل میں اگر بینک کا پیسہ خریدار سے وصول نہیں ہوتا، خریدار اس مال کو لینے کے لئے تیار نہیں ہوتا، تو بینک لوٹ کر اسی کے پاس آتا ہے جس نے پیسہ بینک سے لیا ہے اور بینک کو بلٹی دی ہے، آپ کا مال وہ لینے کے لئے تیار نہیں ہے، بلٹی چھڑانے کے لئے تیار نہیں ہے، لہذا آپ وہ واپس دیجئے، تو ایک طرح سے یہ قرض ہوا جو اس نے بینک میں دیا تھا اور وہ واپس قرض وصول رہا ہے اس سے، لیکن دوسری شکل میں یہ قرض کی نوعیت نہیں ہوگی، اس میں وہ مال کا بیچنے والا پہلے ہی کہہ دے گا، دیکھئے میں آپ کا سودا تو کرائے دیتا ہوں، لیکن بعد میں اگر وہ اپنے سودے سے مکر جاتا ہے اور وہ مال نہیں لیتا تو اس کی میرے اوپر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی، تو یہاں وہ اگر سودے سے مکر جاتا ہے تو بینک کے ہاتھ میں جو کچھ بھی مال ہے وہ ایک ہزار کے بجائے آٹھ سو روپے میں بک جائے یا گیارہ سو روپے میں بک جائے، وہ بینک کا مال ہے، اس میں وہ خریدار سے یہ نہیں کہے گا کہ اگر آٹھ سو روپے میں بکا تو دو سو روپے مجھے اس میں نقصان ہو گیا، آپ مجھے یہ دو سو روپے دے دیجئے اور Service Charges جو میرے ہیں وہ بھی دیجئے، تو دوسری شکل مرابحہ کی یہی ہوسکتی ہے کہ وہ جو بیچنے والا ہے اس سے بالکل تعلق منقطع ہو جائے، اور بینک مال کے اوپر انحصار کرے یا کہ خریدار کے اوپر انحصار کرے، تو اگر آپ اس کا جواز رکھ دیتے ہیں تو مرابحہ کے طور پر اسلامی مالیاتی ادارہ اس کو اپنا لے گا۔

امین الحسن رضوی صاحب:

میں معلوم یہ کرنا چاہ رہا تھا کہ پہلی صورت کو آپ نے ناجائز کیوں قرار دیا، پہلی صورت جو ہے مثلاً میں آپ کو بتاؤں، میں وضاحت کے طور پر عرض کرنا چاہتا تھا، جیسے ایک شخص کے

Marfat.com

Promissory Note ہیں، میرے Favour میں کسی کا تفویض کردہ Promissory Note ہے، جس پر میں دعوی کر کے کبھی بھی اس رقم کو حاصل کرسکتا ہوں اگر وہ نہ دے، اب یہ Promissory Note از روئے قانون قابل انتقال ہے، میں اس کو کسی اور شخص کے نام منتقل کرسکتا ہوں، تو میرے حق میں جو پانچ ہزار روپے کا Promissory Note ہے وہ میں چار ہزار پانچ سو روپے میں کسی کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہوں، اس کے نام Hand Over کرسکتا ہوں، اب اس شخص کو یہ اختیار حاصل ہوجاتا ہے کہ وقت موعود پر وہ پانچ ہزار روپے اس شخص سے وصول کرلے، اس سودے میں ناجوازی کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی، میں نے مثلاً ایک بات بتائی ہے، تو پہلی صورت آپ نے بتائی تھی اس میں ناجوازی کی صورت کیسے ہے؟ اس لئے کہ آپ نے اپنے منھ سے تصوراتی طور پر ایک لفظ سودا استعمال کرلیا، اس کو صرف حق محنت آپ رکھیں تو کیا حرج ہے؟

احسان صاحب:

نہیں ایسا ہے جو رقعہ ہے اور ایک قرض ہے اس کا سرٹیفیکیٹ ہے، تو وہ رقعہ جو ہے کوئی مال نہیں ہے وہ پیسہ ہے اور پیسے کو کم یا زیادہ قیمت پر خریدنا، میں سمجھتا ہوں اس کی اجازت علماء نہیں دیں گے۔

امین الحسن رضوی صاحب:

ثمن نہیں ہے وہ Promissory Note زرِ ثمن میں نہیں آتا، ثمن نہیں ہے وہ، میرے خیال میں فقہی اعتبار سے وہ ثمن نہیں ہے، کرنسی نوٹ تو ثمن ہے، تسلیم کیا جاچکا ہے، لیکن Promissory Note تو ثمن نہیں ہے، Promissory Note ثمن ہوگا کیا؟

احسان صاحب:

Promissory Note اور Currency Note میں صرف اتنا فرق ہے کہ کرنسی نوٹ کو کوئی بینک یا Authorised ادارہ ہی جاری کرتا ہے اور Promissory

Marfat.com

Note ہر آدمی جاری کر سکتا ہے، اس کے علاوہ فرق نہیں ہے، کرنسی نوٹ بھی ایک طرح کا Promissory Note ہے۔

امین الحسن رضوی صاحب:

میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ فقہی اعتبار سے کرنسی نوٹ کو ہمارے ہی سیمینار نے ثمن Declare کر دیا ہے، لیکن Promissory Note ثمن نہیں ہے، وہ صرف وثیقہ ہے۔

احسان صاحب:

یہاں مسئلہ صرف پرامیزری نوٹ کا نہیں تھا، پیچھے جو اس کے بلٹی لگی ہے، اور بلٹی میں جو مال ہے اس کا مسئلہ تھا، اور اس میں مال کی خرید وفروخت یا بلٹی کی خرید وفروخت کہی تو جاتی ہے، لیکن اصل میں ہوتی نہیں ہے، وہ ایک طرح سے بلٹی کی ضمانت کے اوپر بینک کا قرض ہی ہوتا ہے۔

امین الحسن رضوی صاحب:

نہیں اگر شرعی اعتبار سے وہ سود ہے، میں نے عرض کیا نا کہ آپ نے فرمایا تھا گفتگو میں کہ وہ اس پر حق المحنت، اور مدت کے معاوضہ میں سود لیتا ہے، یہ تو ایک تصوراتی بات ہوئی، فرض کیجئے کہ اسلامی ادارہ تصور میں ہی نہ لائے کہ میں سود دے رہا ہوں، بلکہ صرف ہم اس کو حق محنت مانیں۔

احسان صاحب:

نہیں ایسا ہے کہ اس میں ایک تو دو شکلیں ہوتی ہیں: جو بینک Bills Collection کا، اور Bills Purchase کا کام کرتے ہیں، ایک شکل میں بینک کا اپنا پیسہ لگتا ہے، اور دوسری شکل میں بینک کا اپنا پیسہ نہیں لگتا ہے، جب بینک کا اپنا پیسہ لگتا ہے تو اس کے Charges زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت اس کے جہاں اس کا اپنا پیسہ نہیں لگتا ہے، جس سے یہ

Marfat.com

ظاہر ہے کہ جو زیادہ چارج بینک نے لیا وہ اپنا پیسہ لگنے کی بنیاد پر لیا۔

امین الحسن رضوی صاحب:

یہ تو تعامل کی بات ہوئی۔

احسان صاحب:

یہ Financing ہے(اصولی بات کیا ہے: رضوی صاحب)نہیں ویسے یہ طریقہ بھی بینک کی کتابوں میں درج ہے، وہ طریقہ فائنانس کا ہی ہے، اڈوانس کا۔

امین الحسن رضوی صاحب:

یہ تو تعامل کی بات ہوئی ہم اصول کی بات کریں گے نا، یہ تو تعامل کی بات ہوئی علماء جواب دے دیں گے اس کا۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

اگر وہ بلٹی کرنسی نہیں ہے تو پھر وہ حقوق بنے گا کیا؟

احسان صاحب:

ہاں حقوق میں تو آتا ہے، لیکن اس کی بنیادی بات یہ ہے کہ جب مال چھڑانے والا مال نہیں چھڑاتا تو وہ تنہا مال کے اوپر اکتفا نہیں کرتا، اگر بینک مال کو بیچ بھی دے، اور مان لیجئے کہ ہزار روپے کا مال آٹھ سو روپے میں بکے تو بینک کو قانونی اختیار ہوتا ہے کہ وہ دو سو روپے وصول کرلے، مال بیچنے والے سے وہ دو سو روپے وصول کرلے۔ یہ قانونی اختیار جو بینک کو مل رہا ہے اس سے.....

امین الحسن رضوی صاحب:

استعمال نہ کرنا چاہے بلکہ وہ جو کچھ لینا چاہے تو کیا حرج ہے؟

Marfat.com

احسان صاحب:

وہ جو سہم کی شکل یہی ہے کہ پیچھے جو مال کا بیچنے والا ہے اس سے تعلق منقطع ہو جائے اور بینک اس سے مال خرید لے، اور آگے جو مال کا خریدنے والا ہے اس کو مال بیچ دے، ایسی حالت میں اگر مال کم قیمت پہ بکے گا تو اصل بیچنے والے سے بینک نہیں وصول کر سکے گا، تب اس کو نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

مفتی محبوب علی وجیہی صاحب:

اس میں مسئلہ کی کیا تنقیح ہوئی۔

مفتی اسماعیل صاحب:

ابھی چند مسائل باقی ہیں جن کو مجلس میں پیش کرنا ہے۔

امین الحسن رضوی صاحب:

ایسی صورت میں آپ کے خیال میں کیا یہ جائز ہوگا یا ناجائز؟

احسان صاحب:

یہ تو علماء بتائیں گے۔

مفتی محبوب علی وجیہی صاحب:

یہ صورت تو جواز کی معلوم ہوتی ہے، یہ جو صورت ہے کہ کم روپے میں مال خرید لیا، یا وہ لے لے زیادہ روپے کے، تو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بینک والا بیچے گا تو بینک والا اس کا مالک ہو گیا۔

احسان صاحب:

مرابحہ کی ایک شکل یہ ہے جو اسلامی مالیاتی ادارے کو پیش آتی ہے کہ ایک شخص اپنی تجارت کے لئے مال خریدنا چاہتا ہے، لیکن مال خریدنے کے لئے اس کے پاس پیسہ نہیں ہے

Marfat.com

حالانکہ وہ مال کی خامی اور خوبی پر کھنے میں پوری مہارت رکھتا ہے اور اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس مال کا صحیح سپلائر کون ہے، وہ اپنی مرضی کا مال بازار میں تلاش کرتا ہے، سودے بازی کرنے پہ کسی آدمی سے مال کی خریداری طے کرلیتا ہے، اتنے روپئے میں میں آپ کا مال خریدنے کے لئے تیار ہوں، اب چونکہ اس کے پاس پیسہ نہیں ہے وہ اسلامی مالیاتی ادارہ کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس قسم کا مال مجھے درکار ہے اور وہ اس قیمت پہ مل رہا ہے، بازار میں اس کے سپلائر کا میں پتہ آپ کو بتائے دیتا ہوں، آپ یہ مال اس سے خرید لیجئے اور مجھے تین مہینے کے ادھار پہ اضافی قیمت پہ بیچ دیجئے، میں تین مہینے کے اندر اپنی دکان میں اس مال کو لگا کے کوئی منافع کے ساتھ بیچ دوں گا اور آپ کی رقم وعدہ کے مطابق ادا کردوں گا، بینک کہتا ہے کہ دیکھئے ہم آپ کی ضرورت تو پوری کردیں گے، لیکن ہمارے پاس اسٹاک جو ہے وہ کچھ کتابی کام کا ہے بازار کے مطلب کا نہیں ہے، ہم آپ کو اپنا وکیل مقرر کردیتے ہیں، آپ ہمارے Behalf پہ یہ مال اس سے خرید لیجئے، اور وہ آگے کہہ دیتا ہے کہ چلئے میں نے آپ کی طرف سے مال خرید لیا، اور بینک یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ مال ہم نے آپ کو جیسا آپ اضافی قیمت بتارہے ہیں اس پر آپ کو بیچ دیا، اس مال کو یہ گراہک وہاں سے اٹھالیتا ہے، اپنی دکان میں لے جا کر لگا دیتا ہے، اور تین مہینے کے بعد اس کو اور زیادہ قیمت پر بیچ کے بینک کا قرض ادا کردیتا ہے تو کیا آپ کی رائے میں یہ شکل جائز ہو گی؟......روپیہ بینک نے دیا ہے جو اصل بازار میں مال کا بیچنے والا تھوک بازار میں مال کا بیچنے والا ہے، اس سے بینک نے وہ مال خریدا ہے، لیکن بینک سے جو مال خریدنے والا ہے، بینک نے مال خریدنے کے لئے اس کو اپنا وکیل بنایا، اور جب اس نے آکے اطلاع دیدی کہ یہ سودا ہو گیا (مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب: Bihalf کرتا ہے یا پیسے دینے کے لئے تیار کرتا ہے) نہیں پیسہ بینک کا لگا ادائیگی بینک نے کی۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

اس میں صرف ایک اشکال ہے، وہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص بائع بھی بن جاتا ہے اور

Marfat.com

مشتری بھی بن جاتا ہے، ایک ہی شخص خریدار بھی بن جاتا ہے اور وہی فروخت کرنے والا بھی بن جاتا ہے، اس کی اجازت شریعت میں نہیں ہے۔

احسان صاحب:

دیکھئے خریدار تو بینک ہی بنا، اور بینک یہ بھی خواہش کرتا ہے کہ پہلی Invoices جو آئے جو ہول سیلر ہے وہ بینک کے ہی نام آنی چاہئے، بینک یہ بھی امید کرتا ہے، یا آئے تو دونوں کے نام کے ساتھ آئے جس میں کہ بینک نے وکیل بنایا ہے، اس کی حیثیت وکیل کی ہو، اور خریدار کی حیثیت بینک کی ہو، بینک یہ بھی امید کرتا ہے کہ وہ Invoices بینک کے نام بنے۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

لیکن ایجاب وقبول ایک ہی شخص کر رہا ہے، اور قانون یہ ہے کہ ایجاب کوئی دوسرا کرے اور قبول کوئی دوسرا کرے۔

احسان صاحب:

ایسے ایجاب تو بینک کا ہی ہے، بیچ میں ایک شخص جو ہے بینک کا وکیل ہے جو کہ بیچنے والے کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس مال کو بینک خریدنے کے لئے تیار ہے، تو بیچنے والا کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو بیچ رہا ہوں، اگر سودا ہو جاتا ہے، بینک کے نام وہ Invoice بھی کاٹ دیتا ہے، بینک اپنا ڈرافٹ مال بیچنے والے کے نام پر ایشو کر دیتا ہے، اس کے بعد وہ کہہ دیتا ہے کہ آپ یہ مال اب اٹھا لیجئے، میں نے مال آپ کو بیچ دیا، جب مال وہ اٹھانے کے لئے جاتا ہے، بینک کا پرچہ بھی لے جاتا ہے، کہتا ہے آپ مال مجھے دے دیجئے تو وہ مال تو بینک کے لئے دیتا ہے لیکن وہ اپنی دکان میں لے جاتا ہے، کیونکہ بینک نے اس کو پہلے ہی بیچ دیا ہے...... بینک کے قبضہ میں مال نہیں آئے گا۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

بینک کے وکیل نے لیا ہے اپنے قبضہ میں تو وہ بینک کا ہی قبضہ ہے، اس نے جو قبضہ کیا

Marfat.com

ہے وہ بینک نے ہی قبضہ کیا ہے، اس کے بعد پھر بینک کی طرف سے وہ لے گیا ہے، تو بینک نے اب اس کو سپرد کر دیا۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

اصل میں صورت یہ بنی، آپ کے کہنے کا مطلب ذرا اس کو واضح کر لیجئے، صورت یہ بن گئی کہ بینک نے خرید لیا اور بینک نے پھر ادھار اس کو بیچ دیا، یہ صورت بنی، اس پر غور کیا جائے۔

امین الحسن رضوی صاحب:

لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ بینک کو منافع کس مرحلہ میں ہوا۔

احسان صاحب:

بینک نے کچھ اضافی قیمت پر بیچا اور تین مہینے کے ادھار پر بیچا۔

مفتی یوسف جودھپوری صاحب:

....بینک نے جس وکیل کو دیا ہے وہ بینک ہی کا وکیل ہے، تو گویا خود ہی کو دے دیا۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

اب وہ مشتری ہو گیا اور بینک بائع ہو گیا۔

احسان صاحب:

جی یہی حالت ہے، دوسری مرتبہ جب آیا تو وہ خود خریدار ہے اور بینک بیچنے والا ہے۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

اب بینک بائع اور وہ مشتری ہے تو وہ بڑھا کے دے رہا ہے تو اسے اختیار ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

بس فرق اتنا ہی ہوا کہ وہ نقد اس نے خریدا ہے اور اس نے ادھار بیچ دیا، اسی پر غور کرنا ہے۔

Marfat.com

احسان صاحب:

Payment ہونے کے بعد اس کی وکالت ختم ہو جاتی ہے .... پہلے سودے میں بینک کا وکیل ہے جب بینک نے ڈرافٹ جاری کر دیا، اس نے Invoice بینک کے نام جاری کر دیا، اب بینک اس کا مالک ہو گیا، اب وہ کہتا ہے کہ میں اس کا خریدار ہوں جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا، میں سمجھتا ہوں سودا مکمل ہونے کے بعد اس بینک کی وکالت ختم ہوگئی۔

مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب:

....حقیقی صورتحال کچھ ایسی سامنے آ رہی ہے کہ وہ بیک وقت خریدار بھی ہے اور وکیل بھی ہے، اور کچھ......

احسان صاحب:

اس میں دو سودے ہیں، ایک سودا بینک کرتا ہے مال کے تھوک بیچنے والے سے، دوسرا سودا مال کو جو Retail میں بیچنے والا ہے وہ بینک سے کرتا ہے۔

جناب شمس پیرزادہ صاحب:

نہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تکنیکی باتیں ہیں، حقیقتا وہ خریدار بھی ہے اور وکیل بھی ہے، اس لحاظ سے یہ قابل غور ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ادھار کی بنیاد پر بینک قیمت زیادہ وصول کر رہا ہے، تو آیا ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا کسی چیز کی جائز ہے؟ یہ دونوں مسئلے قابل غور ہیں۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

ہمارا خیال ہے کہ بہت سادہ صورت ہے، اس میں کوئی قابل غور بات ہے ہی نہیں، بینک نے خرید لیا، اب خریدنے کے بعد اس کا وہ مالک ہو گیا، وہ ادھار بیچ رہا ہے، بس یہ سادہ صورت ہے۔

Marfat.com

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ممبئی:

حضرت یہ جو صورت اس میں ہے، یہ بیع قبل القبض ہو رہا ہے، بینک جو بیچ رہا ہے تو یہ قبضہ سے پہلے بیچ رہا ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

بھائی اس نے قبضہ تو کر لیا، وکیل کا قبضہ ہوا، وکیل کا قبضہ بینک کا قبضہ ہوا، اب وہ....

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ممبئی:

قبضہ کہاں ہوا، صرف بات ہوئی ہے، قبضہ تو وکیل نے بھی نہیں کیا ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ فرض کر لیجئے کہ یہاں بیٹھ کر آپ مدراس میں کسی خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں، آپ نے مال دیکھ لیا ہو یا نہ دیکھا ہو، ایسے آپ نے اپنے اندازے سے کر لیا، تو کیا اس کو مانیں گے نہیں؟ اس کو نہیں سمجھے گے کہ ماعندہ ہے وہ؟

احسان صاحب:

مالیاتی اداروں کی کچھ خدمت ایسی ہوتی ہے کہ جس میں ان کا اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگتا، ان کی ساکھ لگتی ہے اور ان کو کچھ Risk بھی ہوتا ہے، مثال کے طور پر کوئی گورنمنٹ ادارہ اگر کوئی پل کی تعمیر کا ٹھیکہ کسی Constructor کو دیتا ہے اور وہ بیچ میں چھوڑ بھاگتا ہے تو اس میں سرکار کا بہت پیسہ اور وقت لگ جاتا ہے، اس لئے سرکار یہ چاہتی ہے کہ کوئی مالیاتی ادارہ ضمانت دے کہ اگر Contractor اس کو چھوڑ کر چلا جائے گا تو اس میں سرکار کو نقصان جو ہوا ہے اب وہ پہلے سے ہی متعین ہو جاتا ہے کہ اتنی Penalty اس مالیاتی ادارہ کو دینی پڑے گی اور مالیاتی ادارہ لوگوں کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے اور جو Constructor ہیں ان کی پوری مالی حیثیت بھی دیکھتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنا کانٹریکٹ پورا کرنے کے اہل ہیں، اور یہ دیکھتے ہوئے سرکاری ادرہ کو وہ

Marfat.com

ضمانت دے دیتا ہے، کہ میں ضامن ہوں اگر یہ Contract پورا نہیں کرے گا تو ایک لاکھ دو لاکھ Penalty جو آپ طے کریں گے وہ میں ادا کروں گا، اب یہ جو بینک خطرہ مول لیتا ہے جس سے وہ Contractor کی جائداد اپنے پاس رکھ لیتا ہے، تو چونکہ ان میں ایک خطرہ بھی شامل ہے اور جائداد سے وصول کرنے میں وقت بہت لگ جاتا ہے، دس دس سال مقدمے چلتے ہیں، اسی خطرہ کے عوض بینک کچھ اجرت حاصل کرتا ہے، اس کو Guarantee Fees کہتے ہیں، ضمانت کی اجرت، تو کیا یہ بینک کی اجرت جائز ہوگی؟...... یہ کانٹریکٹ ہی ہوتی ہے، یہ Commitment ہوتا ہے کہ ایک وعدہ ہے جو پورا کرنا ہے، دوسرا Payment کی ادائیگی کی ہوتی ہے، ایک مشین کا کوئی Supplier ہے، وہ ادھار خریدار کو اپنی مشین بیچتا ہے، تو وہ یہ چاہتا ہے کہ کوئی مالیاتی ادارہ ضمانت لے لے، اگر وقت مقررہ پر پیسہ خریدار نے نہ واپس کیا تو وہ مالیاتی ادارہ سے رجوع کرے، اور مالیاتی ادارہ جو ہے اس کو دینے کا پابند ہوگا، اس میں بھی بینک کو خطرہ ہے کہ اس کا پیسہ چلا جائے گا اور خواہ مخواہ دس سال تک مقدمہ بازی ہوگی اپنا پیسہ دوسری طرف وصول کرنے میں، تو یہ ایک طرح سے قرض کی ضمانت ہے اور اس میں قرض سودی بھی ہوسکتا ہے اور غیر سودی بھی ہوسکتا ہے، سود کی بات تو اس وقت نہیں کر رہے ہیں، اگر وہ غیر سودی قرض ہے تو کیا اس میں Guarantee Commission بینک کو غیر سودی قرض جائز ہوگا۔

مفتی یوسف جودھپوری صاحب:

وہ سودی ہو یا غیر سودی ہو، لیکن آپ جو ضمانت دے رہے ہیں وہ اس بات کی دے رہے ہیں کہ سرکاری ادارہ اگر قرضدار کو قرض ادا نہ کرے، تو اب سرکاری ادارہ سود سمیت ادا کرے گا۔ سرکاری ادارہ تو سود لیتا ہے، جس کی ضمانت آپ جس ادارہ کو دے رہے ہیں وہ تو سود سمیت وصول کرنے والا ہے۔

احسان صاحب:

جس نے مشین سپلائی کی ہے ادھار وہ Supplier کو دے گا۔

Marfat.com

مفتی احمد دیلوی صاحب:

بہر حال ضمانت اس بات کی ہوگی کہ وہ قرض ادا نہ کرے تو ہم ادا کریں گے اور سود کے ساتھ ادا کریں گے۔

احسان صاحب:

نہیں سود کا کوئی ذکر نہیں ہے، مان لیجئے غیر سودی قرضہ ہے یا جو مال اس نے بیچا ہے وہ تو اس کا قیمت فروخت ہے۔

مفتی احمد دیلوی صاحب:

سرکاری اداروں میں تو بغیر سود کے کوئی بات ہوتی ہی نہیں۔

احسان صاحب:

ہوتی ہے، وہ میں نے پہلے ہی عرض کیا کہ بینکوں کی بہت ساری خدمات ایسی ہیں جس میں ان کا پیسہ نہیں لگتا ہے، اس کی ساکھ لگتی ہے اور یہ کہ وہ خطرہ مول لیتے ہیں، یہ انہی اقسام میں سے ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

تو اس کے معنی یہ کہ مسئلہ قابل غور ضمانت کی اجرت ہے، بس اتنا ہی مسئلہ ہے کہ ضمانت کی اجرت لی جائے، جائز ہے یا نہیں جائز ہے؟

احسان صاحب:

ضمانت بھی دو طرح کی ہے، ایک قرض سے متعلق ہے، ایک کام سے متعلق ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

آپ فرما رہے ہیں کہ ضمانت اور کفالت کی اجرت نہیں ہوسکتی، کفالت بالضمان بھی تو شاید کوئی چیز ہوتی ہے، یعنی اگر کوئی چیز وہ لے اور نقصان ہوجائے تو اس کا کیا ہوگا؟

Marfat.com

مفتی احمد خانپوری صاحب:

کفالت اس کی اجرت نہیں ہوسکتی اس کی بنیاد کیا ہے، کیا عقد تبرع ہے۔

تیسری نشست

احسان صاحب:

کمپنی کے حصص سے متعلق کچھ سوالات ہیں، جو برابری کے حصص ہوتے ہیں ان کی بنیاد تو شرکت پر ہوتی ہے اور وہ کمپنی کے نفع ونقصان میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، لیکن ملکی قانون اور ٹیکس کی پیچیدگیاں کچھ ایسی ہیں کہ اس میں جو کمپنی تنہا غیر سودی سرمایہ سے کاروبار کرے تو اس کو بہت زیادہ ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے چونکہ سود حرام بھی نہیں ہے تو ان کو اس بات میں کوئی کراہیت نہیں ہے کہ سود کے اوپر قرضہ لیں، ان کا تو منافع جب تک سود سے اوپر رہتا ہے تب تک وہ قرض لیتے چلے جاتے ہیں، اگر ایک روپے پر ان کو دس روپے سود دینا پڑ رہا ہے اور بارہ روپے ان کا منافع ہوتا ہے تو جب تک یہ دو روپے کا ڈیفرنس رہے گا وہ سود لیتے چلے جائیں گے، اب چونکہ ہم اس کے نفع ونقصان میں شریک رہنا چاہتے ہیں اور سودی معاملہ نہیں کرنا چاہتے، اور آگے کمپنی لے آتی ہے اپنے سرمایہ کو اور بڑھاتی ہے، اس کمپنی کی مان لیجئے بازار کے اندر دس روپے والے حصص کی قیمت ایک سو روپے ہے، تو وہ اپنے پرانے جو شیئر ہولڈرس ہیں ان کو خاص طور سے نفع پہنچانے کی غرض سے وہ دس روپے کا شیئر ان کو پچاس روپے میں دے دیتی ہے، لیکن وہ ایک شرط لگاتی ہے کہ ہم یہ پچاس روپے کا آپ کو ایک شیئر دیں گے جس میں دس روپے شیئر کی قیمت ہوگی اور چالیس روپے منافع ہوگا، وہ منافع میں جمع ہو جائے گا، وہ سارے شرکاء کی پراپرٹی ہوگی۔ دوسرے ہمیں قرض کی بھی ضرورت ہے، تو ہم بجائے اس کے کہ بینک کے باہر سے لیں، آپ قرض سرٹیفکیٹ بھی ہم سے لیجئے، لہذا وہ حصص سے منسلک Debenture جاری کرتی ہے، اور چونکہ حصص میں پچاس روپے کا فرق ہے،

Marfat.com

چالیس روپے کا فرق ہے، جو کمپنی نے پچاس روپے میں جاری کیا، بازار میں وہ نوے روپے میں بک رہا ہے، تو ہر حصہ دار حصص لینا چاہتا ہے، لیکن کمپنی مجبور کر رہی ہے کہ آپ کو Debenture بھی لینا ہوگا، فی الحال آپ لے تو لیجئے، اگر آپ اس کو نہیں رکھنا چاہتے تو اس کے خریدار بازار میں موجود ہیں، یہ پچاس روپے کا آپ کا ۳۵ روپے میں یا ۴۵ روپے میں بک جائے گا، کچھ حصص بازار کی ایسی روش ہے کہ ڈبینچر کے اوپر سود بینکوں کے سود سے دوگنا بھی اگر کردیا جائے پھر بھی اس کو حصص خریدنے والے نہیں خریدنا چاہتے، وہ چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں، وہ حصص میں ہی دلچسپی رکھتے ہیں، ڈبینچر میں نہیں رکھتے، ان کی نظر میں جو زائد سود ہے وہ زیادہ منافع بخش نہیں ہے، لہٰذا جب یہ ڈبینچر بکنے کے لئے بازار میں جاتا ہے تو یہ پچاس روپے سے ہر حالت میں کم پر ہی بکتا ہے، چاہے اس پر پندرہ فیصدی یا بیس فیصدی بھی سود ہو، تب بھی یہ پچاس روپے ۳۵ روپے میں ۴۰ روپے میں ہی بکے گا، ایسی صورت میں کیا یہ جائز ہوگا کہ ڈبینچر کمپنی سے لے تو لیا جائے اور حصص اور ڈبینچر دونوں جب ہمارے پاس آجائیں تو حصص ہم روک لیں اور ڈبینچر کو ہم بازار میں فروخت کردیں، چاہے وہ کچھ خسارے سے ہی فروخت ہو، لیکن جو شیئر کی قیمت اور ڈبینچر کی کل قیمت پر منافع ہو رہا ہے وہ خسارہ اس سے ہر حالت میں کم ہی رہے گا، جو شیئر میں چالیس روپے کا منافع ہو رہا ہے، ڈبینچر کے فروخت میں زیادہ سے زیادہ پندرہ روپے کا نقصان ہوسکتا ہے، ایسے میں پچیس روپے کا پھر بھی فائدہ حصص میں رہ جاتا ہے اور اگر ہم یہ سوچ لیں کہ چونکہ اس میں ایک سودی معاملہ ہے، ہم حصص بھی نہ لیں ڈبینچر بھی نہ لیں اور پرانے شیئر کے اوپر اکتفا کرجائیں، تو یہ نئے شیئر جیسے ہی مارکیٹ میں آتے ہیں ہمارے پرانے شیئر کی بھی قیمت گر جاتی ہے، وہ نوے روپے کا اسی روپے میں بکنے لگتا ہے، تو اس طرح سے تو ہمیں پچیس روپے کا جو منافع ہو رہا تھا ہم اس سے محروم رہ گئے، دوسرے ہمارے ہاتھ میں جو حصص تھے اس میں بھی دس روپے کی قیمت کا فرق آگیا، اس کو نہ لینے میں یہ مجبوری ہے۔

Marfat.com

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب:

ایک بات کی وضاحت چاہتا ہوں کہ ڈبینچر ز آیا دو قسم کے ہوتے ہیں Secured اور Unsecured، اور جن ڈبینچر ز کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ Secured کا غالباً کر رہے ہیں، Unsecured Debenture کو کیا کمپنی جاری نہیں کرتی۔

احسان صاحب:

نہیں Secured اور Unsecured کا یہاں سوال نہیں اٹھتا، ڈبینچر ز تو Secured ہی ہوتے ہیں، لیکن ان کا نمبر دوسرے قرضوں کے بعد آتا ہے، ایک General Loan ہوتا ہے لیکن اس سے پہلے اگر وہ پراپرٹی کسی خاص رہن میں رکھ دی گئی ہے تو خاص رہن کے لئے پہلے وہ پراپرٹی ضمانت ہوگی، بعد میں Debenture Holder کی ضمانت ہوگی۔

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب:

Unsecured کی صورت یہ ہوتی ہے غالباً کہ اگر کہیں کوئی Loss ہو جائے تو وہ اس پر سود نہیں دے گی۔

احسان صاحب:

نہیں ایسا نہیں ہے، وہ تو قرض ہے اور قرض میں صرف ترجیح میں تو فرق پڑتا ہے، جو پہلے پراپرٹی اگر مخصوص طور سے کسی کے نام کمپنی نے رکھ دی ہے، پہلے اس قرض کی ادائیگی ہوگی، بعد میں ڈبینچر کی ادائیگی ہوگی، تو قرض تو جب تک وہ قرض دینے کی پوزیشن میں ہے کمپنی مع سود کے ادا کرے گی اور جب اس پوزیشن میں نہیں ہوگی تو اس کی ایک فہرست ہے کہ پہلے سرکاری قرضے ادا ہوتے ہیں، Employees کے قرضے ادا ہوتے ہیں، پھر دوسرے قرضوں میں Debenture Holder کا بھی ذکر آتا ہے۔

مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب:

نہیں Secured اور Unsecured کا فرق یہ ہے جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا

Marfat.com

ہے، کہ Secured پر تو کمپنی ہر صورت میں سود دیتی ہے، Secured Debenture پر، لیکن Unsecured پر دینے کی وہ پابند نہیں ہے اور دیتی بھی نہیں ہے، جبکہ کمپنی کو Loss ہوا۔

احسان صاحب:

ایسا ہے وہ Secured اور Unsecured کا فرق نہیں ہے، اب حکومت نے اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ کمپنی اگر چاہے تو غیر سودی ڈبینچر بھی جاری کر سکتی ہے، اور اس کی ضرورت صرف اس لئے آئی کہ وہ Convertible Debenture کے معاملہ میں ضرورت پیش آئی تھی، کہ ایک طرف کمپنی ایک ایسا رقعہ جاری کرتی ہے جس کے اوپر کچھ اضافہ سے ادائیگی کرتی ہے یعنی سود دیتی ہے، دوسری طرف سرٹیفکیٹ ایسا جاری کرتی ہے جس میں کمپنی الٹا منافع شیئر ہولڈرس سے لے رہی ہے، جو شیئر سرٹیفکیٹ دس روپے کا اس نے جاری کیا اور پچاس روپے میں شیئر ہولڈر کو دے رہی ہے تو چالیس روپے یہاں لیتی ہے، تو ایک ہی معاملہ میں شیئر ہولڈر کو کچھ دیتی ہے کمپنی اور دوسرے معاملہ میں شیئر ہولڈر سے کچھ لے لیتی ہے، یہاں شیئر ہولڈر کو یہ دقت آتی ہے کہ چالیس روپے جو ان کے پاس سے گئے وہ تو چلے ہی گئے، اب جو ڈبینچر کے اوپر سود ملا وہ انکم ٹیکس کے قانون میں آجاتا ہے اور ان کی آمدنی میں وہ سود درج ہو جاتا ہے، تو اس کے اوپر ان کو انکم ٹیکس بھی ادا کرنا پڑتا ہے، کچھ کمپنیز نے یہ سوچا کہ ہم کیوں نہ یہ سود کی رقم اپنے منافع میں سے ہی کم کردیں، اگر ہم اس کو چالیس روپے منافع پر شیئر جاری کرنا چاہ رہے تھے تو ہم اس کو تیس روپے منافع پر ہی جاری کریں، وہ سود یہاں کاٹ لیں تاکہ اس کے ہاتھ میں پہنچنے پر ٹیکس نہ دینا پڑا، تو اس کی وضاحت کمپنی کہیں نہیں کرتی ہے کہ کتنا سود اس کے اوپر متوقع تھا اور اس کی رعایت رکھتے ہوئے ہم نے کتنا Premium کم کردیا ہے، لیکن یہ سمجھا ضرور جاتا ہے کہ اگر غیر سودی ڈبینچر نہ جاری کیا ہوتو Premium کچھ کمپنی نے زیادہ چارج کیا ہوتا، اس میں یہ جو حصص سے منسلک ڈبینچر کا مسئلہ آیا، اس میں ایک یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بھئی یہ جو سودی معاملہ ہے اس سے بالکل بچ جائیں، تو کمپنی یہ کہتی ہے کہ آپ یہ اپنا حق حصص

Marfat.com

اور ڈبینچر کا ملا کے کسی کو بازار میں بیچ بھی سکتے ہیں آپ فارم کے اوپر اپنے دستخط کر کے اس کو دید یجئے، وہ اپنا نام بھر کے جب دے گا ہم اسی کو دیدیں گے یہ آپ کے حصص اور ڈبینچر ز ہیں، اور اسی سے پیسہ لے لیں گے۔ تو یہ جو حق ہے قابل تبادلہ اور قابل فروخت ہوتے ہیں، کوئی آدمی اگر زیادہ احتیاط برتنا چاہے کہ میں یہ قرض تمسک چھوڑ دیتا ہوں اور شیئر سرٹیفیکٹ بھی چھوڑ دیتا ہوں، اس میں جو مجھے پچیس روپئے منافع مل رہا تھا اگر کوئی شخص مجھے دس روپئے منافع دے دے تو میں یہ حق اس کو دے دیتا ہوں، وہ اپنا روپیہ لگالے گا اور پندرہ روپئے منافع وہ شخص اس طرح سے حاصل کرے گا، تو کیا وہ یہ حق اپنا بازار میں بیچ سکتا ہے؟

عبدالعظیم اصلاحی صاحب:

عرض یہ ہے کہ یہ شیئر ہولڈر کو جو رعایت مل رہی ہے ڈبینچر کی یا حصص سے منسلک ڈبینچر کی، یہ حق صرف رعایت کا ہے، رعایت ہے، باقی اس کو ڈبینچر بھی خریدنا پڑ رہا ہے، کم قیمت میں ہے، اور اسی طرح حصص اور شیئر کو بھی خریدنا پڑ رہا ہے، کمپنی کی طرف سے تو یہ رعایت ہے، یہ خالی ایسا حق ہے جو اس پر نہ تو قبضہ ہے یعنی اس کا حق موکد نہیں ہے، یہ شفعہ سے بھی کمزور درجہ کا ہے، یا شفعہ کے مثل ہے، اس کو فقہ حنفی کی رو سے فروخت نہیں کر سکتا ہے۔

احسان صاحب:

یہ ایسا ہے، جو کمپنی کے دس روپئے کے شیئر کی قیمت بازار میں نوے روپئے ہے، اس کی کئی وجوہ ہوتی ہیں، کمپنی ہر سال جتنا منافع کماتی ہے وہ سارا کا سارا تقسیم نہیں کر دیتی ہے، وہ اپنے پاس روک کر رکھ لیتی ہے، اس سے اس کی مالیت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جو کمپنی اب سے چالیس پچاس سال پہلے قائم ہوئی تھی اس وقت جو اس نے اثاثے خریدے تھے، زمین اور بلڈنگ میں پیسہ لگایا تھا آج اس کی بھی قیمت زیادہ بڑھ جاتی ہے، تو اس کو بازار میں ایک عوامی آفر دینے کے بجائے کمپنی یہ سوچتی ہے کہ کیوں نہ ہم اپنے پرانے شیئر ہولڈرس کو یہ شیئر جاری کریں اور کچھ کم قیمت پر جاری کریں، تاکہ وہ جو اس سے نکلنا چاہتے ہیں بیچنا چاہتے ہیں، وہ اس

Marfat.com

کو اگر بازار میں بیچ دیں تو وہ اثاثوں کی بڑھی ہوئی قیمت اور اس کا منافع جو رکا ہوا ہے اس طرح اس کو مل جائے گا، کیوں شیئرز کا ایسا طریقہ نہیں ہوتا کہ جو شخص شیئر ہولڈر آگے نہیں رکھنا چاہتا وہ کمپنی کو واپس کر دے اور کمپنی اپنی پونجی میں سے نکال کر پیسہ اس کو دے دے، ایسا طریقہ کمپنی میں نہیں ہوتا کمپنی تو یہ کہہ دیتی ہے کہ اگر آپ آگے کے لئے شریک نہیں بننا چاہتے تو یہ اپنا حق شرکت کسی دوسرے کو بیچ دیجئے، جو خرید لے گا وہ اس میں شریک کل ہو جائے گا۔

عبدالعظیم اصلاحی صاحب:

ویسے اگر عدول جائز ہو تو امام مالکؒ کے نزدیک حق شفعہ کو بھی فروخت کر سکتا ہے، اس صورت میں اگر علماء سوچیں تو عدول کے بارے میں یہ ایک صورت ہو سکتی ہے، اس سے پہلے جو سوال تھا کہ ڈبینچر اور یہ اس کو حق ملتا ہے، تو ڈبینچر یہ عقد قرض ہے تو متضمن بر حوالہ ہم اس وثیقہ کو خریدنا جائز قرار دیں گے، لیکن اس میں ربا کی شرط ہے، سود بردار ہے، اسی لئے تو یہ ربا کی شرط کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے گا، لیکن اگر خرید لیا تو فقہ حنفی کی رو سے ملکیت ثابت ہو جائے گی، اور وہ شرط فاسد ہو گی، اب وہ فروخت کر رہا ہے تو یہ فروخت کرنا بھی درست ہو گا، لیکن کم قیمت میں اگر بیع کر رہا ہے تو پھر یہ بیع فاسد ہو گی، چونکہ قرض کی بیع کم قیمت میں بھی درست نہیں ہے، برابر میں ضروری ہے۔

احسان صاحب:

اس میں ایک شکل یہ بھی آتی ہے، چونکہ ڈبینچر ہاتھ میں آتے آتے چار مہینے یا پانچ مہینے کا وقت لگ جاتا ہے، اور اس کے اوپر سود اسی تاریخ سے جاری ہو جاتا ہے جو کہ اس کی تاریخ اجراء ہے، تو اب بازار میں جب وہ بیچنے کے لئے جاتا ہے، مان لیجئے کمپنی نے کچھ سود ادا کر دیا، اس کو مان لیجئے کہ پچاس روپے والے ڈبینچر پر کمپنی نے پانچ روپے سود دے دیا، اب اگر اس کا ڈبینچر ۴۵ روپے میں بکتا ہے تو کیا یہ جائز ہو گا کہ وہ پانچ روپے کا خسارہ کمپنی سے ملے سود سے پورا کر لے؟

Marfat.com

عبدالعظیم اصلاحی صاحب:

نہیں یہ درست نہیں معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ عقد جو کمی کا ہوا ہے وہ تیسرے آدمی سے ہوا ہے اور کمپنی کو جو وثیقہ کے ذریعہ قرض دیا گیا تھا، وہ تو باقاعدہ محفوظ ہے اور اخیر میں جا کر کے وصول ہوسکتا ہے جب بھی وہ ڈبینچر ختم ہوگا، تو وہ حوالہ اپنی جگہ میں محفوظ ہے، کمپنی نے کوئی اس کا حق تلف نہیں کیا ہے۔

احسان صاحب:

اب لب لباب یہ ہے کہ کیا علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ حصص سے منسلک ڈبینچر شیئر ہولڈر خرید لے، اگر اس بات کی اجازت نہیں دیتے تو کیا اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنا حق یہ بازار میں بیچ کے فائدہ حاصل کرلے۔

ایک سوال قابل تبدیل ڈبینچرس کا ہے، کمپنی چونکہ اپنا جو حصص سرمایہ ہے اس میں بھی دلچسپی رکھتی ہے اور قرض میں بھی دلچسپی رکھتی ہے، وہ چاہتی یہ ہے کہ سرمایہ حصص کم رہے، قرض زیادہ رہے، یا ہمیں پہلے قرض مل جائے، بعد میں ہم اس کو سرمایہ حاصص میں تبدیل کردیں، اس کے لئے کمپنی قابل تبدیل ڈبینچر جاری کرتی ہے جو کہ کچھ عرصہ تک ڈبینچر رہتے ہیں اور وہ عرصہ پورا ہونے کے بعد حصص میں تبدیل کردیئے جاتے ہیں، اس صورت میں بھی اگر ڈبینچر خرید کے اس کو حصص میں تبدیل کرالیا جائے تو وہ حصص بازار میں بازاری قیمت کے اعتبار سے کم قیمت میں حاصل ہو جاتی ہیں، تو کیا حصص کا یہ حاصل کرنے کا طریقہ جائز ہوگا کہ پہلے قرض کی صورت میں اس کو رکھا جائے، بعد میں ڈبینچر جو کہ کلی طور سے قابل تبدیل نہیں ہے، جزوی طور سے قابل تبدیل ہے؟ دوسرا حصہ رہ جاتا ہے جو کہ قرض ہی کا ہے، تو اس کو پھر اسی طرح بازار میں بیچنا پڑتا ہے، تو اس کو بازار میں بیچ سکتے ہیں دوسرے حصہ کو یا نہیں بیچ سکتے؟ اور جو سود ملا اس سے تلافی کرسکتے ہیں خسارے کی یا نہیں کرسکتے؟ یا اس سود کو خیرات ہی کرنا پڑے گا؟

Marfat.com

عبدالعظیم اصلاحی صاحب:

اس میں جو ڈبینچر Convertible ہے یعنی قابل تبدیل ہے وہ شیئر اور حصص میں کلی اعتبار سے ایک مدت کے بعد تبدیل ہو جائے گا، یہ ایک صورت ہوئی، دوسری صورت یہ ہے کہ جزئی اعتبار سے تبدیل ہوگا، اس کا پنچ فیصد طے ہوگا کہ کچھ حصہ تبدیل ہوگا اور کچھ سود بردار قرض ڈبینچر ہی رہے گا، تو بہر حال ڈبینچر کی کوئی بھی صورت ہو اس میں شرط رہا ہے، ایسی تمسکات اور ایسے وثیقے ہیں جس میں شرط رہا ضرور ہے ڈبینچر کا مطلب یہی ہے، لہذا یہ شرط ہے اس وجہ سے یہ عقد فاسد ہوگا، لیکن خرید لیا تو مالک ہو جائے گا اور جب تبدیل ہو جائے گا شیئر اور حصص میں تو اپنے منافع اور سرمایہ کاری کا باقاعدہ جواز ہوگا، لیکن جو جز قابل تبدیل نہیں ہے یا جب تک تبدیل نہیں ہوا ہے اس پر سود حاصل ہوگا، تو وہ سود بہر حال سود ہے، ناجائز ہی رہے گا۔

احسان صاحب:

یہ سوچ کر آدمی خریدے کہ بازاری قیمت سے کم قیمت پہ مل رہا ہے اس لئے میں ڈبینچر لے لوں، اور جو کچھ بھی سود اس کے اوپر ادا کرنا پڑ رہا ہے تو اس کو خیرات کردوں، تو کیا ایسا جائز ہے؟

ایک آواز:

......مگر مسائل ظاہرہ میں حرام وحلال کے معاملہ میں نیت تو پاس نہیں ہوتی، نیت سے پاس نہیں کی جاسکتی، آپ جس نیت سے بھی خریدیں وہ سود کا سود رہے گا۔

احسان صاحب:

تو یہ قابل تبدیل ڈبینچر ہے، تو ظاہر ہے کہ اس میں کچھ حصص مضمر ہیں جو کچھ عرصہ کے بعد مل جائیں گے، ان ڈبینچرس کی بازاری قیمت میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، جس کمپنی کے شیئرز اس کے اندر مضمر ہیں جو چھ مہینے بعد یہ شیئرز ملنے والے ہیں، آج بازار میں جو قیمت ہے ان کی اس کے اعتبار سے ڈبینچرس کی بھی قیمت میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، مان لیجئے کہ وہ اس ڈبینچر میں دو شیئرز مضمر ہیں جو کہ کمپنی پچاس پچاس روپئے میں دے رہی ہے، اس میں دس

Marfat.com

روپے تو شیئر کی قیمت ہے چالیس روپے منافع، اس طرح دو شیئر کی قیمت بیس روپے اور اسّی روپے کمپنی کا منافع، اور بازار میں اس شیئر کی قیمت نوے روپے ہے، تو دو شیئرز کو ملا کے اسّی روپے کا منافع ہو رہا ہے ڈبینچر ہولڈر کو، اب اگر بازار میں شیئرز کی قیمت نوے روپے سے ۱۵۰ روپے ہو جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس ڈبینچر کی قیمت میں بھی اسی طرح سے اضافہ ہوگا، اس ڈبینچر کی قیمت بازار میں بھی ڈیڑھ سو روپے دو سو روپے ہو سکتی ہے، تو کیا یہ جائز ہوگا کہ ڈبینچر شیئر میں تبدیل کرانے سے پہلے ہی اگر اضافہ اس کی قیمت میں ہو جائے تو اس کو اور اضافی قیمت پہ بازار میں بیچ دیا جائے؟..... جو قابل تبدیل ڈبینچر ہیں ان میں کچھ شیئر مضمر ہوتے ہیں جو ایک عرصہ کے بعد ملنے والے ہوتے ہیں .... کمپنی قابل تبدیل ڈبینچر جاری کرتی ہے، وہ یہ کہتی ہے کہ ایک سو روپے کا ڈبینچر چھ مہینے کے بعد دو شیئر میں تبدیل کر دیا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دس روپے کا شیئر ہے تو کمپنی اس کو چالیس روپے منافع سے دے رہی ہے، دو شیئر کے اوپر کمپنی ایک سو اسّی روپے نافع حاصل کر رہی ہے، اور بازار میں ایک شیئر کی قیمت نوے روپے ہے تو یہ دو شیئر ایک سو اسّی روپے میں بازار میں بک سکتے ہیں جو کہ اس کو سو روپے میں حاصل ہوئے، اس طرح سے اسّی روپے کا منافع متوقع ہے، اب یہ چونکہ متوقع ہے اور چھ مہینے کا فرق ہے، آج ڈبینچر میں اس کا پورا کا پورا اثر نہیں پڑتا ہے، یہ ڈبینچر میں صرف اس میں سے پچاس روپے ہی منافع کا اثر پڑے گا، یعنی یہ جو کمپنی ڈبینچر ایک سو روپے میں دے رہی ہے یہ بازار میں آپ کا آج ہی ایک سو پچاس روپے میں بک سکتا ہے، کیونکہ اس میں جو دو شیئر مضمر ہیں وہ ایک سو اسّی میں بک سکتے ہیں، اس میں اسّی روپے کا منافع متوقع ہے، لہذا خریدار اس کو تیس روپے کم کر کے پچاس روپے میں لینے کے لئے تیار ہو جائے گا، تو یہ فوراً بھی بک سکتے ہیں جیسے ہی آپ کے ہاتھ میں آئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم نے یہ سوچا تھا کہ ہم قرض نہیں رکھیں گے، اور حصص میں تبدیل ہونے کے بعد حصص اپنے پاس رکھیں گے، قرض میں جو سود ملا اس کو بھی بیچ دیں گے، اگر آج ہی ہمیں یہ منافع ہو رہا ہے تو آج ہی یہ ڈبینچر ہم بیچ دیں، اور اس کے اوپر جو منافع ہوا اس کو یہ نہ

Marfat.com

سوچیں کہ یہ منافع قرض کے اوپر ہوا ہے، بلکہ یہ سوچیں کہ جو حصص اس کے اندر مضمر ہے اس کی وجہ سے یہ منافع ہوا، اور یہ آپ بالکل یقین جانئے قرض کا کوئی بھی رقعہ اس پر کتنا ہی اچھا انٹرسٹ کیوں نہ ہو، کتنا ہی زیادہ سود کیوں نہیں ہو وہ اپنے قدر عرفی سے کم ہی بازار میں بکتا ہے، کیونکہ حصص میں سرمایہ کاری کرنے والے قرض میں سرمایہ کاری کرنا ہی نہیں چاہتے، اب اگر وہ زیادہ پر بک رہا ہے تو اپنے اندر حصص مضمر ہونے کی وجہ سے ہی زیادہ پر بک رہا ہے، وہ کسی سود کی وجہ سے زیادہ پر نہیں بک رہا ہے، کیا اضافی قیمت پہ اس ڈبنچر کو بیچنا جائز ہوگا؟

ایک آواز:

بیچنے سے پہلے خریدنے کی بات.....ڈبنچرس جو ملتے ہیں وہ سود کے بغیر ملتے نہیں، اس لئے خریدنا پہلے ٹھیک ہو پھر بیچنے کی تفصیلات ہوں گی، خریدنا تو درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بہرحال سود کا تعلق ہے۔

ایک آواز:

یہ کسی خریداری پر ڈبنچر ملتا ہے یا اس کی کیا صورت ہے؟......

احسان صاحب:

نہیں نہیں یہاں مسئلہ یہ آرہا ہے، کہتے ہیں کہ معاملہ ہی قرض کا ہو رہا ہے، چاہے چھ مہینے کے بعد وہ حصص میں تبدیل ہو، لیکن اس کا اجراء جو ہے وہ سود پر ہے۔

ایک آواز:

نہیں ڈبنچر کی تعبیر قرض بالربا سے ہے، قرض ربوی کو ڈبنچر کہتے ہیں۔

ایک آواز:

صحیح فرمایا انہوں نے کہ یہ سب ذیلی سوالات ہیں، بنیادی سوال تو یہ ہے کہ ڈبنچر خریدنا جائز بھی ہے یا نہیں؟

Marfat.com

کھٹکھٹے صاحب:

دیکھئے اس وقت ہم ڈبینچر خریدنے کی بات کر رہے ہیں، جہاں ہمارے پاس پہلے سے اس کے حصص موجود ہیں اور ہم ڈبینچر خریدنا نہیں چاہ رہے ہیں ہم اسی وقت ڈبینچر خرید رہے ہیں جبکہ ہمارے پاس اس کمپنی کے حصص ہیں، اور اگر ہم یہ ڈبینچر نہیں خریدیں گے تو اس میں ہم کو ناحق نقصان ہوگا، کیونکہ ڈبینچر کے اجراء کے بعد شیئر کی قیمت گرے گی، لازماً گرے گی، تو اگر یہ ڈبینچر کے جاری ہونے میں ہم حصہ نہیں لیں گے اور وہ ڈبینچر لے کے پھر بعد میں اس کو شیئر میں تبدیل نہیں کریں گے یا بازار میں نہیں بیچیں تو پھر ناحق آپ کو نقصان ہوگا۔

احسان صاحب:

میں اس کی ذراسی وضاحت کردوں، کمپنی اپنا منافع جو شیئر ہولڈرس میں تقسیم کرتی ہے، اس کی کوئی ایک شکل نہیں ہے، دو تین شکلیں ہیں، ایک شکل تو یہ ہے سیدھا سادا کہ کمپنی کو مان لیجئے ایک کروڑ روپے منافع ہوا، تو کمپنی نے یہ مناسب سمجھا کہ اس میں سے ستر لاکھ شیئر ہولڈرس میں تقسیم کردیا جائے، تیس لاکھ کمپنی کے کاروبار کو مزید بڑھانے کے لئے اپنے پاس روک لیا جائے، ایک طریقہ یہ ہوا۔ اب یہ رکا ہوا منافع جب اکٹھا ہوتا چلا جاتا ہے اور کمپنی یہ بھی محسوس کرتی ہے کہ جو ہمارے پرانے شیئر ہولڈرس ہیں انہوں نے جب شیئرز خریدے تھے اور ان کے سرمایہ سے کمپنی نے جو اثاثے خریدے تھے آج اس کی قیمت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے، تو کمپنی Bonus Share بھی جاری کردیتی ہے، بونس شیئر کا مطلب یہ کہ ایک شیئر کسی کا بھی ہو وہ ایک تناسب فکس کردیتی ہے، ایک کے اوپر ایک بونس، یا دو کے اوپر ایک بونس، یا پانچ کے اوپر تین بونس، یا پانچ کے اوپر دو بونس، مطلب ایک شیئر کسی کے پاس پہلے سے ہے، کمپنی نے ایک شیئر مفت میں اس کو دیدیا کہ آپ کا جو حصہ تھا اس کو ڈبل کردیا جو منافع اکٹھا ہوا تھا اس کے عوض ایک شیئر اور جاری کردیا، اس کو بونس شیئر کا طریقہ کہتے ہیں، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کمپنی مفت میں شیئرز نہ جاری کرے لیکن بازاری قیمت سے کم قیمت پر حصص جاری کردے، ایک طریقہ یہ ہوا، یہ بھی منافع

Marfat.com

تقسیم کرنے کا طریقہ ہے...... ایک طریقہ تو بونس شیئر ہے وہ مفت شیئر کا ہے، دوسرا فری شیئر بطور حق جاری کرے کہ جو پرانے شیئر ہولڈرس ہیں انہیں کا یہ حق ہے، آگے وہ شیئر ہولڈر...... بجائے اس کے کہ کمپنی ایک عوامی آفر دیدے، عوامی ایجاب دے کہ جس کی مرضی چاہے وہ Apply کردے اور شیئر ہولڈر بن جائے، اس کے بجائے کمپنی یہ سوچے کہ ہم اپنے پرانے شیئر ہولڈرس کو ہی شیئر ہولڈر بنائیں تاکہ جو نوے روپئے کا شیئر ہے ان کو اگر ہم پچاس روپئے میں دیں تو چالیس روپئے ان کو پھر بھی منافع ہو جائے گا۔ اس طرح کمپنی بطور حق بازاری قیمت سے کم قیمت پر شیئر کا اجراء کرتی ہے، یہ بھی منافع کی تقسیم کا ایک طریقہ ہے، اس میں یہی بطور حق ڈبینچر سے منسلک کر کے بھی کرسکتی ہے، کمپنی کا تو ارادہ ہے کہ منافع کچھ تقسیم ہو جائے لیکن ہمیں قرض بھی مل جائے، غیر سودی کاروبار کرنے والے کو یہاں مجبوری آجاتی ہے، وہ حصص تو لینا چاہتا ہے ڈبینچر نہیں لینا چاہتا، اس کے لئے اجازت چاہئے کہ فی الحال اس کو اس شرط سے حصص مل رہے ہیں کہ ڈبینچر بھی وہ لے تو وہ اپنا منافع حاصل کرنے کے لئے دونوں چیزیں لے لے اور ڈبینچر کو وہ فروخت کردے اور وہ خسارہ سے ہی فروخت ہوگا لیکن یہ مجموعی خسارہ جو مجموعی منافع ہے اس کا اس سے نہیں بڑھے گا، اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے ایک قرض کو کم قیمت پہ جو فروخت کیا اس نے سود ادا کیا، کیوں کہ ابھی بھی کم قیمت پہ فروخت کرنے کے بعد اس کو منافع بچ رہا ہے، خالص خسارہ اگر ہو جائے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے سود ادا کیا، تو یہ بطور حق جو ہے یہ بھی ایک منافع تقسیم کرنے کا طریقہ ہے، اس میں اگر وہ اپنا حق نہیں استعمال کرے گا تو اس کے ہاتھ میں جو پرانے شیئرز ہیں اس کی بھی آگے چل کر قیمت گر جائے گی، جبکہ نئے شیئرز بازار میں آجائیں گے، عام حالات ایک سے رہنے کے باوجود بھی اس کی قیمت اپنے حصص کی گر جائے گی، اور اسی کا ایک طریقہ جو Convertible Debenture جاری کرنے کا ہے، Convertible Debenture بھی کمپنی ایک عرصہ تک اس کو قرض رکھتی ہے اور پھر حصص میں تبدیل کردیتی ہے لیکن وہ بھی بازاری قیمت سے کم دے رہی ہے اور اپنے ہی پرانے شیئر ہولڈرس کو فائدہ پہنچانے

Marfat.com

کی غرض سے دے رہی ہے، اس کے بھی خریدار بازار میں بہت مل جائیں گے، اور اس کی قیمت اجراء سے کہیں زیادہ پر خریدار مل جائیں گے وہ فوراً بازار میں بک سکتا ہے، تو اس طرح سے بھی وہ کمپنی اپنے پرانے شیئر ہولڈرس کو فائدہ پہنچانا چاہتی ہے۔

اب حصص کی خرید وفروخت کا معاملہ آتا ہے، تو حصص خریدنے والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں: ایک ایسے لوگ ہوتے ہیں جو حصص کو حصص بازار سے خرید لیں اور اپنے نام منتقل ہونے کے لئے کمپنی کے پاس بھیج دیں، حصص کو حصص بازار خریدنے کے بعد حصص کا مالک تو بن جاتا ہے، ان حصص کو حصص بازار میں بیچ بھی سکتا ہے لیکن کمپنی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، جب تک کہ وہ اپنے نام پہ حصص منتقل نہ کرالے اور کمپنی کے رجسٹر میں اس کا حصص برداروں میں نام نہ آجائے، تو کیا یہ طریقہ جائز ہے کہ حصص کو مال تجارت کی طرح بازار سے خریدا جائے اور بغیر اپنے نام منتقل کرائے جب بھی اس کی قیمت میں اضافہ ہو جائے اس کو بیچ دیا جائے؟ یا ضرورت پڑنے پر کم قیمت پہ بھی بیچا جائے، یہ تو تجارت ہے مال کم قیمت پر بھی بک سکتا ہے اور زیادہ قیمت پر بھی بک سکتا ہے۔

ایک آواز:

کیا نام پر منتقل کئے بغیر خریدنے کا Authorise ہے۔

احسان صاحب:

اس حصص کا وہ بازاری اعتبار سے مالک بن جاتا ہے، لیکن کمپنی کی نظر میں وہ مالک تب تک نہیں ہے جب تک کہ کمپنی کے رجسٹر میں اس کا اندراج نہ ہو جائے، اور اس میں تین مہینے کا عرصہ کم سے کم لگتا ہے، اور تین مہینے میں دس بار بازار میں اتار چڑھاؤ آجاتے ہیں۔

ایک آواز:

تو گویا کہ یہ بالائی خرید وفروخت ہے۔

Marfat.com

احسان صاحب:

ہاں، تو بہت سے لوگ حصص کو اس نیت سے خریدتے ہیں کہ جب اس کی قیمت بڑھے گی اس وقت ہم فروخت کردیں گے، کچھ لوگ باقاعدہ کمپنی کے ممبر بننا چاہتے ہیں، اپنے نام درج کراتے ہیں، کمپنی سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ ان کو ملتے رہتے ہیں، اور جو حصص مال تجارت کی طرح خریدے بیچے جاتے ہیں، اس میں کمپنی سے اس کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں ملتا ہے۔

ایک آواز:

اس میں ایک شق یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے شیئر کمپنی سے باقاعدہ Nomination کے بعد خریدا، اس کو خریدنے کے بعد اس نے بالائی طور پر فروخت کردیا، اور دوسرے خریدنے والے نے اپنا Nomination نہیں کیا، اس کا رجسٹریشن نہیں ہوا، اگر اس بیچ میں کمپنی سے کوئی منافع ہوا تو اس منافع کا کون حقدار ہوگا۔

احسان صاحب:

اس میں کمپنی ایک تاریخ کا تعین کرتی ہے اور کافی وقت دیتی ہے، جو منافع اس کو دینا ہوتا ہے وہ ایک مہینہ پہلے دو مہینے پہلے ہی بتادیتی ہے کہ فلاں تاریخ تک جو ہمارے ممبر ہوں گے یہ منافع ہم ان ہی کو دیں گے، اور جو لوگ حصص خرید کے اس تاریخ سے پہلے پہلے کمپنی کے پاس بھیج دیں گے، ان کو منافع آئے گا، اور جس نے حصص خرید تو لئے لیکن کمپنی کو نہیں بھیجا تو منافع پرانے آدمی کو پہنچے گا، اس کے ہاتھ میں نہیں آئے گا، لیکن بازاری عرف میں وہ اس کا مالک ہوگا جب وہ چاہے گا اس کو فروخت کردے گا۔

ایک آواز:

تو اس میں یہ خریدنے کے بعد دوسرا آدمی اس شیئر کا مالک ہوگیا اور ملکیت کے ختم ہونے کے بعد جو اس سے متعلق منافع ہیں وہ تو اسی بعد والے آدمی کو ملنا چاہئے۔

Marfat.com

احسان صاحب:

لیکن جو ایک تاریخ کا تعین رہتا ہے تو اس میں ایک دو مہینے کا وقت رہتا ہے، کافی لوگ سوچ لیتے ہیں کہ اس کو ہم خرید لیں اس کو، اور اس کو وہاں بھیج دیں گے، لیکن پھر بھی آخری تاریخ تک لوگ انتظار کرتے ہیں اس بات کا کہ اچھا ہے بازار میں قیمت بڑھ جائے تو میں اس کو نہ بیچوں، بازار میں ہی بیچ کر آج ہی پیسہ.........سے پہلے واپس نہیں آئیں گے اور بازار میں قیمت بڑھنے کے باوجود بھی میں اس کو نہیں بیچ پاؤں گا۔

شمس پیرزادہ صاحب:

بھئی جب تک ٹرانسفر نہیں ہوتا شیئر اس کے نام پر وہ مالک کہاں سے ہوا کہ وہ فروخت کردے؟

احسان صاحب:

مالک سرٹیفیکٹ سے ہو جاتا ہے، بیچنے والا شیئر کے ساتھ ایک فارم بھی اس کو دیتا ہے، اس فارم پر دستخط کر دیتا ہے، اس دستخط کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ آج میں نے سارے حقوق اس کو دوسرے کے نام منتقل کر دیئے جس کو ڈیلیوری دے رہا ہوں جس کے قبضہ میں دے رہا ہوں، اپنے حقوق وہ اس کو دے رہا ہے، وہ آگے جس کو اس کے قبضہ میں دے گا وہ اپنے حقوق اس کو دے دے گا۔

شمس پیرزادہ صاحب:

مگر اس نے اپنے حقوق جو منتقل کرنا چاہا اس کو کمپنی نے ابھی تسلیم ہی نہیں کیا اور اس سے پہلے وہ فروخت کرتا ہے، اور کیا اس وقت جو سٹہ چل رہا ہے، Forward Trading ہو رہی ہے اور ابھی حکومت نے کچھ قانونی پابندی بھی اس پر عائد کر دی ہے، یہی شکل نہیں ہے وہ؟

احسان صاحب:

وہ دوسری شکل ہوتی ہے جو سٹہ کی ہوتی ہے، سٹہ کی شکل یہ ہے کہ حصص بازار نے اس

Marfat.com

بات کی کچھ شیئرز کے معاملہ میں گنجائش رکھی ہے کہ اگر آپ کے ہاتھ میں حصص نہیں ہے اور آپ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان حصص کی قیمت گر جائے گی تو آپ اس کو بیچ دیجئے ، اور ایک وقت سیٹلمنٹ کا ہوتا ہے، ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ اس کے اندر اندر آپ حصص دیدیجئے ، اگر آپ نہیں دیتے ہیں تو وہ آپ کا سودٹرانسفر کر دیتے ہیں اگلے وقفے کے لئے ، اور اس طرح سے وہ سالہا سال سودا آپ کا ٹرانسفر ہوتا رہتا ہے اگلے وقفے کے لئے ، لیکن اس وقفہ میں حصص کی قیمت میں جو اتار چڑھاؤ آیا اس کے مطابق وہ آپ کا Clearance چاہتے ہیں ، اگر واقعی شیئرز کی قیمت گر گئی تو آپ کو Deference مل جائے گا اور اگر قیمت بڑھ گئی تو آپ کو اس میں Deference جمع کرنا پڑے گا ، سٹہ بازاری یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس پوری قیمت ادا کرنے کے لئے پیسہ نہیں ہے ، اس کو گنجائش ہے کہ آپ کچھ کم پیسہ دیدیجئے ، سودا آپ کا کر دیں گے ، باقی شیئر جب آپ کے ہاتھ میں آجائے تب دیدیجئے گا ، لیکن وہ پھر بھی منع کر دیتا ہے کہ میرے پاس ابھی پیسہ نہیں ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب وقفہ کا جو نفع نقصان ہوا وہ ہمیں دے جائیے ، اگلے وقفہ کے لئے سودا آپ کا کھڑا رہا ، تو وہ سالہا سال تک چلتے رہتے ہیں ، یہ صورت بالکل دوسری ہے ، یہاں حصص ہمارے پاس ہے ، اور اس کو ہم دوسرے کو ڈیلیوری بھی دے رہے ہیں ، قبضہ بھی دے رہے ہیں اور اپنا پیسہ لے رہے ہیں ، یہ سٹہ بازاری میں نہیں آتا ، یہ تو اصل مال کا سودا ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن چمپارنی صاحب:

بہر حال یہ جو شیئرز کے بالائی خرید وفروخت کا مسئلہ ہے ، اس میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بالائی خرید وفروخت سے حق ملکیت منتقل ہو جائے گی ، گو کہ بینک کے رجسٹر میں وہ بعد والا آدمی رجسٹرڈ نہیں ہوا ہے ، اور حق ملکیت کے منتقل ہونے کے بعد حق نفع کا بھی وہی حقدار ہوگا ، اور یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ فقہاء کی بعض عبارتوں سے ایسا معلوم بھی ہوتا ہے ، جیسے زمین کسی شخص نے اگر خریدی اور اس میں کوئی درخت ہے تو اس زمین کی بیع کے بعد اس کا جو درخت ہے ،

Marfat.com

یا اور اس سے کچھ متعلق چیز ہے، اگر اس زمین میں ہے تو اس کا وہی حقدار ہوگا یعنی مشتری، تو پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اس اشترائے بالائی کے بعد یعنی بالائی طور پر آؤٹ خرید وفروخت جو ہوا ہے بالائی طور پر، اس سے حق ملکیت منتقل ہوتی ہے کہ نہیں، اس پر غور کرنا چاہئے۔ اگر منتقل ہو جانا تسلیم ہے تو حق نفع منتقل ہونے کے لئے فقہاء کی عبارتیں اور اس کے شواہد مل جائیں گے۔

مفتی یوسف جودھپوری صاحب:

عرض یہ ہے کہ یہ شیئرَ اور حصص جو بازار میں آئے ان کے نمبر ہوتے ہیں، شیئرَ کے نمبر بھی ہوتے ہیں، اور شیئرَ بازار کا ایسا اصول ہے کہ وہ شیئرَ بازار کی جو خاص مارکیٹ ہے وہیں فروخت ہوں گے اور جب فروخت ہوں گے تو خاص ایجنٹ ہوں گے ان سے رسید کٹوائیں گے، ایک رسید ایجنٹ کے پاس رہے گی، ایک رسید جو ہے خریدنے والے کے پاس رہے گی، اور جو فروخت کرے گا وہ فروخت کرنے والا دستخط کر کے ایک فارم پہ دے گا، یہ تمام عقد کرنے اور خرید وفروخت کے لئے سارے ثبوت ہیں، دوسری قانونی بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کمپنی شیئرَ کے بارے میں مطلقاً قانونی اجازت دیتی ہے کہ جو چاہے خرید وفروخت کرے، اور جس کا قبضہ ہوگا اور جو اخیر سال میں ایک مدت ہے وہ ہمارے سامنے آئے گا تو ہم اس کو منافع دیں گے، جس کا رجسٹریشن یعنی کاغذی کارروائی ہوگی، تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خرید وفروخت وغیرہ کی قانونی اعتبار سے اس کو اجازت مل گئی ہے ، اور شرعی اعتبار سے ہم یہ سوچیں کہ یہ جو وثیقہ ہے اور جو حصہ اس کا کمپنی میں لگا ہوا ہے تو یہ اس کا وثیقہ ہے اور سامان تجارت کی طرح اس کی خرید و فروخت کر سکتا ہے۔

احسان صاحب:

یہ اس کی دوسری مثال جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا زمین کے کاغذات کی ہے کہ بیع نامہ تو ہوتا رہتا ہے، بیع نامہ ہو جاتا ہے لیکن جب تک اس کی رجسٹری نہیں کرالی جائے اور اندراج نہ کرایا جائے کھسرا کھاتہ میں نام پرانے ہی مالک کا چلتا رہتا ہے، اسی طرح کمپنی میں بھی پرانے

Marfat.com

مالک کا نام چلتا رہتا ہے جب تک کہ اس کا اندراج نہ ہو جائے، جب کہ سودا تو بیع نامہ کی رو سے ہو ہی جاتا ہے۔

شمس پیرزادہ صاحب:

مگر رجسٹری میں اور اس معاملہ میں فرق ہے، رجسٹری کا معاملہ ایک اندراج کا معاملہ ہوتا ہے، اور یہاں کمپنی سے براہ راست معاملہ ہے کہ کمپنی شریک کس کو قرار دے رہی ہے؟

احسان صاحب:

دیکھئے کمپنی تو اسی کو شریک تسلیم کرے گی جس کا نام اس کے رجسٹر میں درج ہے، لیکن جو خریدار ہے، بیچنے والا ہے اس نے اپنا سرٹیفیکیٹ ایک اور فارم کے ساتھ جس پر یہ لکھا ہوا ہے کہ میں اپنے کلی اختیارات اس سرٹیفیکیٹ کے ساتھ دوسرے آدمی کو بیچ رہا ہوں، تو ایسی حالت میں وہ مالک تو ہو جاتا ہے، اس کا اندراج ابھی کمپنی کے رجسٹر میں نہیں ہے، اگر وہ آدمی جلدی سے کسی دوسرے کو نہیں بیچنا چاہتا، کمپنی میں اپنا اندراج چاہتا ہے تو اندراج کرالے اندراج، اور اگر وہ چاہتا ہے کہ بازار میں قیمت اس کی بڑھ گئی، میں کسی دوسرے آدمی کو اپنے حق کو منتقل کر کے منافع کمالوں، بیچ لوں، تو وہ مال تجارت کی طرح اس کی خرید وفروخت ہے، تو یہی دو شکلیں ہیں کہ ایک ایسا شخص ہے جو کہ باقاعدہ ممبر بنتا ہے اور اس کو اپنے پاس رکھتا ہے اپنے پاس، اور ایک ایسا شخص ہے جو اس کو جنس تجارت کی طرح خرید وفروخت کرتا ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

....تو وہ کس حیثیت میں ہوگا؟

احسان صاحب:

اس کے ہاتھ میں قبضہ آنے کے بعد اس کو سارے اختیارات مل جاتے ہیں، اور وہ چاہے تو کمپنی میں اپنا نام اندراج کرالے یا اپنا نام اندراج کرانے کا حق دوسرے کو منتقل کردے۔

Marfat.com

مفتی یوسف جودھپوری صاحب:

وضاحت طلب یہ ہے کہ یہ شیئر ایک سال میں جاری ہوئے، کسی بھی کمپنی کے جاری ہو گئے، تو اس سال تو ایک خریدار کے نمبر رجسٹریشن ہو گئے، اب وہ دوسرا سال ختم ہو گیا، تو وہ مدت جب آتی ہے منافع تقسیم کرنے کی تو باقاعدہ پھر کارروائی ضروری ہے........ تو اس کارروائی کے بعد جو آخری نام آیا، اور پھر دوسرے سال کی خرید وفروخت چلتی رہے گی، تو اس میں یہ جانچ پڑتال جو کرتے ہیں تو اس کی کیا شکل ہے؟

احسان صاحب:

اس میں دیکھئے، ملکیت تو بازار سے خریدنے کے بعد دوسرے کی ہو جاتی ہے اور کمپنی میں نام پرانے آدمی کا ہی درج ہے، تو جو منافع اس کو ملے کمپنی سے اس کا وہ قانونی مالک نہیں ہوتا، اور یہ شخص چاہے تو عدالت سے وصول کر سکتا ہے، لیکن وہ منافع اتنا قلیل ہوتا ہے کہ اس کے لئے کوئی آدمی عدالت سے رجوع نہیں کرنا چاہے گا، اخلاقی طور سے کچھ رواج ہے، کچھ جان پہچان کے لوگ ایسے بھی ہیں جو اخلاقی طور سے وہ منافع اس کو دے دیتے ہیں کہ کمپنی سے چونکہ میرا نام اس میں درج تھا، میرے یہ پاس آیا ہے، لیکن یہ حق آپ کا ہی ہے، کمپنی جو ہے وہ مجبور ہے اسی آدمی کو دینے کے لئے جس کا نام رجسٹر میں درج ہے، لیکن اگر وہ پہلے بیچ چکا ہے اپنے اختیارات دوسرے کو دے چکا ہے یہ اس سے وصول کر سکتا ہے، اور وہ منافع اتنا کم ہوتا ہے کہ اس کو سارے لوگ نظر انداز ہی کر دیتے ہیں، چلئے تھوڑا اس سال کا بہت ہے گیا، اگلے سال کے لئے ہم کرائیں گے، کیوں کہ روزانہ جو قیمتوں میں فرق ہوتا ہے وہ منافع سے کہیں زیادہ ہوتا ہے، منافع تو ایک شیئر پر مان لیجئے پچیس روپے ملا، تو اس کے بازار میں جو قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ہے اس کا کہیں دوسو روپے تین سو روپے اس شیئرز کی قیمت میں اتار چڑھاؤ ہوگا، جیسے مان لیجئے ACC ہے، اس کی تین ہزار روپے قیمت ہے بازار کی، ایک شیئرز پر منافع مشکل سے وہ پچیس روپے دیتی ہے، اور قیمت تین ہزار روپے ہے، اور اس کی جب پیچھے مارکیٹ گری تھی اس کی

Marfat.com

پندرہ سو ساڑھے پندرہ سو روپے قیمت رہ گئی تھی، اب جب مارکیٹ بڑھنی شروع ہوئی ہے تو اس کی تین ہزار روپے قیمت بڑھ گئی ہے، یہاں پچیس روپے کو کوئی نہیں گردانتا، ہر آدمی چھوڑتا ہے کہ اس کو جانے دیجئے، اب ہم مارکیٹ میں جو منافع مل رہا ہے اس کو ہی لے لیتے ہیں، یا ہمارے جو تین ہزار روپے کے پندرہ سو روپے رہ گئے تھے وہ پچیس روپے اور برداشت کرلیں گے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب:

اس بیان سے یہ سمجھ میں آیا کہ جو شیئر کے Document ہوتے ہیں وہ ایک وثیقہ ہے، تو اصحاب فقہ وفتاوی کے لئے محل غور ہے کہ اس وثیقہ کی مستزاد قیمت پر بیع وشراء جائز ہوگی یا نہیں؟

احسان صاحب:

دیکھئے قرض کا معاملہ نہیں ہے اس میں بالکل بھی، یہ ایک حصہ ہے.......

مفتی یوسف جودھپوری صاحب:

سوال صرف اتنا ہے کہ مثلاً مارچ میں منافع تقسیم کرنے کی میعاد ہے، شیئر ایسے ہیں کہ مارچ میں........ نوٹس آئیگا کہ اس کی اطلاع کردیں کہ کون اس کا آخری مالک ہے تو اب یہ آخری اطلاع نہیں پہنچی یا پہنچ جاتی ہے تو سابق جو مالک تھا جس کے نام وہ شیئر تھا تو اس کا اعتبار کمپنی کے نزدیک کیا ہے، مارچ کے بعد یا مارچ سے پہلے؟

احسان صاحب:

کمپنی کے رجسٹر میں اس کی حیثیت مالک کی ہی ہے (مارچ کے بعد بھی وہی رہے گی؟ اصلاحی صاحب) ہاں اسی کی رہے گی جب تک کہ یہ نیا آدمی اپنا اندراج نہیں کرالے گا، لیکن مارکیٹ کے اعتبار سے نیا آدمی مالک ہوگیا، اور یہ اپنا نام اندراج کراسکتا ہے جب چاہے، اور اس کو کسی دوسرے آدمی کو بھی بیچ سکتا ہے انہیں اختیارات کے ساتھ میں۔

Marfat.com

مفتی یوسف جودھپوری صاحب:

مارکیٹ کے اعتبار سے یہ اس کا مالک ہو گیا؟

احسان صاحب:

مالک ہو جاتا ہے، جس نے قیمت ادا کر کے وہ چیز خریدی ہے وہ اس کا مکمل مالک ہوتا ہے، اس کی قیمت ادا کرنے کے بعد جس نے قبضہ حاصل کر لیا وہ اس کی ملکیت مکمل ہو گئی، دو شرطیں ہیں: قیمت کے عوض قبضہ، اب ایک سوال اس میں ایسا ہے جو قابل غور ہے، جیسا کہ ہم نے یہ چاہا کہ ہم اس کے مالک بنیں، اور باقاعدہ کمپنی سے جو منافع مل رہا ہے وہ سیدھا ہمارے پاس آئے، تو ہم اس کو ٹرانسفر کے لئے بھیج دیتے ہیں، کمپنی تین مہینے کا وقت لگاتی ہے، کبھی کبھی چار مہینے کا چھ مہینے کا سات مہینے کا، اور ارادۃً بھی کمپنی زیادہ وقت لگا دیتی ہے، کیونکہ کمپنی جو ہے اس کے فیصلے بھی لوگوں کے فیصلے کے اوپر منحصر کرتے ہیں اور جو لوگ فیصلہ کرنے والے ہیں وہ بھی شیئر ہولڈرس ہوتے ہیں، تو کبھی کبھی وہ مصنوعی قلت پیدا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں بازار کے اندر، تاکہ حصص کی قیمت بڑھ جائے، وہ اس کو رکوا بھی دیتے ہیں، اب ایسے میں بازار کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ بازار میں شیئر کی قیمت بڑھ گئی، ہم نے شیئرز کمپنی کو بیچ دیئے، ہمارے ہاتھ میں شیئرز نہیں ہیں، ہم مالک ہیں، اور جب بھی وہ شیئرز ہمارے ہاتھ میں آئیں گے ہم اس کو بیچ سکتے ہیں، لیکن ہم آج کی قیمت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، اب چونکہ حصص بازار میں اس بات کی گنجائش رکھ دی گئی ہے کہ اگر آپ کے ہاتھ میں حصص نہیں بھی ہیں تو آپ یہاں سودا کر سکتے ہیں، اور جب آپ کے حصص آ جائیں ہاتھ میں تب اس کو ڈال دیجئے اور اس کی قیمت بعد میں لے لیجئے، تو میرا کوئی ارادہ اسے سٹہ کرنے کا نہیں ہے میں ایسا مالک نہیں ہوں جس نے سرے سے شیئرز خریدے ہی نہیں ہیں، میں تو ایسا مالک ہوں کہ جس نے شیئرز خریدے ہیں، اس کی قیمت بھی میں نے ادا کر دی ہے، میری مجبوری صرف یہ ہے کہ میں نے اس کو اپنے نام منتقل کرانے کے لئے بھیجے ہیں، اور جس کی واپسی تین مہینے سے پہلے ممکن نہیں ہے، اور بازار ان شیئرز

Marfat.com

کی واپسی کا انتظار نہیں کرسکتی، میں تو آج ہی اس کو بیچنا چاہتا ہوں، لہٰذا مستقل بازار میں میں نے یہ کہہ کر بھیج دیا کہ میرا سودا آج کے Rate پر پکا کر دیا جائے، جب میرے پاس شیئرز آئیں گے میں شیئرز ڈال دوں گا، پیسہ اپنا اسی وقت لے لوں گا، تو بازار کے اصولوں میں اس بات کی گنجائش ہے، کبھی کبھی شیئرز کی بہت زیادہ قلت ہوتی ہے تو بازار اس کے اوپر جرمانہ تو ڈال دیتی ہے کہ آپ اس کا جرمانہ ادا کیجئے، آپ نے کہا تھا کہ میں شیئرز دوں گا اور وقت مقررہ پر آپ نے نہیں دیا، لیکن یہ کیفیت بہت کم آتی ہے، سو میں سے پانچ فیصدی جس کے امکانات ہیں، کہ اتنی قلت ہو جائے کہ اس میں تاوان پڑے، ورنہ عموماً کوئی تاوان بیچنے والے کو نہیں پڑتا، تو کیا ایسا جائز ہوگا کہ میں آج کے Rate پر اپنا سودا کر کے منافع محفوظ کرلوں، اور جب میرے پاس حصص آ جائیں تو میں اس کو آج کے Rate حصص کی حوالگی کر کے قیمت وصول کرلوں۔

مفتی یوسف جودھپوری صاحب:

یہ وثیقے جو ہیں یہ ایجنٹ کے اعتبار سے، خرید و فروخت کے اعتبار سے ہیں، اب وہ وثیقہ جو ہے صرف کمپنی میں پہنچا ہے، اور اتفاقی طور پر ایسا ہوسکتا ہے کہ رک جائے، باقی کوئی لازم نہیں ہے کہ رک جائے گا (نہیں تین مہینے تو لگ ہی جاتے ہیں۔ احسان صاحب) وہ ٹائم اپنی جگہ پر ہے، تو یہ وثیقہ ہے، اب اس وثیقہ کی حیثیت صرف یہ ہے فقہی اعتبار سے کہ یہ جو کمپنی میں مال ہے اور جائداد ہے غیر منقولہ اور منقولہ، دونوں کے وہ حصہ دار ہیں، ہر چیز میں اس کا حصہ ہے، تو غیر منقولی جائداد جو ہے وہ تو فقہی اعتبار سے قبضہ کے بغیر بھی فروخت کرنا جائز ہے، اور جو منقولی جائداد ہے اس میں قبضہ شرط ہے، تو اب یہ وثیقہ تو خالی کاغذ ہے جو پہنچا ہے، باقی جو حق ہے اصل کمپنی کے اندر جائداد، تو اس میں دو شکلیں نظر آ رہی ہیں، منقولہ اور غیر منقولہ، تو اس اعتبار سے سوچنا چاہئے کہ منقولہ جو جائداد ہے اس کے قبضہ کے بغیر کیا ہوگا؟ یہ صورت فقہی اعتبار سے سوچنی چاہئے۔

احسان صاحب:

یہ تو اصل میں شرکت کا ایک حصہ ہے، ایک جز ہے، جو کچھ بھی اس میں منقولہ اور

Marfat.com

غیر منقولہ مشترک جائداد ہے اس کا ایک جز ہے، یوں سمجھئے، اور اس جز کی ہی خرید وفروخت ہوتی ہے، اس کے شرکاء بدلتے رہتے ہیں، کمپنی کا ڈھانچہ ایسا کا ایسا ہی بنا رہتا ہے، شرکاء میں تبدیلی آتی رہتی ہے، وہ اپنے حق شرکت منتقل کرتے رہتے ہیں، تو اس میں کوئی منقولہ اور غیر منقولہ کا فرق نہیں ہے، یہ ایک مکمل شرکت کا جز ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب:

نہیں مقصد یہ کہ یہ جو شیئر ہے یہ تو منقولہ ہے، کہنے کا مطلب یہ ہے۔

احسان صاحب:

نہیں شیئر تو بذات خود منقولہ ہے، اس پر نمبر پڑا ہوا ہے نام بھی لکھا ہوا ہے، لیکن یہ ہے کہ سودا جو بازار میں ہوتا ہے اس کی شکل دوسری ہوتی ہے، سودا جب بازار میں ہوتا ہے تو اس میں نمبر نہیں دینے پڑتے، اس میں تو صرف ہم نے ایک سو شیئر بیچے یہی کہنا پڑتا ہے، اس کمپنی کے ایک سو شیئر بیچ دیے، اب وہ کسی بھی نمبر پر آپ دیدیجئے، آپ کے اپنے نہیں ہیں، کسی دوسرے کا دیدیجئے، تب بھی آپ کو پیسہ مل جائے گا، جب آپ کے اپنے آجائیں اس شخص کو واپس دیدیجئے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب:

نہیں سوال یہ ہے کہ یہ شیئر، اس کی خرید وفروخت Property Base پر ہوتی ہے یا صرف وثیقہ اور Documents کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

احسان صاحب:

یہ دیکھئے قیمت میں جو اضافہ ہوتا ہے یہ اس کا Property Base ہے، اور کمپنی سے آگے فائدہ کی کتنی توقع ہے اس سے قیمت کا تعین ہوتا ہے، جیسے آج ایسی کمپنیز بھی ہیں جو کہ فی الحال خسارہ میں چل رہی ہیں، لیکن اگلے دو سال میں تین سال میں ان سے بہت زیادہ منافع

Marfat.com

کی امید ہے، ان کا شیئر خسارہ میں ہوتے ہوئے بھی اپنی قدر عرفی سے زیادہ قیمت پر بازار میں بک رہا ہے، یہ تو پورا بازار جو ہے آس اور یاس کا بازار ہے، آج کسی کمپنی کی مالی طور سے حالت بہت اچھی ہے، لیکن گورنمنٹ کی پالیسی ایسی آگئی کہ اگلے دس سال میں اس کو منافع نہیں ہوگا، تو مالی استحکام کے باوجود بھی اس کی قیمت اس کے قدر عرفی سے نیچے چلی جائے گی، اور آج جو خسارہ میں کمپنی ہے اس سے اگر زیادہ امیدیں ہیں تو اس کی قیمت بھی بڑھ جائے گی، یہ تو ہر مال کے لئے جو بھی مال آپ خرید رہے ہیں بازار میں، ان ہی وجوہات کی بنا پر آپ یہ سوچتے ہیں کہ مستقبل میں اس کی قیمت میں اضافہ ہوگا...... ابھی جو اخیر میں میں نے سوال پیش کیا اس میں یہ بات ہے کہ حصص کا میں مالک ہوں لیکن میرے ہاتھ میں حصص نہیں ہیں، کمپنی کو میں نے بھیج دیئے ہیں، اور بازار میں اس بات کی گنجائش رکھی ہوئی ہے کہ آپ کے ہاتھ میں حصص نہ ہو تو بھی مستقبل بازار میں آپ اس کو بیچ سکتے ہیں، اگر میں مالک نہیں ہوں اور میں نے اس کی قیمت ادا نہیں کی، میں مستقبل بازار میں بیچ دیتا ہوں اس امید پر کہ کل قیمت گرے گی، تو یہ تو خالص سٹہ ہو جائے گا، لیکن جس چیز کا میں مالک ہوں، جس چیز کی قیمت ادا کی ہے، اور تین مہینے میں چار مہینے میں اس کی واپسی کی امید بھی ہے، اس کا Payment میرا اتنے ہی تاخیر سے ہوگا، جب میں ڈیلیوری کروں گا اسی کے بعد مجھے اس کا Payment ہوگا، ادائیگی ہوگی، تو یہ کیا جائز ہوگا کہ میں سودا کرلوں مستقبل بازار میں؟

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب:

میں نے یہ سمجھا ہے اس گفتگو سے کہ کمپنی کی جو پراپرٹی ہے یہ اس شیئر کے Weight کو متعین کرنے کی بنیاد ہے، نہ یہ کہ اصل پراپرٹی کی خرید وفروخت ہوتی ہے، تو اس جائداد کی حیثیت ایک ضمان کی ہوگی، شئ مبیع نہیں قرار دی جاسکتی۔

احسان صاحب:

مال کوئی بھی ہو اس کی قیمت میں اضافہ کے اور قیمت میں گرنے کے امکانات کوئی وجہ

Marfat.com

سے ہی ہوتے ہیں، آج اگر ہم کسی جگہ کوئی زمین خرید رہے ہیں، کوئی پلاٹ لے لیتے ہیں، ہم یہ سوچتے ہیں کہ ادھر آبادی بڑھنے والی ہے، آج ہم پلاٹ خریدتے ہیں کہ آبادی جب بڑھ جائے گی اس کی مانگ جب بڑھے گی ہماری زمین کی بھی قیمت بڑھ جائے گی، اسی طرح کمپنی سے بھی توقعات ہوتی ہیں کہ کمپنی کا کاروبار منافع بخش ہوگا، اس کے حصص ہم خرید لیں اس کی قیمت بڑھ جائے گی، دوسری طرف جب ہماری خریدی ہوئی جائیداد کو بھی یہ خطرہ ہو جاتا کہ اس کو سرکار قبضہ کرنے جا رہی ہے، کوئی Dam بنانا چاہتی ہے یا کوئی سڑک بنانا چاہتی ہے، اس کی قیمت فوراً گر جاتی ہے، اسی طرح جب کمپنی کے کاروبار کو بھی سرکاری پالیسی سے یا دوسرے تجارتی وجوہ سے خسارہ کے امکانات بڑھ جاتے ہیں تو حصص کی قیمتیں گرنا شروع ہو جاتی ہیں، اور جب منافع کے امکانات بڑھ جاتے ہیں تو حصص کی قیمتیں بڑھتی ہیں، ایک بارش ہی کا معاملہ ہندوستان میں بہت بڑا رول ادا کرتا ہے، اگر بارش اچھی ہو جاتی ہے تو پوری معیشت کے لئے یہ امید کی جاتی ہے کہ ساری معیشت اب آگے بڑھے گی، سب کارخانوں کو کچا مال ملے گا، کاشتکار کی جیب میں پیسہ ہوگا، وہ پکا مال خریدے گا، لہذا پوری معیشت کو اس کا فائدہ ہوتا ہے، اور سوکھا پڑ جائے تو پوری معیشت خراب ہونے کے مواقع رہتے ہیں، اسی طرح دلی میں بمبئی میں پہلی جون سے دس جون تک کی تاریخوں میں بڑے غور سے خبریں سنی جاتی ہیں کہ کہاں کتنی بارش ہوئی، کیا امکانات بارش کے ہیں، اور جب بارش ہو جاتی ہے تبھی شیئرز کے خریدار شیئرز خریدنا شروع کرتے ہیں، کہ اب پوری معیشت اوپر اٹھے گی، یہ تو مال تجارت ہے، اس میں جو بھی خرید کی جاتی ہے اسی لئے خرید کی جاتی ہے کہ آگے قیمتوں میں اضافہ ہوگا تب ہم اس کو بیچیں گے، اب وہ سوال جو میرا تھا وہ صرف اتنا تھا کہ حصص میرے پاس موجود نہیں ہیں، اور اس بات کی گنجائش ہے مستقبل بازار میں کہ میں اس کو بیچ سکتا ہوں، تو کیا میں اس کو بیچ سکتا ہوں یا نہیں؟

احسان صاحب:

جبکہ وہ قبضہ میں میرے پاس آنی ہی ہے کمپنی سے واپس.......

Marfat.com

ایک آواز:

آپ عرض مسئلہ پیش فرما رہے ہیں تو غور وخوض کے لئے آپ کو وقفہ مطلوب ہے، بس عرض مسئلہ پیش فرماتے جایئے اور طلب رائے کے لئے وقفہ لیتے رہیئے۔

احسان صاحب:

اب ایک پرچہ میرے پاس آیا ہے، کسی صاحب نے چاہا ہے کہ Life Insurance اور کارخانوں کے دیگر انشورنس کی وضاحت چاہئے۔

احسان صاحب:

خرید وفروخت کے معاملہ میں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ حصص کی خرید وفروخت کئی طریقے سے کی جاتی ہے، ایک تو یہ ہے کہ ذاتی طور پر دو آدمی مل جاتے ہیں، ایک خریدنے والا اور ایک بیچنے والا، خریدنے والا سودا کر لیتا ہے اور بیچنے والا حوالگی دے دیتا ہے، اور اس سے قیمت لے لیتا ہے، یہ بہت ہی کم ہوتا ہے، حصص بازار میں حصص کی خرید وفروخت ہوتی ہے، وہ منظم بازار ہوتے ہیں، اور ان بازاروں کا طریقہ یہ ہے کہ سودوں کا ایک وقفہ طے ہو جاتا ہے کہ پیر کے دن سے جمعہ کے دن تک سودے ہوں گے، اور یہ سودے سارے لکھے جاتے رہیں گے کہ پانچ دن کیا سودے ہوئے، جن لوگوں نے اپنے حصص بیچے ہیں وہ حصص بازار میں سنیچر کے دن اپنے اپنے بروکرس کے ذریعہ حصص دیدیں گے، جن لوگوں نے وہ حصص خریدے ہیں وہ حصص ان کے بروکرس بیچنے والوں کے بروکرس سے حصص لے لیتے ہیں اور اپنے خریدار کو مطلع کر دیتے ہیں کہ آپ کے حصص آ گئے ہیں، اب آپ پیسہ ادا کر دیجئے اور یہ لے جایئے، وہ حصص اپنے گراہکوں کو دینے کے بعد ان سے پیسہ لے کر وہ اسٹاک ایکسچینج میں پیسہ جمع کر دیتے ہیں، منظم بازار کے کھاتے میں پیسہ جمع کر دیتے ہیں، اور منظم بازار کے کھاتے سے پیسہ بیچنے والوں کے بروکرس کو مل جاتا ہے اور بیچنے والا بروکر بیچنے والوں کو پیمنٹ کرتا ہے، اس میں سودے خریدار اور مال کے درمیان ڈائریکٹ نہیں ہوتے ہیں، سارے سودے بروکرس کے ذریعہ ہوتے ہیں، تو یہ پانچ دن

Marfat.com

تک جو سودے ہوتے ہیں اس میں ایسے امکانات کافی رہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آج حصص بیچے ہیں اس کی قیمت گر جانے کے بعد وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ لاؤ ہم پھر خرید لیں، یا جن لوگوں نے خریدے ہیں اگلے دن بازار میں قیمت بڑھ گئی وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ لاؤ بڑھی ہوئی قیمت پہ بیچ دیں، تو اس میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک تو خالص سٹے والے ہوتے ہیں، جن کی نیت پوری قیمت ادا کرنے کی نہیں ہوتی، اور نہ مال اٹھانے کی نیت ہوتی ہے، وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو ڈیفرنس ہمیں مل جائے وہی ہم لے لیں اور ہم بیچ میں سودا کاٹ دیں، دوسرے اسی طرح کے فروخت کرنیوالے بھی سٹے والے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس حصص ہوتے ہی نہیں اور وہ اس امید پہ حصص بیچ دیتے ہیں کہ کل بازار میں قیمتیں گرنے والی ہیں، جب حقیقت میں قیمت گر جائے گی تو ہم واپس اس کو خرید لیں گے، اور اس طرح سے ہمارا سودا برابر ہوگا، ایک طرف ہم نے بیچا تھا دوسری طرف ہم نے خریدا، اب ہمیں صرف ڈیفرنس مل جائے گا، نہ کچھ لینا نہ کچھ دینا، لیکن اکثریت جو ہے ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو کہ فی الواقع قیمت ادا کرنا چاہتے ہیں اور حصص اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں، لیکن ان کا بھی نظریہ یہی ہوتا ہے کہ جب بھی قیمت بڑھ جائے گی ہم بیچ دیں گے، اور اگر ایک ہی وقفہ میں قیمت بڑھ جاتی ہے تو پھر ان کو ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ حصص لیں اور اس کی قیمت ادا کریں، بلکہ ان کے دونوں سودے لکھ لئے جاتے ہیں اور ان کا بروکر ان سے صرف ڈیفرنس لے لیتا ہے کہ اب آپ کا کوئی سودا نہیں کھڑا رہا ہے، جو آپ نے خریدے تھے وہ آپ نے بیچ دیئے، آپ نے اتنی اضافی قیمت پہ بیچے، یہ کمیشن کاٹنے کے بعد آپ کو مل گیا، اسی طرح جو آدمی خسارہ کا سودا کرتا ہے وہ بھی ڈیفرنس دے دیتا ہے، تو ایسی صورت میں کیا یہ جائز ہوگا کہ اس طرح Clearing میں ایک ہی وقفہ کے دوران جو ہم نے حصص خریدے ہیں وہ بیچ دیں، جبکہ فی الواقع ہماری نیت یہ تھی کہ ہم وہ حصص خرید کر اپنے پاس رکھیں گے اور جب بھی قیمت بڑھے گی اس کو بیچ دیں گے، اتفاق یہ ہوا کہ قیمت اگلے دن کو بڑھ گئی اسی وقفہ میں بڑھ گئی، اگر یہ قیمت پندرہ دن کے بعد بڑھی ہوتی تو اب ہمیں حصص لینے بھی

Marfat.com

ہوتے اوراس کی قیمت ادا کرنی ہوتی، اور پندرہ دن کے بعد بیچے ہوتے تب پھر حصص ڈالنے ہوتے اوراس کا واپس پیسہ لینا ہوتا، لیکن چونکہ ایک ہی وقفہ تجارت میں یہ دونوں سودے ہوگئے، اوراس میں مارکیٹ یہ کہتا ہے کہ جب ایک وقفہ تجارت میں ہوگئے تو آپ کو ضرورت نہیں کہ آپ حصص ڈالیں اوراس کی قیمت لیں اور پھر دوبارہ اس کو بیچیں، تو ایک ہی وقت میں وہ سودا پورا ہو جاتا ہے، کچھ وضاحت چاہیں گے اس میں؟

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب:

مال کی جس طرح نوعیت بتائی گئی اس سے سوال پورے طور پر واضح ہوکر سامنے نہیں آیا کہ مسئلہ کیا ہے؟

احسان صاحب:

مسئلہ یہ ہے کہ حصص بازار میں سیکڑوں کی تعداد میں بروکر ہوتے ہیں اوران سیکڑوں بروکرس کے دلال ہوتے ہیں جو کہ سودا کرنے کا حق رکھتے ہیں، وہ اسٹاک ایکسچینج کے ممبر ہوتے ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی اس بازار میں سودا نہیں کرسکتا، اب اگر کسی آدمی کو اپنے حصص بیچنے ہیں تو وہ کسی دلال کے پاس جائے گا اور کہے گا کہ میرے حصص آپ بازار میں بیچ دیجئے، جس کو خریدنے ہیں وہ بھی کسی دلال کے پاس جائے گا اور کہے گا کہ میرے لئے اتنے حصص بازار سے خرید دیجئے (ایک دلال دونوں طرف سے ہوسکتا ہے: آواز) نہیں ایک دلال دونوں طرف سے بھی ہوگا تو پھر وہ حصص بازار میں سودا نہیں کرے گا، وہ اپنے کیبن میں بیٹھ کر دونوں کا سودا کر دے گا، وہ پھر حصص بازار میں جب سودا ہوگا تو ایک دلال دوسرے دلال سے سودا کرے گا......اب چونکہ یہ منظم بازار ہے، اس میں جتنے بھی سودے ہوتے ہیں سب لکھے جاتے ہیں، سب کا اندراج ہوتا ہے، اوراس اندراج کے مطابق حوالگی طلب کی جاتی ہے، اور پھر جب حوالگی آجاتی ہے تو ادائیگی طلب کی جاتی ہے، اب یہ حوالگی اور ادائیگی کے جھنجھٹ سے جو دن بھر کا سودے کا ٹائم ہے اس کو بچانے کے لئے کوئی دن مقرر کرلیتے ہیں کہ روزانہ حوالگی نہیں ہوگی اور روزانہ ادائیگی

Marfat.com

نہیں ہوگی، یہ پانچ دن جو ہیں اس میں آپ سودے کرتے چلے جایئے، جو آپ کو خریدنا ہے خریدیئے جو آپ کو بیچنا ہے بیچ دیجئے، چھٹے دن دیکھیں کہ کن آدمیوں کو کتنا مال حوالے کرنا ہے، اور جب وہ حوالگی آجائے گی تو پھر جن لوگوں نے جن بروکرس نے خریدا ہے ان کے سپرد کر دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اس کا پیسہ آپ لایئے، وہ اپنے Client جو ان کے خریدار ہیں ان سے کہیں گے کہ آپ کے شیئرز آگئے ہیں آپ پیسہ دے دیجئے، اور اس کو خریدار بروکر اسٹاک مارکیٹ کے کھاتے میں جمع کر دیتے ہیں، تو جو اسٹاک ایکسچینج اتھارٹیز ہیں وہ چیک کاٹ کر ان بروکرس کو دے دیتے ہیں جنہوں نے حوالگی ڈالی تھی، .... وہاں اتنا وقت نہیں ہوتا جو سودے کا ٹائم ہوتا ہے، اس میں صرف سودے ہی ہو رہے ہوتے ہیں اور کوئی کام نہیں ہوتا، حوالگی کا اور ادائیگی کا الگ وقت مقرر ہوتا ہے اور اس میں کم سے کم ایک ہفتہ کا وقفہ ضرور ہوتا ہے، تو جو ہم نے پیر کے دن حصص بازار میں حصص خریدے اور اس نیت سے خریدے کہ جب بھی تیزی آجائے گی ہم اس کو بیچ دیں گے، اور وہ تیزی اسی وقفہ تجارت میں آگئی، منگل میں آگئی یا بدھ میں آگئی، تو ہم نے دوسرا سودا اس کا کر دیا، بیچ دیا، اب ہمارا بروکر کہتا ہے کہ آپ کے نام کوئی سودا نہیں کھڑا ہوا جو آپ نے خریدے تھے، وہ آپ کے بک گئے، لہذا نہ آپ کو کوئی قیمت ادا کرنی ہے اور نہ آپ کو شیئرز لینے ہیں نہ دینے ہیں، سودے کا جو فرق ہے وہ آپ کو مل جائے گا، اسی طرح دوسرے شخص نے جو بیچے تھے اس نے واپس خرید لئے اسی وقفہ تجارت میں، اس سے کہہ دیتے ہیں کہ بھئی اگر تمہیں خسارہ ہوا ہے تو تم اپنا خسارہ دیدو، تمہیں ضرورت نہیں کہ شیئرز پہلے ڈالو پھر بعد میں وہی شیئرز واپس لے لو، تو کیا ایسی صورت میں یہ جائز ہوگا کہ ایک ہی وقفہ تجارت میں بغیر حصص لئے ہوئے اور بغیر اس کی قیمت ادا کئے ہوئے صرف سودے کا فرق ہی وصول کر لیا جائے اور دے دیا جائے؟

امین الحسن رضوی صاحب:

احسان صاحب مختصراً آپ کا مطلب یہ ہے کہ غائب مال کا سودا ہو رہا ہے، مال نہ

Marfat.com

ہاتھ میں آرہا ہے......

احسان صاحب:

یہ ایک مجبوری ہے، مال بیچنے والے کے پاس مال موجود ہے، ایسا نہیں ہے کہ سرے سے مال موجود ہی نہ ہو، لیکن انتظامیہ نے یہ سہولت رکھی ہے کہ حوالگی روز نہیں ہوگی، ہر سودے کی ہر وقت حوالگی نہیں ہوگی، ایک ہفتہ میں ایک دن حوالگی ہوگی، لہذا آپ کے ہاتھ میں جو حصص ہیں آپ رکھئے جب تک کہ وہ حوالگی کا دن نہیں آجائے۔

مولانا محمد برہان الدین صاحب:

نہیں مال سے مراد آپ کی مبیع ہے یا وہ حصص ہیں؟ (حصص: احسان صاحب) نہیں مال سے مراد اصل سودا معلوم ہوتا ہے۔ (نہیں مال تو حصص ہے: احسان صاحب)......... لیکن آپ نے نقل نہیں کیا۔

احسان صاحب:

یہ تو مستقبل بازار کا سودا نہیں ہے، مستقبل بازار میں تو وہ چیز ہمارے پاس ہوتی ہی نہیں ہے، ہم تو اس کو آج ہی حوالہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن وہ انتظامیہ کے اصولوں کی وجہ سے ہم مجبور ہیں کہ ہم چھٹے دن اس کو حوالہ کر سکتے ہیں، اس سے پہلے ہم حوالہ ہی نہیں کر سکتے۔

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب:

یعنی بیع میں قبضہ نہیں ملا (جی ہاں، قبضہ نہیں ہوا: احسان صاحب)۔

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب:

.... مکمل نہیں ہوا، اور دوبارہ جو آپ نے بیچا وہ اسی آدمی سے بیچا جس سے آپ نے خرید اتھا یا کسی اور فریق سے بیچا؟

احسان صاحب:

وہ کوئی بھی آدمی ہو سکتا ہے، ایک بات یہ بھی ہونی چاہئے، جو اصل خریدار اور اصل

Marfat.com

بکوال ہوتے ہیں ان کو دوسرے فریق کا پتہ نہیں ہوتا، وہ صرف اپنے دلال کو جانتے ہیں، ان کا دلال کہتا ہے میں نے بازار میں بیچ دیئے، اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میرے اوپر ہے، میں نے XYZ کسی کو بیچ دیا، آپ کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہے، آپ مجھے مال دیجئے گا میں آپ کو Payment دوں گا، تو اس میں یہ بھی قابل غور مسئلہ ہے کہ آیا یہاں جس کو دلال کہا جارہا ہے کہ وہ واقعی دلال ہے بھی یا نہیں، یا وہ خود خریدار ہے، جبکہ دوسرے فریق کا پتہ ہی نہیں ہے یہاں پر۔

مولانا محمد برہان الدین صاحب:

اس میں ایک نقص اور ہوگیا کہ أن الواحد إذا ولّی طرفی شخص، طرفی العقد، ایک دونوں کا ذمہ دار بن گیا، یہ بھی اس میں ایک نقص ہے، وہ تو ہے ہی بیع قبل القبض والا قصہ، اور یہ "واحد یتولّی طرفی العقد"، پر غور کرنے کی بات ہے۔

احسان صاحب:

اچھا دلال اپنی کتابوں میں بھی اندراج اسی طرح سے کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جیسے ہم نے رضوی صاحب سے Relience کے ایک سو شیئر خریدے، اور ہم نے دوسرے دلال کو بیچے، وہ جو ایک پارٹی سے خریدتا ہے وہ دوسرے دلال کو بیچتا ہے، اور اگر ان کے لئے خریدے ہیں تو وہ کہے گا کہ ہم نے رضوی صاحب کو اتنے شیئرز بیچے اور میں نے فلاں دلال سے یہ خریدے، تو اصل جو بیچنے والا شخص کا ہے اس سے یہ دلال بھی ناواقف ہے۔

ایک آواز:

جس طرح دلال جو دوسرے مشتری کو جانتا ہے، بائع کو بھی جانتا ہے کہ وہ بھی مجہول ہے، شیئر جس سے خرید رہا ہے اس کو تو جانتا ہے، جس سے بیچا اس کو تو جانتا ہے۔

احسان صاحب:

ایک شیئر آپ بازار میں بیچنا چاہتے ہیں، تو آپ کا دلال آپ کو جانتا ہے اور پھر بازار

Marfat.com

کے دوسرے دلال کو وہ شیئر بیچ رہا ہے آپ کے حوالے سے اس کو جانتا ہے، اس کا جو خریدار ہے اصل شیئر کا پیچھے اس کو وہ نہیں جانتا ہے، اس کا تعلق صرف دلال سے ہی رہتا ہے، آپس میں بازار کے اندر دلالوں کا تعلق خریدار اور بکوال کی حیثیت میں ہوتا ہے، ایک دلال دوسرے دلال کو مال بیچتا ہے، اور اسی طرح سے خریدتا ہے۔

ایک آواز:

بیچنے اور خریدنے والے جانتے نہیں ہیں کس سے بیچ رہے ہیں کس سے خرید رہے ہیں، صرف دلال کو جانتے ہیں۔

احسان صاحب:

جس دلال کے لئے جو دوسرا دلال ہے وہی خریدار ہے، بیچنے والے تو فلاں صاحب ہیں دلال کی نظر میں، خریدار دوسرا دلال ہے۔

ایک سوال غیر مالیاتی خدمات سے متعلق ہے، (ایک بائع کا وکیل ہوا، ایک مشتری کا وکیل ہوا: ایک آواز) بائع و مشتری کا پتہ تو چلنا چاہئے کہ آپس میں کون ہیں، ان کو پتہ نہیں ہوتا...... ہاں اپنے اپنے کا پتہ ہوتا ہے، دوسرے کا پتہ نہیں ہوتا۔

ایک سوال غیر مالیاتی خدمات سے متعلق ہے کہ مالیاتی ادارہ سے لوگ اکثر تجارتی اسکیمیں بنواتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں ٹیزی کی ایک اسکیم بنا کر دیجئے، مالیاتی ادارہ پورا پروجیکٹ اس کا بناتا ہے کہ کتنا آپ اس میں سرمایہ حصص رکھیں گے، کتنا کل سرمایہ درکار ہوگا، مشینری کہاں سے ملے گی، لیبر کے کیا امکانات ہیں، کتنا اس میں خرچ آئے گا، اور کتنا اس میں منافع ہوگا، یہ مکمل اسکیم بنواتے ہیں، اس اسکیم کے اندر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں سرمایہ حصص اتنا ہوگا، اتنا آپ کو بینک سے قرض مل سکتا ہے، تو کیا ایسی اسکیم بنا کے اجرت حاصل کرنا جائز ہوگا جس میں کہ بینکوں کا قرض بھی موجود ہو؟ اور عام طور سے یہ مالیاتی ادارے بینکوں سے قرض منظور بھی کراتے ہیں، اسکیم بناتے ہی نہیں ہیں بلکہ اس کو مکمل کراتے ہیں (......ایک اسکیم

Marfat.com

بنانے کا ایک قرض دلوانے کا دونوں کو آپ مخلوط کیوں کر رہے ہیں اُس کو الگ رکھئے اور اِس کو الگ رکھئے: عبدالعظیم اصلاحی صاحب) ہاں دونوں الگ الگ رکھتے ہیں، صرف پروجیکٹس بھی بکتے ہیں، ایسی بات نہیں ہے پروجیکٹ رپورٹ بھی بکتے ہیں، وہ بھی آپ نے صحیح فرمایا۔

قاضی صاحب:

میرا خیال یہ ہے کہ اب آپ کی بحث ختم کی جائے، اور Banking کے مسئلہ پر جن باتوں پر کل اتفاق ہوا ان کو لکھ لیا جائے، اور باقی نکات کے بارے میں لکھ دیا جائے کہ یہ اجلاس ہدایت کرتا ہے مجمع الفقہ الاسلامی کو کہ وہ اس سلسلہ میں مخصوص نشست بلائے جو خاص اسی موضوع پر بحث کے لئے ہو، اس میں علماء و محقق بھی رہیں اور جو ان امور کے ماہرین ہیں وہ بھی رہیں، ....احسان صاحب، کھٹکھٹے صاحب اور رضوی صاحب سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ایک کمرہ میں بیٹھ کر جن مسائل پر کل اتفاق ہو چکا ہے ان کی فہرست بنا دیں اور باقی جملہ مسائل جو بینکنگ سے متعلق آئے ہیں ان تمام سوالات کو مزید منقح کر کے آئندہ اس سلسلہ میں منعقد ہونے والے کسی خصوصی اجتماع میں پیش کیا جائے، اس پر فیصلہ ابھی ہم لوگ نہیں کریں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

تجاویز:

اسلامی مالیاتی ادارہ اور کمپنیز کے شیئرز

مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) کے چھٹے فقہی سمینار میں بینکنگ اور شیئرز سے متعلق بھی کچھ مسائل زیر بحث آئے، اور بحث کے نتیجے میں درج ذیل اتفاقی نقطے سامنے آئے:

۱- اسلامی مالیاتی ادارہ کو ریزرو بینک کے حکم کی وجہ سے جبراً اپنے سرمایے کا پانچ فیصد حصہ سرکاری تمسکات میں محفوظ کرنا پڑتا ہے، اس پر حکومت سود بھی دیتی ہے، تو شرکاء سمینار کے نزدیک یہ صورت درست ہے کہ اس محفوظ سرمایہ پر ملنے والے سود کو بتدریج محفوظ سرمایہ بنا دیا جائے، اور اصل سرمایہ دھیرے دھیرے نکال لیا جائے (۱)۔

۲- ایسی کمپنیاں جن کا کاروبار خالص حلال ہے اسلامی مالیاتی ادارہ یا کوئی بھی مسلمان ان کے شیئرز خرید سکتا ہے۔

۳- ایسی کمپنیاں جن کا کاروبار خالص حرام ہے، ان کے شیئرز کی خریداری ہرگز جائز نہیں ہے۔

۱- چھٹے فقہی سمینار میں اسلامی مالیاتی ادارہ اور کمپنیز سے متعلق جو سوالات پیش کیے گئے، جو گذشتہ صفحات میں مذکور ہو چکے ہیں، ان کے علاوہ اسلامی بنکنگ سے متعلق بھی پندرہ سوالات پر مشتمل ایک مفصل سوالنامہ کے نکات زیر غور آئے تھے، یہ فیصلہ اسی سوالنامہ کے سوال نمبر ۳ سے متعلق ہے، دیگر سوالات پر فیصلے طے نہیں پا سکے تھے۔

Marfat.com

۴- بینکنگ وشیئرز کے دوسرے بہت سے مسائل جو کہ سمینار میں پیش کئے گئے، ان کے متعلق یہ سمینار مجمع الفقہ الاسلامی الہند کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ ان مسائل کی پورے طور پر تحقیق وتنقیح کے لئے ماہرین وعلماء کا ایک خصوصی اجلاس منعقد کرے، تا کہ وہ غور وخوض کے بعد کسی آخری رائے تک پہنچ سکیں۔

☆☆☆

Marfat.com

تیسرا حصہ:

مرابحہ سے متعلق ایک سوال

Marfat.com

Marfat.com

مرابحہ سے متعلق ایک سوال

ایک شخص روئی کی تجارت کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کے پاس روئی خریدنے کے لئے رقم نہیں ہے، وہ رقم حاصل کرنے کے لئے کسی اسلامی بینک سے رجوع کرتا ہے۔ اسلامی بینک ملکی قانون کے تحت تجارت نہیں کرسکتا، وہ ملک کے مرکزی بینک کے ذریعہ طے شدہ شرح سود پر صرف قرض دے سکتا ہے، لہٰذا اسلامی بینک اس شخص کے سامنے یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ بینک زبانی طور پر اسے مرابحہ کے تحت ایک کوئنٹل روئی پر، جس کی بازاری قیمت ۲۰۰۰ روپے ہے، اپنا منافع (مرکزی بینک کے ذریعہ طے شدہ شرح سود کے عین مطابق) ۴۰ روپے کا اضافہ کر کے دو ماہ کے لئے ادھار فروخت کرے گا، لیکن ملکی قانون کی پابندی کی مجبوری کے تحت بینک تحریر میں قیمت فروخت کو دو حصوں ۲۰۰۰ روپے اور ۴۰ روپے میں تقسیم کر کے بالترتیب دو ماہ کے لئے رقم قرض اور اس پر واجب سود کی شکل میں ظاہر کرے گا۔

کیا ملکی قانون کی پابندی کی مجبوری کے تحت مرابحہ کے معاملہ کو قرض کے معاملہ کی شکل میں تحریری طور سے ظاہر کرنا جائز ہوگا؟

جوابات:

اگر یہ شخص واقعی روئی ہی کی تجارت کرنے پر اور سودی قرض لے کر یہ تجارت کرنے پر مجبور ہے اور غیر سودی قرض نہیں مل رہا ہے تو "**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**" (الاشباہ والنظائر) کے شرعی ضابطہ کے تحت حکومت کے مرکزی بینک سے یہ معاملہ کرسکتا ہے، پھر اس

Marfat.com

کے باوجود اسلامی بینک سے کیوں رجوع کرتا ہے، اور پھر اسلامی بینک بھی واجب سود کی شکل میں ظاہر کرے گا، لہذا پہلے اس تنقیح کی شرعی وجہ وحکم شرعی معلوم کرنے کے لئے واضح کرنا ضروری ہے، بغیر اس کے حکم شرعی منقح نہ ہوگا۔

(مفتی نظام الدینؒ دارالعلوم دیوبند)

مرابحہ کی جو شکل پیش کی گئی ہے وہ سود خوری کے لئے حیلہ ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(شمس پیرزادہؒ، ممبئی)

اسلامی بینک ملکی قانون کے تحت تجارت کرنے کا مجاز نہ ہونے کی وجہ سے مرابحہ کے معاملہ کو قرض کی صورت میں ظاہر کرسکتا ہے بشرطیکہ اسلامی بینک روپیہ قرض نہ دے، بلکہ تجارتی سامان خرید کر تجارت کرنے والے کے ہاتھ مرابحۃً فروخت کرے۔

(محفوظ الرحمٰن، جامعہ مفتاح العلوم مئو)

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک بعید سی تاویل وتوجیہ کر کے اس شکل کے جواز کی گنجائش نظر آتی ہے۔

(مولانا محمد برہان الدین سنبھلی)

احقر کے نزدیک یہ جائز صورت ہے، شریعت نے حقیقت واقعہ کا اعتبار کیا ہے نہ کہ اس کا جو خلاف واقعہ تحریر میں آگیا ہو۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند میں فتاوی مہدویہ تکملہ ردالمحتار (۲/۴۵۹) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "العبرة لما فی الواقع لا بما کتب خلاف ذلک" (۵/۶،۲۷۵)۔

Marfat.com

جب حقیقۃً سودی معاملہ نہیں کیا گیا تو محض قانونی مجبوری سے رقم کو تقسیم کر کے قرض اور سود دکھلانا، ناجائز نہیں بنائے گا۔

مرابحہ، نقد اور ادھار دونوں طرح جائز ہے، البتہ ادھار کی صورت میں عام طور پر نفع اور بڑھ جاتا ہے۔

"ألا یری أنه یزاد فی الثمن لأجل الأجل" (ہدایہ ۳/ ۷۴، باب المرابحۃ والتولیۃ)۔

اس معاملہ کی حقیقت شرعیہ صرف یہ ہے کہ اسلامی بینک نے روئی کے خریدار شخص کو ایک کوئنٹل روئی اپنا نفع رکھ کر اور بتا کر ادھار فروخت کی، یہ بلا شک وشبہ جائز ہے، بینک قانونی دشواریوں سے بچنے کے لئے اپنے رجسٹر پر اس کا اندراج خواہ سود ہی کی صورت میں کرے، وہ سود نہیں ہوگا۔

(مفتی جمیل احمد نذیری، مبارکپور)

☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

چند فقہی معاشی اصطلاحات

ترتیب : مفتی احمد نادر القاسمی

اثمان خلقية:

(قدرتی کرنسی جو پیدائشی طور پر قابل تبادلہ ثمن اور کرنسی ہو) جیسے سونا اور چاندی، اس کو ثمن خلقی کہا جاتا ہے، لوگ اس کے ذریعہ تبادلہ چھوڑ دیں تب بھی اس کی حیثیت اور ثمنیت ہمیشہ کرنسی کی ہی رہے گی۔

اثمان عرفية:

(خود طے کردہ نوٹ اور کرنسی) جیسے سکہ اور کاغذی روپیہ، ڈالر، ریال، یہ وہ کرنسیاں اور ثمن ہیں جو لوگوں کی اصطلاح اور عرف پر مبنی ہیں اور جنہیں لوگوں نے اپنے طور پر قابل تبادلہ ثمن کے مساوی مانا ہے، اسے ثمن عرفی بھی کہا جاتا ہے اور ثمن غیر خلقی بھی۔

اجارة:

(کرایہ داری) کسی چیز کی معلوم منفعت کو طے شدہ رقم یا کسی اور چیز کے بدلہ فروخت کرنا، جیسے مکان، جانور، گاڑی وغیرہ اس کی متعین منفعت کو فروخت کرنا، یا اسے دوسرے کے حوالہ کرکے اس کی اجرت لینا اجارہ کہلاتا ہے۔

إجارة المنافع:

اس کو عربی میں ''التأجير التشغيلي'' بھی کہتے ہیں، کسی چیز کی منفعت فروخت کرنا، یا

Marfat.com

کسی چیز کو طے شدہ رقم کے عوض کرایہ پر لگا کر اس کا کرایہ وصول کرنا،''اجارۃ المنافع'' کہلاتا ہے اور اسی کو''بیع المنفعۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔

الأجر:

کام کی مزدوری کو''الأجر''یا''الأجرۃ'' کہتے ہیں۔

أجر المثل:

کسی کام کی مناسب اجرت جو اس فن کے ماہرین طے کریں اسے''أجر المثل'' کہتے ہیں۔

الاجير الخاص:

وہ شخص جو ایک ہی آدمی کا ایک معلوم مدت تک کام کرتا ہو، اسے اجیر خاص کہتے ہیں۔

الأجير المشترک:

وہ شخص جو کسی متعین شخص کے لئے کام نہ کرتا ہو بلکہ جس کا وہ اجیر ہے اس کا بھی اور دوسرے کا بھی کام کرتا ہو تو وہ اجیر مشترک کہلاتا ہے، جیسے ڈاکٹر، الیکٹریشین، پینٹر وغیرہ۔

الاحتكار:

(کسی چیز کو روکنا)، اصطلاحِ فقہاء میں ایسے وقت میں محض زیادہ سے زیادہ قیمت میں فروخت کرنے کی غرض سے اپنے سامان کو روکنا اور اسٹاک کرنا، جس وقت لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہو،''احتکار'' کہلاتا ہے۔

اموال ربوية:

وہ اموال جن کی خرید وفروخت برابر برابر تو جائز ہو، البتہ کمی اور بیشی کے ساتھ جائز نہیں، انہیں اموال ربویہ کہتے ہیں، جیسے سونا، چاندی، نمک، گندم، جو اور کھجور وغیرہ۔

بائع:

بیچنے والا (فروخت کنندہ)

Marfat.com

بدل الخلو:

(پگڑی) مکان یا دوکان خالی کرنے کے عوض جو رقم مالک مکان یا دکان سے لی جاتی ہے اسے ''بدل الخلو'' کہتے ہیں۔

بیع الاستجرار:

دکاندار سے اپنی ضرورت کے مطابق چیزیں لیتے رہنا، اور ماہ بماہ، یا کوئی متعین مدت کے مطابق بعد میں اس کی قیمت ادا کرنا، فقہ میں ''استجرار'' کہلاتا ہے۔

بیع اشراک:

مبیع کے بعض حصہ کو اتنی ہی مقدار کے ثمن کے عوض فروخت کرنا، یہ بیع تولیہ ہی کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ تولیہ میں پورے سامان کو بغیر نفع کے فروخت کیا جاتا ہے اور اشراک میں بعض حصہ کو فروخت کیا جاتا ہے۔ فقہاء اس کی تعبیر یوں کرتے ہیں: ''بیع بعض المبیع ببعض الثمن''۔

بیع بالتقسیط:

خرید وفروخت کا وہ طریقہ جس میں خرید وفروخت کا معاملہ ایک ساتھ ہی طے ہو جاتا ہے اور قیمت بھی طے ہو جاتی ہے اور سامان کی حوالگی بھی اسی وقت ہو جاتی ہے، البتہ قیمت کی ادائیگی قسط وار ہوتی ہے، اسے ''بیع بالتقسیط'' کہتے ہیں۔

بیع بالحصاۃ:

پتھر یا مٹی کے ڈھیلے پھینک کر بیع کرنے کو ''بیع بالحصاۃ'' کہتے ہیں، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ خریدار کوئی کپڑا یا پتھر اٹھا کر سامان پر پھینکتا ہے جس سامان پر وہ کپڑا یا پتھر پڑ جائے وہ خریدار کی ملک ہو جاتا ہے اور بغیر کسی غور وفکر اور اختیار کے وہ بیع مکمل ہو جاتی ہے اور خریدار کو سامان کی قیمت ادا کرنی لازم ہوتی ہے، یہ بیع زمانہ جاہلیت میں رائج تھی۔

Marfat.com

بیع بالوفاء:

وفاء، غدر کی ضد ہے، فقہاء کی اصطلاح میں ''بیع بالوفاء'' وہ بیع ہے جس میں بیچنے والا یہ شرط لگائے کہ جب وہ قیمت واپس کردے گا تو خریدار بھی سامان اس کے حوالہ کردے گا۔

بیع تعاطی:

بغیر ایجاب وقبول کے الفاظ کہے ہوئے، یا صرف ایجاب، یا صرف قبول کے لفظ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ مکمل ہوجائے، بائع چپ چاپ قیمت ادا کردے، مشتری مبیع حوالہ کردے اور ثمن قبول کرلے، صرف ظاہری نقل وحرکت اور دلالت حال سے خرید وفروخت مکمل ہوجائے اور جانبین سے قیمت وسامان کا تبادلہ ہوجائے، یہ بیع فقہاء کی اصطلاح میں ''معاطاۃ'' یا ''تعاطی'' کہلاتی ہے۔

بیع التلجئة:

بیچنے والا اور خریدار دونوں خرید وفروخت کے معاملہ کا اظہار کریں مگر باطنی طور پر اسے بیچنا نہ چاہتے ہوں، صرف ظاہری طور پر اس طرح معاملہ کریں کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ سامان بک چکا ہے، یا بک رہا ہے اور دوسرا آدمی اسے لینے کی کوشش نہ کرے اسے ''بیع التلجئہ'' کہتے ہیں۔

بیع تولیة:

کوئی سامان جتنی قیمت میں خریدا جائے بغیر قیمت کی کمی وزیادتی کے اتنی ہی قیمت پر فروخت کردیا جائے اس کو ''بیع تولیہ'' کہتے ہیں۔

بیع الجنین و الملاقیح:

جانور کے حمل کی بیع، بالفاظ دیگر جانور کے پیٹ میں موجود بچے کی پیدائش سے پہلے خرید وفروخت کو ''بیع الملاقیح'' اور ''بیع الجنین'' کہتے ہیں۔

Marfat.com

بیع الحاضر للبادی:

شہر کے باہر سے بیچنے کی غرض سے سامان لے کر آنے والے کے سامان کو کسی شہری کا یہ کہہ کر اپنے پاس رکوالینا کہ جب قیمت بڑھے گی تب اسے فروخت کریں گے، ''بیع الحاضر للبادی'' کہلاتا ہے۔

بیع حبل الحبلة:

حمل کے حمل کی بیع، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ دو شخص آپس میں بیع اس طرح کریں کہ بائع کہے کہ اس اونٹنی کو جو حمل ہے، جب وہ جنے گی اور جو بچہ ہوگا (مادہ) اس کا جو حمل ہوگا میں اس کو بیچتا ہوں، خریدار اسے قبول کرتا ہے اور اتنے دن انتظار کرتا ہے جب تک وہ بچہ پیدا ہوا اور پھر اس بچے کو بچہ ہو، اسے ''بیع حبل الحبلة'' کہتے ہیں۔ یہ بیع بھی جاہلیت میں ہوتی تھی۔

بیع الحقوق:

حقوق دو طرح کے ہوتے ہیں: حقوق مجردہ، اور حقوق غیر مجردہ۔ وہ حقوق جو غیر حسی ہوں اور دیکھنے اور چھونے کے ذریعہ ان کا ادراک نہ ہو، اسے حقوق مجردہ کہتے ہیں، جیسے حق مشورہ، حق تالیف، حق طباعت وغیرہ۔

وہ حقوق جو حسی ہوں اور وہ اپنا مادی وجود رکھتے ہوں انہیں حقوق غیر مجردہ کہتے ہیں، جیسے حق مرور، حق قصاص جو قاتل کی ذات میں ثابت و متعین ہے۔ اسی طرح حقوق کے بہت سے شعبے ہیں، مثلاً: حق حضانت، حق شفعہ، حق زواج، حق ایجاد، حق طباعت، ٹریڈ مارکس وغیرہ ان کی خرید و فروخت کو بیع حقوق کہتے ہیں۔

بیع سلم:

بیع کی وہ صورت جس میں قیمت پہلے لے لی یا دے دی جاتی ہے اور مبیع (سامان) بعد میں ایک متعین مدت کے اندر خریدار کے حوالہ کیا جاتا ہے، اسے ''بیع سلم'' کہتے ہیں، زیادہ تر یہ بیع اناج اور غلے میں ہوتی ہے، قیمت پہلے ادا کر دی جاتی اور غلہ فصل کٹنے کے بعد ادا ہوتا ہے۔

Marfat.com

بیع صَرف:

سونے کی سونے یا سونے کی چاندی سے یا اس کے برعکس سے خرید و فروخت کو ''بیع الصَرف'' کہتے ہیں، دوسرے الفاظ میں اثمان خلقیہ کی آپس میں بیع یا ایک ملک کی کرنسی کی دوسرے ملک کی کرنسی سے تبادلہ اور خرید و فروخت کو ''بیع صَرف'' کہا جاتا ہے۔

بیع عرایا:

درخت پر خوشوں میں موجود کھجور، خوشوں سے الگ کیئے ہوئے کھجور کے ساتھ خرید و فروخت کو ''بیع العرایا'' کہتے ہیں۔

بیع عربون:

لغت میں عربون اعراب سے ماخوذ ہے، خرید و فروخت میں اعراب کی شکل یہ ہوتی ہے کہ خریدار اور بیچنے والے میں سے کوئی ایک کہتا ہے کہ اگر یہ بیع نہیں ہوئی اور میں نے سامان اپنے پاس نہیں رکھا تو اس میں سے اتنی رقم تمہاری ہے۔

اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ خریدار بیچنے والے سے سامان لے لیتا ہے، اور کچھ پیسے بھی دیتا ہے (جسے بیعانہ کہتے ہیں) اور یہ کہتا ہے کہ اگر میں سامان لے لوں اور اپنے پاس رکھ لوں تو اس پیسے کو اس کی قیمت میں شمار کر لینا اور نہیں تو یہ رقم بھی تمہاری اور سامان بھی واپس۔

بیع العقار:

زمین اور پراپرٹی کی خرید و فروخت ''بیع الأرض'' یا ''بیع العقار'' کہلاتی ہے۔

بیع الکالی بالکالی:

خرید و فروخت کا وہ معاملہ جس میں سامان بھی ادھار ہو اور قیمت بھی ادھار، اس کو ''بیع الکالی بالکالی'' اور ''بیع الدین بالدین'' اور ''بیع النسیہ بالنسیہ'' بھی کہتے ہیں۔

بیع مالم یقبض:

ایسے سامان کی فروختگی، جو اب تک قبضہ میں نہ آیا ہو، خریداری اگرچہ ہو گئی ہو، اسے

Marfat.com

''بیع مالم یقبض'' کہتے ہیں۔

بیع محاقلة:

خوشوں میں موجود کھجور یا بالی میں موجود گندم، جو اور چنے وغیرہ کی، تیار کھجور، گندم اور جو کے ساتھ برابر سرابر خرید وفروخت کرنے کو''بیع المحاقلہ'' کہتے ہیں۔

بیع المخاضرة:

درخت پر پھل آنے یا پھلوں کے استعمال کے لائق ہونے سے پہلے باغات کی بیع کو'' بیع المخاضرۃ''یا''بیع الثمر قبل بدو صلاحہ'' کہتے ہیں۔

بیع مرابحة:

جتنی قیمت میں سامان خرید اتھا اس پر متعینہ نفع کے اضافہ کے ساتھ دوسرے کے ہاتھ اس سامان کے فروخت کرنے کو''مرابحہ'' کہتے ہیں۔

بیع مزابنة:

درخت پر خوشوں میں لگے کھجور کو خوشوں سے الگ کھجور کے ساتھ اٹکل یا انداز سے بیع کرنے کو''بیع مزابنہ'' کہتے ہیں۔

بیع المزایدة:

اس کے معنی زیادہ کرنے کے ہیں، فقہاء کے یہاں بازار میں سامان رکھ کر خریداروں کو جمع کرنا اور جو ان میں زیادہ قیمت لگائے اس کے ہاتھ سامان فروخت کرنا''بیع المزایدۃ'' کہلاتا ہے۔

بیع مساومة:

خرید وفروخت کا وہ طریقہ جس میں سامان کی اصل قیمت ظاہر کئے بغیر سامان فروخت کیا جائے۔

Marfat.com

بیع مسترسل:

کسی شخص سے یہ کہنا کہ یہ سامان آپ اتنی ہی قیمت میں مجھے دید یجئے جتنی اس وقت اس کی قیمت بازار میں ہے، یا جتنی قیمت میں اور لوگ فروخت کر رہے ہیں، اسے بیع مسترسل کہتے ہیں۔

بیع المصراة:

جانور کے تھن میں ایک دو دن تک دودھ چھوڑ دینا اور نہ نکالنا تا کہ تھن دیکھنے میں بڑا اور جانور زیادہ دودھ دینے والا معلوم ہو، اسے "تصریہ"، اور تھن میں دودھ چھوڑ کر جانور فروخت کرنا "بیع المصراۃ" کہلاتا ہے۔

بیع المضامین:

وہ نر جانور جس سے مادہ جانوروں کے حاملہ ہونے کے لئے جفتی کا کام لیا جاتا ہے، اس کے پٹھوں میں موجود صلب کی بیع یا جفتی کی بیع کو "بیع المضامین" کہتے ہیں۔

بیع مقایضة:

سامان کی بیع سامان کے ذریعہ یعنی ایک قسم کا سامان مبیع ہو، دوسرے قسم کا ثمن، یا سامان کا سامان سے تبادلہ "بیع مقایضہ" کہلاتا ہے۔

بیع ملامسة:

اس کی شکل یہ ہے کہ بائع اور مشتری ایک دوسرے کے کپڑے بغیر کسی غور و فکر کے چھوتے ہیں اور بیع ہو جاتی ہے، یا یہ کہ بائع یا مشتری ایک دوسرے سے کہے کہ میں جب تیرے کپڑے چھو دوں تو بیع ہو جائے گی۔

بیع منابذة:

اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بیچنے والا اور خریدار اپنے اپنے رومال یا کوئی کپڑا ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں اور دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے کپڑے کی طرف نہیں

Marfat.com

دیکھتے، اور بیع مکمل ہو جاتی ہے، اسے ''منابذۃ'' کہا جاتا ہے۔

بیع نقود:

نقود، اثمان، یا کرنسی کی آپس میں خرید وفروخت کو ''بیع نقود'' کہتے ہیں۔

بیع وضیعۃ:

جتنی قیمت کا سامان خریدا گیا تھا اس سے کم قیمت پر فروخت کرنے کو ''بیع وضیعہ'' کہتے ہیں۔

التأمین التجاری:

کاروباری انشورنس، بحری یا برّی ٹرانسپورٹ کے ذریعہ سامان پارسل کرتے وقت یا اس سے پہلے سامان کے ہلاک ہونے، برباد اور غرقاب وغیرہ ہونے کے خوف سے جو سامان کا انشورنس ہوتا ہے، یا کمپنی یا فرم وغیرہ کے قیام کے وقت جو انشورنس ہوتا ہے، اسے ''التامین التجاری'' کہتے ہیں۔

ثمن:

بیچنے والے اور خریدار کے درمیان کسی سامان کی طے شدہ قیمت۔

حوالۃ:

کسی چیز کو منتقل کرنے کو کہتے ہیں، فقہاء کی اصطلاح میں قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری کسی دوسرے شخص کی جانب منتقل کرنے کو ''حوالہ'' کہا جاتا ہے، اس کے بھی چار اجزاء ہیں: ''محیل'' قرض لینے والا، ''محتال'' قرض دینے والا، ''محتال علیہ'' قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرنے والا، یا جس کی جانب یہ ذمہ داری منتقل ہوئی ہے، ''محتال بہ'' اصل دَین، یا قرضہ جو ''حوالہ'' کے معاملہ کا باعث ہوتا ہے۔

رأس المال:

اصل سرمایہ (تجارت وغیرہ میں جتنا مال لگا ہوتا ہے) رأس المال کہلاتا ہے۔

Marfat.com

ربا:

اس کے معنی زیادتی کے ہیں (سود)۔

ربا استثماری:

ربا استثماری کو ربا انتاجی بھی کہتے ہیں، سرمایہ کاری اور تجارت کی غرض سے جو سودی قرض بینک یا دیگر مالیاتی ادارے سے لئے جاتے ہیں اسے ربا استثماری یا ربا انتاجی کہتے ہیں۔

ربا استھلاکی :

اپنی ذاتی یا گھریلو ضروریات وغیرہ کی وجہ سے جو سودی قرضے لئے جاتے ہیں اسے ربا استہلا کی کہتے ہیں۔

ربا الفضل:

وہ اشیاء جن کو شریعت نے ربوی قرار دیا ہے (مثلاً سونا، چاندی، گندم، جو، نمک اور کھجور) ان کی آپس میں خرید وفروخت میں جو زیادتی ہوگی وہ ربا الفضل ہے، اس لئے کہ ان اشیاء کی بیع صرف برابر سرابر جائز ہے۔

ربا النسیئۃ:

قرض اور دَین جتنے دن ادھار ہو اس حساب سے دَین اور قرض کی رقم سے زیادہ لینا ربا النسیہ کہلاتا ہے، یا یوں کہئے کہ جتنے دن قرض ادھار رہے گا اتنی مدت جوڑ کر متعین شرح سے قرض دینے والے کا مقروض سے دَین پر رقم لینا ربا النسیہ کہلاتا ہے۔

رھن:

کسی چیز کو کسی سبب سے روک لینا ''رہن'' کہلاتا ہے، یا کسی چیز کو ایسے حق کے عوض گروی رکھنا، جس حق کی کلی یا جزوی طور پر اس کے ذریعہ وصولی ممکن اور یقینی ہو، فقہ کی اصطلاح میں ''رہن'' ہے، اس کے چار اجزاء ہوتے ہیں: ''راہن'' سامان گروی رکھنے والا، ''مرتہن'' جس کے پاس گروی رکھا جائے، یا گروی لینے والا، ''مرہون'' جو چیز رہن رکھی جارہی ہو، ''مرہون

Marfat.com

بہ"یعنی قرض یا عوض جس کی وجہ سے رہن کا معاملہ ہوا ہے۔

سعر، تسعیر:

سامان کی متعین قیمت کو"سعر" کہتے ہیں اور"تسعیر"سامان کی قیمتوں کے متعین کرنے کو کہتے ہیں۔

شرکت:

شرکت کے معنی چند افراد کے کسی چیز میں شریک اور حصہ دار ہونے کے ہیں، یا دو یا اس سے زیادہ حصوں کا اس طرح مل جانا کہ آپس میں تمیز نہ ہو سکے،"شرکت" کہلاتا ہے۔

شرکت صنائع:

اس کو شرکت تقبل بھی کہتے ہیں، یعنی کسی کام میں باہم دو شخص کا شریک ہونا، جیسے دو بڑھئی، یا درزی اس طرح شرکت کا معاہدہ کریں کہ وہ دونوں آدمی کام لیں اور کریں، اور جو آمدنی ہو وہ دونوں اس میں برابر کے شریک ہوں، اس کو شرکت صنائع کہتے ہیں۔

شرکت عنان:

عنان کے معنی کسی چیز سے منہ موڑنے اور پھیرنے کے ہیں، اور اصطلاح فقہ میں چند اشخاص کا اناج، یا دیگر چیزوں کی تجارت میں باہم شریک ہونا"شرکت عنان" ہے، اس کا انعقاد وکالت کے طریقہ پر ہوتا ہے۔

شرکت مفاوضہ:

مفاوضہ کے معنی برابری اور مساوات کے ہیں۔ یعنی دو یا اس سے زائد افراد کا باہم کسی چیز میں شریک ہونا، اور تمام افراد کا مال، تصرف اور دَین میں برابر کا حقدار ہونا"مفاوضہ" کہلاتا ہے۔

شرکت وجوہ:

دو شخص باہم خرید و فروخت میں شرکت کا معاملہ کریں اور کسی کا مال اس میں نہ لگا ہو بلکہ دونوں اپنے اپنے طور پر اپنی شخصیت، امانت اور شہرت وغیرہ کے بل بوتے پر سامان لائیں اور

Marfat.com

فروخت کریں، اور منافع میں دونوں شریک ہوں۔

عقد:

عقد کے معنی جوڑنے اور کسی چیز کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھنے کے ہیں، بیچنے والے اور خریدار کے درمیان خرید وفروخت کے وقت طے پانے والے معاملہ ومعاہدہ کو اسی مناسبت سے عقد کہتے ہیں، جیسے عقد بیع، (بیع کا معاملہ)، اسی طرح عقد نکاح وغیرہ، اسی سے ''عاقد'' آتا ہے یعنی معاملہ کرنے والا۔

عقد استصناع:

(کسی سے سامان بنوانے کا معاملہ کرنا) اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی خاص سامان تیار کرنے والے سے خاص چیز مثلاً لوہار، ویلڈر وغیرہ سے یہ کہنا کہ آپ فلاں سامان تیار کر کے ہمیں دیں، جو اس کی قیمت ہوگی میں دوں گا، یا اتنا پیسہ آپ کو دوں گا فلاں سامان بنا کر ہمیں آپ دیں، اور دونوں اس پر راضی ہو جائیں اسے ''عقد الاستصناع'' کہتے ہیں۔

الغرر:

وہ جس کا وجود اور عدم دونوں مشتبہ ہو، یعنی اس طرح کہ وہ چیز ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ہو سکتی ہے، اس کو ''غرر'' کہتے ہیں۔

کفالۃ:

کسی مطالبہ (Claim) کے معاملہ میں ایک شخص کی ذمہ داری کے ساتھ کسی اور شخص کی ذمہ داری کو ملا دینا ''کفالہ'' کہلاتا ہے، یہ مطالبہ عام ہے کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے، ''ضمانت'' کفالہ کے ہم معنی ہے۔

مال خبیث:

ناجائز ذرائع سے کمایا، یا حاصل کیا گیا مال حرام، مال خبیث کہلاتا ہے۔

Marfat.com

مال طیب:

حلال طریقہ سے کمایا، یاملا ہوا حلال مال، مال طیب ہے۔

مبیع:

جو چیز بیچی جارہی ہے (سامان)۔

مجازفة:

اندازے اور اٹکل سے سامان فروخت کرنا۔

مزارعة:

کاشتکاری، اور کھیتی میں بٹائی کے معاملہ کو یا بٹائی پر کھیت کسی کو دینے کو ''مزارعۃ'' کہتے ہیں، جس میں ایک شخص کا کھیت اور دوسرے شخص کی محنت، اور پیداوار میں دونوں شریک ہوتے ہیں، کبھی کبھی بیج محنت کش اور صاحب کھیت دونوں کی طرف سے ہوتی ہے، اور کبھی بیج اور محنت دونوں ایک ہی شخص کی طرف سے۔

مشتری:

خریدنے والا (خریدار)۔

مضاربت:

تجارت اور بزنس میں شرکت اور پارٹنرشپ کا وہ معاملہ جس میں ایک شخص کا پیسہ یا مال اور دوسرے شخص کی محنت ہو اور منافع میں دونوں شریک ہوں، اسے ''مضاربت'' کہتے ہیں۔

مکایلة:

کسی خاص قسم کے برتن سے ناپ کر سامان فروخت کرنا'' مکایلہ'' کہلاتا ہے، جیسے بالو، چونا اور پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں کنستر وغیرہ سے ناپ کر فروخت ہوتے ہیں۔

وکیل:

وہ شخص جو کسی کام میں کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس کے سپرد کردہ اختیارات کی

Marfat.com

بناء پر اس کی نیابت کرتا ہو، اور دوسرے کا کام کر رہا ہو۔

نوٹ: یہ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام فقہی اور معاشی اصطلاحات کی صرف تشریح کی گئی ہے، حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے فقہی کتابوں سے مراجعت کی جائے۔

Marfat.com

انگریزی اصطلاحات شیئرز و کمپنی

جمع وترتیب: صفدر زبیر ندوی

یہ تمام اصطلاحات کو جمع کرنے میں "اسلام اور جدید معیشت وتجارت" از مفتی محمد تقی عثمانی، "شیئرز بازار میں سرمایہ کاری، موجودہ طریقہ کار اور اسلامی نقطہ نظر" از ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، اور "شرح اصطلاحات بینکاری" اس جناب احسان الحق صاحب، ان تینوں کتابوں سے خاص طور سے مدد لی گئی ہے۔

Above Per	جب کوئی شیئر قدر عرفی سے زیادہ قیمت پر بکنے لگے
Accounts Payable	واجب الادا رقومات
Accounts Receivable	واجب الوصول حسابات (رقم)
Active Shares	ایسے حصص جن کی خرید وفروخت کثیر تعداد میں ہوتی ہو
At Per Issue	برابری قیمت پر اجراء
Arbitrage	دو اسٹاک ایکسچینجوں میں قیمتوں کے فرق سے فائدہ اٹھانا
Application Money	درخواست کی رقم
Annual Report	سالانہ رپورٹ
Allotment	شیئرز کی تقسیم یا حصول، شیئرز کی طلب ورسد
Allocation of Resources	وسائل کی تخصیص
Annual General Meeting	عام سالانہ اجتماع
Articles of Association	انتظامی ضوابط
Assets	اثاثے، املاک
Authorised Capital	منظور شدہ سرمایہ، تصریحی سرمایہ

Marfat.com

Backwardation	اوندھا بدلہ
Badla Trading (Contango)	بدلہ تجارت
Bad Delivery	عیب دار تمسکات
Balance Sheet	تختہ توازن، کھاتہ، گوشوارہ آمد وخرچ
Barter	سامان کے بدلے سامان کی بیع
Basket of Goods	نوٹ کے پیچھے سونے کے بجائے متفرق اشیاء کا مجموعہ (ثمن عرفی)
Beneficiary	فائدہ اٹھانے والا
Bear Market	قیمت کم ہو جائے تو اس شیئر مارکیٹ کو بیئر مارکیٹ کہتے ہیں
Bearer Share	نام غیر درج شدہ شیئر
Bear	بیئر (ریچھ) - قیمتیں نیچے لانے والا کاروباری شخص
Bill of Exchange	ہنڈی
Bid Option	خریداری کا حق
Board of Directors	مجلس منتظمہ
Bonds	تمسکات، قرض کی دستاویز
Bonus Shares	بلا قیمت حصص
Boom	ایسی حالت جس میں حصص کی قیمت نیچے چلی جائے
Book Value	کتابی قیمت
Brand	مارکہ
Break Up Value	کمپنی تحلیل ہونے کے بعد ہر شیئر کے مقابلے میں کمپنی کے اثاثوں کا جو حصہ آئے
Broker	شیئر دلال
Brokerage	دلالی کی اجرت
Bull Market	کمپنی کے شیئر کی قیمت بڑھ جائے تو اس شیئر مارکیٹ کو بل مارکیٹ کہتے ہیں
Bull	بل (سانڈ) - قیمتیں اوپر اٹھانے والا کاروباری شخص

Marfat.com

Capital	سرمایہ
Capital Appreciation	افزونئی سرمایہ
Call Option	اختیار بیع وشراء-فروخت کرنے کا حق
Capital Gain	قیمتوں کے بڑھنے کی وجہ سے جو نفع حاصل ہو
Capitalization	سرمایہ کی بنیاد
Capital Appreciation	سرمایہ کی قدر افزوئی
Capital Market	سرمایہ بازار
Carry Forward	تقدیم
Cahs	نقد
Certificate to commence the Business	
Certificates	سندات
Charter	اجازت نامہ
Clearing House	تصفیہ گھر
Closed End	در بند
Client	معاملہ دار
Commodities Market	وہ منڈی جہاں مال کی خرید وفروخت ہوتی ہے
Contract Order	رقعہ معاہدہ
Collective Interest	اجتماعی مفاد
Collective Property	اجتماعی ملکیت
Commercial Company	تجارتی کمپنی
Commercial Insurance	تجارتی بیمہ
Company Act	کمپنی قوانین
Compensation	تعویض مالی
Consumption of Wealth	صرف دولت
Contract	معاہدہ-عقد

Marfat.com

Convertible Bonds	قابل تبدیل سندات
Convertible Debentures	قابل تبدیل قرض تمسکات
Convertible Shares	قابل تبدیل حصص
Corporate Law Authority	کمپنیوں کی تشکیل کی اجازت دینے والا اوران کوکنٹرول کرنے والا ادارہ
Corporate Stockes	اجتماعی تمسکات
Cost Push Inflation	جب افراط زر اشیاء کی تیاری کے مصارف میں اضافے کی وجہ سے ہو
Competitive Market	مقابلہ جاتی بازار
Creditor	قرض دینے والا
Current Assets	رواں اثاثے
Current Liabilities	رواں ذمہ داریاں
Daily Product Basis	روزانہ پیداوار پر مبنی حساب
Daily Margin	یومیہ حاشیہ
Debentures	قرض تمسکات، قرضے کے رہن کا وثیقہ
Debt Market	قرض بازار
Decreasing Partnership	شرکت متناقصہ
Defence	فرق
Deficit Financing	خساراتی تمویل
Deflation	تفریط زر
Demand Pull Inflation	جب افراط زر اشیاء کی طلب بڑھ جانے کی وجہ سے ہو
Deposits	امانتیں-ودائع
Determination of Priorities	ترجیحات کا تعین
Direct Expenses	براہ راست فروختگی
Discount	منہا
Discounterq	بٹہ لگانے والا

Marfat.com

Distributable Profit	قابل تقسیم منافع
Distribution of Wealth	تقسیم دولت
Distribution of income	آمدنی کی تقسیم
Dividend	منافع قابل تقسیم
Earning Per Share (EPS)	فی حصہ کمائی
Endorsement	کسی دستاویز کے پشت پر مہر تصدیق ثبت کرنا
Enterpreneur	آجر
Equilable Distribution	منصفانہ تقسیم
Euqity Fund	مساوی فنڈ
Equity Shares	مساوی شیئرز (برابری کے حصص)
Equity Capital	شراکتی سرمایہ
Equity Participation	مساوی شرکت
Exchange	تبادلہ
Exchange of Wealth	مبادلہ دولت
Experts	ماہرین
Face Falue, Par Value	متعین لکھی ہوئی قیمت
Factors of Production	عوامل پیداوار
Fictitious Person	فرضی شخص
Fiduciary Money	ایسے نوٹ جس کی پشت پر سو فیصد سونا نہ ہو
Finance Company	سرمایہ کار کمپنی
Financial Leas	اجارہ کی ایک قسم
Financing	سرمایہ فراہم کرنا
Financial Market	اسٹاک ایکسچینج، سرمایہ بازار
Financial Option	مالیاتی اختیار
Fixed Assets	جامد اثاثے
Fixed Deposit	میعادی جمع اسکیم

Marfat.com

Floating Loans	رواں قرضے
Forwardation Charge, Contango	اجرت تقدیم
Foreign Loans	بیرونی قرضے
Forward Sale	غائب سودا
Forward Trading	بیع مستقبل
Foreign Investment Institutions (FIIS)	سرمایہ کاری کے بیرونی ادارے
Free Competition	آزاد مقابلہ
Freely Floating Exchange Rate	کرنسی کے ریٹ کو کھلے بازار پر چھوڑ دیا جانا
Ful Margin	اگر درآمد کنندہ لائف انشورنس کھلواتے وقت ہی پوری رقم ادا کر دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ فل مارجن پر ایل سی کھلوائی گئی
Fully Convertible	مکمل طور پر قابل تبدیل
Fundamental Analysis	بنیادی تجزیہ
Future Sale	بیع مستقبلیات
Future Financial Market (FFM)	مالیاتی مستقبل بازار
Future Buying	مستقبل خریداری
Future Selling, Shor Position	مستقبل فروخت
General Agreement on Tariff & Trade (GATT)	محصولات وتجارت کا معاہدہ عام
Global Deposit Receipts	عالمی جمع رسید
Gold Bullion Standard	جتنا سونا ہو اتنے ہی نوٹ جاری کیا جانا
Gross profit	اجمالی منافع
Gross Sales	مجموعی فروختگی
Group Insurance	اجتماعی انشورنس
Guarantee	ضمانت
Hedging	نقصان سے تحفظ

Marfat.com

Income Statement	مالیاتی وضاحت
Index	اشاریہ
Insider Trading	داخلی تجارت
Inflation	افراط زر
Initial Issue	ابتدائی اجراء
Instruments	دستاویزات
Insurance	بیمہ
Intangible Assets	غیر مادی اثاثے
Interests	سود
Interest Bearing	سود بردار
Interest Bearing Instruments	سودی ذرائع
Internal Loans	داخلی قرضے
Investment	سرمایہ کاری
Investment Trust	سرمایہ کاری کے درمیانی ادارے
Investment Bank	سرمایہ کاری بینک
Investor	سرمایہ کار
Inactive Shares	ایسے حصص جن کا اندراج تو ہوتا ہے لیکن ان کی خرید و فروخت کبھی کبھار ہوتی ہے
Irredeemable	ناقابل انفکاک
Issue	اجراء
Issue House	اجراء جدید
Issue at a discount	منہائی پر اجراء
Issue at a Premium	اضافی قیمت پر اجراء
Issue at par	برابری پر اجراء
Issued Capital	جاری کردہ سرمایہ
Islamic Financial Instruments	اسلامی مالیاتی ذرائع

Marfat.com

Joint Stock Company	مشترکہ سرمایہ کی کمپنی
Leasing	اجارہ
Legal Person, Juristic Person, Juridical Person	شخص قانونی
Legal Tender	زر قانونی
Legal Entity	قانونی وجود
Lender of the last Resort	آخری چارہ کار کے طور پر قرض دینے والا
Lessee	مستاجر
Lessor	موجر
Letter of Credit	خط اعتماد
Liability	ذمہ داری
Life Insurance	جیون بیمہ
Limited Company	محدود ذمہ داری والی کمپنی
Limited Legal Tender	محدود زر قانونی
Limited Liability	محدود ذمہ داری
Limited Order	ایسا آرڈر جس میں قیمت مقرر کر کے آرڈر دیا جائے
Liquidator	تحلیل کنندہ
Liquidity	نقد پذیری، سیالیت
Listed Companies	جن کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت اسٹاک ایکسچینج میں ہوتی ہے
Listing	درج فہرست
Loan	قرض
Long Term Capital Gain	طویل مدتی سرمایہ نفع
Long Term Credit	طویل المیعاد قرضے
long Term Liabilities	طویل المیعاد ذمہ داریاں
Mandatory Order	وجوبی حکم

Marfat.com

Mark up	نفع کی جو شرح طے کی جائے
Market Forces	بازار کی قوت
Market Order	ایسا آرڈر جس میں مارکیٹ ریٹ پر شیئر خریدے جائیں
Market Value	بازاری قیمت
Mercantilism	سوداگری، ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے سونا بڑھانا
Merchant Banker	درمیانی واسطہ
Monetary System	نظام زر (نقد)
Monopoly	اجارہ داری
Mortgage	رہن رکھنا
Multinational Company	کثیر قومی کمپنی
Mutual Fund	باہمی فنڈ
Mutual Insurance	باہمی انشورنس
Net Sales	صافی فروختگی
Net Asset Value	خالص قدر اثاثہ
New Issue	اجراء جدید
Net Worth	صافی مالیت
Non Voting Shares	غیر رائے دہی والے حصے
Non Specified Shares	غیر مخصوص حصص
Non Convertible Fund	مبہم جو سرمایہ کا فنڈ
Offer Price	پیشکش قیمت
Offer For Sale	فروخت کی پیشکش
On The Spot	حاضر یا فی الفور سودا
Open End	در کھلا
Operating Leas	اجارہ کی ایک قسم
Options	اختیارات، خاص چیز کو خاص قیمت پر خرید و فروخت کا حق
Origination	بنیادی تیاری

Marfat.com

Ordinary Share	معمولی شیئر
Over Head Expenses	روزہ مرہ کی تجارتی ضروریات کے لئے قرض لیا جانا
Over the Counter Transaction	جن شیئرز کا کاروبار اسٹاک ایکسچینج کے توسط کے بغیر ہوتا ہے
Paid-up Capital	اداشدہ سرمایہ۔وہ سرمایہ جو شیئر جاری کر کے حاصل کیا جاتا ہے
Partnership	شرکت
Partly Convertible	جزوی طور پر قابل تبدیل
Payment	ادائیگی
Permanent Loans	مستقل قرضے
Port Folio	مختلف مالیاتی رقعہ جات (تمسکات) پر مشتمل سرمایہ کاری کا مجموعہ
Preference Shares	ترجیحی حصص
Premium	شیئر کی قیمت فروخت کا وہ حصہ جو اس کی قدر عرفی سے زائد ہو
Price Index	قیمتوں کا اشاریہ
Price Earning Ratio	قیمت اور کمائی کا تناسب
Price Bond	قیمت کی بندش
Primery Market	ابتدائی بازار
Private Property	ذاتی ملکیت
Private Proprietorship	شخصی کاروبار
Private Sector	نجی شعبہ
Privatization	نج کاری
Private Placement	ذاتی بالواسطہ فروخت
Procedure	کارروائی
Produced Factor of Production	پیدا کردہ عامل پیدائش
Production of Wealth	پیدائش دولت

Marfat.com

Profit	نفع
Profit Motive	ذاتی منافع کا محرک
Promoters	ترقی دینے والے (بانی)
Prospectus	کیفیت نما
Promissory Note	معاہداتی دستاویز
Public Company	عوامی کمپنی
Public Issue	اجراء عام، عوامی اجراء
Public Limited Company	محدود ذمہ داری والی عوامی کمپنی
Public Sector	سرکاری شعبہ
Put Option	اختیار بیع
Quality	نوعیت
Quantity	کمیت
Quotation	قیمت کا اظہار
Quick Assets	آسانی کے ساتھ نقد روپے میں تبدیل ہونے والے اثاثے
Quoted Share	وہ حصص جو باضابطہ طور پر فہرست میں درج ہوں اور ان کی قیمت بھی شائع ہوئی ہو
Ratification	قیمت متعین کرنا
Real Value	حقیقی قیمت
Receivable	واجب الوصول
Receiver	تقسیم کنندہ
Redeemable	قابل انفکاک
Refund	رقم کی واپسی
Registered Share	نام درج شدہ شیئر
Rent	کرایہ، لگان
Renouncement	کسی کا اپنے استحقاقی حصص کے حق سے دستبردار ہو جانا

Marfat.com

Repurchase Price	واپس خریداری کی قیمت
Reserve	احتیاطی-محفوظ فنڈ
Resolution	قرارداد
Restriction	پابندی
Returns	واپسی
Right Share	استحقاقی شیئر
Right Issues	استحقاقی اجراء
Risk	ضمان
Risk Factors	کمپنی کے ممکن خطرات
Row Material	خام مال
Sale on Margin	شیئرز کی ایسی خریداری جس کی قیمت کا کچھ حصہ فی الحال ادا کردیا جائے اور باقی ادھار ہو
Saler	بائع (بیچنے والا)
Sale Before Possession	بیع قبل القبض (قبضہ سے پہلے خرید وفروخت)
Secured	مکفول
Secondary Market	ثانوی بازار
Securities	تمسکات
Securities Market	بازار تمسکات
Securities & Exchange Board of India (SEBI)	سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا
Settlement Trading	تصفیہ پر مبنی تجارت
Settlement Price/Made up Price	تصفیہ قیمت
Share	حصہ (جمع حصص) سہم
Share Capital	سرمایہ حصص
Share Holder	حصہ دار
Share Transfer Agent	حصص منتقلی ایجنٹ

Marfat.com

Share Certificates	اسنادِ حصص
Share Market	حصص بازار
Short Sale	بیع غیر مملوک
Short Term Capital Gain	قصیر المیعاد سرمایہ نفع
Short Term Credit	قصیر المیعاد قرضے
Specified Shares	مخصوص شیئرز، پرزور طریقے پرخرید وفروخت کیے جانے والے شیئرز
Speculation	عمل تخمین، سٹہ بازی
Sponsors Capital	کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے کمپنی میں شامل کی جانے والی رقم
Spot Sale	حاضر سودا
Stock Exchange	بازار حصص
Stop Order	ایسا آرڈر جس میں شیئرز کا مالک اپنے شیئرز کی بیع کا مشروط آرڈر دیتا ہے
Subscribed Capital	اشتراک شدہ سرمایہ پیشکشی سرمایہ
Subscription	اشتراک
Subsidy	امداد
Supply	رسد
Sub-Broker	ماتحت دلال
Slump	ایسی حالت جس میں حصص کی قیمت نیچے چلی جائے
Take Over Bid	بڑی کمپنی کا کسی درماندہ کمپنی کو اپنے ہاتھ میں لے لینا
Theory of Surplus Value	قدر زائد کا نظریہ
Token Money	ایسے نوٹ جس کی پشت پر سونے یا چاندی کا وجود ضروری نہ ہو
Transfer Certificate	ٹرانسفر سرٹیفکیٹ
Transfer Deed	منتقلی کے دستاویز

Marfat.com

Trade Ring	تجارتی دائرہ
Under Writing	کسی ادارہ کا نئی کمپنی کے شیئرز کی ضمانت لینا
Unfunded Loans	قصیر المیعاد قرضے
Unlisted Companies	جن کمپنیوں کے شیئرز اسٹاک ایکسچینج نہیں لیتا ہے، ان کے شیئرز کی خرید و فروخت اوور دی کاؤنٹر ہو سکتی ہے
Unsecured	غیر مکفول
Unloading Charge	فروختگی اجرت
Unit Trust of India	یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا
Value At Par	مساوی قیمت عرفی
Venture Capital Fund	مکمل طور پر قابل تبدیل
Voting Shares	رائے دہی والے حصص
Wages	اجرت
Weighted Average	وزن دار اوسط
Working Capital	کاروبار کے رواں اخراجات کے لئے قرض حاصل کیا جانا
Zero Interest	صفر سود
Zero Interest Convertible Debenture	صفر سود مبدل ڈبینچر
Zero Coupon Bond	صفر کوپن بانڈ

☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708, Jamia Nagar, New Delhi - 110025

Tel : 26981327, 26983728 Email:ifapublications@gmail.com

Marfat.com